الجامع المسند الصحيح المختصر من امور
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه

صحیح بخاری

للإمام أبي عبد الله محمد بن اسمٰعيل البخاري الجعفي رحمه الله

۱۹۴ھ ـــــــ ۲۵۶ھ

ترجمه و تشریح

مولانا محمد داؤد راز

جلد سوم

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

مقدمه

حافظ زبیر علی زئی

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زهوة فضیلۃ الشیخ احمد عناية

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات دار العلم نمبر 152

نام کتاب	:	صحیح البخاری
تالیف	:	الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری
ترجمہ وتشریح	:	مولانا محمد داؤد راز
جلد	:	سوم
ناشر	:	دار العلم، ممبئی
طابع	:	محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت (بار اوّل)	:	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	:	ستمبر ۲۰۱۲ء

دار العلم ممبئی

DARUL ILM

PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست

تشریحی مضامین

أَبْوَابُ الْعُمْرَةِ
عمرہ کے مسائل کا بیان

بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهَا لَقَرِينَتُهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾. [البقرة: ١٩٦]

باب: عمرہ کا وجوب اور اس کی فضیلت

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (صاحب استطاعت) پر حج اور عمرہ واجب ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں عمرہ حج کے ساتھ آیا ہے "اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔"

تشریح: بیت اللہ کی مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کرنا اسے عمرہ کہتے ہیں، عمرہ سال بھر میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے، ہاں چند دنوں میں منع ہے جن کا ذکر ہو چکا ہے اکثر علما کا قول ہے کہ عمرہ عمر بھر میں ایک دفعہ واجب ہے، بعض لوگ صرف مستحب مانتے ہیں۔

١٧٧٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)). [مسلم: ٣٢٨٩؛ نسائي: ٢٦٢٨؛ ابن ماجه: ٢٨٨٨]

(١٧٧٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی نے خبر دی، انہیں ابوصالح سمان نے خبر دی اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"

تشریح: اللہ پاک نے قرآن مجید میں اور رسول کریم ﷺ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں حج کے ساتھ عمرہ کا ذکر فرمایا ہے، جس سے عمرہ کا وجوب ثابت ہوا، یہی امام بخاری رحمہ اللہ بتلانا چاہتے ہیں آپ نے عمرہ کا وجوب آیت اور حدیث ہر دو سے ثابت فرمایا۔ حج مبرور وہ جس میں از ابتدا تا انتہا نیکیاں ہی نیکیاں ہوں اور آداب حج کو پورے طور پر نبھایا جائے ایسا حج یقیناً دخول جنت کا موجب ہے۔ اللھم ارزقنا۔ آمین

بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

باب: اس شخص کا بیان جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ

(١٧٧٤) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن

خَالِدٍ، سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْعُمْرَةِ، قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ: لَا بَأْسَ. قَالَ عِكْرِمَةُ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهُ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مِثْلَهُ. [ابوداود: ۱۹۸۶]

عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں۔ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ ہی کیا تھا۔ اور ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا، ان سے عکرمہ بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا پھر یہی حدیث بیان کی۔ ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، ان سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے عکرمہ بن خالد نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، پھر یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی ہیں۔ بنی حنظلہ کے آزاد کردہ ہیں، ہشام بن عروہ، امام مالک، شعبی اور اوزاعی اور ان کے ماسوا بہت سے لوگوں سے حدیث کو سنا اور ان سے سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید اور یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں، ان علما میں سے ہیں جن کو قرآن مجید میں علمائے ربانیین سے یاد کیا گیا ہے، اپنے زمانہ کے امام اور پختہ کار فقیہ اور حافظ حدیث تھے، ساتھ ہی زاہد کامل اور قابل فخر سخی اور اخلاق فاضلہ کے مجسمہ تھے، اسماعیل بن عیاش نے کہا کہ روئے زمین پر ان کے زمانہ میں کوئی ان جیسا اللہ والا عالم مسلمانوں میں نہ تھا۔ خیر کی کوئی ایسی خصلت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نہ بخشی ہو، ان کے شاگردوں کی بھی کثیر تعداد ہے عرصہ تک بغداد میں درس حدیث دیا۔ ان کا سال پیدائش ۱۱۸ھ ہے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی، اللہ پاک فردوس بریں میں آپ کے بہترین مقامات میں اضافہ فرمائے اور ہم کو ایسے بزرگوں کے ساتھ محشور کرے۔ (آمین) صد افسوس کہ آج ایسے بزرگوں اور اللہ والے حضرات سے امت محروم ہے، کاش! اللہ پاک پھر ایسے بزرگ پیدا کرے اور امت کو پھر ایسے بزرگوں کے علوم سے نور ایقان عطا کرے۔ آمین

بَابٌ: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے

تشریح: کسی روایت میں چار عمرے مذکور ہیں، کسی میں دو ان میں جمع یوں کیا ہے کہ اخیر کی روایت میں وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔ اسی طرح وہ عمرہ جس سے آپ روک دیئے گئے تھے شمار نہیں کیا۔ سعید بن منصور نے نکالا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے دو تو ذی قعدہ میں اور ایک شوال میں اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ آپ نے تینوں عمرے ذی قعدہ میں کئے تھے۔

۱۷۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ، وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ؟ فَقَالَ: بِدْعَةٌ ثُمَّ قَالَ: لَهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: أَرْبَعٌ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ.

(۱۷۷۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان لوگوں کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے، پھر ان سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار، ایک ان میں سے رجب میں کیا تھا لیکن ہم نے پسند نہیں کیا کہ ان کی اس

[طرفه في: ٤٢٥٣] [مسلم: ٣٠٣٧؛ ابوداود: ١٩٩٢؛ ترمذي: ٩٣٧] بات کی تردید کریں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اشراق کی نماز سے متعلق معلومات نہ ہوں گی اس لئے انہوں نے اسے بدعت کہہ دیا حالانکہ یہ نماز احادیث میں مذکور ہے یا آپ نے اس نماز کو مسجد میں پڑھنا بدعت قرار دیا جیسا کہ ہر نماز گھر میں پڑھنے ہی سے متعلق ہے۔ جمہور کے نزدیک اس نماز کو مسجد یا گھر ہر جگہ پڑھا جا سکتا ہے۔

١٧٧٦ـ قَالَ: وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ، عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ، فَقَالَ: عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ. قَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. [طرفاه في: ١٧٧٧، ٤٢٥٤] [مسلم: ٣٠٣٦؛ ترمذي: ٩٣٦؛ ابن ماجه: ٢٩٩٨]

(١٧٧٦) مجاہد نے بیان کیا کہ ہم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے ان کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے پوچھا اے میری ماں! اے ام المومنین! ابوعبدالرحمن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا: اللہ ابوعبدالرحمن پر رحم کرے! آنحضرت ﷺ نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپ نے رجب میں تو کبھی عمرہ ہی نہیں کیا۔

تشریح: عمرہ نبوی کے بارے میں ماہ رجب کا ذکر صحیح نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا۔ آپ عروہ کی خالہ ہیں اس لئے آپ نے ان کو یا اماہ! کہہ کر پکارا۔

١٧٧٧ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي رَجَبٍ. [راجع: ١٧٧٦]

(١٧٧٧) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔

١٧٧٨ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، سَأَلْتُ أَنَسًا كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَرْبَعًا عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، حَيْثُ صَالَحَهُمْ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ إِذْ قَسَمَ

(١٧٧٨) ہم سے حسان بن حسان نے بیان کیا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ چار، عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ میں جہاں پر مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا، پھر آئندہ سال ذی قعدہ ہی میں ایک عمرہ قضا جس کے متعلق آپ نے مشرکین سے صلح کی تھی اور تیسرا عمرہ جعرانہ جس موقعہ پر آپ نے غنیمت غالباً حنین کی

غَنِيمَةَ أُرَاهُ حُنَيْنٍ. قُلْتُ: كَمْ حَجَّ؟ قَالَ: وَاحِدَةً. [أطرافه في: ١٧٧٩، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨] [مسلم: ٣٠٣٣، ٣٠٣٤، ٣٠٣٥، ٣٠٣٦]

تقسیم کی تھی (چوتھا حج کے ساتھ) میں نے پوچھا اور آنحضرت ﷺ نے حج کتنے کئے؟ فرمایا کہ ایک۔

١٧٧٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا فَقَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْثُ رَدُّوْهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. [راجع: ١٧٧٨]

(١٧٧٩) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے عمرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عمرہ وہاں کیا جہاں سے آپ کو مشرکین نے واپس کر دیا تھا اور دوسرے سال (اسی) عمرہ حدیبیہ (کی قضا) کی تھی اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

تشریح: جن راویوں نے حدیبیہ میں آپ کے احرام کھولنے اور قربانی کرنے کو عمرہ قرار دیا انہوں نے آپ کے چار عمرے بیان کئے اور جنہوں نے اسے عمرہ قرار نہیں دیا انہوں نے تین عمرے بیان کئے اور روایات میں اختلاف کی وجہ صرف یہی ہے اور ان توجیہات کی بنا پر کسی بھی روایت کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔

١٧٨٠۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، وَقَالَ: اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِيْ اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ. حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ. وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ. [راجع: ١٧٧٩]

(١٧٨٠) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ جو عمرہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا اس کے سوا تمام عمرے ذی قعدہ ہی میں کئے تھے۔ حدیبیہ کا عمرہ اور دوسرے سال اس کی قضا کا عمرہ کیا تھا۔ (کیونکہ آپ نے قران کیا تھا اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے) اور جعرانہ کا عمرہ جب آپ نے جنگ حنین کی غنیمت تقسیم کی تھی۔ پھر ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

١٧٨١۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا. فَقَالُوا: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ. وَقَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ. [أطرافه في: ١٨٤٤، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١]

(١٧٨١) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شریح بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے مسروق، عطاء اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو ان سب حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے پہلے ذی قعدہ ہی میں عمرے کئے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ماہ ذی قعدہ میں حج سے پہلے دو عمرے کئے تھے۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

باب: رمضان میں عمرہ کرنے کا بیان

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ باب میں اسکی فضیلت کی تشریح نہیں کی اور شاید انہوں نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جو دار قطنی نے نکالی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے عمرے میں نکلی، آپ نے افطار کیا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر کیا، میں نے پوری نماز پڑھی بعض نے کہا یہ روایت غلط ہے کیونکہ آپ نے رمضان میں کوئی عمرہ نہیں کیا، حافظ نے کہا شاید مطلب یہ ہو کہ میں رمضان میں عمرہ کے لئے مدینہ سے نکلی یہ صحیح ہے کیونکہ فتح مکہ کا سفر رمضان ہی میں ہوا تھا۔ (وحیدی)

١٧٨٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُخْبِرُنَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيتُ اسْمَهَا: ((مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا)) قَالَتْ: كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ: ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ)) أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ. [طرفه في: ١٨٦٣] [مسلم: ٣٠٣٨؛ نسائي: ٢١٠٩]

(١٧٨٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، اُن سے ابن جریج نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون (ام سنان) سے (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا) پوچھا کہ ''تو ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کرتی؟'' وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) اور اس کا بیٹا سوار ہو کر حج کے لیے چل دیئے اور ایک اونٹ انہوں نے چھوڑا ہے، جس سے پانی لایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے۔'' یا اسی جیسی کوئی بات آپ نے فرمائی۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایات میں اس عورت کا نام ام سنان رضی اللہ عنہا مذکور ہے، بعض نے کہا وہ ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں جیسے ابن حبان کی روایت میں ہے اور نسائی نے نکالا ہے کہ بنی اسعد کی ایک عورت نے کہا میں نے حج کا قصد کیا لیکن میرا اونٹ بیمار ہو گیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو رمضان میں عمرہ کر لے رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ حافظ نے کہا اگر یہ عورت ام سنان تھی تو اس کے بیٹے کا نام سنان ہوگا اور اگر ام سلیم رضی اللہ عنہا تھی تو اس کا بیٹا کوئی ایسا نہ تھا جو حج کے قابل ہوتا۔ ایک انس تھے وہ چھوٹی عمر میں تھے اور شاید ان کے خاوند ابو طلحہ کا بیٹا مراد ہو وہ بھی گویا ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوا کیونکہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

باب: محصب کی رات عمرہ کرنا یا اس کے علاوہ کسی دن عمرہ کرنے کا بیان

١٧٨٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ لَنَا: ((مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِالْعُمْرَةِ

(١٧٨٣) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے نکلے تو ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا، آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ حج کا باندھ لے اور اگر کوئی عمرہ کا باندھنا چاہتا

فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)). قَالَتْ: فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ، وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ارْفُضِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ)) فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَالرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي. [راجع: ٢٩٤]

ہے تو وہ عمرہ کا باندھ لے۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم میں بعض نے تو عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، لیکن عرفہ کا دن آیا تو میں اس وقت حائضہ تھی، چنانچہ میں نے اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ نے فرمایا: ''پھر عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول دے اور اس میں کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔'' (میں نے ایسا ہی کیا) جب محصب کے قیام کی رات آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن کو میرے ساتھ تنعیم بھیجا، وہاں سے میں نے عمرہ کا احرام اپنے اس عمرہ کے بدلہ میں باندھا (جس کو توڑ ڈالا تھا)۔

بَابُ عُمْرَةِ التَّنْعِيمِ

باب: تنعیم سے عمرہ کرنا

تشریح: یہ خاص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کیا تھا باقی کسی صحابی سے منقول نہیں کہ اس نے عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھا ہو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا کیا، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں ایسا ہی کہا ہے۔ حافظ نے کہا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بحکم نبوی ایسا کیا تو اسکا مشروع ہونا ثابت ہو گیا اگر چہ اس میں شک نہیں کہ عمرہ کے لئے بھی خاص اپنے ملک سے سفر کر کے جانا افضل اور اعلیٰ ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ ہر سال ایک عمرہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یا نہیں، امام مالک نے ایک سے زیادہ کرنا مکروہ جانا ہے اور جمہور علما نے ان کا خلاف کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ رکھا ہے۔ (وحیدی)

١٧٨٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ عَائِشَةَ، وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ. قَالَ: سُفْيَانُ مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًوا، وَكَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو. [طرفه في: ٢٩٨٥]

[مسلم: ٢٩٣٦؛ ترمذي: ٩٣٤؛ ابن ماجه: ٩٩٩]

(۱۷۸۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا، ان کو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر لے جائیں اور تنعیم سے انہیں عمرہ کرا لائیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہیں یوں کہا میں نے عمرو بن دینار سے سنا، کہیں یوں کہا میں نے کئی بار اس حدیث کو عمرو بن دینار سے سنا۔

١٧٨٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ، عَنْ حَبِيْبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَطَاءٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ، غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۷۸۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالوہاب بن عبدالمجید نے، ان سے حبیب معلم نے، ان سے عطاء بن ابی رباح اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے حج کا احرام باندھا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا قربانی کسی کے پاس نہیں تھی۔ ان ہی دنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو ان کے

وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ، وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، يَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا، إِلَّا مَنْ مَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ)). وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ [بِالْبَيْتِ] قَالَ: فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ. وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعَقَبَةِ، وَهُوَ يَرْمِيهَا، فَقَالَ: أَلَكُمْ خَاصَّةً هَذِهِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ)). [راجع: ١٥٥٧، ١٦٥١]

ساتھ بھی قربانی تھی، انہوں نے کہا کہ جس چیز کا احرام رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے میرا بھی احرام وہی ہے، آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو (مکہ میں پہنچ کر) اس کی اجازت دے دی تھی کہ اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کردیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفامروہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھول دیں لیکن وہ لوگ ایسا نہ کریں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ہم منیٰ سے حج کے لیے اس طرح سے جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو بات اب ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد میں بھی احرام کھول دیتا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہوگئی تھیں اس لیے انہوں نے اگرچہ تمام مناسک ادا کئے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ پھر جب وہ پاک ہوگئیں اور طواف کرلیا تو عرض کی یارسول اللہ! سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں، آپ نے اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہیں ہمراہ لے کر تنعیم جائیں اور عمرہ کرالائیں، یہ عمرہ حج کے بعد ذی الحجہ کے ہی مہینہ میں ہوا تھا آنحضرت ﷺ جب جمرہ عقبہ کی رمی کر رہے تھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یارسول اللہ! کیا یہ (عمرہ اور حج کے درمیان احرام کھول دینا) صرف آپ ہی کے لیے ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔''

تشریح: یزید کی روایت میں یوں ہے کیا یہ حکم خاص ہمارے لئے ہے، امام مسلم کی روایت میں یوں ہے سراقہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ! کیا یہ حکم خاص اسی سال کے لئے ہے۔ آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور دوبار فرمایا عمرہ حج میں ہمیشہ کے لئے شریک ہوگیا۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہوا اور جاہلیت کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ قران یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنا درست ہوا اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ تمتع، جس میں قربانی ہے وہ یہ ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کرے اور جو لوگ حج کے مہینوں میں سارے ذی الحجہ کو شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذی الحجہ کے بعد بھی عمرہ کرے تو وہ بھی تمتع ہے اور اس میں قربانی یا روزے واجب نہیں، وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے قربانی کی تھی۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربان کی اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قربانی دی اور شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر نہ ہو۔

بَابُ الْإِعْتِمَارِ بَعْدَ الْحَجِّ

باب: حج کے بعد عمرہ کرنا اور قربانی نہ دینا

بِغَيْرِ هَدْيٍ

١٧٨٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنِي أَبِي أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ)) فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ، فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ، وَأَنَا حَائِضٌ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ)). فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَرْدَفَهَا، فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا، وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ، وَلَا صَدَقَةٌ، وَلَا صَوْمٌ. [راجع: ٢٩٤]

(۱۷۸۶) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے حج کے لیے چلے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا باندھ لے اور جو حج کا باندھنا چاہے وہ حج کا باندھ لے، اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا۔'' چنانچہ بہت سے لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بہتوں نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر میں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حائضہ ہوگئی، عرفہ کا دن آ گیا اور ابھی میں حائضہ ہی تھی، اس کا رونا میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے روئی۔ آپ نے فرمایا: ''عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول لے اور کنگھا کر لے پھر حج کا احرام باندھ لینا۔'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد جب محصب کی رات آئی تو آنحضرت ﷺ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن کو تنعیم بھیجا وہ مجھے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے گئے وہاں سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرے کے بجائے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی حج اور عمرہ دونوں ہی پورے کر دیئے نہ تو اس کے لیے انہیں قربانی لانی پڑی نہ صدقہ دینا پڑا اور نہ روزہ رکھنا پڑا۔

بَابُ أَجْرِ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

باب: عمرہ میں جتنی تکلیف ہو اتنا ہی ثواب ہے

١٧٨٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَا: قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَصْدُرُ

(۱۷۸۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ان سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور دوسری (روایت میں) ابن عون، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اسود سے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو دو نسک (حج اور

النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا: ((انْتَظِرِي، فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَهِلِّي ثُمَّ ائْتِينَا بِمَكَانِ كَذَا، وَلٰكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ، أَوْ نَصَبِكِ)). [راجع: ٢٩٤]

عمرہ) کر کے واپس ہو رہے ہیں اور میں نے صرف ایک نسک (حج کیا ہے؟) اس پر ان سے کہا گیا: ''پھر آپ انتظار کریں اور جب پاک ہو جائیں تو تنعیم جا کر وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھیں، پھر ہم سے فلاں جگہ آ ملیں اور یہ کہ اس عمرہ کا ثواب تمہارے خرچ اور محنت کے مطابق ملے گا۔''

تشریح: ابن عبدالسلام نے کہا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بعض عبادتوں میں دوسری عبادتوں سے تکلیف اور مشقت کم ہوتی ہے لیکن ثواب زیادہ ملتا ہے، جیسے شب قدر میں عبادت کرنا رمضان کی کئی راتوں میں عبادت کرنے سے ثواب میں زیادہ ہے یا فرض نماز یا فرض زکوٰۃ کا ثواب نفل نمازوں اور نفل صدقوں سے بہت زیادہ ہے۔

بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ خَرَجَ، هَلْ يُجْزِئُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؟

باب: (حج کے بعد) عمرہ کرنے والا عمرہ کا طواف کر کے مکہ سے چل دے تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں ہے؟

١٧٨٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا)) وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ، فَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُمْرَةٌ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكِ)). قُلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ: فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ: ((وَمَا شَأْنُكِ)). قُلْتُ: لَا أُصَلِّي. قَالَ: ((فَلَا يَضُرُّكِ أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا)). قَالَتْ: فَكُنْتُ حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِنًى، فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ

(١٧٨٨) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حج کے مہینوں اور آداب میں ہم حج کا احرام باندھ کر مدینہ سے چلے اور مقام سرف میں پڑاؤ کیا، نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہے کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔'' نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعض مقدور والوں کے ساتھ قربانی تھی، اس لیے ان کا (احرام صرف) عمرہ کا نہیں رہا، پھر نبی کریم ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ نے دریافت فرمایا: ''رو کیوں رہی ہو؟'' میں نے کہا آپ نے اپنے اصحاب سے جو کچھ فرمایا میں سن رہی تھی اب تو میرا عمرہ ہو گیا آپ نے پوچھا: ''کیا بات ہوئی؟'' میں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی، (حیض کی وجہ سے) آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے اور جوان سب کے مقدر میں لکھا ہے وہی تمہارا بھی مقدر ہے، اب حج کا احرام باندھ لے شاید اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھ لیا پھر جب ہم (حج سے فارغ ہو کر اور) منیٰ سے نکل کر

فَدَعَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: ((أَخْرُجْ بِأُخْتِكَ إِلَى الْحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا، أَنْتَظِرُكُمَا هَا هُنَا)). فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: ((فَرَغْتُمَا)). قُلْتُ: نَعَمْ. فَنَادَى بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ، قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ٢٩٤، ١٥٦٠]

محصب میں اترے تو آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن کو بلایا اور ان سے کہا کہ اپنی بہن کو حد حرم سے باہر لے جا (تنعیم) تاکہ وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں، پھر طواف وسعی کرو ہم تمہارا انتظار یہیں کریں گے۔ ہم آدھی رات کو آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں، آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ بیت اللہ کا طواف وداع کرنے والے لوگ صبح کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

تشریح: حافظ نے کہا اس روایت میں غلطی ہو گئی ہے صحیح یوں ہے لوگ چل کھڑے ہوئے پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ امام مسلم اور ابوداؤد کی روایتوں میں ایسا ہی ہے۔

بَابٌ: يَفْعَلُ بِالْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ بِالْحَجِّ

باب: عمرہ میں ان ہی کاموں کا پرہیز ہے جن سے حج میں پرہیز ہے

١٧٨٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوقِ أَوْ قَالَ: صُفْرَةٌ. فَقَالَ: كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ فَقُلْتُ لِعُمَرَ وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ فَقَالَ عُمَرُ: تَعَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: كَغَطِيطِ الْبَكْرِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ عَنْكَ، وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ)). [راجع: ١٥٣٦]

(١٧٨٩) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے عطا بن ابی رباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے، تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جبہ پہنے ہوئے اور اس پر خلوق یا زردی کا نشان تھا۔ اس نے پوچھا مجھے اپنے عمرہ میں آپ کس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی اور آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا، میری بڑی آرزو تھی کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں آپ کو دیکھوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہاں آؤ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہو رہی ہو، اس وقت تم حضور ﷺ کو دیکھنے کے آرزومند ہو؟ میں نے کہا ہاں! انہوں نے کپڑے کا کنارہ اٹھایا اور میں نے اس میں سے آپ کو دیکھا آپ زور زور سے خراٹے لے رہے تھے، میرا خیال ہے کہ انہوں نے بیان کیا "جیسے اونٹ کے سانس کی آواز ہوتی ہے" پھر جب وحی اترنی بند ہوئی تو آپ نے فرمایا: "پوچھنے والا کہاں ہے جو عمرے کا حال پوچھتا تھا؟ اپنا جبہ اتار دے، خلوق کے اثر کو دھو ڈال اور (زعفران کی) زردی صاف کر لے اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح اس میں بھی کرو۔"

١٧٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ [تَبَارَكَ وَتَعَالَى:] ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ [البقرة: ١٥٨] فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ: كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا. إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾. زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ: قَالَ مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ١٦٤٣] [ابوداود: ١٩٠١]

(١٧٩٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا...... جبکہ ابھی میں نوعمر تھا...... کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں'' اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ اگر مطلب یہ ہوتا جیسا کہ تم بتا رہے ہو پھر تو ان کی سعی نہ کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں تھا، لیکن یہ آیت تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو منات بت کے نام کا احرام باندھتے تھے جو قدید کے مقابل میں رکھا ہوا تھا وہ صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اس لیے جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لیے ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔'' سفیان اور ابو معاویہ نے ہشام سے یہ زیادتی نکالی ہے کہ جو کوئی صفا مروہ کا پھیرا نہ کرے تو اللہ اس کا حج اور عمرہ پورا نہ کرے گا۔

تشریح: یہ اس لئے کہ اللہ پاک نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کو بھی اپنے شعائر قرار دیا ہے اور اس سعی سے ہزار ہا سال قبل کے اس واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جب کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے نور نظر اسماعیل علیہ السلام کے لئے یہاں پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے اور اس موقع پر چشمہ زمزم کا ظہور ہوا تھا۔

بَابٌ: مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ؟

باب: عمرہ کرنے والا احرام سے کب نکلتا ہے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ: عَنْ جَابِرٍ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا.

اور عطاء بن ابی رباح نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ حج کے احرام کو عمرہ سے بدل دیں اور طواف (بیت اللہ اور صفا مروہ) کریں پھر بال ترشوا کر احرام سے نکل جائیں۔

تشریح: ابن بطال نے کہا میں تو علما کا اختلاف اس باب میں نہیں جانتا کہ عمرہ کرنے والا اس وقت حلال ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ

ہو جائے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ قول منقول ہے کہ صرف طواف اور سعی کرنے سے حلال ہو جاتا ہے اور اسحاق بن راہویہ (استاذ امام بخاری رحمہ اللہ) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کی طرف اشارہ کیا اور قاضی عیاض نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ عمرہ کرنے والا جہاں حرم میں پہنچا وہ حلال ہو گیا گو طواف اور سعی نہ کرے مگر صحیح بات وہی ہے جو باب اور حدیث سے ظاہر ہے۔

١٧٩١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ جَرِيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفَى، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، فَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهُمَا مَعَهُ، وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَرْمِيَهُ أَحَدٌ، فَقَالَ: لَهُ صَاحِبٌ لِيْ: أَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا. [راجع: ١٦٠٠]

(١٧٩١) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے عبداللہ بن ابی اوفی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بھی کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا، چنانچہ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے پہلے (بیت اللہ کا) طواف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی طواف کیا، پھر صفا اور مروہ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ آئے۔ ہم آپ کی مکہ والوں سے حفاظت کر رہے تھے کہ کہیں کوئی کافر تیر نہ چلا دے، میرے ایک ساتھی نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ کعبہ میں اندر داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

١٧٩٢ـ قَالَ: فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيْجَةَ. قَالَ: ((بَشِّرُوا الْخَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ)). [طرفه في: ٣٨١٩] [راجع: ١٦٠٠]

(١٧٩٢) کہا انہوں نے پھر پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا کچھ فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک موتی کے گھر کی بشارت دو، جس میں نہ کسی قسم کا شور و غل ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔''

١٧٩٣ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ، طَافَ بِالْبَيْتِ فِيْ عُمْرَةٍ، وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ، وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. [راجع: ٣٩٥]

(١٧٩٣) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے کہا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف تو کرتا ہے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ (صرف بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے اور آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی ''اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

١٧٩٤ـ قَالَ: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ فَقَالَ: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. [راجع: ٣٩٦]

(١٧٩٤) انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔

١٧٩٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ،

(١٧٩٥) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر محمد بن جعفر نے

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيخٌ فَقَالَ: ((أَحَجَجْتَ)). قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ)). قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَحْسَنْتَ. طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ)). فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ، فَفَلَّتْ رَأْسِي، ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ. فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ، حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ: إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. [راجع: ١٥٥٩]

بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے بیان کیا، ان سے طارق بن شہاب نے بیان کیا، اور ان سے ابوموسیٰ اشعری نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطحاء میں حاضر ہوا آپ وہاں (حج کے لیے جاتے ہوئے اترے ہوئے تھے) آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارا حج ہی کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: ''احرام کس چیز کا باندھا ہے؟'' میں نے کہا میں نے اسی کا احرام باندھا ہے، جس کا نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا ہو، آپ نے فرمایا: ''تو نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کر لے پھر احرام کھول ڈال۔'' چنانچہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر میں بنوقیس کی ایک عورت کے پاس آیا اور انہوں نے میرے سر کی جوئیں نکالیں، اس کے بعد میں نے حج کا احرام باندھا۔ میں (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) اسی کے مطابق لوگوں کو مسئلہ بتایا کرتا تھا، جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں کتاب اللہ پر عمل کرنا چاہیے کہ اس میں ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس وقت آپ نے احرام نہیں کھولا تھا جب تک ہدی کی قربانی نہیں ہوگئی تھی۔ لہٰذا ہدی ساتھ لانے والوں کے واسطے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

١٧٩٦ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ، مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُولُ كُلَّمَا مَرَرْتُ بِالْحَجُونِ صَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ [مُحَمَّدٍ] لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَا هُنَا، وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ، قَلِيلٌ ظَهْرُنَا، قَلِيلَةٌ أَزْوَادُنَا. فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ، وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ أَحْلَلْنَا، ثُمَّ أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ. [راجع: ١٦١٥]

(١٧٩٦) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہیں ابوالاسود نے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا تھا، وہ جب بھی حجون پہاڑ سے ہو کر گزرتیں تو یہ کہتیں: رحمتیں نازل ہوں اللہ کی آپ کے رسول محمد ﷺ پر، ہم نے آپ کے ساتھ یہیں قیام کیا تھا، ان دنوں ہمارے (سامان) بہت ہلکے پھلکے تھے سواریاں اور زادراہ کی بھی کمی تھی، میں نے، میری بہن عائشہ نے، زبیر اور فلاں فلاں رضی اللہ عنہم نے عمرہ کیا اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو (صفا اور مروہ کی سعی کے بعد) ہم حلال ہو گئے، حج کا احرام ہم نے شام کو باندھا تھا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ

باب: حج، عمرہ یا جہاد سے واپسی پر کیا دعا پڑھی جائے؟

١٧٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)). [أطرافه في: ٢٩٩٥، ٣٠٨٤، ٤١١٦، ٦٣٨٥]

(۱۷۹۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج وعمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے لیے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور سارے لشکر کو تنہا شکست دے دی۔'' فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: مکہ آنے والے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا

١٧٩٨- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ- قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ. [طرفاه في: ٥٩٦٥، ٥٩٦٦]

(۱۷۹۸) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس نے بیان کیا، کہا کہ جب نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چند بچوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے ایک بچے کو (اپنی سواری کے) آگے بٹھالیا اور دوسرے کو پیچھے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حاجی کا آگے جا کر استقبال کرنا بھی سنت ہے مگر ہار پھول کا مروجہ رواج ایسا ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس سے ریا، نمود، عجب کا بھی خطرہ ہے۔ لہٰذا اچھے حاجی کو ان چیزوں سے ضرور پرہیز کرنا لازم ہے ورنہ خطرہ ہے کہ سفر حج کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ رائیگاں جائیں اور بجائے ثواب کے حج الٹا باعث عذاب بن جائے کیونکہ ریا، نمود، عجب ایسی بیماریاں ہیں جن سے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونٹ وغیرہ پر بشرطیکہ ان جانوروں میں طاقت ہو بیک وقت تین آدمی سواری کر سکتے ہیں، بنو عبدالمطلب کے لڑکے آپ کے استقبال کو آئے اس سے خاندانی محبت جو فطرتی چیز ہے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے نوجوانان خاندان عبدالمطلب کے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی

ہے کہ آج ان کے ایک بزرگ ترین فرد رسول معظم، سردار بنی آدم، فخر دو عالم ﷺ کی شان سے مکہ شریف داخل ہو رہے ہیں۔ آج وہ قسم پوری ہوئی جو قرآن مجید میں ان لفظوں میں بیان کی گئی تھی ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (۹۰/ البلد:۱) تورات کا وہ نوشتہ پورا ہوا جس میں ذکر ہے کہ فاران سے ہزار ہا قدسیوں کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں سے پیار محبت شفقت کا برتاؤ کرنا بھی سنت نبوی ہے۔

بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

باب: مسافر کا اپنے گھر میں صبح کے وقت آنا

١٧٩٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ. [راجع: ٤٨٤]

(۱۷۹۹) ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ تشریف لے جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے۔ اور جب واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ صبح تک ساری رات وہیں رہتے۔

تشریح: پھر مدینہ میں تشریف لاتے لہٰذا مناسب ہے کہ مسافر خاص طور پر سفر حج سے واپس ہونے والے دن میں اپنے گھروں میں تشریف لائیں کہ اس میں بھی شارع علیہ السلام نے بہت سے مصالح کو مدنظر رکھا ہے۔

بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِيِّ

باب: شام میں گھر کو آنا

١٨٠٠۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً. [مسلم: ٤٩٦٢]

(۱۸۰۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہا کہ رسول اللہ ﷺ (سفر سے) رات میں ...... گھر نہیں پہنچتے تھے یا صبح کے وقت پہنچ جاتے تھے یا دوپہر بعد (زوال سے لے کر غروب آفتاب تک) کسی بھی وقت تشریف لاتے۔

بَابٌ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

باب: آدمی جب اپنے شہر میں پہنچے تو گھر رات میں نہ جائے

١٨٠١۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا. [راجع: ٤٤٣]

(۱۸۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سفر سے) گھر رات کے وقت اترنے سے منع فرمایا۔

تشریح: یہ اس لئے کہ گھر میں بیوی صاحبہ نامعلوم کس حالت میں ہوں، اس لئے ادب کا تقاضا ہے کہ دن میں گھر میں داخل ہو، تاکہ بیوی کو گھر کے صاف کرنے، خود صاف بننے کا موقعہ حاصل رہے، اچانک رات میں داخل ہونے سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں فرمایا: "لتمتشط الشعثة" تاکہ پریشان بال والی اپنے بالوں میں کنگھی کر کے ان کو درست کر لے اور اندرونی صفائی کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر لے۔

بَابُ مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب: جس نے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر اپنی سواری تیز کر دی (تاکہ جلد سے جلد اس پاک شہر میں داخلہ نصیب ہو)

١٨٠٢ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِينَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ، وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جُدُرَاتِ تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ. [قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ:] زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. [طرفه في: ١٨٨٦]

(١٨٠٢) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے حمید طویل نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے مدینہ واپس ہوتے اور مدینہ کے بالائی علاقوں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی کو تیز کر دیتے، کوئی دوسرا جانور ہوتا تو اسے بھی ایڑ لگاتے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (درجات کے بجائے) جدرات کہا، اس کی متابعت حارث بن عمیر نے کی۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں کہ "مدینہ سے محبت کی وجہ سے سواری تیز کر دیتے تھے۔"

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے اس طرز عمل سے وطن کی محبت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، اس جگہ سے محبت ایک فطری جذبہ ہے، سفر میں بھی اپنے وطن کا اشتیاق باقی رہتا ہے۔ الغرض وطن سے محبت ایک قدرتی بات ہے اور اسلام میں یہ مذموم نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حب الوطن من الایمان وطنی محبت بھی ایمان میں داخل ہے۔

((جدرات)) یعنی مدینہ کے گھروں کی دیواروں پر نظر پڑتی تو آپ سواری تیز فرما دیتے تھے۔ بعض روایتوں میں دوحات کا لفظ آیا ہے یعنی مدینہ کے درخت نظر آنے لگتے تو آپ اپنے وطن کی محبت میں سواری تیز کر دیتے۔ آپ حج کے یا جہاد وغیرہ کے جس سفر سے بھی لوٹتے اسی طرح اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ [البقرة: ١٨٩]

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو"

١٨٠٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ: نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِيْنَا، كَانَتِ الأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ، وَلَكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ

(١٨٠٣) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی انصار جب حج کے لیے آئے تو (احرام کے بعد) گھروں میں دروازوں سے نہیں جاتے بلکہ دیواروں سے کود کر (گھر کے اندر) داخل ہوا کرتے تھے پھر (اسلام لانے کے بعد)

مِنَ الْأَنْصَارِ، فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ، فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾. [البقرة: ١٨٩]

ایک انصاری شخص آیا اور دروازے سے گھر میں داخل ہو گیا اس پر لوگوں نے لعنت ملامت کی تو یہ وحی نازل ہوئی کہ ”یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے (دیواروں پر چڑھ کر) آؤ بلکہ نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔“

[طرفه في: ٤٥١٢]

تشریح: عہد جاہلیت میں قریش کے علاوہ عام غریب لوگ حج سے واپس ہوتے وقت گھروں کے دروازوں سے آنا معیوب سمجھتے اور دروازوں کا سایہ سر پر پڑنا منحوس جانتے، اس لئے گھروں کی دیواروں سے پھاند کر آتے۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی تردید کی۔ وہ آنے والا انصاری جس کا روایت میں ذکر ہے قطبہ بن عامر انصاری تھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم کی روایت میں اس کی صراحت ہے اس کا نام رفاعہ بن تابوت بتایا ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بہت سے اسلامی اساسی امور کے بیان پر مشتمل ہے۔ آنے والے بزرگ کی تفصیلات کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہ ہے:

”فی صحیحهما من طریق عمار بن زریق عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال کانت قریش تدعی الحمس وکانوا یدخلون من الابواب فی الاحرام وکانت الانصار وسائر العرب لایدخلون من الابواب فبینما رسول اللهﷺ فی بستان فخرج من بابه فخرج معه قطبة بن عامر الانصاری فقالوا یا رسول الله ان قطبة رجل فاجر فانه خرج معك من الباب فقال ما حملك علی ذالك فقال رأیتك فعلته ففعلت کما فعلت قال انی احمس قال فان دینی دینك فانزل الله الایة...... الخ۔“ (فتح الباری)

یعنی قریش کو حمس کے نام سے پکارا جاتا تھا اور صرف وہی حالت احرام میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل ہو سکتے تھے، ایسا عہد جاہلیت کا خیال تھا اور انصار بلکہ تمام اہل عرب اگر حالت احرام میں اپنے گھروں کو آتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے کی دیوار پھاند کر آیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ یہ قطبہ بن عامر انصاری بھی دروازے سے ہی آ گئے۔ اس پر لوگوں نے ان کو لعن طعن شروع کی بلکہ فاجر تک کہہ دیا، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے کیا تو آپ کی اتباع میں میں نے بھی ایسا کیا، آپ نے فرمایا میں تو حمسی ہوں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! دین اسلام جو آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

بَابٌ: السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ

باب: سفر بھی گویا ایک قسم کا عذاب ہے

تشریح: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس باب کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ گھر میں رہنا مجاہدہ سے افضل ہے، حافظ نے کہا اس پر اعتراض ہے اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہو کہ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھر واپس ہونے کے لئے جلدی کرے۔ گھر والوں سے زیادہ دن تک غیر حاضر ہو کر رہنا اچھا نہیں۔

١٨٠٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، [عَنْ سُمَيٍّ،] عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

(۱۸۰۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے سمی نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کو کھانے پینے اور سونے (ہر ایک چیز) سے روک دیتا ہے، اس لیے جب کوئی اپنی

وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ)). ضرورت پوری کر چکے تو فوراً گھر واپس آ جائے۔“

[أطرافه في: ۳۰۰۱، ۵٤۲۹]

تشریح: یہ اس زمانہ میں فرمایا گیا جب گھر سے باہر نکل کر قدم قدم پر بے حد تکالیف اور خطرات کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ آج کل سفر میں بہت سی آسانیاں مہیا ہوگئی ہیں مگر پھر بھی رسول برحق کا فرمان اپنی جگہ پر حق ہے، ہوائی جہاز موٹر جس میں بھی سفر ہو بہت ہی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے ناموافق حالات سامنے آتے ہیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکل پڑتا ہے، سفر بالواقع عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا کیوں ہے فوراً جواب دیا ”لان فيه فراق الاحباب“ اس لئے کہ سفر میں احباب سے جدائی ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک طرح سے روحانی عذاب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہ ہے کہ حاجی کو حج کے بعد جلد ہی وطن کو واپس ہونا چاہیے۔

بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَتُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

باب: مسافر جب جلد چلنے کی کوشش کر رہا ہو اور اپنے اہل میں جلد پہنچنا چاہے

۱۸۰۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ، حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ، جَمَعَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ، وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ۱۰۹۱]

(۱۸۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا کہ انہیں (اپنی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا کی سخت بیماری کی خبر ملی اور وہ نہایت تیزی سے چلنے لگے، پھر جب سرخی غروب ہوگئی تو سواری سے نیچے اترے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب جلدی چلنا ہوتا تو مغرب میں دیر کر کے دونوں (عشاء اور مغرب) کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

تشریح: یہ اس لئے کہ اسلام سراسر دین فطرت ہے، زندگی میں بسا اوقات ایسے مواقع آ جاتے ہیں کہ انسان وقت پر نماز ادا کرنے سے سراسر مجبور ہو جاتا ہے ایسی حالت میں یہ سہولت رکھی گئی کہ دو نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں، اگلی نماز مثلاً عشاء کو پہلی یعنی مغرب میں ملا لیا جائے یا پھر پہلی نماز کو دیر کر کے اگلی یعنی عشاء میں ملا لیا جائے ہر دو امر جائز ہیں مگر یہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے ورنہ نماز کا ادا کرنا اس کے مقررہ وقت ہی پر فرض ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (۴/النساء:۱۰۳) اہل ایمان پر نماز کا بروقت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مسائل و احکام حج کے سلسلہ میں آداب سفر پر روشنی ڈالنا ضروری تھا۔ جب کہ حج میں اول تا آخر سفر ہی سفر سے سابقہ پڑتا ہے، اگرچہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے مگر سفر وسیلہ ظفر بھی ہے۔ جیسا کہ سفر حج ہے اگر عنداللہ یہ قبول ہو جائے تو حاجی اس سفر سے اس حالت میں گھر واپس ہوتا ہے کہ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ سفر ہی کی برکت ہے کہ مغفرت الٰہی کا عظیم خزانہ نصیب ہوا بہر حال آداب سفر میں سب سے اولین فرض نماز کی محافظت ہے۔ پس مرد مسلمان کی یہ عین سعادت مندی ہے کہ وہ سفر و حضر میں ہر جگہ نماز کو اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائے، ساتھ ہی اسلام نے اس سلسلہ میں بہت سی آسانیاں بھی دیں تاکہ سفر و حضر میں ہر جگہ یہ فرض آسانی سے ادا کیا جاسکے، مثلاً ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے مگر پانی نہ ہو تو مٹی سے تیمم کیا جاسکتا ہے، مسلمانوں کے لئے ساری زمین کو قابل عبادت قرار دیا گیا ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز ادا کر سکیں حتی

کہ دریاؤں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر، لق ودق بیابانوں میں، زمین کے چپہ چپہ پر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔اور یہ بھی آسانی دی گئی جس پر مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب میں اشارہ فرمایا ہے کہ مسافر خواہ وہ حج ہی کیلئے کیوں نہ سفر کر رہا ہو دو دو نمازوں کو بیک وقت ملا کر ادا کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ محترمہ کی بیماری کی خبر سنی تو سواری کو تیز کر دیا تا کہ جلد سے جلد گھر پہنچ کر مریضہ کی تیمارداری کر سکیں ، نیز نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کر لیا، ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر میں نمازوں کو اس طرح ملا کر ادا فرمالیا کرتے تھے۔ایک ایسے دین میں جو تا قیامت عالمگیر شان کے ساتھ باقی رہنے کا دعویدار ہو ایسی جملہ آسانیوں کا ہونا ضروری تھا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محتاج تعارف نہیں ہیں۔ان کی جلالت شان کے لئے یہی کافی ہے کہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت ابوعبید بنو ثقیف سے تعلق رکھتی ہیں، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور آپ کے ارشادات طیبات سننے کا موقعہ ان کو بار ہا ملا۔آپ کی مرویات حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے توسط سے ہیں اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ان سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[أَبْوَابُ] الْمُحْصَرِ وَجَزَاءِ الصَّيْدِ

محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کا بیان

وَقَوْلِهِ [تَعَالَى:] ﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَقَالَ عَطَاءٌ: الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: ﴿حَصُورًا﴾ [آل عمران: ٣٩]: لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس تم اگر روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو وہ مکہ بھیجو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ (یعنی احرام نہ کھولو، جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (یعنی مکہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ جو چیز بھی روکے اس کا یہی حکم ہے۔

تشریح: لفظ محصر اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا مصدر احصار ہے جو لغت میں رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، وہ رکاوٹ مرض کی وجہ سے ہو یا دشمن کی وجہ سے سفر حج میں اگر کسی کو کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو کعبہ میں جانے سے روک دیا گیا تھا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ایسی حالت کیلئے یہ حکم بیان فرمایا گیا بعض دفعہ دوران سفر میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے ایسے حاجی صاحبان قیامت کے دن لبیک پکارتے ہوئے کھڑے ہوں گے اور عنداللہ ان کو حاجیوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔ حضرت عطاء کا قول لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ظاہر ہے کہ احصار عام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال صحیح نہیں انہوں نے احصار کو دشمن کے ساتھ خاص کیا ہے احصار بعض دفعہ بیماری موت جیسے اہم حوادث کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

بَابٌ: إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

باب: اگر عمرہ کرنے والے کو راستے میں روک دیا گیا؟ تو وہ کیا کرے

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو محصر کے لئے حلال ہونا حج کے ساتھ خاص کرتے ہیں، حدیث باب میں صاف موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں احصار کی وجہ سے وہ کھول دیا۔

١٨٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ: إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ

(١٨٠٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فساد کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لیے جب مکہ جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے کعبہ شریف پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

ہم لوگوں نے کیا تھا، چنانچہ آپ نے بھی صرف عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۱۸۰۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا، كَلَّمَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا: لَا يَضِيْرُكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ، إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ. فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْطَلِقُ، فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ، وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ. فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِيْ)). فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى حَلَّ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَهْدَى، وَكَانَ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوْفَ طَوَافًا وَاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ. [راجع: ١٦٣٩]

[نسائي: ٢٨٥٩]

(۱۸۰۷) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے نافع سے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ جن دنوں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی ہو رہی تھی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے کہا (کیونکہ آپ مکہ جانا چاہتے تھے) کہ اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روک نہ دیا جائے۔ آپ بولے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور کفار قریش ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی قربانی نحر کی اور سر منڈا لیا، عبداللہ نے کہا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بھی ان شاءاللہ عمرہ اپنے پر واجب قرار دے لیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے کا راستہ مل گیا تو طواف کروں گا، لیکن اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو نبی کریم ﷺ نے کیا تھا، میں اس وقت بھی آپ کے ساتھ موجود تھا چنانچہ آپ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دور چل کر فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی ہیں، اب میں بھی تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج بھی اپنے اوپر واجب قرار دے لیا ہے، آپ نے حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ فارغ ہو کر ہی دسویں ذی الحجہ کو احرام کھولا اور قربانی کی۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تک حاجی مکہ پہنچ کر ایک طواف زیارت نہ کر لے پورا احرام نہ کھولنا چاہئے۔

تشریح: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حجاج کی لشکر کشی اور اس سلسلہ میں بہت سے مسلمانوں کا خون ناحق حتی کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی یہ اسلامی تاریخ کے وہ دردناک واقعات ہیں جن کے تصور سے آج بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا خمیازہ پوری امت آج تک بھگت رہی ہے، اللہ اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اس دور تاریک میں اتحاد باہمی سے کام لے کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں جن کی ریشہ دوانیوں نے آج بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکال لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمین۔ آمین

۱۸۰۸۔ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ بَعْضَ بَنِيْ

(۱۸۰۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبداللہ کے کسی بیٹے نے ان سے کہا تھا کاش

عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ لَهُ: لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا. [راجع: ١٦٣٩، ١٨٠٧]

آپ اس سال رک جاتے (تو اچھا ہوتا۔ اسی اوپر والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے)۔

١٨٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ أُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَآئَهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلاً.

(١٨٠٩) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ کے سال مکہ جانے سے روک دیئے گئے تو آپ نے حدیبیہ ہی میں اپنا سر منڈایا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے اور قربانی کو نحر کیا، پھر آئندہ سال ایک دوسرا عمرہ کیا۔

تشریح: اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اگلے عمرے کی قضا کی بلکہ آپ نے سال آیندہ دوسرا عمرہ کیا اور بعض نے کہا کہ احصار کی حالت میں اس حج یا عمرے کی قضا واجب ہے اور آپ کا یہ عمرہ اگلے عمرے کی قضا کا تھا۔

بَابُ الْإِحْصَارِ فِي الْحَجِّ — باب: حج سے روکے جانے کا بیان

تشریح: نبی کریم ﷺ کا احصار صرف عمرہ سے تھا، لیکن علما نے حج کو بھی عمرہ پر قیاس کر لیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مطلب ہے کہ آپ نے جیسا عمرے سے احصار کی صورت میں عمل کیا تم حج سے احصار ہونے میں بھی اسی پر چلو۔

١٨١٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلاً، فَيُهْدِي أَوْ يَصُومُ، إِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ. [راجع: ١٦٣٩] [ترمذي: ٩٤٢؛ نسائي: ٢٧٦٨، ٢٧٦٩]

(١٨١٠) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی، کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کیا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے کہ اگر کسی کو حج سے روک دیا جائے تو ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرلے اور صفا اور مروہ کی سعی، پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے، یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کرلے پھر قربانی کرے اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے۔

عبداللہ سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی پہلی روایت کی طرح بیان کیا۔

تشریح: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حج یا عمرہ کے احرام میں شرط لگانا درست نہ تھا، شرط لگانا یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت یوں کہہ لے کہ یا اللہ! میں جہاں روک دیا جاؤں تو میرا احرام وہیں کھولا جائے گا، جمہور صحابہ اور تابعین نے اسے جائز رکھا اور امام احمد اور اہلحدیث کا یہی قول ہے۔ (وحیدی) اور ایسی حالت میں مثال سامنے ہے آج بھی ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

پس شارع علیہ السلام کی سنت مستقبل میں آنے والی امت مسلمہ کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ احصار کی تفصیل پیچھے بھی گزر چکی ہے۔ حضرت محمد بن شہاب زہری بن کلاب کی طرف منسوب ہیں، کنیت ابوبکر ہے، ان کا نام محمد ہے، عبداللہ بن شہاب کے بیٹے۔ یہ بڑے فقیہ اور محدث ہوئے ہیں اور تابعین سے بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، مدینہ کے زبردست فقیہ اور عالم ہیں، علوم شریعت کے مختلف فنون میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان سے ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے جن میں سے قتادہ رحمہ اللہ اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے زیادہ عالم جو اس زمانہ میں گزرا ہے ان کے سوا اور کسی کو نہیں پاتا۔ مکحول سے دریافت کیا گیا کہ ان علما میں سے جن کو آپ نے دیکھا ہے کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ ابن شہاب ہیں، پھر دریافت کیا گیا کہ ان کے بعد کون ہے، فرمایا کہ ابن شہاب ہیں، پھر کہا گیا کہ ابن شہاب کے بعد، فرمایا کہ ابن شہاب ہی ہیں۔ ۱۲۴ھ میں ماہ رمضان المبارک وفات پائی رحمہ اللہ۔ آمین

بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

باب: رک جانے کے وقت سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا

۱۸۱۱۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ. [راجع: ١٦٩٤]

(۱۸۱۱) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں مسور رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قربانی سر منڈانے سے پہلے کی تھی اور آپ نے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ پہلے قربانی کرنا پھر سر منڈانا ہی مسنون ترتیب ہے۔

۱۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَدْرٍ، شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ، قَالَ: وَحَدَّثَ نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ، وَسَالِمًا، كَلَّمَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُعْتَمِرِيْنَ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُدْنَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ. [راجع: ١٦٣٩]

(۱۸۱۲) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو بدر شجاع بن ولید نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر بن محمد عمری نے بیان کیا اور ان سے نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کی، (کہ وہ اس سال مکہ نہ جائیں) تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر گئے تھے اور کفار قریش نے ہمیں بیت اللہ سے روک دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو نحر کیا اور سر منڈایا۔

تشریح: اس حدیث سے جمہور علما کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احصار کی صورت میں جہاں احرام کھولے وہیں قربانی کرلے خواہ حل میں ہو یا حرم میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں بھیج دی جائے اور جب وہاں ذبح ہولے تب احرام کھولے "فقال الجمهور يذبح المحصر الهدى حيث يحل سواء كان في الحل او في الحرم...... الخ۔" (فتح) یعنی جسے حج سے روک دیا جائے وہ جہاں احرام کھولے حل میں ہو یا حرم میں اسی جگہ اپنی قربانی کر ڈالے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لَيْسَ عَلَى

باب: جس نے کہا کہ روکے گئے شخص پر قضا

الْمُحْصَرِ بَدَلٌ ضروری نہیں

تشریح: "ای قضاء لما احصرفیه من حج او عمرة وهذا هو قول الجمهور۔" (فتح الباری) یعنی جب وہ حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہواور جمہور کا قول یہی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ محصر کیلئے قضا ضروری نہیں۔

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ، فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ، أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ، وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ، إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ، وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ يَحِلَّ، حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ: يَنْحَرُ هَدْيَهُ، وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ، وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوا وَحَلَقُوا وَحَلُّوا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، قَبْلَ الطَّوَافِ، وَقَبْلَ أَنْ يَصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَقْضِيَ شَيْئًا، وَلَا يَعُودُوا لَهُ، وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ.

اور روح نے کہا، ان سے شبل بن عباد نے، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قضا اس صورت میں واجب ہوتی ہے جب کوئی حج میں اپنی بیوی سے جماع کر کے نیت حج کو توڑ ڈالے لیکن کوئی عذر پیش آ گیا یا اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ حلال ہوتا ہے، قضا اس پر ضروری نہیں اور اگر ساتھ قربانی کا جانور تھا اور وہ محصر ہوا اور حرم میں اسے نہ بھیج سکا تو اسے نحر کردے، (جہاں پر بھی اس کا قیام ہو) یا اس صورت میں جب قربانی کا جانور (قربانی کی جگہ) حرم شریف میں بھیجنے کی اسے طاقت نہ ہو لیکن اگر اس کی طاقت ہے تو وہاں جب تک ذبح نہ ہو جائے احرام نہیں کھول سکتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا کہ (محصر) خواہ کہیں بھی ہو اپنی قربانی وہیں نحر کردے اور سر منڈا لے۔ اس پر قضا بھی لازم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے حدیبیہ میں بغیر طواف اور بغیر قربانی کے بیت اللہ تک پہنچے ہوئے نحر کیا اور سر منڈایا اور وہ ہر چیز سے حلال ہو گئے، پھر کوئی نہیں کہتا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو بھی قضا کا یا کسی بھی چیز کے دہرانے کا حکم دیا ہو اور حدیبیہ حد حرم سے باہر ہے۔

تشریح: مؤطا میں امام مالک کی روایت ہے: "انه بلغه ان رسول الله ﷺ حل هو واصحابه بالحديبية فنحروا الهدى وحلقوا رؤوسهم وحلوا من كل شيء قبل ان يطوفوا بالبيت وقبل ان يصل اليه الهدى ثم لم نعلم ان رسول الله ﷺ امر احدا من اصحابه ولا ممن كان معه ان يقضوا شيئا ولا ان يعودوا الشيء وسئل مالك عمن احصر بعدو فقال يحل من كل شيء وينحر هديه ويحلق رأسه حيث حبس وليس عليه قضاء۔" (فتح الباری) یعنی ان کو یہ خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں حلال ہو گئے تھے پس انہوں نے اپنی قربانیوں کو نحر کر دیا اور سروں کو منڈا لیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے ہی ہر چیز سے حلال ہو گئے اس سے بھی پہلے کہ کعبہ تک ان کی ہدی پہنچ سکے، پھر ہم نہیں جانتے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے کسی بھی صحابی کو کسی بھی چیز کے قضا کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ کسی کام کے دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور امام مالک سے اس کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی دشمن کی طرف سے روک دیا جائے آپ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے اور اپنی قربانی کو نحر کر دے اور سر منڈا لے جہاں بھی اس کو روکا گیا ہے اس پر کوئی قضا لازم نہیں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قيل غرض المصنف بهذه الترجمة الرد على من قال التحلل بالاحصار خاص بالحاج بخلاف المعتمر فلا يتحلل بذلك بل يستمر على احرامه حتى يطوف بالبيت لان السنة كلها وقت للعمرة فلا يخشى فواتها بخلاف الحج......

الخ۔"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے اس شخص کی تردید کرنا ہے جس نے کہا کہ روکنے کی صورت میں حلال ہونا حاجیوں کے ساتھ خاص ہے اور معتمر کے لئے یہ رخصت نہیں ہے پس وہ حلال نہ ہو بلکہ جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے اپنی حالت احرام پر قائم رہے اس لئے کہ سارے سال عمرہ کا وقت ہے اور حج کے خلاف عمرہ کے وقت کے فوت ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ احصار کی صورت میں حاجی اور عمرہ کرنے والا سب کے لئے حلال ہونے کی اجازت ہے۔

١٨١٣۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: حِينَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، ثُمَّ إِنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ. فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَأَهْدَى. [راجع: ١٦٣٩] [مسلم: ٢٩٨٩]

(۱۸۱۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ فتنہ کے زمانہ میں جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ کے ارادے سے چلے تو فرمایا کہ اگر مجھے بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو (حدیبیہ کے سال) میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا پھر آپ نے کچھ غور کر کے فرمایا کہ عمرہ اور حج تو ایک ہی ہے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے بھی یہی فرمایا کہ یہ دونوں تو ایک ہی ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ اب حج بھی اپنے لیے میں نے واجب قرار دے لیا ہے پھر (مکہ پہنچ کر) آپ نے دونوں کے لیے ایک ہی طواف کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ کافی ہے اور آپ قربانی کا جانور بھی ساتھ لے گئے تھے۔

تشریح: جمہور علما اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ١٩٦] وَهُوَ مُخَيَّرٌ، فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

"اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں (جوؤں کی) کوئی تکلیف ہو تو اسے روزے یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دینا چاہیے۔" یعنی اسے اختیار ہے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو تین دن روزہ رکھے۔

١٨١٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ)). قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ

(۱۸۱۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید بن قیس نے، انہیں مجاہد نے، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "غالباً جوؤں سے تم کو تکلیف ہے؟" انہوں نے کہا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اپنا سر منڈا لے اور تین دن

اللَّهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((احْلِقْ رَأْسَكَ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ)). [أطرافه في: ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٨٠٨] [مسلم: ٢٨٧٧؛ ابوداود: ١٨٥٦، ١٨٥٧، ١٨٥٨، ١٨٥٩، ١٨٦٠، ١٨٦١؛ ترمذي: ٩٥٣، ٢٩٧٣، ٢٩٧٤؛ نسائي: ٢٨٥١]

کے روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر۔''

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ ﴿أَوْ صَدَقَةٍ﴾ [البقرة:١٩٤] وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ

باب: اللہ تعالیٰ کا قول ''یا صدقہ'' (دیا جائے) یہ صدقہ چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے

١٨١٥ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَيْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، حَدَّثَهُ قَالَ: وَقَفَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قَمْلاً فَقَالَ: ((يُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ)). قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاحْلِقْ رَأْسَكَ)) أَوْ ـ ((احْلِقْ)). قَالَ: فِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ﴾ [البقرة: ١٩٦] إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوِ انْسُكْ مِمَّا تَيَسَّرَ)). [راجع: ١٨١٤]

(١٨١٥) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مجاہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ حدیبیہ میں میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جوئیں میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ جوئیں تو تمہارے لیے تکلیف دنے والی ہیں۔'' میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا: ''پھر سر منڈا لے یا آپ ﷺ نے صرف یہ لفظ فرمایا کہ منڈا لے۔'' انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ''اگر تم میں کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو'' آخر آیت تک پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق غلہ سے چھ مسکینوں کو کھانا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔''

تشریح: ایک فرق غلہ کا وزن تین صاع یا سولہ رطل ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو ایک صاع کا وزن آٹھ رطل بتلاتے ہیں۔ قربانی جو آسان ہو یعنی بکرا ہو یا اور کوئی جانور جو بھی آسانی سے مل سکے قربان کر دو۔

بَابٌ: الْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

باب: فدیہ میں (ہر فقیر کو) آدھا صاع غلہ دینا

١٨١٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبِهَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً، وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً، حُمِلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى، تَجِدُ شَاةً)). فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ)). [راجع: ١٨١٤]

(۱۸۱۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے، ان سے عبداللہ بن معقل نے بیان کیا کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے فدیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ (قرآن شریف کی آیت) اگرچہ خاص میرے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے ہے۔ ہوا یہ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو جوئیں سر سے میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ نے (یہ دیکھ کر فرمایا) ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہیں اتنی زیادہ تکلیف ہوگی یا (آپ نے فرمایا کہ) میں نہیں سمجھتا تھا کہ جہد (مشقت) تمہیں اس حد تک ہوگی، کیا تجھ کو ایک بکری کا مقدور ہے؟'' میں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا، ہر مسکین کو آدھا صاع کھلائیو۔''

[مسلم: ٢٨٨٣؛ ترمذي: ٢٩٧٤؛ ابن ماجه: ٣٠٧٩]

تشریح: یہ بھی اسی صورت میں کہ میسر ہو ورنہ آیت کریمہ: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (٢/البقرۃ:٢٨٦) کے تحت تو توبہ استغفار بھی کفارہ ہو جائے گا، ہاں مقدور کی حالت میں ضرور ضرور حکم شرعی بجالانا ضروری ہوگا، ورنہ حج میں نقص رہنا یقینی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں:

"ای لکل مسکین من کل شيء یشیر بذلك الی الرد علی من فرق فی ذالك بین القمح وغیره قال ابن عبدالبر قال ابو حنیفة والکوفیون نصف صاع من قمح وصاع من تمر و عن احمد روایة تضا هی قولهم قال عیاض وهذا الحدیث یرد علیهم" (فتح الباری) "وفی حدیث کعب بن عجرة من الفوائد من تقدم ان السنة مبینة لمجمل الکتاب لاطلاق الفدیة فی القرآن وتقییدها بالسنة وتحریم حلق الراس علی المحرم والرخصة له فی حلقها اذا اذاه القمل او غیره من الاوجاع وفیه تلطف الکبیر باصحابه وعنایته باحوالهم وتفقده لهم واذا رای ببعض اتباعه ضررا سال عنه وارشده الی المخرج منه."

یعنی ہر مسکین کے لئے ہر ایک چیز سے۔ اس میں اس شخص کے اوپر رد کرنا مقصود ہے جس نے اس بارے میں گندم وغیرہ کا فرق کیا ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کہتے ہیں کہ گندم کا نصف صاع اور کھجوروں کا ایک صاع ہونا چاہیے۔ امام احمد کا قول بھی تقریباً اسی کے مشابہ ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حدیث کعب بن عجرہ ان کی تردید کر رہی ہے اور اس حدیث کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیل سنت رسول بیان کرتی ہے۔ قرآن مجید میں مطلق فدیہ کا ذکر تھا سنت نے اسے مقید کر دیا اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ محرم کے لئے سر منڈانا حرام ہے اور جب اسے جوؤں وغیرہ کی تکلیف ہو تو وہ منڈا سکتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بڑے لوگوں کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں پر نظر عنایت رکھتے ہوئے ان کے دکھ تکلیف کا خیال رکھنا چاہیے کسی کو کچھ بیماری وغیرہ ہو جائے تو اس کے علاج کے لئے ان کو نیک مشورہ دینا چاہیے۔

بَابٌ: النُّسُكُ شَاةٌ

باب: قرآن مجید میں نسک سے مراد بکری ہے

تشریح: یعنی آیت کریمہ: ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ (٢/البقرۃ:١٩٦) میں بکری مراد ہے۔

١٨١٧ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا

(۱۸۱۷) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، ان

شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَآهُ وَأَنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ: ((أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ)). قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. [راجع: ١٨١٤]

سے شبل بن عباد نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ نے پوچھا: ''کیا ان جوؤں سے تمہیں تکلیف ہے؟'' انہوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنا سر منڈا لیں۔ وہ اس وقت حدیبیہ میں تھے۔ (صلح حدیبیہ کے سال) اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ حدیبیہ ہی میں رہ جائیں گے بلکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ چھ مسکینوں کو ایک فرق (یعنی تین صاع غلہ) تقسیم کر دیا جائے یا ایک بکری کی قربانی کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔

١٨١٨۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَآهُ، وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ مِثْلَهُ. [راجع: ١٨١٤]

(١٨١٨) اور محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ ہم کو ورقاء نے بیان کیا، ان سے ابن نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے خبر دی اور انہیں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو جوئیں ان کے چہرہ پر گر رہی تھی، پھر یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: یعنی آیت قربانی میں مذکور نسک سے بکری کی قربانی مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَلَا رَفَثَ﴾ [البقرة: ١٩٧]

باب: سورۂ بقرہ میں اللہ عزوجل کا یہ فرمانا کہ ''حج میں شہوت کی باتیں نہ کی جائیں''

١٨١٩۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [راجع: ١٥٢١] [مسلم: ٣٢٩٢؛ ترمذي: ٨١١؛ نسائي: ٢٦٢٦؛ ابن ماجه: ٢٨٨٩]

(١٨١٩) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ رفث یعنی شہوت کی بات منہ سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔''

تشریح: یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا۔ قرآن مجید میں رفث کا لفظ ہے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا جماع کے متعلق شہوت انگیز باتیں کرنے کو (یعنی فحش کلام کو)۔ سفر حج سراسر ریاضت ومجاہدہ (نفس کشی کا سفر) ہے۔ لہٰذا اس میں جماع کرنے بلکہ جماع کی باتیں کرنے سے شہوت

برانگیختہ ہوان سے پرہیز لازم ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾. [البقرة: ١٩٧]

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمانا کہ ”حج میں گناہ اور جھگڑا نہ کرنا چاہیے“

١٨٢٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)). [راجع: ١٥٢١، ١٨١٩]

(١٨٢٠) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“

تشریح: باب کی حدیث میں جھگڑے کا ذکر نہیں، اس کیلئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت پر اکتفا کیا اور فسق کی مذمت کیلئے حدیث کو نقل فرمایا، بس آیت اور حدیث ہر دو کو ملا کر آپ نے مضمون باب کو مدلل فرمایا اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دقت نظری بھی ثابت ہوتی ہے۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو ایسے بابصیرت امام کی فقاہت اور فراست سے انکار کریں اور اس وجہ سے ان کی تنقیص کر کے گناہگار بنیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَنَحْوِهِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى:

باب: (حالت احرام میں) شکار اور دیگر محرمات کے کفارے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾.

[المائدة: ٩٥، ٩٦]

سورۂ مائدہ میں کہ ''احرام کی حالت میں شکار نہ مارو۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کو جان کر مارے گا تو اس پر اس مارے ہوئے شکار کے برابر بدلہ ہے مویشیوں میں سے، جو تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کر دیں اس طرح سے وہ جانور بدلہ کا بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر روزے تاکہ اپنے کئے کی سزا چکھے، اللہ تعالیٰ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے لے گا اور اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے، حالت احرام میں دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے حلال ہوا اور سب مسافروں کے لیے اور حرام ہے تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے۔''

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید ان کو اپنی شرط کے موافق کوئی حدیث اس باب میں نہیں ملی ابن بطال نے کہا اس پر اکثر علما کا اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کے جانور کو عمداً یا سہواً قتل کرے ہر حال میں اس پر بدلہ واجب ہے اور اہل ظاہر نے سہواً قتل کرنے میں بدلہ واجب نہیں رکھا اور حسن اور مجاہد سے اس کے برعکس منقول ہے، اس طرح اکثر علما نے یہ کہا کہ اس کو اختیار ہے چاہے کفارہ دے چاہے بدلہ دے دے ثوری نے کہا اگر بدلہ نہ پائے تو کھانا کھلائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو روزے رکھے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں: ''قيل السبب في نزول هذه الاية ان ابا اليسرة قتل حمار وحش وهو محرم في عمرة الحديبية فنزلت حكاه مقاتل في تفسيره ولم يذكر المصنف في رواية ابي ذر في هذه الترجمة حديثا ولعله اشار الى انه لم يثبت على شرطه في جزاء الصيد حديث مرفوع قال ابن بطال اتفق ائمة الفتوى من اهل الحجاز والعراق وغيرهم على ان المحرم اذا قتل الصيد عمدا اوخطا فعليه الجزاء ......الخ۔'' (فتح الباری)

یعنی یہ آیت ایک شخص ابوالیسرہ کے بارے میں نازل ہوئی جس نے عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر احرام کی حالت میں ایک جنگلی گدھے کو مار دیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ شاید ان کا یہ اشارہ ہے کہ ان کی شرط پر اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی، ابن بطال نے کہا کہ فتویٰ دینے والے اماموں کا اتفاق ہے جو حجاز اور عراق وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ محرم جان کر یا غلطی سے اگر کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر جزا لازم آتی ہے۔

بَابٌ: وَإِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى

باب: اگر بے احرام والا شکار کرے اور احرام

لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

والے کو تحفہ بھیجے تو وہ کھا سکتا ہے

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَهُوَ غَيْرِ الصَّيْدِ نَحْوَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ، يُقَالُ: عَدْلُ مِثْلِ، فَإِذَا كَسَرْتَ قُلْتَ عِدْلٌ فَهُوَزِنَةُ ذَلِكَ. ﴿قِيَامًا﴾ [المائدة: ٩٧] قِوَامًا. ﴿يَعْدِلُونَ﴾ [الأنعام: ١] يَجْعَلُونَ لَهُ عَدْلاً.

انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم (محرم کے لیے) شکار کے سوا دوسرے جانور مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑے کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قرآن میں لفظ عدل (بفتح عین) مثل کے معنی میں بولا گیا ہے اور عدل (عین کو) جب زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو وزن کے معنی میں ہوگا، قِيَامًا قِوَامًا (کے معنی میں ہے، قیم) يَعْدِلُونَ کے معنی ہیں مثل بنانے کے۔

١٨٢١ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: انطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ، وَلَمْ يُحْرِمْ، وَحُدِّثَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوْهُ [بِغَيْقَةَ] فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَطَعَنْتُهُ، فَأَثْبَتُّهُ، وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُوْنِي، فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ، وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا، وَأَسِيرُ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلاً مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قُلْتُ: أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ، وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَؤُوْنَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ، إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا أَنْ يُقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ، فَانْتَظِرْهُمْ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ، وَعِنْدِيْ مِنْهُ فَاضِلَةٌ. فَقَالَ لِلْقَوْمِ: ((كُلُوْا)) وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ. [أطرافه في: ١٨٢٢، ١٨٢٣، ١٨٢٤، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٢٩١٤، ٤١٤٩،

(١٨٢١) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن کثیر نے، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا کہ میرے والد صلح حدیبیہ کے موقع پر (دشمنوں کا پتہ لگانے) نکلے۔ پھر ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا لیکن (خود انہوں نے ابھی) نہیں باندھا تھا (اصل میں) نبی کریم ﷺ کو کسی نے یہ اطلاع دی تھی کہ مقام غیقہ میں دشمن آپ کی تاک میں ہے، اس لیے نبی ﷺ نے (ابو قتادہ اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی تلاش میں) روانہ کیا میرے والد (ابو قتادہ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے (میرے والد نے بیان کیا کہ) میں نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جنگلی گدھا سامنے ہے۔ میں اس پر جھپٹا اور نیزے سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا، پھر ہم نے گوشت کھایا۔ اب ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) دور نہ رہ جائیں چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کبھی اپنے گھوڑے کو تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ، آخر رات گئے بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں آپ سے جدا ہوا تو آپ مقام تعہن میں تھے اور آپ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں پہنچ کر دوپہر کا آرام کریں گے۔ غرض میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں انہیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ بہت پیچھے نہ رہ

۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲]
[مسلم: ۲۸۵۴؛ نسائي: ۲۸۲۴، ۲۸۲۵؛ ابن ماجه: ۳۰۹۳]

جائیں۔ اس لیے آپ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں، پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی میرے پاس موجود ہے، آپ ﷺ نے لوگوں سے کھانے کے لیے فرمایا حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔

بَابٌ: إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُونَ صَيْدًا فَضَحِكُوا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

باب: احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے پھر شکار کرے تو وہ احرام والے بھی کھا سکتے ہیں

۱۸۲۲- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ قَالَ: انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ، وَلَمْ أُحْرِمْ، فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ، فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ، فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ، فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ، فَطَعَنْتُهُ، فَأَثْبَتُّهُ، فَاسْتَعَنْتُهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي، فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ، أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا، وَأَسِيرُ عَلَيْهِ شَأْوًا، فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا. فَلَحِقْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوا يَقْرَؤُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يَقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُونَكَ، فَانْظُرْهُمْ، فَفَعَلَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ، وَإِنَّ عِنْدَنَا مِنْهُ فَاضِلَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(۱۸۲۲) ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے، کہ ان سے ان کے باپ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلے ان کے ساتھیوں نے تو احرام باندھ لیا تھا لیکن ان کا بیان تھا) کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا ہمیں غیقہ میں دشمن کے موجود ہونے کی اطلاع ملی اس لیے ہم ان کی تلاش میں (نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق) نکلے پھر میرے ساتھیوں نے گورخر دیکھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے جو نظر اٹھائی تو اسے دیکھ لیا گھوڑے پر (سوار ہوکر) اس پر جھپٹا اور اسے زخمی کر کے ٹھنڈا کر دیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ امداد چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اسے کھایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (پہلے) ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں ہم آنحضور ﷺ سے دور نہ رہ جائیں اس لیے میں کبھی اپنا گھوڑا تیز کر دیتا اور کبھی آہستہ آخر میری ملاقات ایک بنی غفار کے آدمی سے آدھی رات میں ہوئی میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں آپ سے تعہن نامی جگہ میں الگ ہوا تھا اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ دوپہر کو مقام سقیا میں آرام کریں گے پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب نے آپ کو سلام کہا اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں دشمن آپ کے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو جائے اس لیے آپ ان کا انتظار کیجیے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا میں نے یہ بھی عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے

لِأَصْحَابِهِ: ((كُلُوْا)). وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ. [راجع: ١٨٢١]

ایک گورخر کا شکار کیا اور کچھ بچا ہوا گوشت اب بھی موجود ہے اس پر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کھاؤ حالانکہ وہ سب احرام باندھے ہوئے تھے۔''

بَابُ لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِيْ قَتْلِ الصَّيْدِ

باب: شکار کرنے میں احرام والا غیر محرم کی کچھ بھی مدد نہ کرے

١٨٢٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ: سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى ثَلَاثٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْقَاحَةِ، وَمِنَّا الْمُحْرِمُ، وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ، فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ، فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِيْ وَقَعَ سَوْطُهُ فَقَالُوْا: لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، إِنَّا مُحْرِمُوْنَ. فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ، فَعَقَرْتُهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِيْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كُلُوْا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا تَأْكُلُوْا. فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ أَمَامَنَا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: ((كُلُوْهُ حَلَالٌ)). قَالَ لَنَا عَمْرٌو: اذْهَبُوْا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوْهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ، وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَا هُنَا. [راجع: ١٨٢١] [مسلم: ٢٨٥١، ٢٨٥٢؛ ابوداود: ١٨٥٢؛ ترمذي: ٨٤٧؛ نسائي: ٢٨١٥]

(۱۸۲۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابومحمد نے، ان سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل دور مقام قاحہ میں تھے۔ (دوسری سند امام بخاری نے) کہا کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابومحمد نے اور ان سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقام قاحہ میں تھے، بعض تو ہم سے محرم تھے اور بعض غیر محرم میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں، میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گورخر سامنے تھا، ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا کوڑا گر گیا، (اور اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لیے انہوں نے کہا) لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہم محرم ہیں) اس لیے میں نے وہ خود اٹھایا اس کے بعد میں اس گورخر کے نزدیک ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اسے شکار کیا، پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا، بعض نے تو یہ کہا کہ (ہمیں بھی) کھا لینا چاہیے لیکن بعض نے کہا کہ نہ کھانا چاہیے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے آگے تھے، میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے بتایا کہ ''کھالو یہ حلال ہے۔'' ہم سے عمرو بن دینار نے کہا کہ صالح بن کیسان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حدیث اور اس کے علاوہ کے متعلق پوچھ سکتے اور وہ ہمارے پاس یہاں آئے تھے۔

تشریح: ساتھیوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا کوڑا اٹھانے میں بھی مدد نہ کی اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ حالت احرام میں کسی غیر محرم شکاری کی بہ سلسلہ شکار کوئی مدد نہ کی جائے۔ اسی صورت میں اس شکار کا گوشت احرام والوں کو بھی کھانا درست ہے، اس سے حالت احرام کی روحانی اہمیت اور بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آدمی محرم بننے کے بعد ایک خالص مخلص فقیر الی اللہ بن جاتا ہے۔ پھر شکار یا اس کے متعلق اور اس سے اس کو کیا واسطہ۔ جو حج ایسے ہی نیک جذبات کے ساتھ ہوگا وہی حج مبرور ہے۔

نافع بن سرجس جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے اکابر علمائے حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ حدیث کے بارے میں یہ بہت ہی مشہور فن ہیں۔ نیز ان ثقہ راویوں میں سے ہیں جن کی روایت شک وشبہ سے بالا ہوتی اور جن کی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا بڑا حصہ ان پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب نافع رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سن لیتا ہوں تو کسی اور راوی سے سننے سے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ سرجس میں سین مہملہ اول مفتوح را ساکن اور جیم مکسور ہے۔

بَابٌ: لَا يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

باب: غیر محرم کے شکار کرنے کے لیے احرام والا شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرے

١٨٢٤۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ۔ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ۔ أَخْبَرَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا، فَخَرَجُوْا مَعَهُ فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنْهُمْ، فِيهِمْ أَبُوْ قَتَادَةَ فَقَالَ: خُذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ. فَأَخَذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا أَحْرَمُوْا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبَا قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَبَيْنَا هُمْ يَسِيرُوْنَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ، فَحَمَلَ أَبُوْ قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ، فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلُوْا فَأَكَلُوْا مِنْ لَحْمِهَا، فَقَالُوْا أَنَأْكُلُ لَحْمَ الصَّيْدِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِ الْأَتَانِ، فَلَمَّا أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَقَدْ كَانَ أَبُوْ قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ، فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُوْ قَتَادَةَ، فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا، فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهَا ثُمَّ قُلْنَا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا. قَالَ: ((أَمِنْكُمْ

(۱۸۲۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے عثمان بن موہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد ابوقتادہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھیجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آملو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے چلی، واپسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گورخر دکھائی دیئے، ابوقتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا، پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ کچھ گوشت بچا وہ ہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو محرم لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گورخر دیکھے اور ابوقتادہ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا، اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور اس کا گوشت کھایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لیے جو کچھ گوشت باقی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تم میں سے کسی نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا یا کسی نے اس شکار

أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا، أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا)). قَالُوا: لَا. قَالَ: ((فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا)).
[راجع: ۱۸۲۱] [مسلم: ۲۸۵۵؛ نسائي: ۲۸۲٦]

کی طرف اشارہ کیا تھا؟'' سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر بچا ہوا گوشت بھی کھالو۔'' معلوم ہوا کہ حالت احرام والوں کے واسطے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شکاری کو اشاروں سے اس شکار کے لیے رہ نمائی کرسکیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حالت احرام والوں کے واسطے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شکاری کو اشاروں سے اس شکار کے لئے راہ نمائی کرسکیں۔

بَابُ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

باب: اگر کسی نے محرم کے لیے زندہ گورخر تحفہ بھیجا ہو تو اس سے قبول نہ کرے

۱۸۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَهُمْ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: ((إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ)). [طرفاه في: ۲۵۷۳، ۲۵۹٦]
[مسلم: ۲۸٤٥؛ ترمذي: ۸٤۹؛ نسائي: ۲۸۱۸، ۲۸۱۹؛ ابن ماجه: ۳۰۹۰]

(۱۸۲۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ابواء یا ودان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گورخر کا تحفہ دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا، پھر جب آپ نے ان کے چہروں پر ناراضی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا: ''واپسی کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔''

تشریح: ابن خزیمہ اور ابو عوانہ کی روایت میں یوں ہے کہ گورخر کا گوشت بھیجا، مسلم کی روایت میں ران کا ذکر ہے یا پٹھے کا جن میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ صعب نے جنگلی گدھے کا پٹھا بھیجا، آپ جحفہ میں تھے۔ آپ نے اس میں سے فوراً کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ بیہقی نے کہا اگر روایت محفوظ ہو تو شاید پہلے صعب نے زندہ گورخر بھیجا ہوگا آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر اس کا گوشت بھیجا تو آپ نے اسے لے لیا۔ ابواء ایک پہاڑ کا نام اور ودان ایک موضع ہے جحفہ کے قریب۔ حافظ نے کہا کہ ابواء سے جحفہ تک تئیس میل اور ودان سے جحفہ تک آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ باب کے ذریعہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس شکار کو واپس کرنے کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وہ زندہ تھا، امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے قرائن کی روشنی میں یہ تطبیق دی ہے۔

بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

باب: احرام والا کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟

۱۸۲٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ

(۱۸۲٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبداللہ بن

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَآبِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِيْ قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ))؛ ح: وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ. [طرفه في: ٣٣١٥]

[مسلم: ٢٨٧٢؛ نسائي: ٢٨٢٨]

عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کے لیے کوئی حرج نہیں۔" (دوسری سند) اور امام مالک نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جو اوپر مذکور ہوا)۔

١٨٢٧ـ ح: وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ)). [طرفه في: ١٨٢٨] [مسلم: ٢٨٧١]

(١٨٢٧) (تیسری سند) اور ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے زید بن جبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم (پانچ جانوروں کو) مار سکتا ہے (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)۔

١٨٢٨ـ ح: وَحَدَّثَنِيْ أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَتْ حَفْصَةُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَآبِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ)). [راجع، ١٨٢٧]

[مسلم: ٢٨٦٩؛ نسائي: ٢٨٨٩]

(١٨٢٨) (چوتھی سند) اور ہم سے اصبغ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں کوئی گناہ نہیں کوا، چیل، چوہا، بچھو اور کاٹ کھانے والا کتا۔"

١٨٢٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَآبِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ)). [طرفه في: ٣٣١٤]

[مسلم: ٢٨٦٧؛ نسائي: ٢٨٨٨]

(١٨٢٩) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ جانور ایسے ہیں جو سب کے سب موذی ہیں اور انہیں حرم میں بھی مارا جا سکتا ہیں کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔"

تشریح: یہ پانچوں جانور جس قدر بھی موذی ہیں ظاہر ہے ان کی ہلاکت کے حکم سے شارع علیہ السلام نے بنی نوع انسان کے مالی، جسمانی اقتصادی، غذائی بہت سے مسائل کی طرف راہ نمائی فرمائی ہے کوا اور چیل ڈاکہ زنی میں مشہور ہیں اور بچھو اپنی نیش زنی (ڈنک مارنے میں) چوہا انسانی صحت کے لئے مضر، پھر غذاؤں کے ذخیروں کا دشمن اور کاٹنے والا کتا صحت کے لئے انتہائی خطرناک۔ یہی وجہ ہے جو ان کا قتل ہر جگہ جائز ہوا۔

١٨٣٠ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي غَارٍ بِمِنًى، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اقْتُلُوهَا)). فَابْتَدَرْنَاهَا، فَذَهَبَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهَذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا. [أطرافه في: ٣٣١٨، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤] [مسلم: ٥٨٣٥؛ نسائي: ٢٨٨٣]

(١٨٣٠) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے اسود سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ منیٰ کے غار میں تھے کہ آپ پر سورۂ والمرسلات نازل ہونی شروع ہوئی۔ پھر آپ اس کی تلاوت کرنے لگے اور میں آپ کی زبان سے اسے سیکھنے لگا، ابھی آپ نے تلاوت ختم بھی نہیں کی تھی کہ ہم پر ایک سانپ گرا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسے مار ڈالو'' چنانچہ ہم اس کی طرف لپکے لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے وہ بھی تمہارے شر سے بچ کر چلا گیا۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ منیٰ حرم میں داخل ہے اور صحابہ نے حرم میں سانپ مارنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔

تشریح: یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث سے باب کا مطلب نہیں نکلتا کیونکہ حدیث میں یہ کہاں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احرام باندھے ہوئے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اسماعیل کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہوں گے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا ''قال ابو عبداللہ...... الخ۔'' یہ عبارت اکثر نسخوں میں نہیں ہے ابوالوقت کی روایت میں ہے۔ اس عبارت سے بھی وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔

١٨٣١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ: ((فُوَيْسِقٌ)). وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ. [طرفه في: ٣٣٠٦] [نسائي: ٢٨٨٦]

(١٨٣١) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو موذی کہا تھا لیکن میں نے آپ سے نہیں سنا کہ آپ نے اسے مارنے کا بھی حکم دیا تھا۔

تشریح: ابن عبدالبر نے کہا اس پر علما کا اتفاق ہے کہ چھپکلی مارڈالنا حل اور حرم دونوں جگہ درست ہے۔ واللہ اعلم۔
حافظ نے کہا کہ ابن عبدالحکم نے امام مالک سے اس کے خلاف نقل کیا کہ اگر محرم چھپکلی کو مارے تو صدقہ دے کیونکہ وہ ان پانچ جانوروں میں نہیں ہے جن کا قتل جائز ہے اور ابن ابی شیبہ نے عطاء سے نکالا کہ بچھو وغیرہ پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور حل و حرم میں اسے مارنا بھی درست کہا جا سکتا ہے۔

بَابٌ: لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

باب: حرم شریف کے درخت نہ کاٹے جائیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ)).

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ "حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔"

۱۸۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ: وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِيْ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ، إِنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا لَهُ إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)). فَقِيْلَ لِأَبِيْ شُرَيْحٍ: مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا، وَلَا فَارًّا بِدَمٍ، وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ. خَرْبَةٌ بَلِيَّةٌ. [راجع: ١٠٤]

(۱۸۳۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید مقبری نے ان سے ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمرو بن سعید مکہ پر لشکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا امیر اجازت دے تو میں ایک ایسی حدیث سناؤں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس حدیث مبارک کو میرے ان کانوں نے سنا اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کرلیا تھا اور جب آپ ارشاد فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کی، پھر فرمایا: "مکہ کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لیے کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز اور حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے اور کوئی یہاں ایک درخت بھی کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو ان سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اجازت دی تھی لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تھوڑی سی دیر کے لیے اجازت ملی تھی پھر دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہوگئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیغام) پہنچا دیں۔" ابوشریح سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے بتایا عمرو نے کہا ابو شریح! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خَرْبَة سے مراد خربة بَلِيَّة ہے۔

تشریح: حدیث ہذا میں عمرو بن سعید کی فوج کشی کا ذکر ہے جو خلافت اموی کا ایک حاکم تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ پر مکہ شریف میں جنگ کرنے کے لئے فوج بھیج رہا تھا اس موقع پر کلمہ حق بلند کرنے کے لئے حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ اسے سن کر شاید عمرو بن سعید اپنے اس اقدام سے رک جائے مگر وہ رکنے والا کہاں تھا۔ الٹا حدیث کی تاویل کرنے لگا اور الٹی سیدھی باتوں سے اپنے فعل کا جواز ثابت کرنے لگا جو سراسر اس کا فریب نفس تھا۔ آخر اس نے مکہ شریف پر فوج کشی کی اور حرمت کعبہ کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ابوشریح نے اس لئے سکوت نہیں کیا کہ عمرو بن سعید کا جواب معقول تھا بلکہ اس کا جواب سراسر نامعقول تھا۔ بحث تو یہ تھی کہ مکہ پر لشکر کشی اور جنگ جائز نہیں لیکن عمرو بن سعید نے دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی حدی جرم کا مرتکب ہو کر حرم میں بھاگ جائے تو اس کو حرم میں پناہ نہیں ملتی۔ اس مسئلہ میں بھی علما کا اختلاف ہے مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تو کوئی

حدی جرم بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوبکر ہے، یہ اسدی قریشی ہیں ان کی یہ کنیت ان کے نانا جان حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیت پر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ مدینہ میں مہاجرین میں یہ سب سے پہلے بچے تھے جو اھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے کان میں اذان کہی، مقام قبا میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعائے برکت کے واسطے لے کر حاضر ہوئیں، آپ نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا اور دہن مبارک میں ایک کھجور چبا کر اس کا لعاب ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے تالو سے لگایا، گویا سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی، بالغ ہونے پر یہ بہت ہی بھاری بھرکم بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بکثرت روزہ رکھنے والے، نوافل پڑھنے والے اور حق وصداقت کے علم بردار تھے، تعلقات اور رشتہ کے قائم رکھنے والے، لحاظ ومروت کے پیکر، مجسمہ اخلاق حسنہ تھے۔ ان کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے نانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی دادی صفیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی ہوئی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس جنگ میں جس کا یہاں ذکر ہے حجاج بن یوسف نے ان کو مکہ شریف میں شہید کیا اور ۱۷ جمادی الثانیہ بروز منگل ۷۳ھ میں ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا، جس کے کچھ دنوں بعد حجاج بھی بڑی ذلت وخواری کی موت مرا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے ۶۴ھ میں بیعت خلافت لی گئی، جس پر بیشتر اہل حجاز یمن، عراق اور خراسان والوں کا اتفاق تھا۔ حضرت عبداللہ نے اپنی عمر میں آٹھ مرتبہ حج کیا ان سے ایک بڑی جماعت روایت حدیث کرتی ہے۔ مختلف مسائل کے استنباط کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی جامع الصحیح میں بہت سے مقامات پر اس حدیث کو لائے ہیں۔

بَابٌ: لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

باب: حرم کے شکار ہانکے نہ جائیں

۱۸۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ)). فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: هَلْ تَدْرِي مَا ((لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟)) هُوَ أَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ، يَنْزِلُ مَكَانَهُ. [راجع: ۱۳۴۹]

(۱۸۳۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا اس لیے میرے بعد بھی وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ میرے لیے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لیے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔'' (تاکہ اصل مالک تک پہنچادے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر کی اجازت دیجئے کیونکہ یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے کام آتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اذخر کی اجازت ہے۔'' خالد نے روایت کیا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود

وہاں قیام نہ کرے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے جس میں کسی جانور کو بھی ستانا، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھا دینا، خود اس جگہ پر قبضہ کر لینا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

بَابٌ: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

باب: مکہ میں لڑنا جائز نہیں ہے

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا)).

اور ابوشریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ ''وہاں خون نہ بہایا جائے۔''

١٨٣٤۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ: ((لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا، فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا)). قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ. قَالَ: قَالَ ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). [راجع: ١٣٤٩]

(۱۸۳۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''اب ہجرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لیے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کیے، اس لیے یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کے لیے بھی مجھ سے پہلے لڑائی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھڑی بھر کے لیے (فتح مکہ کے دن اجازت ملی تھی) اب ہمیشہ یہ شہر اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے۔ پس اس کا کانٹا کاٹا جائے نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔'' عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دے دیجئے کیونکہ یہاں یہ کاری گروں اور گھروں کے لیے ضروری ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اذخر کی اجازت ہے۔''

تشریح: عہد رسالت میں ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا تھا کیونکہ اب خود مکہ شریف ہی دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کو آزادی سے رہنا نصیب ہو گیا لیکن یہ حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے کہ کسی زمانہ میں کہیں بھی دارالحرب سے بوقت ضرورت مسلمان دارالاسلام کی طرف ہجرت کر سکتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اپنے دین ایمان کو بہر حال محفوظ رکھنے کے لئے حسن نیت رکھنا ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر وقت باقی ہے۔ ساتھ ہی سلسلہ جہاد بھی قیامت تک کے لئے باقی ہے جب بھی کسی جگہ کفر اور اسلام کی معرکہ آرائی ہو اور اسلامی سربراہ جہاد کے لئے اعلان کرے تو ہر مسلمان پر اسکے اعلان پر لبیک کہنا فرض ہو جاتا ہے، جب مکہ شریف فتح ہوا تو تھوڑی دیر کے لئے مدافعانہ جنگ کی اجازت ملی تھی جو وہاں استحکام امن کے لئے ضروری تھی بعد میں وہ اجازت

جلدی ہی ختم ہوگئی اور اب مکہ مکرمہ میں جنگ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ مکہ سب کے لئے دارالامن ہے جو قیامت تک اسی حیثیت میں رہے گا۔

بکہ مبارکہ: روایت مذکورہ میں مقدس شہر مکہ کا ذکر ہے جسے قرآن مجید میں لفظ بکہ سے بھی یاد کیا گیا ہے اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات ہم مولانا ابوالجلال صاحب ندوی کے قلم سے اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا ندوہ کے ان فضلا میں سے ہیں جن کو قدیم عبرانی وسریانی زبانوں پر عبور حاصل ہے اور اس موضوع پر ان کے متعدد علمی مقالات علمی رسائل میں شائع شدہ موجود ہیں ہم بکہ مبارکہ کے عنوان سے آپ کے ایک علمی مقالہ کا ایک حصہ معارف ص ۲ جلد نمبر ۶ سے اپنے قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم اسے بغور مطالعہ فرمائیں گے۔ صاحب مقالہ فوت ہو چکے ہیں اللہ ان کو جنت نصیب فرمائے۔ (آمین)

تورات کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے جب اپنا آبائی وطن چھوڑا تو ارض کنعان میں شکم کے مقام سے مورہ تک سفر کرتے رہے، (تکوین ۱۲:۶) شکم اسی مقام کا نام تھا جسے ان دنوں نابلس کہتے ہیں، مورہ کا مقام بحث طلب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سفر کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو یہاں ان کو خداوند عالم کی تجلی نظر آئی۔ مقام تجلی پر انہوں نے خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی (تکوین ۱۲:۷) تورات کے بیان کے مطابق اس مقام کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹوں پوتوں نے اور مقامات کو بھی عبادت گاہ مقرر کیا لیکن قدامت کے لحاظ سے اولین معبد یہی مورہ کے پاس والا تھا۔ مورہ نام کے بائبل میں دو مقامات کا ذکر ہے ایک مورہ جلجال کے مقابل کنعانیوں کی سرزمین میں یردن کے پار مغرب جانب واقع تھا جہاں قاضی جدعون کے زمانہ میں بنواسرائیل اور بنومدین سے جنگ ہوئی تھی۔ (استثناء ۱۱:۳۰ و قاضیون ۷:۱۰)

دوسرے مورہ کا ذکر زبور میں وارد ہے بائبل کے مترجموں نے اس مورہ کے ذکر کو پردۂ خفا میں رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت کا چھپانا نہایت ہی مشکل کام ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے اشارہ کا اردو میں حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:

''اے لشکروں کے خداوند! تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں، میری روح خداوند کے بارگاہوں کے لئے آرزومند ہے، بلکہ گداز ہوتی ہے، میرا من اور تن زندہ خدا کے لئے للکارتا ہے۔ گورے نے بھی اپنا گھونسلا بنایا، اور ابابیل نے اپنا آشیانہ پایا جہاں چاہے اپنے بچے رکھیں، تیری قربان گاہوں کو اے لشکروں کے خداوند! میرے بادشاہ میرے خدا مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں، وہ سدا تیری ستائش کرتے رہیں گے، سلاہ مبارک ہیں وہ انسان جن کی قوت تجھ سے ہیں۔ ان کے دل میں تیری راہیں ہیں، وے بکا کی وادی میں گزرتے ہوئے اسے ایک کنواں بناتے ہیں، پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔ وہ قوت سے قوت تک ترقی کرتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ خدا کے آگے صیہون میں حاضر ہوتے ہیں۔ (زبور نمبر ۸۴)

چھٹی اور ساتویں آیت کا ترجمہ انگریزی میں بھی تقریباً یہی کیا گیا ہے اور غالباً مترجمین نے ترجمہ میں ارادۂ غلطی سے کام لیا ہے، صحیح ترجمہ حسب ذیل ہے:

"عبری بعمق هبكه۔ معين يسيتوهو۔ گم بركوف يعطنه موده۔ بلكو محيل ال الحيل بزاء الوهم يصيون"وہ بکہ کے بطن میں چلتے ہیں، ایک کنویں کے پاس پھرتے ہیں، جمیع برکتیں، مورہ کی ڈھانپ لیتی ہیں، وہ قوت سے قوت تک چلتے ہیں، خدائے صیہون سے ڈرتے ہوئے۔

مورہ درحقیقت وہی لفظ ہے، جسے قرآن کریم میں ہم بصورت مروہ پاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ (۲/البقرۃ:۱۵۸) یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے مشاعر میں سے ہیں۔

زبور نمبر ۸۴ سے ایک بیت اللہ، ایک کنویں، اور ایک مروہ کا وادی بکہ میں ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے، اس سے خانہ کعبہ کی بڑی عظمت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے، ہمارے پادری صاحبان کے نزدیک مناسب نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کا احترام پیدا ہو، اس لئے انہوں نے زبور نمبر ۸۴ کے ترجمے میں دانستہ غلطی سے کام لیا، بہرحال بائبل کے اندر مورہ نام کے دو مقامات کا ذکر ہے، جن میں سے ایک جلجال کے پاس یعنی ارض فلسطین تھا اور ایک وادی بکہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا معبد کس مورہ کے پاس تھا، ۹ھ میں نجران کے نصرانیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا، ان نصرانیوں نے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی بہت سی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے، یہود، مسلمانوں اور مشرکین کے ساتھ مذہبی بحثیں کی تھیں، ان بحثوں کے درمیان یہ سوال بھی اٹھا تھا کہ ملت ابراہیم کا اولین معبد کون تھا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۳/آل عمران:۹۶، ۹۷) بلاشبہ پہلا عبادت خانہ جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے، جو بکہ میں واقع ہے، مبارک ہے اور سارے لوگوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، یعنی مقام ابراہیم ہے، جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی، اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج فرض ہے بشرطیکہ راستہ چلنا ممکن ہو، اور اگر کوئی کافر کہا نہیں مانتا یا در ہے اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

جلجال کے قریب جو مورہ تھا اس کے پاس کسی مقدس معبد کا پوری تاریخ یہود کے کسی عہد میں سراغ نہیں ملتا، اس لئے یقینی طور پر ملت ابراہیم کا پہلا معبد وہی ہے جس کا ذکر زبور میں ہے اور یہی خانہ کعبہ ہے۔

خانہ کعبہ جس شہر یا علاقہ میں واقع ہے اس کا معروف ترین نام بکہ نہیں بلکہ مکہ ہے، قرآن پاک میں ایک جگہ مکہ کے نام سے بھی اس کا ذکر آیا ہے، زیر بحث آیت میں شہر کے معروف تر نام کی جگہ غیر مشہور نام کو ترجیح دی گئی ہے، اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اہل کتاب کو یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ مورہ جس کے پاس تورات کے اندر مذکور معبد اول کو ہونا چاہیے، جلجال کے پاس نہیں، بلکہ اس وادی بکہ میں واقع ہے، جس کا زبور میں ذکر ہے، دوسری یہ ہے کہ مکہ دراصل بکہ کے نام کی بدلی ہوئی صورت ہے، تحریری نام اس شہر کا بکہ تھا، لیکن عوام کی زبان نے اسے مکہ بنا دیا۔

سب سے قدیم نوشتہ جس میں ہم کو ''مکہ'' کا نام ملتا ہے، وہ قرآن مجید ہے لیکن بکہ کا نام قرآن سے پیشتر زبور میں ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب ۳۵ برس کی تھی تو قریش نے خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی، اس زمانہ میں خانہ کعبہ کی بنیاد کے اندر سے چند پتھر ملے، جن پر کچھ عبارتیں منقوش تھی، قریش نے یمن سے ایک یہودی اور ایک نصرانی راہب کو بلا کر وہ تحریریں پڑھوائیں ایک پتھر کے پہلو پر لکھا ہوا تھا کہ "انا الله ذو بكة "میں ہوں اللہ بکہ کا حکم "حفظتها بسبعة املاك حنفاء" میں نے اس کی حفاظت کی سات فرشتوں سے بارکت لاهلها في الماء واللحم۔ اس کے باشندوں کے لئے پانی اور گوشت میں برکت دی مختلف روایات میں کچھ اور الفاظ بھی ہیں، لیکن ہم نے جتنے الفاظ نقل کئے ہیں ان پر سب روایتوں کا اتفاق ہے، روایات کے مطابق یہ نوشتہ کعبہ کی بنائے ابراہیم کے اندر ملا تھا۔ سچ ہے۔

یہی گھر ہے کہ جس میں شوکت اسلام پنہاں ہے
اسی سے صاحب فاران کی عظمت نمایاں ہے (راز)

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ — باب: محرم کا پچھنا لگوانا کیسا ہے؟

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ. وَيَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

اور محرم ہونے کے باوجود ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کے داغ لگایا تھا اور ایسی دوا جس میں خوشبو نہ ہو اسے محرم استعمال کر سکتا ہے۔

تشریح: اس لڑکے کا نام واقد تھا۔ اس کو سعید بن منصور نے مجاہد کے طریق سے وصل کیا۔ دوا والا جملہ امام بخاری رحمہ اللہ کا کلام ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں داخل نہیں ہے۔

۱۸۳۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ لَنَا عَمْرٌو: أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

(۱۸۳۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا پہلی بات میں نے جو عطاء بن ابی رباح سے سنی تھی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

يَقُوْلُ: احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا. [أطرافه في: ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱] [مسلم: ۲۸۸٦؛ ترمذي: ۸۳۹؛ نسائي: ۲۸٤٥، ۲۸٤٦، ۲۸٤۷]

سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب محرم تھے اس وقت آپ نے پچھنا لگوایا تھا۔ پھر میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید انہوں نے ان دونوں حضرات سے یہ حدیث سنی ہوگی (متکلم عمرو ہیں اور دونوں حضرات سے مراد عطاء اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہما ہیں)۔

۱۸۳٦ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ. [طرفه في: ۵۶۹۸] [مسلم: ۲۸۸٦؛ نسائي: ۲۸۵۰؛ ابن ماجه: ۳٤۸۱]

(۱۸۳٦) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے علقمہ بن ابی علقمہ نے، ان سے عبدالرحمٰن عرج نے اور ان سے ابن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب کہ آپ محرم تھے اپنے سر کے بیچ میں مقام لحی جمل میں پچھنا لگوا دیا تھا۔

تشریح: یہ مقام مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت محرم پچھنا لگوا سکتا ہے مروجہ اعمال جراحی کو بھی بوقت ضرورت شدید اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْمُحْرِمِ

باب: محرم نکاح کر سکتا ہے

۱۸۳۷ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ عَبْدُالْقُدُّوْسِ ابْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [أطرافه في: ٤۲۵۸، ٤۲۵۹، ۵۱۱٤] [نسائي: ۲۸٤۱]

(۱۸۳۷) ہم سے ابوالمغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ محرم تھے۔

تشریح: شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ سے متفق ہیں کہ محرم کو عقد نکاح کرنا درست ہے لیکن مجامعت بالاتفاق درست نہیں ہے اور جمہور علما کے نزدیک نکاح بھی احرام میں جائز نہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا ہے کہ محرم نہ نکاح کرے اپنا نہ دوسرا کوئی اس کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیام دے۔ محرم کو جماع کے لئے لونڈی خریدنا درست ہے تو نکاح بھی درست ہوگا۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ قیاس بھی جو خلاف نص کے ہے قابل قبول نہیں۔ (وحیدی)

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ

باب: احرام والے مرد اور عورت کو خوشبو لگانا منع

وَالْمُحْرِمَةِ

ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ محرم عورت ورس یا زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

۱۸۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا الْبَرَانِسَ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ، فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ، وَلَا الْوَرْسُ، وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)). تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ: ((وَلَا وَرْسٌ)) وَكَانَ يَقُوْلُ: ((وَلَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)). وَقَالَ مَالِكٌ: عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: ((لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ)). وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمٍ. [راجع: ١٣٤] [ابوداود: ١٨٢٥؛ ترمذي: ٨٣٣؛ نسائي: ٢٦٧٢]

(۱۸۳۸) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا اور ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہ! حالت احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہ قمیص پہنو نہ پاجامے، نہ عمامے اور نہ ٹوپی نما کوٹ۔ اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اسی طرح کوئی ایسا لباس نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہو۔ احرام کی حالت میں عورتیں منہ پر نقاب نہ ڈالیں اور دستانے بھی نہ پہنیں۔'' لیث کے ساتھ اس روایت کے متابعت موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور جویریہ اور ابن اسحاق نے نقاب اور دستانوں کے ذکر کے سلسلے کی ہے۔ عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے ''ولا ورس'' کا لفظ بیان کیا وہ کہتے تھے: ''احرام کی حالت میں عورت منہ پر نہ نقاب ڈالے اور نہ دستانے استعمال کرے۔'' اور امام مالک نے نافع سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ ''احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے۔'' اور لیث بن ابی سلیم نے مالک کی طرح روایت کی ہے۔

تشریح: باب میں خوشبو لگانے کی ممانعت کا ذکر تھا مگر حدیث میں اور بھی بہت سے مسائل کا ذکر موجود ہے، احرام کی حالت میں سلا ہوا لباس منع ہے اور عورتوں کے لئے منہ پر نقاب ڈالنا بھی منع ہے، ان کو چاہیے کہ اس حالت میں اور بھی زیادہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں حیاو شرم و خوف الٰہی و آداب حج کا پورا پورا خیال رکھیں۔ مردوں کے لئے بھی یہی سب امور ضروری ہیں۔ حیا شرم ملحوظ نہ رہے تو حج الٹا وبال جان بن سکتا ہے۔ آج کل کچھ لوگ عورتوں کے منہ پر پنکھوں کی شکل میں نقاب ڈالتے ہیں، یہ تکلیف بالکل غیر شرعی ہے، احکام شرع پر بلا حیل و حجت عمل ضروری ہے۔

۱۸۳۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

(۱۸۳۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِغْسِلُوهُ، وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ)). [راجع: ١٢٦٥] [ابوداود: ٣٢٤١؛ نسائي: ٢٨٥٦]

عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک محرم شخص کے اونٹ نے حجۃ الوداع کے موقع پر) اس کی گردن (گراکر) توڑ دی اور اسے جان سے مار دیا، اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: "انہیں غسل اور کفن دے دو لیکن ان کا سر نہ ڈھکو اور نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ (قیامت میں) یہ لبیک کہتے ہوئے اٹھے گا۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس کا احرام باقی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کا منہ نہ ڈھانکو، حافظ نے کہا مجھے اس شخص کا نام نہیں معلوم ہوا۔ اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی، اس سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ محرم کو خوشبو لگانا منع ہے کیونکہ آپ نے مرنے والے کو محرم گردان کر اس کے جسم پر خوشبو لگانے سے منع فرمایا۔ حدیث سے عمل حج کی اہمیت بھی ثابت ہوئی کہ ایسا شخص روز قیامت میں حاجی ہی کی شکل میں پیش ہوگا بشرطیکہ اس کا حج عنداللہ مقبول ہوا ہو اور جملہ آداب وشرائط کو سامنے رکھ کر ادا کیا گیا ہو۔ حدیث سے اونٹ کی فطری طینت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اپنے مالک سے اگر یہ جانور خفا ہو جائے تو موقع پانے پر اسے ہلاک کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ اس جانور میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں مگر اس کی کینہ پروری بھی مشہور ہے قرآن مجید میں اللہ نے اونٹ کا بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ﴾ (٨٨/ الغاشیہ: ١٧) یعنی اونٹ کی طرف دیکھو وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ شان قدرت کا ایک بہترین نمونہ ہے، اللہ نے اسے ریگستان کا جہاز بنایا ہے، جہاں اور سب گھبرا جاتے ہیں مگر یہ ریگستانوں میں خوب جھوم جھوم کر سفر طے کرتا ہے۔

بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ — باب: محرم کو غسل کرنا کیسا ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) حمام میں جاسکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بدن کو کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تشریح: ابن منذر نے کہا محرم کو غسل جنابت بالاجماع درست ہے لیکن غسل صفائی اور پاکیزگی میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے اور محرم اپنا سر پانی میں ڈبائے اور موطا میں نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سر نہیں دھوتے تھے لیکن جب احتلام ہوتا تو دھوتے۔

١٨٤٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الْعَبَّاسِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ، فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ. وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ. فَأَرْسَلَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدْتُهُ

(١٨٤٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ احرام والا اپنا سر دھوسکتا ہے اور مسور نے کہا کہ احرام والا اپنا سر نہیں دھوسکتا۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنویں کی دو لکڑیوں کے بیچ میں غسل کررہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کررکھا تھا، میں

يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ، وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَوَضَعَ أَبُوْ أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ، فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ: اصْبُبْ. فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَفْعَلُ. [مسلم: ٢٨٨٩؛ ابوداود: ١٨٤٠؛ نسائي: ٢٦٦٤؛ ابن ماجه: ٢٩٣٤]

نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں، آپ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا۔ اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفی الحدیث من الفوائد مناظرة الصحابة فی الاحکام ورجوعهم الی النصوص وقبولهم لخبر الواحد ولو کان تابعیا وان قول بعضهم لیس بحجة علی بعض..... الخ۔" یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی طور پر مسائل احکام سے متعلق مناظرہ کرنا، پھر نص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قبول کر لینا بھی ہے اگر چہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی محض قول بعض کے لئے حجت نہیں گردانا جاتا تھا۔ انہیں سطروں کو لکھتے وقت ایک صاحب جو دیوبند مسلک رکھتے ہیں ان کا مضمون پڑھ رہا ہوں جنہوں نے بزور قلم ثابت فرمایا ہے کہ صحابہ تقلید شخصی کیا کرتے تھے، لہٰذا تقلید شخصی کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہوا اس دعویٰ پر انہوں نے جو دلائل واقعات کی شکل میں پیش فرمائے ہیں وہ متنازعہ تقلید شخصی کی تعریف میں بالکل نہیں آتے مگر تقلید شخصی کے اس حامی بزرگ کو قدم قدم پر یہی نظر آ رہا ہے کہ تقلید شخصی صحابہ میں عام طور پر مروج تھی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بیان ایسے کمزور دلائل کے جواب کے لئے کافی وافی ہے۔

بَابُ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

باب: محرم کو جب جوتیاں نہ ملیں تو وہ موزے پہن سکتا ہے

١٨٤١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ: ((مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ)). [راجع: ١٧٤٠]

(۱۸۴۱) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی۔ انہوں نے جابر بن زید سے سنا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو عرفات میں خطبہ دیتے سنا تھا: "جس کے پاس احرام میں جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ پاجامہ پہن لے۔"

[مسلم: ٢٧٩٤؛ ترمذي: ٨٣٤؛ نسائي: ٢٦٧٠، ٢٦٧١؛ ابن ماجه: ٢٩٣١]

تشریح: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے حکم دیا ہے کہ جس محرم کو تہبند نہ ملے وہ پاجامہ اور جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزہ پہن لے اور پاجامہ کا پھاڑنا اور موزوں کا کاٹنا ضروری نہیں اور جمہور علما کے نزدیک ضروری ہے اگر اسی طرح پہن لے گا، تو اس پر فدیہ لازم ہوگا یہاں جمہور کا یہ فتویٰ محض قیاس پر مبنی ہے جو حجت نہیں۔

١٨٤٢ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ)).

[راجع: ١٣٤]

(۱۸۴۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قمیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس (کن ٹوپ یا باران کوٹ) نہ پہنے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو اور اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے، البتہ اس طرح کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔''

تشریح: ان جملہ لباسوں کو چھوڑ کر صرف سیدھی سادھی دو سفید چادریں ہونی ضروری ہیں جن میں سے ایک تہبند ہو اور ایک کرتے کی جگہ ہو کیونکہ حج میں اللہ پاک کو یہی فقیرانہ ادا پسند ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ

باب: جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے

١٨٤٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ: ((مَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ)).

[راجع: ١٧٤٠، ١٨٤١]

(۱۸۴۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے جابر بن زید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو میدان عرفات میں وعظ سنایا، اس میں آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کو احرام کے لیے تہبند نہ ملے تو وہ پاجامہ پہن لے اور اگر کسی کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے۔''

تشریح: مطلب آپ کا یہ تھا کہ احرام میں تہبند کا ہونا اور پیروں میں جوتوں کا ہونا ہی مناسب ہے لیکن اگر کسی کو یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو مجبوراً پاجامہ اور موزے پہن سکتا ہے کیونکہ اسلام نے ہر ہر قدم پر آسانیوں کو ملحوظ رکھا ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ظاہر پر فتویٰ دیا ہے۔

بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

باب: محرم کا ہتھیار بند ہونا درست ہے

وَقَالَ عِكْرِمَةُ: إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى، وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر دشمن کا خوف ہو اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے لیکن عکرمہ کے سوا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ فدیہ دے۔

تشریح: حافظ نے کہا عکرمہ کا یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ ابن منذر نے حسن بصری سے نقل کیا انہوں نے محرم کو تلوار باندھنا مکروہ سمجھا۔ ہتھیار بند ہونا اسی وقت درست ہے جب کسی دشمن کا خوف ہو جیسا کہ باب سے ظاہر ہے۔

١٨٤٤ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ، أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ. [راجع: ١٧٨١] [ترمذي، ٩٣٨]

(۱۸۴۴) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا، پھر ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہتھیار نیام میں ڈال کر مکہ میں داخل ہوں گے۔

بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

باب: حرم اور مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَطَّابِينَ وَغَيْرِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ اس کے لیے لکڑی بیچنے والوں اور دوسروں کو ایسا حکم نہیں دیا۔

تشریح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کو امام مالک نے مؤطا میں نافع سے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قدید میں پہنچے تو انہوں نے فساد کی خبر سنی۔ وہ لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ باب کا مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یوں نکالا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مکہ مکرمہ آتے جاتے رہتے ہیں ان کے لئے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے مگر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں ہر داخل ہونے والے کے لئے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کہا اکثر صحابہ اور تابعین وجوب کے قائل ہیں مگر درایت اور روایت کی بنا پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

١٨٤٥ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ

(۱۸۴۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات بنایا، نجد والوں کے لیے قرن منازل کو اور یمن والوں کے لیے یلملم کو۔ یہ میقات ان ملکوں کے باشندوں کے لیے ہے اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے ہو کر مکہ آئیں اور حج

كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ. [راجع: ١٥٢٤]

اور عمرہ کا بھی ارداہ رکھتے ہوں، لیکن جو لوگ ان حدود کے اندر ہوں تو ان کی میقات وہی جگہ ہے جہاں سے وہ اپنا سفر شروع کریں یہاں تک کہ مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے۔

١٨٤٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: ((اقْتُلُوْهُ)). [أطرافه في: ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨] [مسلم: ٣٢٠٨؛ ابوداود: ٢٦٨٥؛ ترمذي: ١٦٩٣؛ نسائي: ٢٨٦٧، ٢٨٦٨؛ ابن ماجه: ٢٨٠٥]

(۱۸۴۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے آ کر خبر دی کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس وقت آپ نے اتارا تو ایک شخص نے خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔''

تشریح: ابن خطل کا نام عبداللہ تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک صحابی کو اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، جس کے ساتھ ایک مسلمان غلام بھی تھا۔ ابن خطل نے اس مسلمان غلام کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور خود سو رہا، پھر جاگا تو اس مسلمان غلام نے کھانا تیار نہیں کیا تھا، غصہ میں آن کر اس نے اس غلام کو قتل کر ڈالا اور خود اسلام سے پھر گیا۔ دو گانے والی لونڈیاں اس نے رکھی تھیں اور ان سے نبی کریم ﷺ کی ہجو کے گیت گوایا کرتا تھا۔ یہ بد بخت ایسا ازلی دشمن ثابت ہوا کہ اسے کعبہ شریف کے اندر ہی قتل کر دیا گیا۔ ابن خطل کو قتل کرنے والے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے بعض نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بتلایا ہے۔

بَابٌ: إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلاً وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ

باب: اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کرتہ پہنے ہوئے احرام باندھے؟

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلاً أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: ناواقفیت میں یا بھول کر اگر کوئی محرم شخص خوشبو لگائے، سلا ہوا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا اگر اسی وقت اتار ڈالے یا خوشبو دھو ڈالے تو کفارہ نہ ہوگا، ورنہ کفارہ لازم ہوگا دلائل کی رو سے امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

١٨٤٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ،

(۱۸۴۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے عطاء نے بیان کیا، کہا مجھ سے صفوان بن یعلی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص جو جبہ پہنے ہوئے تھا حاضر ہوا اور اس پر زردی یا اسی طرح کی

وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِي: تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ؟ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ: ((اِصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ)). [راجع: ١٥٣٦]

کسی خوشبو کا نشان تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہا کرتے تھے کیا تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگے تو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں بھی کرو۔''

١٨٤٨ـ وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ، يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ. [أطرافه في: ٢٢٦٥، ٢٩٧٣، ٤٤١٧، ٦٨٩٣] [مسلم: ٤٣٦٩، ٤٣٧١]

(١٨٤٨) ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں دانت سے کاٹا تھا دوسرے نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کا دانت اکھڑ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی بدلہ نہیں دلوایا۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ

باب: اگر محرم عرفات میں مرجائے

وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں کیا کہ حج کے باقی ارکان اس کی طرف سے ادا کئے جائیں۔

١٨٤٩ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ۔ أَوْ قَالَ: فِي ثَوْبَيْهِ۔ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي)). [راجع: ١٢٦٥، ١٢٦٨]

(١٨٤٩) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میدان عرفات میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانی اور بیری کے پتوں سے اسے غسل دو اور احرام ہی کے دو کپڑوں کا کفن دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ اس کا سر چھپانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔''

١٨٥٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُمِسُّوهُ طِيبًا، وَلَا تُخَمِّرُوا

(١٨٥٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (احرام والوں ہی میں) کفنا دو لیکن خوشبو نہ لگانا نہ سر چھپانا اور نہ حنوط لگانا کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے لبیک

رَأْسَهُ، وَلَا تُحَنِّطُوْهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)). [راجع: ۱۲٦٥]

پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔''

بَابُ سُنَّةِ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

باب: جب محرم وفات پا جائے تو اس کا کفن دفن کس طرح مسنون ہے

۱۸۵۱ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا، كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ، وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)). [راجع: ۱۲٦٥]

(۱۸۵۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابوبشر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن جبیر نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان عرفات میں تھا کہ اس کے اونٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی۔ وہ شخص محرم تھا اور مر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت دی کہ ''اسے پانی اور بیری کا غسل اور (احرام کے) دو کپڑوں کا کفن دیا جائے البتہ اس کو خوشبو نہ لگاؤ نہ اس کا سر چھپاؤ کیونکہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔''

بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ، وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

باب: میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد کسی عورت کے بدلہ میں حج کر سکتا ہے

تشریح: تفسیر سے دوسرا حکم باب کی حدیث سے نہیں نکلتا کیونکہ باب کی حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا تھا ترجمہ باب یوں ہونا تھا کہ عورت کا عورت کی طرف سے حج کرنا اور حافظ صاحب سے اس مقام پر سہو ہوا انہوں نے کہا باب کی حدیث میں ہے کہ عورت نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کو پوچھا۔ نہ پر یہ مطلب اس باب کی حدیث میں نہیں ہے، بلکہ آئندہ باب کی حدیث میں ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں امر کے صیغے سے یعنی ((اقضوا الله)) سے خطاب کیا اس میں مرد عورت سب آ گئے اور مرد کا عورت کی طرف سے اور عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا سب کے نزدیک جائز ہے، اس عورت کے نام میں اختلاف ہے۔ نسائی کی روایت میں سنان بن سلمہ کی بیوی مذکور ہے اور امام احمد کی روایت میں سنان بن عبداللہ کی بیوی بتلایا گیا ہے۔ طبرانی کی روایت سے یہ نکلتا ہے کہ ان کی پھوپھی تھی مگر ابن ہندہ نے صحابیات میں نکالا کہ یہ عورت عانیہ یا غاثیہ نامی تھی، ابن طاہر نے مبہمات میں اسی پر جزم کیا ہے۔

۱۸۵۲ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، [نعم،] حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ

(۱۸۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے ابوبشر جعفر بن ایاس نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ان کی طرف سے

كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ، أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اقْضُوا اللَّهَ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ)). [طرفاه في: ٦٦٩٩، ٧٣١٥] [نسائي: ٢٦٣١]

توجح کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔''

بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

باب: اس کی طرف سے حج جس میں سواری پر بیٹھے رہنے کی طاقت نہ ہو (یعنی حج بدل)

١٨٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً. قَالَتْ؛ ح: [مسلم: ٣٢٥٢؛ ترمذي: ٩٢٨؛ نسائي: ٥٤٠٤؛ ابن ماجه: ٢٩٠٩]

(۱۸۵۳) ہم سے ابوعاصم نے ابن جریج سے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے ابن شہاب نے، ان سے سلیمان بن یسار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون.........

١٨٥٤- وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). [راجع: ١٥١٣]

(۱۸۵۴) (دوسری سند سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے) کہا ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو بھی پا لیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ''ہاں!''

بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

باب: عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

١٨٥٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ

(۱۸۵۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے سلیمان بن یسار نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ فضل رضی اللہ عنہ اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل رضی اللہ عنہ کو دیکھنے لگی۔ اس لیے نبی کریم ﷺ فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے، اس عورت نے کہا

إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، فَقَالَتْ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [راجع: ١٥١٣]

اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے بوڑھے والد کو اس حالت میں پالیا ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں، آپ نے فرمایا کہ "ہاں!" یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

تشریح: اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا اس حدیث سے یہ نکلا کہ زندہ آدمی کی طرف سے بھی اگر وہ معذور ہو جائے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ایسا حج بدل مرد کی طرف سے عورت بھی کر سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفی هذا الحديث من الفوائد جواز الحج عن الغير واستدل الكوفيون بعمومه على جواز صحة حج من لم يحج نيابة عن غيره وخالفهم الجمهور فخصوه بمن حج عن نفسه واستدلوا بما فی السنن وصحيح ابن خزيمة وغيره من حديث ابن عباس ايضاً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا يلبی عن شبرمة فقال احججت عن نفسك فقال لا قال هذه عن نفسك ثم احجج عن شبرمة...... الخ۔" (فتح الباری)

یعنی اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ غیر کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور کوفیوں نے اس کے عموم سے دلیل لی ہے کہ نیابت میں اس کا حج بھی درست ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو اور جمہور نے ان کے خلاف کہا ہے انہوں نے اس کے لئے اسی کو خاص کیا ہے جو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہو اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جسے اصحاب سنن اور ابن خزیمہ وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ شبرمہ کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے۔ آپ نے فرمایا شبرمہ کون ہے؟ اس نے اس کو بتلایا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تو پہلے اپنا ذاتی حج کر چکا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کا حج کرنا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل جس سے کرایا جائے ضروری ہے کہ وہ شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وفيه ان من مات وعليه حج وجب على وليه ان يجهز من يحج عنه من رأس ماله كما ان عليه قضاء ديونه فقد اجمعوا على ان دين الآدمی من رأس المال فكذالك ما شبه به فی القضاء ويلتحق بالحج كل حق ثبت فی ذمته كفارة او نذر او زكوٰة او غير ذالك...... الخ۔" (فتح الباری)

یعنی اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص وفات پائے اور اس پر حج واجب ہو تو وارثوں کا فرض ہے کہ اس کے اصل مال سے کسی دوسرے کو حج بدل کے لئے تیار کر کے بھیجیں۔ یہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے اور کفارہ اور نذر اور زکوٰۃ وغیرہ کی جو اس کے ذمہ واجب ہو۔

بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ

باب: بچوں کا حج کرنا

١٨٥٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ. [راجع: ١٦٧٧]

(۱۸۵٦) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ کی رات منیٰ میں سامان کے ساتھ آگے بھیج دیا تھا۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں وہ صریح حدیث نہیں لائے جسے امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھایا اور کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اور تجھ کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ بچہ کا حج مشروع

ہے اور اس کا احرام صحیح ہے لیکن یہ حج اس کے فرض حج کو ساقط نہ کرے گا، بالغ ہونے کے بعد فرض حج ادا کرنا ہوگا اور یہ حج نفل رہے گا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے، باوجود اس کے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی سے ثابت فرمایا ہے۔

١٨٥٧۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ، أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِيْ، وَرَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّيْ بِمِنًى، حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. [راجع: ٧٦]

(١٨٥٧) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، ان سے ان کے بھتیجے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر (منیٰ میں آیا) اس وقت میں جوانی کے قریب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے ایک حصہ کے آگے ہو کر گزرا، پھر سواری سے نیچے اتر آیا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو گیا، یونس نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا کہ یہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کا واقعہ ہے۔

تشریح: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دنوں نابالغ تھے باوجود اس کے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اسی حدیث سے ثابت کیا ہے۔

١٨٥٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: حُجَّ بِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. [ترمذي: ٩٢٦]

(١٨٥٨) ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے بیان کیا، ان سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے محمد بن یوسف نے اور ان سے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔

١٨٥٩۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ، يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، وَكَانَ السَّائِبُ قَدْ حُجَّ بِهِ فِيْ ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه في: ٦٧١٢، ٧٣٣٠]

(١٨٥٩) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں قاسم بن مالک نے خبر دی، انہیں جعید بن عبدالرحمٰن نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے سائب رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ (یعنی بال بچوں میں) حج کرایا گیا تھا۔

تشریح: دوسری روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید سے مدد کے بارے میں پوچھا تھا۔ حضرت سائب بن یزید حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ تھے اور وہ اس وقت نابالغ تھے۔ اس سے بھی بچے کا حج کرنا ثابت ہو گیا۔

بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کا حج کرنا

١٨٦٠۔ وَقَالَ لِي: أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَذِنَ عُمَرُ، لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ.

(١٨٦٠) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے حج کی اجازت دی تھی اور ان کے ساتھ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کی سب بیویاں حج کو گئیں مگر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا وفات تک مکان سے نہ نکلیں۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تردد ہوا تھا کہ آپ کی بیویوں کو حج کے لئے نکالیں یا نہیں۔ پھر انہوں نے اجازت دی اور نگہبانی کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی امہات المؤمنین نے حج کیا، عودوں پر سوار تھیں، ان پر چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ (وحیدی)

١٨٦١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا نَغْزُوْا أَوْ نُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: ((لٰكِنَّ أَحْسَنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)). فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [راجع:١٥٢٠]

(١٨٦١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے حبیب بن ابی عمرہ نے، انہوں نے بیان کیا، مجھ سے عائشہ بنت طلحہ نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم بھی کیوں نہ آپ کے ساتھ جہاد اور غزووں میں جایا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں کے لیے سب سے عمدہ اور سب سے مناسب جہاد حج ہے، وہ حج جو مقبول ہو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سن لیا ہے حج کو میں کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوں۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کا مقصد تھا کہ جہاد کے لئے نکلنا تم پر واجب نہیں جیسے مردوں پر واجب ہے اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں مجاہدین کے ساتھ نہ جائیں بلکہ جاسکتی ہیں کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ہم جہاد میں نکلتی تھیں اور زخمیوں کی دوا وغیرہ کرتی تھیں اور آپ نے ایک عورت کو بشارت دی تھی کہ وہ مجاہدین کے ساتھ شہید ہوگی۔ (وحیدی)

١٨٦٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ))، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي

(١٨٦٢) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنے محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہ کرے اور کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہاں ذی رحم محرم موجود نہ ہو۔'' ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں تو فلاں لشکر میں جہاد کے لیے نکلنا چاہتا ہوں لیکن میری بیوی کا ارادہ حج کا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اپنی بیوی

تُرِيْدُ الْحَجَّ، فَقَالَ: ((اخْرُجْ مَعَهَا)). [أطرافه في: ٣٠٠٦، ٣٠٦١، ٥٢٣٣] [مسلم: ٣٢٦٥]

کے ساتھ حج کو جا۔"

تشریح: اس روایت میں مطلق سفر مذکور ہے دوسری روایتوں میں تین دن اور دو دن اور ایک دن کے سفر کی تصریح ہے بہرحال ایک دن رات کی راہ کے سفر پر عورت بغیر محرم کے جا سکتی ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو خاوند یا دوسرا کوئی محرم رشتہ دار نہ ملے تو اس پر حج واجب نہیں ہے حنفیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ اور معتبر رفیقوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز رکھتے ہیں۔ (وحیدی)

١٨٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لأُمِّ سِنَانٍ الأَنْصَارِيَّةِ: ((مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ؟)) قَالَتْ أَبُوْ فُلَانٍ. تَعْنِيْ زَوْجَهَا. وَكَانَ لَنَا نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا، وَالآخَرُ يَسْقِيْ أَرْضًا لَنَا، قَالَ: ((فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِيْ)). رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عُبَيْدُاللهِ: عَنْ عَبْدِالْكَرِيْمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٧٨٢] [مسلم: ٣٠٣٩]

(١٨٦٣) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، کہا ہم کو حبیب معلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ نے ام سنان انصاریہ عورت سے دریافت فرمایا کہ "تو حج کرنے نہیں گئی؟" انہوں نے عرض کی کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے دو اونٹ پانی پلانے کے تھے ایک پر تو وہ خود حج کو چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: "رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔" اس روایت کو ابن جریج نے عطاء سے سنا، کہا انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ اور عبید اللہ نے عبدالکریم سے روایت کیا، ان سے عطاء نے، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔

تشریح: عبید اللہ عن عبدالکریم کی روایت کو ابن ماجہ نے وصل کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب ان سندوں کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ راویوں نے اس میں عطاء پر اختلاف کیا ہے ابن ابی معلی اور یعقوب بن عطاء نے بھی حبیب معلم اور ابن جریج کی طرح روایت کی ہے معلوم ہوا کہ عبدالکریم کی روایت شاذ ہے جو اعتبار کے قابل نہیں۔ حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے وہ ام سنان رضی اللہ عنہا ہے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے سے محروم رہ گئی تھیں۔ حج ان پر فرض بھی نہ تھا مگر نبی کریم ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ رمضان میں اگر وہ عمرہ کر لیں تو اس محرومی کا کفارہ ہو جائے گا، اس سے رمضان میں عمرہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

١٨٦٤ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، قَالَ: أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَوْ قَالَ: يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبْنَنِيْ

(١٨٦٤) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالملک بن عمیر نے، ان سے زیاد کے غلام قزعہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے چار باتیں نبی کریم ﷺ سے سنی تھیں یا یہ کہ وہ یہ چار باتیں نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے اور کہتے تھے کہ یہ باتیں مجھے انتہائی پسند ہیں یہ کہ "کوئی عورت دو دن کا سفر اس وقت

وَآنَقْنَنِي: ((أَنْ لَا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ، بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى)).

[راجع: ٥٨٦]

تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی ذو رحم محرم نہ ہو، نہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے رکھے جائیں نہ عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے سے پہلے اور نہ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز پڑھی جائے اور نہ تین مساجد کے سوا کسی کے لیے کجاوے باندھے جائیں مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔"

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

باب: اگر کسی نے کعبہ تک پیدل سفر کرنے کی منت مانی؟

١٨٦٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: ((مَا بَالُ هَذَا؟)) قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ)) وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ.

[طرفه في: ٦٧٠١] [مسلم: ٤٢٤٧؛ ابوداود: ٣٣٠١؛ ترمذي: ١٥٣٧؛ نسائي: ٣٨٦١، ٣٨٦٢]

(۱۸۶۵) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لیے چل رہا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: "ان صاحب کا کیا حال ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں۔" پھر آپ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔

تشریح: تو اس پر اس منت کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ نذر کا پورا کرنا واجب نہیں کیونکہ حج سوار ہو کر کرنا پیدل کرنے سے افضل ہے یا آپ نے اس لئے سوار ہونے کا حکم دے دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔

١٨٦٦ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ: أَنَّ يَزِيدَ ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ، إِلَى بَيْتِ اللَّهِ، وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:

(۱۸۶۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں یزید بن حبیب نے خبر دی، انہیں ابو الخیر نے خبر دی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔" یزید نے کہا

((لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ)). قَالَ: وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ، ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

[مسلم: ٤٢٤٢؛ ابوداود: ٣٢٩٩؛ نسائي: ٣٨٢٣]

الخیر ہمیشہ عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے یحییٰ بن ایوب نے، ان سے یزید نے، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی حدیث بیان کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ] فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے فضائل کا بیان

بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ

باب: مدینہ کے حرم کا بیان

١٨٦٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)). [طرفه في: ٧٣٠٦] [مسلم: ٣٣٢٣]

(١٨٦٧) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابو عبدالرحمٰن احول عاصم نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔''

تشریح: حرم مدینہ کا بھی وہی حکم ہے جو مکہ کے حرم کا ہے صرف جزا لازم نہیں آتی۔ امام مالک اور امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔ شعبہ اور حماد کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے یا کسی بدعتی کو جگہ دے دے۔ معاذ اللہ بدعت ایسی بری بلا ہے کہ آدمی بدعتی کو جگہ دینے سے ملعون ہو جاتا ہے۔

١٨٦٨۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي)). قَالُوْا: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ، فَأَمَرَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ. [راجع: ٢٣٤]

(١٨٦٨) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ (ہجرت کر کے) تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، آپ نے فرمایا: ''اے بنو نجار! تم (اپنی اس زمین کی) مجھ سے قیمت لے لو۔'' لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے متعلق فرمایا اور وہ اکھاڑ دی گئیں، ویرانہ کے متعلق حکم دیا اور وہ برابر کر دیا گیا۔ کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے اور وہ درخت قبلہ کی طرف بچھا دیئے گئے۔

تشریح: اس سے بعض حنفیہ نے دلیل لی ہے کہ اگر مدینہ حرم ہوتا تو وہاں کے درخت آپ کیوں کٹواتے؟ ان کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل ضرورت سے واقع ہوا یعنی مسجد نبوی بنانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے جو کیا بحکم الٰہی کیا۔ آپ نے تو مکہ میں بھی قتال کیا۔ کیا حنفیہ بھی اس کو کسی اور کے لئے جائز کہیں گے۔ مسلم کی روایت میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے گرداگرد بارہ میل تک حرم کی حد قرار دی۔

١٨٦٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي)). قَالَ: وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ: ((أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ)). ثُمَّ الْتَفَتَ، فَقَالَ: ((بَلْ أَنْتُمْ فِيهِ)). [طرفه في: ١٨٧٣]

(١٨٦٩) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا: ''بنو حارثہ! میرا خیال ہے کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو گئے ہو۔'' پھر آپ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: ''نہیں بلکہ تم لوگ حرم کے اندر ہی ہو۔''

١٨٧٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، وَهٰذِهِ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْمَدِينَةُ حَرَمٌ، مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا، مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)). وَقَالَ: ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: عَدْلٌ فِدَاءٌ. [راجع: ١١١] [مسلم: ٣٣٢٧، ٣٣٢٨، ٣٣٢٩، ٣٧٩٣؛ ابوداود: ٢٠٣٤؛ ترمذي: ٢١٢٧]

(١٨٧٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے اعمش نے، ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس کتاب اللہ اور نبی کریم ﷺ کے اس صحیفہ کے سوا جو نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے اور کوئی چیز (شرعی احکام سے متعلق) لکھی ہوئی صورت میں نہیں ہے۔ اس صحیفہ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ عائر پہاڑی سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے، جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔'' اور آپ نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے اس لیے اگر کسی مسلمان کی دی ہوئی امان میں (دوسرے مسلمان نے) بدعہدی کی تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل اور جو کوئی اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو مالک بنائے، اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہے نہ نفل۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عدل سے مراد فدیہ ہے۔

تشریح: مدینہ منورہ یا مدینۃ الرسول جسے طیبہ بھی کہتے ہیں، سطح سمندر سے تقریباً ۶۱۹ میٹر بلند اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور شمال کو خط استوا سے ۲۴ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہے، موسم گرما میں اس کی حرارت ۲۸ درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور سرما میں دن کو صفر کے اوپر دس درجہ تک اور رات کو صفر کے نیچے ۵ درجہ تک آتی ہے، سردی کے ایام میں صبح کے وقت اکثر پانی برتنوں میں جم جاتا ہے۔

یہ شہر مکہ المکرمہ سے جانب شمال دو سو ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ملک عرب کے صوبہ حجاز میں بلحاظ آبادی دوسرے نمبر پر ہے۔ مکہ المکرمہ کے بعد دنیائے اسلام کا سب سے پیارا بابرکت مقدس شہر ہے، جہاں اللہ کے آخری رسول سید الانبیا، سند الاتقیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ آرام فرما ہیں۔

وجہ تسمیہ: ہجرت سے پہلے یہ شہر یثرب کے نام سے موسوم تھا، قرآن مجید میں بھی یہ نام آیا ہے ﴿وَإِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَآأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ (۳۳/الاحزاب:۱۳) بقول زجاج یہ شہر یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کا آباد کیا ہوا ہے اس لئے یثرب کے نام سے موسوم ہوا۔ بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق اس کو یثرب اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شخص یثرب نامی عملقی نے اس شہر کو بسایا تھا، آخر میں یہودیوں بنونضیر و بنوقریظہ و بنوقینقاع کے ہاتھ آ گیا۔

۳۰۰ء بنوازد کے دو قبائل اوس وخزرج نے اس کی سرحد میں سکونت اختیار کی اور ۴۹۲ء میں اس پر قابض ہو گئے۔ مدینہ سے شمال و مشرق میں اب بھی ایک بستی ہے جس کا نام یثرب ہے عجب نہیں کہ پہلی آبادی اسی جگہ ہو اور اوس وخزرج نے یہود سے جدا رہنا پسند کر کے یہاں رہائش اختیار کی ہو اور اس لئے اس حصہ کو بھی یثرب ہی سے پکارا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ یثرب مصری کلمہ اتربیس سے بگڑ کر بنا ہے اگر یہ صحیح ہو تو ثابت ہوتا ہے کہ عمالقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد مدینہ کو بسایا۔ اس کی یہودیت کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے فلسطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بھیجا تاکہ وہ اس جانب کے حالات معلوم کرے۔ جب وہ لوگ اس طرف پہنچے اور ان کو حضرت موسیٰ کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے شہر اتربیس بنا کر اس میں اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سولہ سو سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔

یثرب میں اسلام کیونکر پہنچا؟ مدینہ منورہ میں بسنے والے قبائل بیشتر یہودی المذہب تھے مگر کبر و حمیت کی بنا پر ان میں باہم اتنے نزاع تھے کہ گویا ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اوس وخزرج کی خانہ جنگی کو ایک صدی کا زمانہ گزر چکا تھا کہ سید عالم ﷺ کی نبوت و تبلیغ کا چرچہ مکہ ونواح میں پھیلا، اسی دوران میں خاندان عبدالاشہل کے چند آدمی قریش کو اپنا حلیف بنانے کی غرض سے مکہ آئے اور اسلام کا چرچا سنا، نبی کریم ﷺ نے تنہائی میں ان کو اسلام کی پاک تعلیم سے آگاہ کیا اور قرآن پاک کی چند آیات سنائیں۔ ان میں ایاس بن معاذ پر اس تلقین کا بہت اثر ہوا اور مسلمان ہونے کا ارادہ کیا مگر امیر وفد انس بن رافع نے کہا کہ جلدی نہ کرو ابھی حالات کا مطالعہ کرو۔ چنانچہ یہ لوگ یونہی واپس ہو گئے۔

۱۰ نبوی میں قبیلہ خزرج کے چھ آدمی موسم حج میں مکہ آئے تو عقبہ یعنی اس پہاڑی گھاٹی میں جو منیٰ جانے والے بائیں ہاتھ پر چڑھائی کی سیڑھیوں سے ذرا اوپر پڑتی ہے، شب کے وقت نبی کریم ﷺ ان سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کا نام عقبہ اولیٰ ہوا۔ ان کے ذریعہ سے مدینہ میں اسلام کا چرچا پھیلا۔

دوسرے سال بارہ سربرآوردہ اصحاب آئے اور اس عقبیٰ میں نبی کریم ﷺ سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا وقت معین کر لیا، چنانچہ خوب کھل کر باتیں ہوئیں اور انہوں نے یہ اطمینان کر کے کہ بیشک آپ رسول ہیں اسلام قبول کر لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ اسلام بنا کر ان کے ہمراہ کر دیا اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ اب دار بنی ظفر میں اسلامی مشن کا دفتر قائم کر دیا گیا۔ جو حضرات اسلام لا چکے تھے وہ مذہبی تعلیم پاتے اور جو نئے آتے ان کو وعظ سنایا جاتا تھا۔ اس مخلصانہ پرچار کے بہترین نتائج نکلے اور رفتہ رفتہ یثرب کے نامور قبیلہ عبدالاشہل کا ہر مرد و زن حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اب یثرب میں ایک کثیر جماعت اسلام کی نصرت اور پیغمبر اسلام کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کے لئے تیار ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد نبی کریم ﷺ بھی یثرب میں ہجرت فرما کر تشریف لے آئے۔ اس وقت سے یثرب کو مدینۃ الرسول بننے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ الرسول

کا چپہ چپہ مسلمانانِ عالم کے لئے باعث صد احترام ہے۔ اس مقدس شہر میں وہ مبارک مسجد ہے جس میں بیٹھ کر سید الانبیاء ﷺ نے اسلام کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلایا اور اس مبارک شہر میں وہ مقدس جگہ ہے جہاں سرتاج الانبیاء ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور آپ کے لاکھوں غلام جہاں کی مٹی کے اندر سوئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں چند تاریخی یادداشتیں مسافرین مدینہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کی جاتی ہیں۔

ہجرت میں تشریف آوری کے وقت نبی کریم ﷺ مدینہ سے جنوبی سمت قبا میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے تھے۔ کلثوم بن ہدم کا گھر آپ کا قیام گاہ بنا اور سعد بن خیثمہ کا گھر آپ کی مردانہ نشست گاہ، یہ دونوں گھر نزول قدوم نبوی کے سبب بڑی شان رکھتے ہیں۔ مسجد قبا کے جنوب میں بہ سمت قبلہ ۴۰ فٹ فاصلے پر دو قبے بیضوی شکل کے ہیں، ان میں ایک قبہ جو مقام العمرہ کے نام سے مشہور ہے، یہی کلثوم بن ہدم کا مکان تھا اور اس سے ملا ہوا قبہ جو بیت فاطمہ کہلاتا ہے یہ سعد بن خیثمہ کا گھر تھا، مسجد قبا کے صحن میں جو قبہ مبرک ناقہ کہلاتا ہے یہاں نبی کریم ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی جہاں اس وقت مسجد قبا ہے وہ حضرت کلثوم کا مربد تھا کہ کھوریں خشک کرنے کے لئے وہاں پھیلاتے تھے، مدینہ منورہ میں آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر اترے تھے، یہ مکان محلہ زقاق الجسہ میں مسجد کی صورت میں اب موجود ہے، جس میں محراب بھی ہے۔ اور قبہ بھی اس کی بیرونی دیوار پر ایک پتھر نصب ہے جس میں آب زر سے یہ لکھا ہوا ہے: "هذا بيت ابى ايوب الانصارى...... الخ۔" ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کی جنوبی سمت حضرت جعفر صادق کا مکان تھا جو اس وقت نائب دار الحرم کہلاتا ہے۔ مسجد کے مشرق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو چھوٹے بڑے مکان تھے۔ بوقت شہادت آپ کی سکونت بڑے مکان میں تھی، اس مکان کی جالی کے اوپر ابھی تک مقتل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے، بقیع کے راستہ سے شمالی جانب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جس میں آپ کی وفات ہوئی، زاویۃ السمان سے ملحق شمالی جانب ایک چھوٹا سا قبہ ہے وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شیر اسلام کا مکان تھا، رباط خالد کے پیچھے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کا مکان تھا، مسجد کے غربی جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوسرا مکان تھا یہ اب باب السلام کے شمال میں ایک کھڑکی کی شکل میں ہے اس پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے: "لا يبقين فى المسجد خوخة الا خوخة ابى بكر۔"

حرم مدینہ شریف کا بیان: اندازاً بارہ میل تک مدینہ منورہ کی حد حرم ہے، جس کے اندر شکار کرنا، درخت اکھاڑنا، گھاس اکھاڑنی حرام ہے۔ ہاں جانوروں کے لئے گھاس یا پتے وغیرہ توڑنے جائز ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال اللهم ان ابراهيم خليلك ونبيك وانك حرمت مكة على لسان ابراهيم اللهم وانا عبدك ونبيك وانى احرم ما بين لا بتيها...... الخ۔" (ابن ماجه) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! حضرت ابراہیم تیرے خلیل اور پیغمبر تھے جن کی زبان پر تو نے مکہ کو بلد الحرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرہ بندہ اور پیغمبر ہوں اور مدینہ کو اس کے دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان تک حرم قرار دیتا ہوں۔ نبی ﷺ نے مدینہ شریف کے بارے میں یہ دعا فرمائی: "اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد۔" یعنی اے اللہ! مدینے کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ (بخاری) ایک روایت میں مدینہ کی حدود حرم عیر سے ثور تک بیان کی گئی ہیں۔ یہ اطراف مدینہ کے پہاڑوں کے نام ہیں۔ مدینے شریف کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں چند حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں: "قال رسول الله ﷺ من استطاع ان يموت بالمدينة فليمت بها فانى اشفع لمن يموت بها۔" (رواه احمد والترمذى) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینے ہی میں اس کو موت آئے میں اس کی سفارش کروں گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ایک شخص آل خطاب سے روایت کی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص خالص پاک نیت کے ساتھ میری زیارت کے لئے آیا، قیامت کے دن وہ میرے پڑوس میں ہوگا اور جو مدینہ شریف میں رہ کر صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارتا رہا میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرمین شریفین میں موت پائے گا وہ قیامت کے دن امن پانے والوں میں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ شریف لوٹتے تو مکانات مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر مگن ہو جاتے اور سواری کو تیز کر دیتے۔ (بخاری) یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ شریف کے دروازوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ اس پاک شہر میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

حرم نبوی کا بیان: حرم نبوی سے مراد نبی ﷺ کی پاک و مبارک مسجد اور اس کا ماحول ہے، یہ سرتاپا نور عمارت شہر مدینہ منورہ کے درمیان میں کسی قدر

مشرق کو جھکی ہوئی ہے یہاں کی فضا لطیف منظر جمیل اور ہیئت مستطیل ہے، قدیم مسجد کی کل عمارت سرخ پتھر کی ہے اس کا طول شمال سے جنوب تک اوسطاً ۱۱۶۔۱/۴ میٹر ہے (فرانسیسی پیمانہ ہے جو ۴۰ انچ کے برابر ہوتا ہے۔) اس لحاظ سے قدیم حرم شریف کا طول ایک سو انتیس گز سے کچھ زیادہ ہے۔ اس کا عرض مشرق سے مغرب تک قبلہ کی طرف ۸۶ میٹر اور ۳۵ سینٹی میٹر یعنی ۹۶ گز ہے، باب شامی کی طرف سے عرض ۶۶ میٹر سوا ۷۳ گز رہ جاتا ہے۔ بناوٹ کے لحاظ سے حرم نبوی دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے مسجد اور صحن۔ حدود مسجد کی ابتدا اس جگہ سے ہوتی ہے جہاں کھڑے ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے یعنی قبلہ رخ دیوار سے صحن ایک طرف اور باب رحمت اور باب النساء کے درمیان مسجد ہی مسجد ہے۔ یہ سارا حصہ گنبدوں سے ڈھکا ہوا ہے جو محرابوں پر قائم ہیں ان محرابوں کو ایک قسم کے سخت پتھر کے ستونوں پر کھڑا کیا گیا ہے ان پر سنگ مرمر کی تہ چڑھی ہوئی ہے اور اوپر سونے کے پانی سے پچی کاری کر دی گئی ہے، دوسرا صحن ہے، جس کا نام حصوہ ہے اس کی شکل شامی دروازہ سے مستطیل ہے اس کے گرد تین طرف تین دالان احاطہ کئے ہوئے ہیں برآمدوں میں ستون ہیں جن کے اوپر محراب اور محرابوں کے اوپر گنبد سر بلند اور بادلوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حرم شریف کے کل ستونوں کی تعداد جو دیواروں کے ساتھ ملتصق ہیں تین سو ستائیس تک پہنچ جاتی ہے، ان میں سے ۲۲ حجرہ شریف کے اندر ہیں شامی دروازے کی ڈیوڑھی میں مدرسہ مجیدیہ واقع ہے اسی وجہ سے حرم شریف میں داخل ہونے کے راستہ کے اندرونی حصے یعنی ڈیوڑھی کا نام باب التوسل رکھا گیا ہے، جہت مغرب کی طرف خواجہ سراؤں کے بیٹھنے کی جگہ ہے جو بردہ فروشی کے زمانہ میں خصی شدہ غلاموں کی شکل میں حرم نبوی کی خدمت کے لئے نذر کر دیئے جاتے تھے۔ اب یہ ظالمانہ طریقہ موقوف ہو چکا ہے پچھلی طرف شرقی برآمدے کی لمبائی ساتھ ساتھ شیشم کی لکڑی کا ایک جالی دار شیڈ ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے، حرم شریف کے اندر عورتیں یہیں بیٹھتی ہیں اور یہیں نماز ادا کرتی ہیں۔ اسے قفس النساء کہا جاتا ہے۔ اس برآمدے کے جنوب میں ایک چبوترہ ہے جو پلیٹ فارم کی شکل میں ساڑھے تیرہ گز لمبا اور نو گز چوڑا ہے اور زمین سے قریباً سولہ انچ بلند ہے، یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے، یہ نادار طلبائے اسلام کی جماعت تھی جنہیں کھانا کپڑا اور دیگر ضروریات دار العلوم محمدیہ سے پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اس چبوترے کے جنوب میں ایک اور چبوترہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے یہ چبوترہ مقصورہ شریف سے متصل شمال کی جانب ہے اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے، روضہ شریف مقصورہ شریف کے مغرب میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور روضہ شریف کے درمیان یہی وہ جگہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بتلایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ ٹکڑا سارا جنت میں رکھا جائے گا۔

اس مبارک زمین کا طول اندازاً پونے ستائیس گز اور عرض اندازاً پونے سترہ گز ہے، روضہ شریف کے ساتھ پیتل کا جنگلہ ہے جس سے متصل وہ اضافے ہیں جو اس حرم شریف میں حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ایام میں کئے گئے تھے، یہ دونوں اضافے جنوب کی طرف ہیں، پیتل کے جنگلے کی اونچائی ایک گز دو گرہ ہے۔ روضہ شریف اپنے شرف مرتبت کے لحاظ سے ہر وقت فدائیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا رہتا ہے۔ روضہ شریف کے مغربی جانب وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھایا کرتے تھے جو اپنی کمال بہجت اور جمال صنعت کے لحاظ سے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ قبلہ کی طرف مقصورہ شریف کی سیدھ میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد ہجرت مبارک کے دوسرے سال شعبان کی پندرھویں تاریخ بروز منگل کو رکھی تھی، یہ اس دن کا واقعہ ہے جب اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا قبلہ کے مغرب کی طرف منبر شریف ہے جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر سونے کے پانی سے نہایت اعلیٰ درجے کے نقش ونگار کئے گئے ہیں۔ یہ بے حد خوبصورت اور صنعت کا بہترین نمونہ ہے، اسے ترکی سلطان مراد ثالث مرحوم نے ۹۹۸ھ میں حرم کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا تھا یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر رکھا تھا حرم شریف کے فرش مبارک پر انواع واقسام کے بیش قیمت سجاوے بچھے ہوئے ہیں، قالین بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں بالخصوص روضہ شریف میں تو بیش قیمت اشیاء کی کثرت ہے۔ حرم شریف کے پانچ دروازے ہیں۔ صدر دروازے باب الاسلام اور باب الرحمۃ دونوں مغرب کی طرف ہیں۔ باب مجیدی شمال کی جانب، باب النساء اور باب جبرائیل دونوں مشرق کی طرف ہیں عشاء کے بعد ان دروازوں کو بند کر کے قفل لگا دیا جاتا ہے۔ پھر تہجد کی اذان کے وقت کھول دیا جاتا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ چلا آ رہا ہے۔

موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے حرم مسجد نبوی کی توسیع اس قدر کی ہے کہ بیک وقت ہزاروں نمازی نماز ادا کرتے ہیں اور تعمیر جدید پر کروڑہا روپیہ بڑی فراخدلی کے ساتھ خرچ کر کے نہ صرف مسجد نبوی بلکہ اطراف کے جملہ علاقے کو وسیع تر بنا کر صفائی ستھرائی کا ایسا نادر نمونہ پیش کیا ہے کہ دیکھ کر دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ پاک اس حکومت کو دشمنوں کی نظر بد سے بچائے اور خدمت حرمین شریفین کے لئے ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔

گنبد خضرا کے حالات: نبی کریم ﷺ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں انتقال فرمایا، اسی جگہ لحد شریف میں آپ کے جسم اطہر کو لٹایا گیا ہے، آپ کا سر مبارک بجانب مغرب اور روئے مبارک بجانب جنوب ہے، زمین کا یہ ٹکڑا بھی اپنی سعادت ابدی پر جتنا ناز کرے بجا ہے۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳ھ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ نبی کریم ﷺ کی پشت کی جانب دفن کئے گئے۔ ان کا سر نبی کریم ﷺ کے شانہ مبارک کے مقابل یعنی قریب ایک فٹ نیچے سرکا ہوا رہا، پھر ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو بدھ کے روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ باجازت صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں دفن ہوئے، آپ کا سر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ کے مقابل یعنی ذرا نیچے سرکا ہوا رہا۔

عہد فاروقی میں حجرہ شریفہ کی دیواریں سابق بنیادوں پر دوبارہ کچی اینٹوں سے بنوادی گئی تھیں۔ علامہ سمہودی نے پیمائش بھی کی ہے، جنوبی دیوار اندر سے ۲/۳-۱۰ ہاتھ، شمالی: ۱۳/ ۵-۱۱ ہاتھ، مشرقی و غربی ہر دو دیواریں ۸/ ۵-۱۷ اونچائی ۱۵ ہاتھ تھی۔ پھر امیر مدینہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حجرہ شریف کو بحالہا قائم رکھا اور اس کے گرد بہت عمیق بنیادیں کھود کر پتھر کی ایک مخمس دیوار قائم کر دی، حجرہ شریفہ کی چھت لکڑی کی بنادی اور اوپر تلے تختوں کو کیلوں سے جڑ دیا، اس کے اوپر موم جامہ بچھا دیا تا کہ بارش کا پانی اندر نہ جائے نہ چھت پر اثر کرے، بعد میں سلاطین اسلام نے اس کی حفاظت و مرمت کے لئے بہت کچھ تجدید و اصلاح کی۔ ۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین زنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگ عظیم میں مشغول تھا خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ دو گربہ چشم آدمیوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں: "انجدنی وانقذنی من هذين" چونک کر سلطان کی آنکھ کھل گئی اور فوراً تیز رو سانڈنیاں منگا کر چند ہمراہی ساتھ لئے۔ نہ دن دیکھا نہ رات۔ رواں دواں سولہ دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور جتنے بھی بیرونی باشندے مدینہ میں مقیم تھے سب کی دعوت کی یہ میدان اب بھی دار الضیافۃ کے نام سے مشہور ہے، سلطان نے ان پر ایک گہری نگاہ ڈالی مگر وہ دو شخص نظر نہ آئے جو خواب میں دکھائے گئے تھے، پوچھا کیا اور کوئی بھی باقی ہے؟ معلوم ہوا کہ دو مغربی درویش گوشہ نشین باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ بلوائے گئے ان کو دیکھتے ہی سلطان نے پہچان لیا کہ انہیں کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ ان کو لئے ہوئے سلطان ان کی قیام گاہ پر آیا دیکھا کہ ادھر ادھر چند کتابیں پڑی ہوئی ہیں زمین پر ایک معمولی ٹاٹ پڑا اور اس پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے اور چند برتن رکھے ہیں جن میں کچھ اناج ہے۔ بادشاہ خاموش سوچ رہا تھا کہ خواب کا کیا مقصد ہے، حیران تھا کچھ سمجھ نہ سکا دفعتاً اس کے قلب میں القا ہوا اور اس نے بچھا ہوا ٹاٹ اور مصلیٰ اٹھالیا۔ دیکھا تو اس کے نیچے گڑھا ہے جس پر پتھر رکھا ہوا ہے پتھر اٹھایا تو دیکھا کہ گھونس کی طرح سرنگ کھودی گئی ہے اور وہ سرنگ اندر ہی اندر جسم انور کے قریب پہنچ گئی ہے۔

یہ دیکھ کر سلطان رحمۃ اللہ علیہ غصہ سے لرزنے لگا اور سختی سے تفتیش حال کرنے لگا، آخر دونوں نے اقرار کیا کہ وہ نصرانی ہیں جو اسلامی وضع میں یہاں آئے ہیں اور ان کے عیسائی بادشاہ نے جسد محمدی ﷺ نکال لانے کے لئے ان کو بھیجا ہے۔ ان حالات کو سن کر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب کیفیت ہوئی وہ تھر تھر کانپنے اور رونے لگا۔ آخر ان دونوں کو اپنے سامنے قتل کرا دیا اور مخمس دیوار کے گرداگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر لاکھوں من سیسہ پگھلوا کر اس میں ڈلوایا اور سطح زمین تک سیسہ کی ایک زمین دوز ٹھوس دیوار قائم کر دی کہ رخ جسد مطہر تک کوئی دشمن رسائی نہ پا سکے۔

سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں قبہ شریف میں کچھ شگاف آ گیا تھا چنانچہ ۱۲۳۳ھ میں سلطان نے اس کی تجدید کرائی اوپر کا حصہ اتار کر از سر نو تعمیر کیا گیا اور اس پر گہرا سبز روغن پھیرا گیا جس کی وجہ سے اس کا نام قبہ خضرا ہوا اس کے بعد دھوپ اور بارش سے جب اس کا رنگ ہلکا ہوا تو یہی سبز رنگ کا روغن چڑھا کر اس کو پختہ اور روشن کیا جاتا رہا۔ دیوار مخمس کے گرداگرد محرابوں میں جالیاں لگی ہوئی ہیں، یہ جالیاں ۸۸۸ھ میں سلطان قاطبائی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے محمل مصری کے ساتھ ستر اونٹوں پر لد کر آئیں، جالی کے ساتھ دنیا کا وہ بے مثل مصحف بھی مستقل ایک اونٹ پر محمول ہو کر آیا تھا جو شاہین نوری خوشنویس نے لکھا تھا، جالیدار مقصورہ اور دائرہ مخمس کے درمیان ہر چار طرف سات اور دس فٹ کے درمیان برآمدہ چھٹا ہوا

ہے جس پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔

مواجہ شریف میں پیتل کی جالی لگی ہوئی ہے، باقی تین طرف تانبہ اور اس پر گہرا پختہ سبز روغن چڑھا ہوا ہے اس کا نام شباک ہے، یہ بشکل مستطیل ہے اور اس کا جنوبی وشمالی ہر ضلع ساڑھے سترہ گز اور شرقی وغربی ضلع ساڑھے سولہ گز ہے، یہ شباک مع اپنے اندرون کے مقصورہ کہلاتا ہے۔ اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد۔ موجودہ حکومت سعودیہ عربیہ نے ان تمام حصوں کے استحکام میں جس قدر کوششیں کی ہیں بلکہ سارے شہر مدینہ کی ترقی اور آبادی کے لیے جو مساعی کام میں لائی جارہی ہیں ان کی تفصیلات کے لیے یہاں موقع نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اس حکومت نے خدمت حرمین شریفین کا حق ادا کر دیا ہے مدینہ منورہ سے متصل ہی ایک بڑا زبردست دارالعلوم جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ کے نام قائم کیا ہے، جس میں تمام دنیائے اسلام کے سینکڑوں نوجوان حکومت سعودیہ کے خرچ پر تحصیل علوم کے اندر مشغول ہیں۔ اللہ پاک اس حکومت کی ہمیشہ مدد فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ مستحکم کرے۔ موجودہ شاہ فیصل کی عمر دراز کرے جو حرمین شریفین کی خدمت کے لئے جملہ وسائل ممکنہ وقف کئے ہوئے ہیں۔ اللھم ایدہ بنصرہ العزیز۔ آمین

بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

باب: مدینہ کی فضیلت اور بے شک مدینہ (برے) آدمیوں کو نکال کر باہر کر دیتا ہے

١٨٧١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ، سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ. وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ)). [مسلم: ٣٣٥٣]

(١٨٧١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو الحباب سعید بن یسار سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ایک ایسے شہر (میں ہجرت) کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا لے گا۔ (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔''

تشریح: امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں سے ایک مشہور ترین امام ہیں، جو انس بن مالک بن ابی عامر کے بیٹے اور اصبحی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ میں بعمر ۸۴ سال ۱۷۹ھ میں وفات پائی، آپ نہ صرف حجاز کے امام تھے بلکہ حدیث وفقہ میں تمام مسلمانوں کے مقتدا تھے آپ کے فخر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے زہری، یحییٰ بن سعید، نافع، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ، یزید بن اسلم، ربیعہ بن ابو عبدالرحمن اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے اس قدر مخلوق نے روایت کی جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے شاگرد پورے ملک کے امام بنے جن میں امام شافعی، محمد بن ابراہیم بن دینار، ابو ہاشم عبدالعزیز بن ابی حازم شامل ہیں جو اپنے علم وعمل کے لحاظ سے آپ کے شاگردوں میں بے نظیر مانے گئے ہیں علاوہ ازیں معین بن عیسیٰ، یحییٰ بن یحییٰ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، عبداللہ بن وہب جیسے لوگوں کا شمار نہیں یہی امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین محدثین کرام کے اساتذہ ہیں۔ جب حدیث کا درس دیتے تو وضو فرما کر مسند پر تشریف لاتے داڑھی میں کنگھا کرتے، خوشبو استعمال فرماتے اور نہایت باوقار اور پر ہیئت ہو کر بیٹھتے اور فرمایا کرتے کہ میں یہ اہتمام حدیث نبوی کی عظمت کرنے کے لئے کرتا ہوں۔ ابو عبداللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں، لوگ اردگرد ہیں اور امام مالک نبی کریم ﷺ کے سامنے مؤدبانہ کھڑے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے مشک کا ڈھیر رکھا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر وہ مشک عنبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دے رہے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے لوگوں پر چھڑک رہے ہیں۔ مطرف نے کہا کہ میں نے اس کی تعبیر علم حدیث کی خدمت اور اتباع سنت سمجھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے دروازے پر کچھ خراسان کے گھوڑوں کی جماعت اور کچھ مصر کے خچروں کے غول دیکھے جن سے بہتر میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں نے امام سے عرض کیا کہ یہ کیسے اچھے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ! یہ تمام میری جانب سے آپ کے لئے تحفہ ہیں، قبول فرمائیے۔ میں نے گزارش کی اپنی سواری کے لئے کوئی جانور رکھ لیجئے جواب دیا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین کو رسول اللہ ﷺ کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہے اسے کسی جانور کے کھروں سے روند کر گزروں۔ آپ کے مناقب کے لئے دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔ آمین

بَابٌ: الْمَدِينَةُ طَابَةٌ

باب: مدینہ کا ایک نام طابہ بھی ہے

١٨٧٢ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ تَبُوكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((هَذِهِ طَابَةٌ)).

(۱۸۷۲) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا ان سے عباس بن سہل بن سعد نے اور ان سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ واپس ہوتے ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ طابہ آ گیا۔"

[راجع: ١٤٨١] [مسلم: ٣٣٧١؛ ابوداود: ٣٠٧٩]

تشریح: طاب اور طیب دونوں مدینۃ المنورہ کے نام ہیں جو لفظ طیب سے مشتق ہیں جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں یعنی یہ شہر ہر لحاظ سے پاکیزہ ہے۔ یہ اسلام کا مرکز ہے، یہاں پیغمبر اسلام ہادی اعظم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ حکومت سعودیہ عربیہ ایدها الله تعالیٰ نے اس شہر کی صفائی ستھرائی پاکیزگی آبادکاری میں وہ خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار عالم رہیں گی۔

بَابُ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ

باب: مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان

١٨٧٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ)).

(۱۸۷۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں سعید بن مسیب نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے بیچ میں حرم ہے۔"

[راجع: ١٨٦٩] [مسلم: ٣٣٣٢؛ ترمذي: ٣٩٢١]

تشریح: وہاں شکار جائز نہیں۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ مدینہ حرم ہے۔ تعجب ہے ان حضرات پر جو مدینہ کے حرم ہونے کا انکار کرتے ہیں جب کہ حرم مدینہ کے متعلق صراحت کے ساتھ کتنی ہی احادیث نبویہ موجود ہیں۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ

باب: جو شخص مدینہ سے نفرت کرے

١٨٧٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِي ـ يُرِيدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ـ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ، يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وُحُوشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوهِهِمَا)). [مسلم: ٣٣٦٧]

(۱۸۷۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیّب نے خبر دی، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''تم لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں چھوڑ جاؤ گے پھر وہ ایسا اجاڑ ہو جائے گا کہ پھر وہاں وحشی جانور، درند اور پرند بسنے لگیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریوں کو ہانک لے جائیں لیکن وہاں انہیں صرف وحشی جانور نظر آئیں گے آخر ثنیۃ الوداع تک جب پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔''

تشریح: یہ پیش گوئی قرب قیامت سے متعلق ہے۔ ہر کمالے رازوالے اصول قدرت ہے۔ تو قرب قیامت ایسا ہونا بھی بعید نہیں ہے اور فرمان نبوی ﷺ اپنی جگہ بالکل حق ہے۔

١٨٧٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ، فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الشَّأْمُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ، فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّونَ فَيَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِيهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ، وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)). [مسلم: ٣٣٦٤]

(۱۸۷۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ''یمن فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جوان کی بات مان جائیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن کو) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ اپنی سواریوں کو شہر دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جوان کی بات مانیں گے انہیں اپنے ساتھ (واپس شام) لے جائیں گے، کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور جوان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر تھا۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ کی بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی، مدینہ ایک مدت تک ایران، عرب، مصر اور شام توران کا پایہ تخت رہا اور خلفائے راشدین

نے مدینہ میں رہ کر دور دور اطراف عالم میں حکومت کی، پھر بنو امیہ نے اپنا پایہ تخت شام کو قرار دیا اور عباسیہ کے وقت میں بغداد اسلام کی راجدھانی قرار پایا۔ آخری خلیفہ معتصم باللہ ہوا اور اس کے زوال سے اسلامی خلافت مٹ گئی مسلمان گروہ گروہ تقسیم ہو کر ہر جگہ مغلوب ہو گئے، اب تک یہی حال ہے کہ عربوں کی ایک بڑی تعداد ہے، ان کی حکومتیں ہیں، باہمی اتحاد نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر یہود قابض ہیں۔

"انا لله وانا اليه راجعون۔ اللهم انصر الاسلام والمسلمين واخذل الكفرة والفجرة واليهود والملحدين۔" آمین

بَابٌ: الْإِيمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ

باب: اس بارے میں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ آئے گا

١٨٧٦۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا)). [مسلم: ٣٧٤؛ ابن ماجه: ٣١١١]

(۱۸۷۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجایا کرتا ہے۔"

تشریح: اسی طرح اخیر زمانہ میں سچے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چلے جائیں گے۔ حافظ نے کہا یہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانوں میں تھا، قیامت کے قریب پھر ایسا ہی دور پلٹ کر آئے گا۔ ذالك على الله بعزيز۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

باب: جو شخص مدینہ والوں کو ستانا چاہے اس پر کیا وبال پڑے گا

١٨٧٧۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ، عَنْ جُعَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ سَعْدًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ)). [مسلم: ٣٣٦١]

(۱۸۷۷) ہم سے حسین بن حریث نے بیان کیا، کہا ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں جعید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ بنت سعد نے فرمایا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: "اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جایا کرتا ہے۔"

بَابُ آطَامِ الْمَدِينَةِ

باب: مدینہ کے محلوں کا بیان

١٨٧٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا

(۱۸۷۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن

سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، قال سَمِعْتُ أُسَامَةَ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)). تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [أطرافه في: ٢٤٦٧، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠] [مسلم: ٧٢٤٥، ٧٢٤٦]

عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا: ''جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تمہیں بھی نظر آ رہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' اس روایت کی متابعت معمر اور سلیمان بن کثیر نے زہری کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: یہ دیکھنا بطریق کشف کے تھا اس میں تاویل کی ضرورت نہیں اور آپ کا یہ فرمانا پورا ہوا کہ مدینہ ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے پھر یزید کی طرف سے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ پر کیا کیا آفتیں آئیں۔

بَابٌ: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ

باب: دجال مدینہ میں نہیں آ سکے گا

١٨٧٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ)). [طرفاه في: ٧١٢٥، ٧١٢٦]

(۱۸۷۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ان کے دادا نے اور ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ پر دجال کا رعب بھی نہیں پڑے گا اس دور میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔''

تشریح: یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی کہ زمانہ نبوی میں نہ مدینہ کی فصیل تھی نہ اس میں دروازے۔ اب فصیل بھی بن گئی ہے اور سات دروازے بھی ہیں پیش گوئی کا باقی حصہ آئندہ بھی صحیح ثابت ہوگا حکومت سعودیہ خلدها الله تعالیٰ نے اس پاک شہر کو جو رونق اور ترقی دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اللہ پاک اس حکومت کو ہمیشہ قائم رکھے آمین۔ حال ہی میں زیارت مدینہ سے مشرف ہو کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔

١٨٨٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ)). [طرفاه في: ٥٧٣١، ٧١٣٣] [مسلم: ٣٣٥٠]

(۱۸۸۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نعیم بن عبداللہ المجمر نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں، نہ اس میں طاعون آ سکتا ہے نہ دجال۔''

تشریح: یعنی عام طاعون جس سے ہزاروں آدمی مرجاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے مدینہ منورہ کو ان آفتوں سے محفوظ رکھا ہے۔

١٨٨١ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَدِيْثًا طَوِيْلاً عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ: ((يَأْتِي الدَّجَّالُ- وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ- بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِيْنَةِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ، هُوَ خَيْرُ النَّاسِ- أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ- فَيَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَدِيْثَهُ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا. فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ حِيْنَ يُحْيِيْهِ: وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ: أَقْتُلُهُ. فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ)). [طرفه في: ٧١٣٢] [مسلم: ٧٣٧٥، ٧٣٧٦]

(۱۸۸۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی، آپ نے اپنی حدیث میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "دجال مدینہ کی ایک کھاری شور زمین تک پہنچے گا اس پر مدینہ میں داخلہ تو حرام ہوگا۔ (مدینہ سے) اس دن ایک شخص اس کی طرف نکل کر بڑھے گا۔ یہ لوگوں میں ایک بہترین نیک مرد ہوگا یا (یہ فرمایا کہ) بزرگ ترین لوگوں میں سے ہوگا وہ شخص کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی دجال کہے گا کیا میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر ڈالوں تو تم لوگوں کو میرے معاملہ میں کوئی شبہ رہ جائے گا؟ اس کے حواری کہیں گے نہیں، چنانچہ دجال انہیں زندہ کر دے گا تو وہ بندہ کہے گا بخدا اب تو مجھ کو پورا حال معلوم ہوگیا کہ تو ہی دجال ہے۔ دجال کہے گا: لاؤ اسے پھر قتل کر دوں لیکن اس مرتبہ وہ قابو نہ پا سکے گا۔"

تشریح: یعنی خود دجال اپنی ذات سے ہر بڑے شہر میں داخل ہوگا، امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مشکل معلوم ہوا کہ دجال ایسی تھوڑی مدت میں دنیا کے ہر شہر میں داخل ہو تو انہوں نے یوں تاویل کی کہ دجال داخل ہونے سے اس کے اتباع اور جنود کا داخل ہونا مراد ہے۔ قسطلانی نے کہا ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر خیال نہیں کیا جو صحیح مسلم میں ہے کہ دجال کا ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر ہوگا۔ (وحیدی) میں کہتا ہوں کہ آج کے دجال عصری ایجادات کے ذریعہ چند گھنٹوں میں ساری دنیا کا چکر کاٹ لیتے ہیں، پھر حقیقی دجال جس زمانے میں آئے گا اس وقت اللہ جانے ایجادات کا سلسلہ کہاں تک پہنچ جائے گا لہٰذا تھوڑی سی مدت میں اس کا تمام شہروں میں پھر جانا کوئی بعید امر نہیں ہے۔

١٨٨٢ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ، يَحْرُسُوْنَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ

(۱۸۸۲) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ولید نے بیان کیا، ان سے ابوعمرو اوزاعی نے بیان کیا، ان سے اسحاق نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی ایسا شہر نہیں ملے گا جسے دجال پامال نہ کرے گا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستے پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو

الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ)) . [أطرافه في: ٧١٢٤، ٧١٣٤، ٧٤٧٣] [مسلم: ٧٣٩٠]

اللہ تعالیٰ اس میں سے باہر کر دے گا۔''

تشریح: حقیقت میں دجال کی یہ مجال نہیں کسی کو مار کر پھر زندہ کر سکے، یہ تو خاص صفت الٰہی ہے مگر اللہ پاک ایمان والوں کو آزمانے کے لئے دجال کے ہاتھ پر یہ نشانی ظاہر کر دے گا۔ نادان لوگ دجال کی خدائی کے قائل ہو جائیں گے لیکن جو سچے ایمان دار ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو پہچانتے ہیں وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ اس کے کافر دجال ہونے پر ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا۔

بَابٌ: الْمَدِينَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

باب: مدینہ برے آدمی کو نکال دیتا ہے

١٨٨٣ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُومًا، فَقَالَ: أَقِلْنِي، فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ: ((الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ، تَنْفِي خَبَثَهَا، وَتَنْصَعُ طَيِّبَهَا)). [أطرافه في: ٧٢٠٩، ٧٢١١، ٧٢١٦، ٧٣٢٢]

(١٨٨٣) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میری بیعت کو توڑ دیجئے! تین بار اس نے یہی کہا، آپ ﷺ نے انکار کیا پھر فرمایا: ''مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر کے خالص جوہر کو نکھار دیتی ہے۔''

تشریح: حافظ نے کہا کہ اس گنوار کا نام مجھے معلوم نہیں اور زمخشری نے غلطی کی جو اس کا نام قیس بن ابی حازم بتایا وہ تو تابعی ہیں۔

١٨٨٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ يَزِيدَ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ: لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَتْ: فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ. وَقَالَتْ: فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ. فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ﴾ [النساء: ٨٨] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ)). [طرفاه في: ٤٠٥٠، ٤٥٨٩] [مسلم: ٣٣٥٥؛ ترمذي: ٣٠٢٨]

(١٨٨٤) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ احد کے لیے نکلے تو جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔ یہ (منافقین تھے) پھر بعض نے تو یہ کہا کہ ہم چل کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ قتل نہ کرنا چاہئے اس پر آیت نازل ہوئی ﴿فمالكم فى المنافقين فئتين﴾ الخ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ (برے) لوگوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ میل کچیل دور کر دیتی ہے۔''

بَابٌ

باب

١٨٨٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ)). تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُوْنُسَ. [مسلم: ٣٣٢٦]

(۱۸۸۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے یونس سے سنا انہوں نے ابن شہاب سے بیان کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! جتنی مکہ میں برکت عطا فرمائی ہے مدینہ میں اس سے دوگنی برکت کر۔'' جریر کے ساتھ اس روایت کی متابعت عثمان بن عمر نے یونس کے واسطہ کے ساتھ کی ہے۔

١٨٨٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ، فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ، حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا. [راجع: ١٨٠٢] [ترمذي: ٣٤٤١]

(۱۸۸۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرما دیتے اور اگر کسی جانور کی پشت پر ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ مکی تھے آپ کا آبائی وطن مکہ تھا مگر مدینہ تشریف لے جانے کے بعد آپ نے اسے اپنا حقیقی مستقر بنالیا اور اس کی آبادی وترقی میں اس قدر کوشاں ہوئے کہ اہل مدینہ کے رگ وریشہ میں آپ کی محبت بس گئی اور اہل مدینہ اوس اور خزرج نے کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ آپ ایک دوسری جگہ کے باشندے ہیں اور مہاجر کی شکل میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی اقتدا میں جس ملک میں بھی گئے۔ اسی کے باشندے ہو گئے اور اس ملک میں اپنی مساعی سے چار چاند لگا دیئے اور ہمیشہ کے لئے اسی ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ ایسے صدہا نمونے آج بھی موجود ہیں۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ

باب: مدینہ کا ویران کرنا نبی اکرم ﷺ کو ناگوار تھا

١٨٨٧۔ حَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوْا، إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ، وَقَالَ: ((يَا بَنِي سَلِمَةَ! أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ؟)) فَأَقَامُوا. [راجع: ٦٥٥]

(۱۸۸۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے خبر دی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنوسلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجد نبوی سے قریب اقامت اختیار کر لیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بنوسلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟'' چنانچہ بنوسلمہ نے (اپنی اصلی اقامت گاہ ہی میں) رہائش باقی رکھی۔

تشریح: آپ کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی سب طرف سے قائم رہے اور اس میں ترقی ہوتی جائے تاکہ کافروں اور منافقوں پر رعب پڑے،

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مدینہ کی اقامت ترک کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے بلکہ یہ اس مسلمان کی عین سعادت ہے جس کو وہاں اطمینان کے ساتھ سکونت مل جائے۔

بَابٌ

باب

١٨٨٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)). [راجع: ١١٩٦]

(۱۸۸۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔''

تشریح: گھر سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے، جہاں آپ آرام فرما ہیں۔ ابن عساکر کی روایت میں یوں ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان ایک کیاری ہے جنت کی کیاریوں میں سے۔ اور طبرانی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکلا اس میں بھی قبر کا لفظ ہے اللہ پاک نے آپ کو پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا تھا کہ آپ اس حجرہ میں قیامت تک آرام فرمائیں گے۔ بیان کردہ مبارک قطعہ حقیقتاً جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ بعض نے کہا اس کی برکت اور خوبی کی وجہ سے مجازاً ایسا کہا گیا یا اس لئے کہ وہاں عبادت کرنا خصوصی طور پر دخول جنت کا ذریعہ ہے منبر کے بارے میں جو فرمایا قدرت خداوندی سے یہ بھی بعید نہیں کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر اس منبر کو دوبارہ مہیا کر کے آپ کے لئے رکھ دیا جائے۔ (واللہ اعلم بمرادہ) باب کا مقصد یہاں سکونت مدینہ کی ترغیب دلانا ہے۔

١٨٨٩ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ يَقُولُ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

(۱۸۸۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوئے تو یہ شعر پڑھتے۔

''ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے جبکہ اس کی موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے:

''کاش! میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں۔
کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پہاڑوں) کو دیکھ سکتا۔''

[قَالَ:] اللَّهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ ابْنَ رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَفِي مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ)). قَالَتْ: وَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللَّهِ. قَالَتْ: فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِي نَجْلاً. يَعْنِي ماءً آجِنًا. [أطرافه في: ٣٩٢٦، ٥٦٥٤، ٥٦٧٧، ٦٣٧٢] [مسلم: ٣٣٤٢]

کہا کہ اے میرے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف مردودوں پر لعنت کر۔ انہوں نے ہمیں اپنے وطن سے اس وبا کی زمین میں نکالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اور مدینہ کی آب و ہوا ہمارے لیے صحت خیز کر دے یہاں کے بخار کو جحفہ میں بھیج دے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آگئے تو یہ اللہ کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ انہوں نے کہا مدینہ میں بطحان نامی ایک نالہ سے ذرا ذرا بدمزہ اور بدبودار پانی بہا کرتا تھا۔

تشریح: وطن سے محبت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے، صحابہ کرام مہاجرین رضی اللہ عنہم اگرچہ برضا ورغبت اللہ ورسول اللہ ﷺ کی رضا کی خاطر اپنے وطن، اپنے گھر در سب کو چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے، مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لئے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لئے ناسازگار تھا، خاص طور پر مدینہ کی آب وہوا ان دنوں ان کے موافق نہ تھی۔ اسی لئے وہ بخار میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دردانگیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پہاڑ حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ذکر کردہ جلیل اور اذخر دو قسم کی گھاس ہیں جو اطراف مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل کے فاصلے پر دو پہاڑ ہیں۔ مجنہ مکہ سے چند میل مرالظہر ان کے قریب ایک مقام ہے جہاں کا پانی بے حد شیریں ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں ان ہی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے۔

الا ليت شعرى هل ابيتن ليلة
کاش! پھر مکہ کی وادی میں رہوں میں ایک رات

بواد وحولى اذخر وجليل
سب طرف میرے آگے ہوں واں جلیل اذخر نبات

وهل اردن يوما مياه مجنة
اور پیئوں پانی مجنہ کے جو آب حیات

وهل يبدون لى شامة وطفيل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طفیل

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب وہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شہر بن گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکار دو عالم رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سچ ہے۔

اخترت بين اماكن الغبراء دار الكرامة بقعة الزوراء (ﷺ)

١٨٩٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِي فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ﷺ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ: عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ، يَقُوْلُ: نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ: عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ حَفْصَةَ: سَمِعْتُ عُمَرَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ كَذَا قَالَ رَوْحٌ عَنْ أُمِّهِ.

(١٨٩٠) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے خالد بن یزید نے، ان سے سعید بن ابی ہلال نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مقدر کر دے۔
ابن زریع نے روح بن قاسم سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے اپنی والدہ سے، انہوں نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سنا تھا، ہشام نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا پھر یہی حدیث روایت کی۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسی طرح روح نے اپنی والدہ سے بیان کیا ہے۔

تشریح: اللہ پاک نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہر دو دعاؤں کو قبول فرمایا، ٢٦ ذی الحجہ ٢٣ھ بدھ کا دن تھا کہ فجر میں آپ امامت کرا رہے تھے ظالم ابولولو مجوسی نے آپ کو زہر آلود خنجر مارا، زخم کاری تھا چند دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور یکم محرم ٢٤ھ بروز ہفتہ تدفین عمل میں آئی۔ اللہ پاک نے آپ کی دوسری دعا بھی اس شان کے ساتھ قبول فرمائی کہ عین حجرہ نبوی پہلوئے رسالت مآب ﷺ میں دفن کیے گئے: ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (٥٧/ الحدید:٢١)

الحمد للہ بے حد خوشی کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ١٣٨٩ھ میں مجھ کو تیسری مرتبہ پھر یہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور بار بار نبی کریم ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھنے کے مواقع نصیب ہوئے، یہ سفر بنگلور کے ایک مشہور محترم مرحوم بھائی محمد علی عرف بلاری پیارو قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے بدل کے سلسلہ میں کیا گیا اللہ پاک اسے قبول فرمائے۔ اور مرحوم کے لئے اجر و ثواب ثابت فرمائے اور میرے لئے اور میری آل و اولاد کے لئے بھی اس مبارک سفر کی دعاؤں کے نتیجہ میں ترقیات دارین عطا فرمائے اور میرے ان جملہ محترم بھائیوں کے لئے بھی جو یہ سلسلہ بخاری شریف مترجم اردو مجھے اپنے ہر ممکن تعاون سے نواز رہے ہیں، اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سارے مسلمانان عالم کو سربلندی و رفعت عطا کرے۔

(آمین یا رب العالمین)

ابواب العمرۃ ختم شدہ بفضلہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصَّوْمِ

روزے کے مسائل کا بیان

تشریح: صوم لغت میں روکنے کو کہتے ہیں، شرعاً ایک عبادت کا نام ہے جس میں ایک مسلمان مرد وعورت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رک جاتا ہے، سال میں ایک مہینہ ایسا روزہ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، عورتوں کے لئے اور مریض مسافر کے لئے کچھ رعایت ہے جو مذکور ہوں گی۔ اس مہینہ کو رمضان کہا جاتا ہے جو رمض سے مشتق ہے جس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا اس لئے لفظ رمضان سے موسوم ہوا۔ بعض نے کہا اس ماہ روزہ رکھنے والوں کے گناہ جل جاتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ مجتہد اعظم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں آیت قرآنی لائے ہیں۔ جو شخص رمضان کے روزوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ بالاتفاق کافر ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " الصيام في اللغة الامساك وفي الشرع امساك مخصوص في زمن مخصوص بشرائط مخصوصة وكان فرض صوم شهر رمضان في السنة الثانية من الهجرة" (نیل) یعنی روزہ لغت میں رک جانا اور شریعت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک مخصوص وقت میں مخصوص طور پر رک جانا اور ماہ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔

بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾. [البقرة:١٨٣]

١٨٩١ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا، جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)). فَقَالَ: أَخْبِرْنِيْ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟ فَقَالَ: ((شَهْرَ رَمَضَانَ،

باب: رمضان کے روزوں کی فرضیت کا بیان

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم گناہوں سے بچو۔"

(۱۸۹۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابوسہیل نے، ان سے ان کے والد مالک نے اور ان سے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا یا رسول اللہ! بتایئے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو۔" پھر اس نے کہا بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے کتنے فرض کئے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کے مہینے کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی

إِلاَّ أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)) فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ قَالَ: فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِشَرَائِعَ الإِسْلَامِ. فَقَالَ: وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا، وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ، أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ)). [راجع: ٤٦]

روزے اور بھی رکھ لو۔'' پھر اس نے پوچھا اور بتایئے زکوٰۃ کس طرح مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے شرع اسلام کی باتیں بتادیں۔ جب اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ مراد کو پہنچا، یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔''

تشریح: اس دیہاتی کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا، اس حدیث سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقصد کے تحت یہاں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس دیہاتی نے نفلوں کا انکار نہیں کیا، کمی یا بیشی نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مستحق بشارت نبوی ﷺ ہوا۔

١٨٩٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ. وَكَانَ عَبْدُاللَّهِ لَا يَصُوْمُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ. [طرفاه في: ٢٠٠٠، ٤٥٠١]

(۱۸۹۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا تھا اور آپ نے اس کے رکھنے کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو آغاز اسلام میں حکم دیا تھا، جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کا روزہ بطور فرض چھوڑ دیا گیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کا دن ہی یوم عاشورہ آن پڑتا۔

تشریح: یعنی جس دن ان کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی مثلاً پیر یا جمعرات اور اس دن عاشورا کا دن بھی آپڑتا تو روزہ رکھ لیتے تھے۔ یوم عاشورہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، یہ قدیم زمانے سے ایک تاریخی دن چلا آ رہا ہے۔

١٨٩٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ، أَنَّ عِرَاكَ ابْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا، كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، ثُمَّ أَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ)). [راجع: ١٥٩٢] [مسلم: ٢٦٤٣]

(۱۸۹۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے اور ان سے عراک بن مالک نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دن روزہ کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا جی چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔''

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

باب: روزہ کی فضیلت کا بیان

١٨٩٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ. مَرَّتَيْنِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصِّيَامُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا)). [أطرافه في: ١٩٠٤، ٥٩٢٧، ٧٤٩٢، ٧٥٣٨] [مسلم: ٢٣٦٣]

(١٨٩٤) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے، اس لئے (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے تو اس کا جواب صرف یہ ہونا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں، (یہ الفاظ) دو مرتبہ (کہہ دے) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بندہ اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوات میرے لئے چھوڑتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (دوسری) نیکیوں کا ثواب بھی اصل نیکی کے دس گنا ہوتا ہے۔''

تشریح: جہالت کی باتیں مثلاً: ٹھٹھا مذاق، بیہودہ گوئی، جھوٹ اور لغو باتیں اور چیخنا چلانا، غل مچانا۔ سعید بن منصور کی روایت میں یوں ہے کہ فحش نہ بکے نہ کسی سے جھگڑے۔ ابوالشیخ نے ایک ضعیف حدیث میں نکالا کہ روزہ دار جب قبروں میں سے اٹھیں گے تو اپنے منہ کی بو سے پہچان لئے جائیں گے اور ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ابن علام نے کہا کہ دنیا ہی میں روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ریا و نمود کو دخل نہیں ہوتا۔ آدمی خالص اللہ ہی کے ڈر سے اپنی تمام خواہشیں چھوڑ دیتا ہے۔ اس وجہ سے روزہ خاص اس کی عبادت ہے اور اس کا ثواب بہت ہی بڑا ہے بشرطیکہ روزہ حقیقی روزہ ہو۔

بَابٌ: اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

باب: روزہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے

١٨٩٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَامِعٌ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: مَنْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ)). قَالَ: لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ، إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ.

(١٨٩٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے جامع بن راشد نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''انسان کے لئے اس کے بال بچے، اس کا مال اور اس کے پڑوسی فتنہ (آزمائش و امتحان) ہیں جس کا کفارہ نماز روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا میری مراد تو اس فتنہ سے ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈ آئے

قَالَ: إِنَّ دُوْنَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ؟ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَعَمْ، كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ. [راجع: ٥٢٥]

گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، (یعنی آپ کے دور میں وہ فتنہ شروع نہیں ہوگا) عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھل جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ توڑ دیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو پائے گا۔ ہم نے مسروق سے کہا آپ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے، چنانچہ مسروق نے پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں! بالکل اس طرح (انہیں علم تھا) جیسے رات کے بعد دن کے آنے کا علم ہوتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نماز کے ساتھ روزہ کو بھی گناہوں کا کفارہ کہا گیا ہے یہی باب کا مقصد ہے، یہاں جن فتنوں کی طرف اشارہ ہے ان سے وہ فتنے مراد ہیں جو خلافت راشدہ ہی میں شروع ہو گئے تھے اور آج تک ان فتنوں کے خطرناک اثرات امت میں افتراق کی شکل میں باقی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست کی بنا پر جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔

اللهم صل وسلم على حبيبك وعلى صاحبيه واغفرلنا وارحمنا يا ارحم الراحمين۔

بَابٌ: الرَّيَّانُ لِلصَّائِمِيْنَ

باب: روزہ داروں کے ریان (نامی ایک دروازہ جنت میں بنایا گیا ہے)

١٨٩٦۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ: لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ)). [طرفه في: ٣٢٥٧] [مسلم: ٢٧١٠]

(١٨٩٦) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہوگا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔"

تشریح: لفظ ریان رَیٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی سیرابی کے ہیں۔ چونکہ روزہ میں پیاس کی تکلیف ایک خاص تکلیف ہے جس کا بدل ریان ہی ہو سکتا ہے جس سے سیرابی حاصل ہو اس لئے یہ دروازہ خاص روزہ داروں کے لئے ہوگا جس میں داخل ہو کر وہ سیراب اور قطعی سیراب ہو جائیں گے پھر وہ تا ابد پیاس محسوس نہیں کریں گے۔ وجعلنا الله منهم آمین۔

١٨٩٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ

(١٨٩٧) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ، هٰذَا خَيْرٌ. فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ)). فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ)). [أطرافه في: ٢٨٤١، ٣٢١٦، ٣٦٦٦] [مسلم: ٢٣٧١؛ ترمذي: ٣٦٧٤؛ نسائي: ٢٢٣٧، ٢٤٣٨، ٣١٣٥]

شہاب نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہوگا اسے ”باب ریان“ سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔“ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازہ) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔“

تشریح: اس حدیث سے جہاں اور بہت سی باتیں معلوم ہوئیں وہاں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور زبان رسالت مآب ﷺ نے ان کو اعلیٰ درجہ کا جنتی قرار دیا ہے۔ تف ہے ان لوگوں پر جو اسلام کے اس مایہ ناز فرزند کی شان میں گستاخی کریں۔ ھداھم اللہ آمین۔

بَابٌ: هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

باب: رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ اور جن کے نزدیک دونوں لفظوں کی گنجائش ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ)). وَقَالَ: ((لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ)).

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کے روزے رکھے۔“ اور آپ نے فرمایا: ”رمضان سے آگے روزہ نہ رکھو۔“

تشریح: یہ باب لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جسے ابوعدی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا ہے کہ رمضان مت کہو۔ رمضان اللہ کا ایک نام ہے، اس کی سند میں ابومعشر ہے، وہ ضعیف الحدیث ہے۔ لفظ رمضان نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شہر رمضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مہینہ کا نام لیا جا سکتا ہے ان ہر دو احادیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے۔

١٨٩٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي

(۱۸۹۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابوسہیل نافع بن مالک نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ)). [طرفاه في: ١٨٩٩، ٣٢٧٧] [مسلم: ٢٤٩٥؛ نسائي: ٢٠٩٦، ٢٠٩٧، ٢٠٩٨، ٢٠٩٩، ٢١٠٠، ٢١٠١، ٢١٠٢]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

تشریح: یہاں بھی خود نبی کریم ﷺ نے لفظ رمضان استعمال فرمایا۔ حدیث اور باب میں یہی مطابقت ہے۔

١٨٩٩۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ، مَوْلَى التَّيْمِيِّينَ: أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ)). [راجع: ١٨٩٨]

(١٨٩٩) مجھ سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ مجھے بنوتمیم کے مولیٰ ابوسہیل ابن ابی انس نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے شہر رمضان کا لفظ استعمال فرمایا اس سے باب کا مقصد ثابت ہو گیا۔

بَابُ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

باب: چاند دیکھنے کا بیان

١٩٠٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ)). وَقَالَ غَيْرُهُ: عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُونُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ. [طرفاه في: ١٩٠٦، ١٩٠٧] [مسلم: ٢٥٠٤؛ نسائي: ٢١١٩]

(١٩٠٠) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے خبر دی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''جب رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ افطار کر دو اور اگر ابر ہو تو اندازہ سے کام کرو۔'' (یعنی تیس روزے پورے کر لو) اور بعض نے لیث سے بیان کیا کہ مجھ سے عقیل اور یونس نے بیان کیا کہ ''رمضان کا چاند'' مراد ہے۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے شروع کرنے اور عید الفطر منانے ہر دو کے لئے رؤیت ہلال ضروری ہے، اگر ہر دو مرتبہ ٢٩ تاریخ میں رؤیت ہلال یقینی نہ ہو تو تیس دن پورے کرنے ضروری ہیں، عید کے چاند میں لوگ بہت سی بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں جو نہیں ہونی چاہئیں۔

بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا

باب: جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے

وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً

ساتھ ثواب کی نیت سے رکھے اس کا ثواب

وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ)).

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا: "لوگوں کو قیامت میں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔"

١٩٠١ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ٣٥] [مسلم: ١٧٨٠، ١٧٨١؛ نسائي: ٢٢٠٥]

(۱۹۰۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

تشریح: ہر عمل کے لئے نیت کا درست ہونا ضروری ہے، روزہ بھی بہترین عمل ہے۔ بشرطیکہ خلوص دل کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی نیت سے رکھا جائے اور حکم الٰہی پر یقین ہونا بھی شرط ہے کہ محض ادائیگی رسم نہ ہو پھر نہ ثواب ملے گا جو یہاں مذکور ہے۔ اس حدیث ((من صام)) الخ کے ذیل میں استاذ الکل حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ مرحوم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کے لئے یہ مقدار کافی ہے کہ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

بَابٌ: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ

باب: نبی کریم ﷺ رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے

١٩٠٢ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. [راجع: ٦]

(۱۹۰۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملتے، جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

باب: جو شخص رمضان میں جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا نہ چھوڑے

۱۹۰۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ)).

(۱۹۰۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ان کے والد کیسان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

[طرفه في: ٦٠٥٧] [مسلم: ٢٣٦٢؛ ابن ماجه: ١٦٨٩]

تشریح: معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ اور دغابازی نہ چھوڑنے والا انسان روزہ کی توہین کرتا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اس کے روزے کا کوئی وزن نہیں" قال البیضاوی لیس المقصود من شرعیة الصوم نفس الجوع والعطش بل ما یتبعه من کسر الشهوات وتطویع النفس الامارة للنفس المطمئنة فاذا لم یحصل ذالك لا ینظر الله الیه نظر القبول۔" (فتح) یعنی روزہ سے محض بھوک و پیاس مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ شہوات نفسانی کو ترک کیا جائے، نفس امارہ کو اطاعت پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ نفس مطمئنہ کے پیچھے لگ سکے۔ اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے تو اللہ پاک اس روزہ دار پر نظر قبول نہیں فرمائے گا روزہ دار کے منہ کی بد بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اس کا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں بجائے عبادت کے وہ اثر متمثل ہو جاتا ہے، اسی لئے آپ نے اس کے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے پر جو سرور حاصل ہوتا ہے اس کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ رمز غیبی ان کے لئے ظاہر ہو جائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

بَابُ هَلْ يَقُوْلُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

باب: کوئی روزہ دار کو اگر گالی دے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں

۱۹۰٤۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ. وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ. وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ،

(۱۹۰۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی، انہیں ابو صالح (جو روغن زیتون اور گھی بیچتے تھے) نے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہیے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا

فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ)). [راجع: ١٨٩٤] [مسلم: ٢٧٠٦؛ نسائي: ٢٢١٥، ٢٢١٦]

چاہیے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔''

تشریح: یعنی دنیا میں بھی آدمی نیک عمل سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتا ہے گو اس کی ریا کی نیت نہ ہو مثلاً: لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں مگر روزہ ایسی مخفی عبادت ہے جس کا صلہ اللہ دے گا بندوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزُوبَةَ

باب: جو مجرد ہو اور زنا سے ڈرے تو وہ روزہ رکھے

١٩٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِاللَّهِ فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: الْبَاءَةُ النِّكَاحُ. اطرفاه في: ٥٠٦٥، ٥٠٦٦ [مسلم: ٣٣٩٨؛ ابوداود: ٢٠٤٦؛ ترمذي: ١٠٨١؛ نسائي: ٢٢٣٩، ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٣٢٠٧، ٣٢٠٨، ٣٢١١؛ ابن ماجه: ١٨٤٥]

(١٩٠٥) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی صاحب طاقت ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ الباءۃ سے مراد نکاح ہے (یعنی جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے۔)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا))

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزے رکھو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو''

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ: مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ

اور صلہ نے عمار سے بیان کیا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے

فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔

١٩٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ- أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((لَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوْا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ)).

(۱۹۰۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا تو فرمایا: ''جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو، اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر ابر چھا جائے تو تیس دن پورے کر لو۔''

[راجع: ١٩٠٠] [مسلم: ٢٤٩٨؛ نسائي: ٢١٢٠]

تشریح: معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند میں شک ہو جائے کہ ہوا یا نہ ہوا تو اس دن روزہ رکھنا منع ہے بلکہ ایک حدیث میں ایسا روزہ رکھنے والوں کو حضرت ابوالقاسم ﷺ کا نافرمان بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح عید کا چاند بھی اگر ۲۹ تاریخ کو نظر نہ آئے یا بادل وغیرہ کی وجہ سے شک ہو جائے تو پورے تیس دن روزے رکھ کر عید منانی چاہیے۔ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ روزے کا زمانہ قمری مہینہ کے ساتھ رویت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے لہٰذا اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا۔

١٩٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ)). [راجع: ١٩٠٠]

(۱۹۰۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے، ان سے عبداللہ بن دینار نے ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ کبھی انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لئے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔''

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال في المواهب وهذا مذهبنا ومذهب مالك وابي حنيفة وجمهور السلف والخلف وقال بعضهم ان المراد تقدير منازل القمر وضبط حساب النجوم حتى يعلم ان الشهر ثلاثون او تسع وعشرون وهذا القول غير سديد فان قول المنجمين لا يعتمد عليه۔" (لمعات) یعنی جمہور علمائے سلف اور خلف کا اسی حدیث پر عمل ہے بعض لوگوں نے حدیث بالا میں لفظ ((فاقدروا)) سے حساب نجوم کا ضبط کرنا مراد لیا ہے یہ قول درست نہیں ہے اور اہل نجوم کا قول اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ آج کل تقویم میں جو تاریخ بتلائی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کے مرتب کرنے والے پوری کوشش کرتے ہیں مگر شرعی امور کے لئے محض ان کی تحریرات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا خاص طور پر رمضان اور عیدین کے لئے رویت ہلال یا دو معتبر گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

١٩٠٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا)) وَخَنَسَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ. [طرفاه في: ١٩١٣، ٥٣٠٢] [مسلم: ٢٥١٣]

(۱۹۰۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا، کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ اتنے دنوں اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ کہتے ہوئے آپ نے انگوٹھے کو دبا لیا۔''
(مراد یہ کہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا مہینہ ہوتا ہے۔)

تشریح: مراد یہ کہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا مہینہ ہوتا ہے۔

۱۹۰۹۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ قَالَ: أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ)).

[مسلم: ۲۵۱٦؛ نسائي: ۲۱۱٦، ۲۱۱۷]

(۱۹۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یا یوں کہا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: "چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزے موقوف کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن پورے کرلو۔"

۱۹۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا. أَوْ رَاحَ۔ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا. فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا)). [طرفه في: ۵۲۰۲] [مسلم: ۲۵۲۳، ۲۵۲٤؛ ابن ماجه: ۲۰٦۱]

(۱۹۱۰) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے، ان سے عکرمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج سے ایک مہینہ تک جدا رہے پھر انتیس دن پورے ہوگئے تو صبح کے وقت یا شام کے وقت آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اس پر کسی نے کہا آپ نے تو عہد کیا تھا کہ آپ ایک مہینہ تک ان کے یہاں تشریف نہیں لے جائیں گے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔"

۱۹۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: آلَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ، فَأَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا. فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ)) [راجع: ۳۷۸]

(۱۹۱۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے جدا رہے تھے، آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی تو آپ نے بالا خانہ میں انتیس دن قیام کیا تھا، پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا۔ جواب میں آپ نے فرمایا: "مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔"

بَابُ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ

باب: عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے

[قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَامٌّ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ نے (اس کی تشریح میں) کہا کہ اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) تیس دن کا ثواب ملتا ہے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (مطلب یہ ہے) کہ دونوں ایک سال میں

ناقص (انتیس انتیس دن کے) نہیں ہو سکتے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق اور ابن سیرین کے قول نقل کر کے اس حدیث کی تفسیر کر دی، امام احمد نے فرمایا ہے قاعدہ یہ ہے کہ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ذی الحجہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے، اگر ذی الحجہ ۲۹ دن کا ہو تو رمضان ۳۰ دن کا ہوتا ہے مگر اس تفسیر میں یہ قاعدہ نجوم شبہ رہتا ہے۔ بعض سال ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رمضان اور ذی الحجہ ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اس لئے صحیح اسحاق بن راہویہ کی تفسیر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس کو پہلے بیان فرمایا کہ راجح یہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شهرا عید لا ینقصان بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ انتیس انتیس دنوں کے نہیں ہوتے بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ تیس وانتیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیری معنی قواعد شرعیہ کے لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کسی بات کا وہم نہ گزرے۔

١٩١٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ. هُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ. عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح: وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: إِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُوالْحَجَّةِ وَإِنْ نَقَصَ ذُوالْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. وَقَالَ أَبُوالْحَسَنِ كَانَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ يَقُولُ: لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيلَةِ إِنْ كَانَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ. [مسلم: ٢٥٣١، ٢٥٣٢؛ ابوداود: ٢٣٢٣؛ ترمذي: ٦٩٢؛ ابن ماجه: ١٦٥٩]

(۱۹۱۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اسحاق سے سنا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھے مسدد نے خبر دی، ان سے معتمر نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔'' یعنی رمضان اور ذوالحجہ کے جو دونوں مہینے عید کے ہیں۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر رمضان کم (انتیس دن کا) ہوگا تو ذوالحجہ پورا (تیس دن کا) ہوگا اور اگر ذوالحجہ کم ہو جائے تو رمضان پورا ہوتا ہے۔ اور ابوالحسن کا بیان ہے کہ اسحاق بن راھویہ کہتے تھے کہ فضیلت میں دونوں کم نہیں اگرچہ انتیس کے ہوں یا تیس دن کے۔

تشریح: مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ))

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''ہم لوگ حساب کتاب نہیں جانتے''

١٩١٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو،

(۱۹۱۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے بیان کیا، ان سے سعید بن عمرو نے بیان کیا

أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا)). يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ، وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ. [راجع: ١٩٠٨] [مسلم: ٢٥١١؛ ابوداود: ٢٣١١؛ نسائي: ٢١٣٩، ٢١٠٤]

اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایک بے پڑھی لکھی قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا، مہینہ یوں ہے اور یوں ہے۔'' آپ کی مراد ایک مرتبہ انتیس (دنوں سے) تھی اور ایک مرتبہ تیس سے۔ (آپ نے دسوں انگلیوں سے تین بار بتلایا)۔

بَابٌ: لَا يَتَقَدَّمُ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

باب: رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزے نہ رکھے جائیں

١٩١٤ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ)). [مسلم: ٢٥١٩؛ ابوداود: ٢٣٣٥]

(۱۹۱۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔''

تشریح: مثلاً کوئی ہر ماہ میں پیر یا جمعرات کا یا کسی اور دن کا روزہ ہر ہفتہ رکھتا رہتا ہے اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آ گیا تو وہ یہ روزہ رکھ لے، نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت اس لئے بھی وارد ہوئی ہے تا کہ رمضان کے لئے طاقت قائم رہے اور کمزوری لاحق نہ ہو۔ الغرض ہر ہر قدم پر شریعت کے امرونہی کو سامنے رکھنا یہی دین اور یہی عبادت اور یہی اسلام ہے اور یہی ایمان، ہر ہر جگہ اپنی عقل کا دخل ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ [جَلَّ ذِكْرُهُ]:

باب: اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾. [البقرة: ١٨٧]

''حلال کر دیا گیا ہے تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ نے معلوم کیا کہ تم چوری سے ایسا کرتے تھے۔ سو معاف کر دیا تم کو اور درگزر کیا تم سے پس اب صحبت کرو ان سے اور ڈھونڈو جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے)۔''

١٩١٥ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ

(۱۹۱۵) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (شروع اسلام

قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا، فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ، فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ، حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا، فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ، فَقَالَ لَهَا: أَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ، وَأَطْلُبُ لَكَ. وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ. فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا، وَنَزَلَتْ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾.

میں) حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب روزہ سے ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے بھی سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی، پھر ایسا ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا (اس وقت تو کچھ) نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں کہیں سے لاؤں گی، دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لئے آنکھ لگ گئی جب بیوی واپس ہوئیں اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا افسوس تم محروم ہی رہے! لیکن دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے جب اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ''حلال کر دیا گیا تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنا'' اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی ''کھاؤ پیو یہاں تک کہ ممتاز ہو جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے۔''

[البقرة: ۱۸۷] [طرفه في ٤٥٠٨] [ابوداود: ۲۳۱٤؛ ترمذي: ۲۹٦۸]

تشریح: نسائی کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے کہ روزہ دار جب شام کا کھانا کھانے سے پہلے سو جائے، رات بھر کچھ نہیں کھا پی سکتا تھا یہاں تک کہ دوسری شام ہو جائے اور ابوالشیخ کی روایت میں یوں ہے کہ مسلمان افطار کے وقت کھاتے پیتے، عورتوں سے صحبت کرتے، جب تک سوتے نہیں۔ سونے کے بعد پھر دوسرا دن ختم ہونے تک کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ ابتدا میں تھا بعد میں اللہ پاک نے روزہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور جملہ مشکلات کو آسان فرمادیا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾. [البقرة: ۱۸۷] فِيهِ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا:

''سحری کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ کھل جائے تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری (صبح صادق) سیاہ دھاری (صبح کاذب) سے پھر پورے کرو اپنے روزے سورج چھپنے تک'' (اس سلسلے میں) براء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

۱۹۱٦ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنِ

(۱۹۱٦) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حصین بن عبدالرحمن نے خبر دی اور ان سے شعبی

الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ [البقرہ: ۱۸۷] عَمَدْتُ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ، فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ لِي، فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: ((إِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ)). [طرفاه في: ۴۵۰۹، ۴۵۱۰]

[مسلم: ۲۵۳۳؛ ابوداود: ۲۳۴۹؛ ترمذي: ۲۹۷۱]

نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''تا آنکہ کھل جائے تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے۔'' تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا مجھ پر ان کے رنگ نہ کھلے، جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔

تشریح: عدی بن حاتم کو آپ کے بتلانے پر حقیقت سمجھ میں آئی کہ یہاں صبح کاذب اور صبح صادق مراد ہیں۔

۱۹۱۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أُنْزِلَتْ: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يَنْزِلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ، وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ: ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا [أَنَّهُ] إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

[طرفه في: ۴۵۱۱] [مسلم: ۲۵۳۵]

(۱۹۱۷) ہم سے سعد بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہل بن سعد نے، (دوسری سند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا اور مجھ سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے ابوغسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی ''کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری، سیاہ دھاری سے کھل جائے'' لیکن من الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے، کھانا پینا بند نہ کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ''من الفجر'' کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔

تشریح: ابتدا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے طلوع فجر کا مطلب نہیں سمجھا اس لئے وہ سفید اور سیاہ دھاگے سے فجر معلوم کرنے لگے مگر جب ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ کے لفظ نازل ہوئے تو ان کو حقیقت کا علم ہوا۔ سیاہ دھاری سے رات کی اندھیری اور سفید دھاری سے صبح کا اجالا مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''بلال رضی اللہ عنہ کی

يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ))

اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے''

۱۹۱۸، ۱۹۱۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بِلَالًا، كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ)). قَالَ الْقَاسِمُ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا. [راجع: ٦١٧]

(۱۹-۱۹۱۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور (عبیداللہ بن عمر نے یہی روایت) قاسم بن محمد سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔'' قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔

تشریح: علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ صحابہ کی سحری بہت قلیل ہوتی تھی۔ ایک آدھ کھجور یا ایک آدھ لقمہ اس لئے یہ قلیل فاصلہ بتلایا گیا۔ حدیث ہذا میں صاف مذکور ہے کہ بلال صبح صادق سے پہلے اذان دیا کرتے تھے یہ ان کی سحری کی اذان ہوتی تھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ فجر کی اذان اس وقت دیتے جب لوگ ان سے کہتے کہ فجر ہوگئی ہے کیونکہ وہ خود نابینا تھے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "والمعنى فى الجميع ان بلالا كان يؤذن قبل الفجر ثم يتربص بعد للدعاء ونحوه ثم يرقب الفجر فاذا قارب طلوعه نزل فاخبر ابن ام مكتوم...... الخ۔" یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر سے قبل اذان دے کر اس جگہ دعا کے لئے ٹھہرے رہتے اور فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر قریب ہوتی تو وہاں سے نیچے اتر کر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرتے اور وہ پھر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ ہر دو کی اذان کے درمیان قلیل فاصلہ کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے۔ آیت قرآنیہ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ﴾ (۲/البقرۃ: ۱۸۷) سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صبح صادق نمایاں ہو جانے تک سحری کھانے کی اجازت ہے۔ جو لوگ رات رہتے ہوئے سحری کھا لیتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت سحری وہی ہے کہ اس سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز شروع کرنے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ پچاس آیات کے پڑھنے میں وقت صرف ہوتا ہے طلوع فجر کے بعد سحری کھانا جائز نہیں ہے۔

بَابُ تَعْجِيْلِ السَّحُوْرِ

باب: سحری کھانے میں دیر کرنا

۱۹۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي، ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السَّحُوْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٥٧٧]

(۱۹۲۰) ہم سے محمد بن عبیداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل جائے۔

تشریح: یعنی سحری وہ بالکل آخر وقت کھایا کرتے تھے پھر جلدی سے جماعت میں شامل ہو جاتے کیونکہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز ہمیشہ طلوع فجر کے بعد اندھیرے ہی میں پڑھا کرتے تھے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل حنفی بھائیوں نے معمول بنا لیا ہے کہ نماز فجر بالکل سورج نکلنے کے وقت پڑھتے ہیں، ہمیشہ

ایسا کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ نماز فجر کو اول وقت ادا کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

بَابُ قَدْرِ كَمْ بَيْنَ السَّحُوْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

باب: سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا

١٩٢١ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ. قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُوْرِ. قَالَ: قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً. [راجع: ٥٧٥]

(۱۹۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم نے سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا پچاس آیتیں (پڑھنے) کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔

تشریح: سند میں حضرت قتادہ بن دعامہ کا نام آیا ہے، ان کی کنیت ابوالخطاب السدوسی ہے، نابینا اور قوی الحافظہ تھے، بکر بن عبداللہ مزنی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے اپنے زمانہ کے سب سے قوی الحافظہ بزرگ کی زیارت کرے وہ قتادہ کو دیکھ لے۔ خود قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو بات بھی میرے کان میں پڑتی ہے اسے قلب فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن سرجس اور انس رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں، ۱۰۷ھ میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ علیہ۔ آمین

بَابُ بَرَكَةِ السَّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

باب: سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے

لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السَّحُوْرُ.

کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے پے در پے روزے رکھے اور ان میں سحری کا ذکر نہیں ہے۔

١٩٢٢ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَنَهَاهُمْ. قَالُوْا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّيْ أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى)). [طرفه في: ١٩٦٢]

(۱۹۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے "صوم وصال" رکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رکھا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے دشواری ہو گئی۔ اس لئے آپ نے اس سے منع فرما دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عرض کی کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تو برابر کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔"

تشریح: صوم وصال متواتر کئی دن سحری وافطار کئے بغیر روزہ رکھنا اور رکھے چلے جانا، بعض دفعہ نبی کریم ﷺ ایسا روزہ رکھا کرتے تھے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے مشقت کے پیش نظر ایسے روزے سے منع فرمایا بلکہ سحری کھانے کا حکم دیا تاکہ دن میں اس سے قوت حاصل ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشا یہ ہے کہ سحری کھانا سنت ہے، مستحب ہے مگر واجب نہیں ہے کیونکہ صوم وصال میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بہرحال سحری کو ترک کر دیا تھا، باب کا مقصد ثابت ہوا۔

١٩٢٣ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً)).

[مسلم: ٢٥٤٩]

(۱۹۲۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔''

تشریح: سحری کھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے ہاں سحری کھانے کا چلن نہیں ہے، پس ان کی مخالفت میں سحری کھانی چاہیے اور اس سے روزہ پورا کرنے میں مدد بھی ملتی ہے، سحری میں چند کھجور اور پانی کے گھونٹ بھی کافی ہیں اور جو اللہ میسر کرے۔ بہرحال سحری چھوڑنا سنت کے خلاف ہے۔

بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

باب: اگر کوئی شخص روزے کی نیت دن میں کرے تو درست ہے

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ: عِنْدَكُمْ طَعَامٌ فَإِنْ قُلْنَا: لَا. قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا. وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةُ.

اور ام درداء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کیا کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ اگر ہم جواب دیتے کہ کچھ نہیں تو کہتے پھر آج میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابوطلحہ، ابوہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

١٩٢٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ، يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ: ((أَنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ)). [طرفاه في: ٢٠٠٧، ٧٢٦٥] [مسلم: ٢٦٦٨؛ نسائي: ٢٣٢٠]

(۱۹۲۴) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع نے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ ''جس نے کھانا کھالیا ہے وہ اب (دن ڈوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو (تو وہ روزہ رکھے) کھانا نہ کھائے۔''

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ کسی شخص نے فجر کے بعد کچھ نہ کھایا پیا ہو اور اسی حالت میں روزہ کی نیت دن میں بھی کرلے تو روزہ ہو جائے گا مگر یہ اجازت نفل روزہ کے لئے ہے فرض روزہ کی نیت رات ہی میں سحری کے وقت ہونی چاہیے۔ حدیث میں عاشورا کے روزہ کا ذکر ہے جو رمضان کی فرضیت سے قبل فرض تھا۔ بعد میں محض نفل کی حیثیت میں رہ گیا۔

بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا

باب: روزہ دار صبح کو جنابت میں اٹھے تو کیا حکم ہے؟

١٩٢٥، ١٩٢٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ

(۲۶-۱۹۲۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ

الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمَنِ، قَالَ: جِئْتُ أَنَا وَأَبِي، حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَ مَرْوَانَ: أَنَّ عَائِشَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. وَقَالَ: مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ: أُقْسِمُ بِاللَّهِ لَتُفْزِعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ! وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُالرَّحْمَنِ، ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا وَلَوْلَا أَنَّ مَرْوَانَ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ. فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ. فَقَالَ: كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ أَعْلَمُ، وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ. وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ. [الحديث: ١٩٢٥]

[طرفاه في ١٩٣٠، ١٩٣١] [الحديث: ١٩٢٦]

[طرفه في: ١٩٣٢] [مسلم: ٢٥٨٩؛ ابوداود: ٢٣٨٨؛ ترمذي: ٧٧٩]

میں اپنے باپ کے ساتھ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ) اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہیں ان کے والد عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہیں مروان نے خبر دی اور انہیں عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ غسل کرتے اور آپ روزہ سے ہوتے تھے اور مروان بن حکم نے عبدالرحمٰن بن حارث سے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تم یہ حدیث صاف صاف سنا دو۔ (کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا) ان دنوں مروان، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ ابوبکر نے کہا کہ عبدالرحمٰن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ اتفاق سے ہم سب ایک مرتبہ ذوالحلیفہ میں جمع ہو گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہاں کوئی زمین تھی، عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہوں گا اور اگر مروان نے اس کی مجھے قسم نہ دی ہوتی میں کبھی آپ کے سامنے اسے نہ چھیڑتا۔ پھر انہوں نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (میں کیا کروں) کہا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی تھی (اور وہ زیادہ جاننے والے ہیں) کہ ہمیں ہمام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ایسے شخص کو جو صبح کے وقت جنبی ہونے کی حالت میں اٹھا ہو افطار کا حکم دیتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت زیادہ معتبر ہے۔

تشریح: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فضل کی حدیث سن کر اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ مروان کا یہ مطلب تھا کہ عبدالرحمٰن ان کو پریشان کریں لیکن عبدالرحمٰن نے یہ منظور نہ کیا اور خاموش رہے پھر موقعہ پا کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلے کو ذکر کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سن کر کہا کہ وہ خوب جانتی ہیں گویا اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً علما کا امراء کے ہاں جا کر علمی مذاکرات کرنا، منقولات

میں اگر ذرا بھی شک ہو جائے تو اپنے سے زیادہ عالم کی طرف رجوع کر کے اس سے امر حق معلوم کرنا، ایسے امور جن پر عورتوں کی بہ نسبت مردوں کی زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے، کی بابت عورتوں کی روایات کو مردوں کی مرویات پر ترجیح دینا، اسی طرح بالعکس جن امور پر مردوں کو زیادہ اطلاع ہو سکتی ہے ان کے لیے مردوں کی روایات کو عورتوں کی مرویات پر ترجیح دینا بہر حال ہر امر میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرنا، جب تک اس امر کے متعلق خصوص نبوی نہ ثابت ہو اور یہ کہ اختلاف کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا اور خبر واحد مرد سے مروی ہو یا عورت سے اس کا حجت ہونا، یہ جملہ فوائد اس حدیث سے نکلتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جنہوں نے حق کا اعتراف فرما کر اس کی طرف رجوع کیا۔ (فتح الباری)

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا

باب: روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت یعنی بوسہ مساس وغیرہ درست ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے

١٩٢٧ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ، وَهُوَ صَائِمٌ، وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِرْبٌ حَاجَةٌ. وَقَالَ طَاوُسٌ: ﴿غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ [النور: ٣١] الْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

(١٩٢٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے لیکن (اپنی ازواج کے ساتھ تقبیل (بوسہ لینا) ومباشرت (اپنے جسم سے لگا لینا) بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے، بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (سورۂ طہ میں جو مارب کا لفظ ہے وہ) حاجت وضرورت کے معنی میں ہے، طاؤس نے کہا کہ لفظ اولی الاربة (جو سورۂ نور میں ہے) اس احمق کو کہیں گے جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا روزے میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ: إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر روزہ دار نے شہوت سے دیکھا اور منی نکل آئی تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

١٩٢٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ. ثُمَّ ضَحِكَتْ. [راجع: ١٩٢٧]

(١٩٢٨) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پھر آپ ہنسیں۔

۱۹۲۹ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ، رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِي فَقَالَ: ((مَا لَكِ أَنُفِسْتِ؟)). قُلْتُ: نَعَمْ. فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ۲۹۸، ۳۲۲]

(۱۹۲۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن ابی عبداللہ نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب نے اور ان سے ان کی والدہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں چلی گئی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل (جنابت) کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ روزے سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

تشریح: شریعت ایک آسان جامع قانون کا نام ہے جس کا زندگی کے ہر ہر گوشے سے تعلق ضروری ہے، میاں بیوی کا تعلق جو بھی ہے ظاہر ہے اس لئے حالت روزہ میں اپنی بیوی کے ساتھ بوس وکنار کو جائز رکھا گیا ہے بشرطیکہ بوسہ لینے والوں کو اپنی طبیعت پر پورا قابو حاصل ہو، اسی لئے جوانوں کے واسطے بوس وکنار کی اجازت نہیں۔ ان کا نفس غالب رہتا ہے ہاں یہ خوف نہ ہو تو جائز ہے۔

بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا غسل کرنا جائز ہے

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا، فَأُلْقِيَ عَلَيْهِ، وَهُوَ صَائِمٌ. وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ، أَوِ الشَّيْءَ. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: إِذَا كَانَ [يَوْمُ] صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ. [وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ.] وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ، [وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ]. [وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ ازْدَرَدَ رِيقَهُ لَا أَقُوْلُ يُفْطِرُ.] وَقَالَ ابْنُ سِيرِيْنَ: لَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ. قِيْلَ لَهُ طَعْمٌ. قَالَ: وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ، وَأَنْتَ تَمَضْمَضُ بِهِ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے اور شعبی روزے سے تھے لیکن حمام میں (غسل کے لئے) گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں (زبان پر رکھ کر) کوئی حرج نہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح اٹھے کہ تیل لگا ہوا ہو اور کنگھا کیا ہوا ہو اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا ایک آبزن (حوض پتھر کا بنا ہوا) ہے جس میں میں روزے سے ہونے کے باوجود غوطے مارتا ہوں، نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے روزہ میں مسواک کی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے اور روزہ دار تھوک نہ نگلے اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تھوک نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کسی نے

وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

کہا کہ اس میں جو ایک مزا ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا کیا پانی میں مزا نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔ انس، حسن اور ابراہیم نے کہا کہ روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا درست ہے۔

تشریح: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر مذکورہ فی الباب کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے، ابن منیر نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا جس نے روزہ دار کے لئے غسل مکروہ رکھا ہو کیونکہ اگر منہ میں پانی جانے کے ڈر سے مکروہ رکھا ہے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے بھی اس کا ڈر رہتا ہے۔ اس لئے اگر مکروہ رکھا ہے کہ روزہ میں زیب و زینت اور آرائش اچھی نہیں تو سلف نے کنگھی کرنا، تیل ڈالنا روزہ دار کے لئے جائز رکھا ہے۔ حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر کو کسی نے وصل کیا نہ قسطلانی نے بیان کیا۔ (وحیدی)

١٩٣٠ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَأَبِي بَكْرٍ قَالَا: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ [جُنُبًا] فِي رَمَضَانَ، مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. [راجع: ١٩٢٥] [مسلم: ٢٥٩٠]

(١٩٣٠) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ اور ابو بکر نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رمضان میں فجر کے وقت نبی کریم ﷺ احتلام سے نہیں (بلکہ اپنی ازواج کے ساتھ صحبت کرنے کی وجہ سے) غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (معلوم ہوا کہ غسل جنابت روزہ دار فجر کے بعد کر سکتا ہے)۔

١٩٣١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُهُ. [راجع: ١٩٢٥] [مسلم: ٢٥٨٩؛ ابو داود: ٢٣٨٨؛ ترمذي: ٧٧٩]

(١٩٣١) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے غلام سمی نے، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمن سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میرے باپ عبدالرحمن مجھے ساتھ لے کر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ صبح جنبی ہونے کی حالت میں کرتے احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے! پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔

١٩٣٢ـ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ: مِثْلَ ذَلِكَ. قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِاللَّهِ إِذَا أَفْطَرَ يُكَفِّرُ مِثْلَ الْجَامِعِ قَالَ لَا أَلَا تَرَى الْأَحَادِيثَ لَمْ يَقْضِهِ وَإِنْ صَامَ الدَّهْرَ. [راجع: ١٩٢٦]

(١٩٣٢) اس کے بعد ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی۔ ابو جعفر نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر کوئی روزہ چھوڑ دے تو جماع کرنے والے کی طرح کفارہ دے گا تو امام صاحب نے کہا کہ نہیں آپ نہیں دیکھتے کہ کتنی احادیث میں آیا ہے کہ وہ قضائی نہیں دے سکتا اگر چہ وہ ایک زمانہ بھر روزہ رکھے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی ہر دو مسئلے ثابت ہوئے روزہ دار کے لئے غسل کا جائز ہونا اور بحالت روزہ غسل جنابت فجر ہونے کے بعد کرنا چونکہ شریعت میں ہر ممکن آسانی پیش نظر رکھی گئی ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے عملاً یہ آسانیاں پیش کی ہیں۔

بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

باب: اگر روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنِ اسْتَنْثَرَ، فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ، لَا بَأْسَ [بِهِ، إِنْ] لَمْ يَمْلِكْ رَدَّهُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ: إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا کہ اگر کسی روزہ دار نے ناک میں پانی ڈالا اور وہ پانی حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کو نکال نہ سکے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور امام حسن بصری اور مجاہد نے کہا کہ اگر بھول کر جماع کر لے تو اس پر قضا واجب نہ ہوگی۔

۱۹۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ)). [طرفه في: ٦٦٦٩] [مسلم: ٢٧١٦]

(۱۹۳۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔

تشریح: امام حسن بصری اور مجاہد رحمہ اللہ کے اس اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے کہا اگر کوئی آدمی رمضان میں بھول کر اپنی عورت سے صحبت کرے تو کوئی نقصان نہ ہوگا اور ثوری سے روایت کی، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا بھول کر جماع کرنا بھی بھول کر کھانے پینے کے برابر ہے۔ (وحیدی) یہ فتویٰ ایک مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے ورنہ یہ شاذ و نادر ہی ہے کہ کوئی روزہ دار بھول کر ایسا کرے، کم از کم اسے یاد نہ رہا ہو تو عورت کو ضرور یاد رہے گا اور وہ یاد دلا دے گی اسی لئے بحالت روزہ قصداً جماع کرنا سخت ترین گناہ قرار دیا گیا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ سِوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کے لئے تر یا خشک مسواک استعمال کرنا درست ہے

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَاكُ، وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ)) وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ وضو میں مسواک کرتے دیکھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ "اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم وجوباً دے دیتا۔" اسی طرح کی حدیث جابر اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی بھی نبی کریم ﷺ سے

وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ)). وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: يَبْتَلِعُ رِيقَهُ.

منقول ہے اس میں آنحضرت ﷺ نے روزہ دار وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے اور عطاء اور قتادہ نے کہا روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

١٩٣٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ، عَنْ حُمْرَانَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمَرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ١٥٩]

(۱۹۳۴) ہم سے عبدان نے بیان کیا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن زید نے، ان سے حمران نے، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا تین تین مرتبہ، اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ دایاں پاؤں دھویا، پھر تین مرتبہ بایاں پاؤں دھویا، آخر میں کہا کہ جس طرح میں نے وضو کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے، پھر آپ نے فرمایا تھا: ''جس نے میری طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز (تحیۃ الوضو) اس طرح پڑھی کہ اس نے دل میں کسی قسم کے خیالات و وساوس گزرنے نہیں دیئے تو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ)) وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے اور آنحضرت ﷺ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ، وَيَكْتَحِلُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ، إِنْ لَمْ يَزْدَرِدْ رِيقَهُ، وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيهِ، وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ، فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيقَ الْعِلْكِ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ. وَلَكِنَّهُ يُنْهَى

اور امام حسن بصری نے کہا کہ ناک میں (دوا وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے اور روزہ دار سرمہ بھی لگا سکتا ہے۔ عطاء نے کہا کہ اگر کلی کی اور منہ سے سب پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر وہ اپنا تھوک نہ نگل جائے اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی اور مصطگی (ایک قسم کا زرد گوند جو پستے کے درخت سے نکلتا ہے) نہ چبانی چاہیے۔ اگر کوئی مصطگی کا تھوک نگل گیا تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ

عَنْهُ [فَإِنِ اسْتَنْثَرَ، فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ، لَا بَأْسَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْ.]

ٹوٹ گیا لیکن منع ہے اور اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیاری طور پر) حلق کے اندر چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ چیز اختیار سے باہر تھی۔

تشریح: ابن منذر نے کہا اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال نہیں سکتا نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانتوں میں گوشت رہ گیا ہو، اس کو چبا کر قصداً کھا جائے تو اس پر قضا نہیں اور جمہور کہتے ہیں قضا لازم ہوگی اور انہوں نے روزے میں مصطگی چبانے کی اجازت دی اگر اس کے اجزا نہ نکلیں اگر نکلیں اور نگل جائے تو جمہور علما کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری) بہر حال روزہ کی حالت میں ان تمام شک وشبہ کی چیزوں سے بھی بچنا چاہیے جن سے روزہ خراب ہونے کا احتمال ہو۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

باب: جان بوجھ کر اگر رمضان میں کسی نے جماع کیا؟

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: ((مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ، مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ، وَإِنْ صَامَهُ)). وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ: يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ "اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہیں رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ نہ ہوں گے۔" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور سعید بن مسیب، شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد نے بھی فرمایا کہ اس کے بدلہ میں ایک دن روزہ رکھنا چاہیے۔

١٩٣٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ، أَخْبَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ، سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ: إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ احْتَرَقَ. قَالَ: ((مَالَكَ)). قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ. فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِكْتَلٍ، يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ: ((أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ؟)) قَالَ: أَنَا. قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهَذَا)). [طرفه في: ٦٨٢٢] [مسلم: ٢٦٠١، ٢٦٠٢، ٢٦٠٣؛ ابوداود: ٢٣٩٤]

(١٩٣٥) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے یزید بن ہارون سے سنا، ان سے یحییٰ نے (جو سعید کے صاحبزادے ہیں) کہا، انہیں عبدالرحمن بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام بن خویلد نے اور انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دوزخ میں جل چکا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا بات ہوئی؟" اس نے کہا کہ رمضان میں میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی، تھوڑی دیر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں (کھجور کا) ایک تھیلا جس کا نام عرق تھا، پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: "دوزخ میں جلنے والا شخص کہاں ہے؟" اس نے کہا کہ حاضر ہوں، تو آپ نے فرمایا: "لے تو اسے خیرات کر دے۔"

تشریح: آگے یہی واقعہ تفصیل سے آ رہا ہے، جس میں آپ نے اس شخص کو بطور کفارہ پے در پے دو ماہ کے روزوں کا حکم فرمایا تھا یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرم ایک سنگین جرم ہے جس کا کفارہ یہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے بتلا دیا اور سعید بن مسیب وغیرہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سزا مذکورہ کے علاوہ یہ روزہ بھی اسے مزید لازماً رکھنا ہوگا۔ امام اوزاعی نے کہا کہ اگر دو ماہ کے روزے رکھے تو قضا لازم نہیں ہے۔

بَابٌ: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

باب: اگر کسی نے رمضان میں قصداً جماع کیا، اور اس کے پاس کوئی چیز خیرات کے لئے بھی نہ ہو پھر اس کو کہیں سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے

١٩٣٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! هَلَكْتُ. قَالَ: ((مَا لَكَ)). قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا)). قَالَ: لَا. قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ۔ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ۔ قَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) فَقَالَ: أَنَا. قَالَ: ((خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُوْلَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔ يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ۔ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ)).

[أطرافه في: ١٩٣٧، ٢٦٠٠، ٥٣٦٨،

(١٩٣٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ نے دریافت کیا: ''کیا بات ہوئی؟'' اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟'' اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے عرض کی کہ نہیں، پھر آپ نے پوچھا: ''کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟'' اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ (عرق تھیلے کو کہتے ہیں جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔'' اس شخص نے کہا کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے، اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جا سکے۔ پھر آپ نے

ارشاد فرمایا: ''اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔''

٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧٠١، ٦٧١١، ٦٨٢١] [مسلم: ٢٥٩٥، ٢٥٩٦، ٢٥٩٧، ٢٥٩٩، ٢٦٠٠؛ ابوداود: ٢٣٩٠، ٢٣٩١، ٢٣٩٢؛ ترمذي: ٧٢٤؛ ابن ماجه: ١٦٧١]

تشریح: صورت مذکور میں بطور کفارہ پہلی صورت غلام آزاد کرنے کی رکھی گئی، دوسری صورت پے درپے دو مہینہ روزہ رکھنے کی تیسری صورت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی۔ اب بھی ایسی حالت میں یہ تینوں صورتیں قائم ہیں چونکہ شخص مذکور نے ہر صورت کی ادائیگی کے لئے اپنی مجبوری ظاہر کی آخر میں ایک صورت نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے نکالی تو اس پر بھی اس نے خود اپنی مسکینی کا اظہار کیا۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی حالت زار پر رحم آیا اور اس رحم و کرم کے تحت آپ نے وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب بھی کوئی ایسی صورت سامنے آ جائے تو یہ حکم باقی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے اس شخص کے ساتھ خاص قرار دے کر اب اس کو منسوخ قرار دیا ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس بات سے ظاہر ہے۔

بَابُ الْمُجَامِعِ فِيْ رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ

باب: رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ قصداً ہم بستر ہونے والا شخص کیا کرے؟ اور کیا اس کے گھر والے محتاج ہوں تو وہ ان ہی کو کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

١٩٣٧ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ الأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِيْ رَمَضَانَ. فَقَالَ: ((أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((أَفَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ)). قَالَ: لَا . قَالَ: ((أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ [بِهِ] سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا)). قَالَ: لَا. قَالَ: فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ- وَهُوَ الزَّبِيْلُ- قَالَ: ((أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ)) . قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا وَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا. قَالَ: ((فَأَطْعِمْهُ

(١٩٣٧) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے زہری نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بدنصیب رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟'' اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا: ''کیا تم پے درپے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟'' اب بھی اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھیلا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں، عرق زنبیل کو کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے جا اور اپنی طرف سے (محتاجوں کو) کھلا دے۔'' اس شخص نے کہا میں اپنے سے بھی زیادہ

أَهْلَكَ)). [راجع: ١٩٣٦]

محتاج کو حالانکہ دو میدانوں کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔''

تشریح: اس سے بعض نے یہ نکالا کہ مفلس پر سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور جمہور کے نزدیک مفلسی کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا، اب رہا اپنے گھر والوں کو کھلانا تو زہری نے کہا یہ اس مرد کے ساتھ خاص تھا بعض نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جس روزے کا کفارہ دے اس کی قضا بھی لازم ہے یا نہیں۔ شافعی اور اکثر علما کے نزدیک قضا لازم نہیں اور اوزاعی نے کہا اگر کفارے میں دو مہینے کے روزے رکھے تب قضا لازم نہیں۔ دوسرا کوئی کفارہ دے تو قضا لازم ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (وحیدی)

بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ ابْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ، إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُولِجُ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: يُفْطِرُ. وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ: الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ، وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ، وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ. وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا. وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ احْتَجَمُوا صِيَامًا. وَقَالَ: بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا نُنْهَى. وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا: ((أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)). وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ. قِيلَ لَهُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَعَمْ. ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ.

باب: روزہ دار کا پچھنا لگوانا اور قے کرنا کیسا ہے

اور مجھ سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عمر بن حکم بن ثوبان نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ روزہ ٹوٹتا ہے ان چیزوں سے جو اندر جاتی ہے ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی روزہ کی حالت میں پچھنا لگواتے لیکن بعد میں دن کو اسے ترک کر دیا تھا اور رات میں پچھنا لگوانے لگے تھے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی رات میں پچھنا لگوایا تھا اور سعد بن ابی وقاص اور زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا، بکیر نے ام علقمہ سے کہا کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں (روزہ کی حالت میں) پچھنا لگوایا کرتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے (دونوں کا) روزہ ٹوٹ گیا۔'' اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا اور ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا اور ان سے حسن بصری نے ایسی ہی روایت کی جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ سے روایت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔

تشریح: اس کلام سے اس حدیث کا ضعف نکلتا ہے گو متعدد صحابہ سے مروی ہے مگر ہر توثیق میں کلام ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ثوبان اور شداد سے

یہ حدیث صحیح ہوئی اور ابن خزیمہ نے بھی ایسا ہی کہا اور ابن معین کا یہ کہنا کہ اس باب میں کچھ ثابت نہیں یہ ہٹ دھرمی ہے اور امام بخاری اس کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے اور یہ اشارہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث از روئے سند قوی ہے۔ (وحیدی) قے اور پچھنا لگانا ان ہر دو مسلکوں میں سلف کا اختلاف ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ اگر قے خود بخود ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور جو عمداً قے کرے ٹوٹ جاتا ہے اور پچھنا لگانے میں بھی جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں جاتا اب اسی پر فتویٰ ہے۔ جس حدیث میں روزے ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہے جیسا کہ دوسری جگہ یہ بحث آ رہی ہے۔

١٩٣٨ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ١٨٣٥، ١٩٣٨] [ابوداود: ٢٣٧٢؛ ترمذي: ٧٧٥]

(١٩٣٨) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، وہ ایوب سے، وہ عکرمہ سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

١٩٣٩ـ [حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ.] [راجع: ١٨٣٥]

(١٩٣٩) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمری نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ نے روزہ کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

تشریح: قسطلانی فرماتے ہیں: "وهو ناسخ الحديث افطر الحاجم والمحجوم انه جاء في بعض طرقه ان ذالك كان في حجة الوداع...... الخ۔" یعنی یہ حدیث جس میں پچھنا لگانے کا ذکر یہاں آیا ہے یہ دوسری حدیث جس میں ہے کہ پچھنا لگوانے اور لگانے والے ہر دو کا روزہ ٹوٹ گیا کی ناسخ ہے۔ اس کا تعلق فتح مکہ سے ہے اور دوسری ناسخ حدیث کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے جو فتح مکہ کے بعد ہو، لہٰذا امر ثابت اب یہی ہے جو یہاں مذکور ہوا کہ روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا جائز ہے۔

١٩٤٠ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ. أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ؟ قَالَ: لَا. إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضُّعْفِ زَادَ شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ.

(١٩٤٠) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (روزہ میں نہیں لگواتے تھے) شبابہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے عہد میں (کرتے تھے)۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ

باب: سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا

١٩٤١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ: سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(١٩٤١) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق سلیمان شیبانی نے، انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے

فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الشَّمْسُ. قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الشَّمْسُ. قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)). فَنَزَلَ، فَجَدَحَ لَهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هَا هُنَا، ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). تَابَعَهُ جَرِيْرٌ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ. [أطرافه في: ١٩٥٥، ١٩٥٦، ١٩٥٨، ٥٢٩٧] [مسلم: ٢٥٥٩، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٢؛ ابو داود: ٢٣٥٢]

(روزہ کی حالت میں) آنحضرت ﷺ نے ایک صاحب (بلال) سے فرمایا: ''اتر کر میرے لیے ستو گھول لے۔'' انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! ابھی تو سورج باقی ہے، آپ نے پھر فرمایا: ''اتر کر ستو گھول لے۔'' اب کی مرتبہ بھی انہوں نے وہی عرض کی یارسول اللہ! ابھی سورج باقی ہے، لیکن آپ کا حکم اب بھی یہی تھا: ''اتر کر میرے لئے ستو گھول لے۔'' پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ رات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔'' اس کی متابعت جریر اور ابو بکر بن عیاش نے شیبانی کے واسطہ سے کی ہے اور ان سے ابو اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ روزہ کھولتے وقت اس دعا کا پڑھنا سنت ہے: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ)) یعنی یااللہ! میں نے یہ روزہ تیری رضا کے لئے رکھا تھا اور اب تیرے ہی رزق پر اسے کھولا ہے۔ اس کے بعد یہ کلمات پڑھے: ((ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) یعنی اللہ کا شکر ہے کہ روزہ کھولنے سے پیاس دور ہو گئی اور رگیں سیراب ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اس کے پاس اس کا ثواب عظیم لکھا گیا۔ حدیث: "للصائم فرحتان...... الخ۔" یعنی ''روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔'' پر حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی خوشی طبعی ہے کہ رمضان کے روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی وہ مل جاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اس واسطے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جس طرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ (حجة الله البالغة)

١٩٤٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ. [طرفه في: ١٩٤٣]

(۱۹۴۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ عروہ نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں سفر میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

١٩٤٣ـ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَصُوْمُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ. فَقَالَ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ)). [راجع: ١٩٤٢]

(۱۹۴۳) (دوسری سند امام بخاری نے کہا کہ) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اگر جی چاہے تو روزہ رکھ اور جی چاہے افطار کر۔''

[نسائي: ٢٣٠٦]

تشریح: اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعض نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہیے اور جمہور علما جیسے امام مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ بعض نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے، بعض نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے (وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے نفل روزہ کے بارے میں نہیں بلکہ رمضان شریف کے فرض روزوں کے ہی بارے دریافت کیا تھا:" فقال رسول الله ﷺ هي رخصة من الله فمن اخذبها فحسن ومن احب ان يصوم فلا جناح عليه۔" (فتح الباری) یعنی نبی کریم ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے پس وہ بہتر ہے اور جو روزہ رکھنا ہی پسند کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ رخصت واجب ہی کے مقابلہ پر بولا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ابوداؤد اور حاکم کی روایت میں موجود ہے کہ اس نے کہا تھا میں سفر میں رہتا ہوں اور ماہ رمضان حالت سفر ہی میں میرے سامنے آ جاتا ہے اس سوال کے جواب میں ایسا فرمایا جو مذکورہ ہوا۔

بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

باب: جب رمضان میں کچھ روزے رکھ کر کوئی سفر کرے

١٩٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ فَلَمَّا بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ، فَأَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ. [اطرافه في: ١٩٤٨، ٢٩٥٣، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩]

[مسلم: ٢٦٠٤، ٢٦٠٥، ٢٦٠٦، ٢٦٠٧؛ نسائي: ٢٣١٢]

(۱۹۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے موقع پر) مکہ کی طرف رمضان میں چلے تو آپ روزہ سے تھے لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کو دیکھ کر روزہ چھوڑ دیا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عسفان اور قدید کے درمیان کدید ایک تالاب ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر اس روایت کا ضعف بیان کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی شخص پر رمضان کا چاند حالت اقامت میں آ جائے تو پھر وہ سفر میں افطار نہیں کر سکتا، جمہور علما اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول مطلق ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۸۴) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کدید میں پہنچ کر پھر روزہ نہیں رکھا حالانکہ آپ دسویں رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اب اگر کوئی شخص اقامت میں روزہ کی نیت کر لے پھر دن کو کسی وقت سفر میں نکلے تو ان کو روزہ کھول ڈالنا درست ہے یا پورا کرنا چاہیے اس میں اختلاف ہے مگر ہمارے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ روزہ افطار کرنے کو درست جانتے ہیں اور مزنی نے اس کے لئے اس حدیث سے حجت لی حالانکہ اس حدیث میں اس کی کوئی حجت نہیں کیونکہ کدید مدینہ سے کئی منزل پر ہے۔ (وحیدی)

بَابٌ

باب

١٩٤٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ ابْنِ جَابِرٍ، أَنَّ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِاللّٰهِ، حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ. [مسلم: ٢٦٣٠؛ ابوداود: ٢٤٠٩]

(۱۹۴۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن عبیداللہ نے بیان کیا اور ان سے ام درداء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے۔ دن انتہائی گرم تھا۔ گرمی کا یہ عالم کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی شخص روزہ سے نہیں تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر شروع سفر رمضان میں کوئی مسافر روزہ بھی رکھ لے اور آگے چل کر اس کو تکلیف معلوم ہو تو وہ بلاتردد روزہ ترک کر سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، وَاشْتَدَّ الْحَرُّ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ))

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اس شخص کے لئے جس پر شدت گرمی کی وجہ سے سایہ کر دیا گیا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے

١٩٤٦ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا، وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا)) فَقَالُوْا: صَائِمٌ. فَقَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ)). [مسلم: ٢٦١٢، ٢٦١٣، ٢٦١٤؛ ابوداود: ٢٤٠٧؛ نسائي: ٢٢٦١]

(۱۹۴۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے بیان کیا، کہا کہ میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے سنا اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا کچھ اچھا کام نہیں ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی جو سفر میں افطار ضروری سمجھتے ہیں۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جب سفر میں روزے سے تکلیف ہوتی ہو اس صورت میں تو بالاتفاق افطار افضل ہے۔

بَابٌ لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

باب: نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (سفر میں) روزہ رکھتے یا نہ رکھتے وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کیا کرتے تھے

١٩٤٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ. [مسلم: ٢٦٢٠، ٢٦٢١]

(۱۹۴۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزہ دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ سفر میں کوئی روزہ نہ رکھے تو رکھنے والوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس پر زبان طعن دراز کریں۔ وہ شرعی رخصت پر عمل کر رہا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں وہ اسے شرعی رخصت سے روک سکے اور ہر شرعی رخصت کے لئے یہ بطور اصول کے ہے۔

بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

باب: سفر میں لوگوں کو دکھا کر روزہ افطار کر ڈالنا

١٩٤٨ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ، حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ. [راجع: ١٩٤٤]

(۱۹۴۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (غزوہ فتح میں) مدینہ سے مکہ کے لئے سفر شروع کیا تو آپ روزے سے تھے، جب آپ عسفان پہنچے تو پانی منگوایا اور اسے اپنے ہاتھ سے (منہ تک) اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مکہ پہنچے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا۔ اس لئے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

تشریح: یہ اصحاب فتویٰ وقیادت کے لئے ہے کہ ان کا عمل دیکھ کر لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے اور پھر وہ بھی اس کے مطابق عمل کریں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے دکھلایا۔ سفر میں روزہ رکھنا نہ رکھنا یہ خود مسافر کے اپنے حالات پر موقوف ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہر دو عمل کے لئے اسے

مختار بنایا ہے، طاؤس بن کیسان فارسی الاصل خولانی ہمدانی یمانی ہیں۔ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ان سے زہری جیسے اجلہ روایت کرتے ہیں۔علم وعمل میں بہت اونچے تھے،مکہ شریف میں ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ واجمعین۔

بَابٌ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ [البقرة: ١٨٤]

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ: نَسَخَتْهَا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ، يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾. [البقرة: ١٨٥]

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيْقُهُ، وَرُخِّصَ لَهُمْ فِيْ ذَلِكَ فَنَسَخَتْهَا: ﴿وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرة: ١٨٤] فَأُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

باب: سورۂ بقرہ کی اس آیت کا بیان ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ﴾

ابن عمر اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ اس آیت کے بعد والی آیت نے منسوخ کردیا جو یہ ہے ”رمضان ہی وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے لئے ہدایت بن کر اور راہ یابی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے روشن دلائل کے ساتھ! پس جو شخص بھی تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر تو اس کو چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی بعد میں پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم احسان مانو۔

ابن نمیر نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ رمضان میں (جب روزے کا حکم) نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گزرا، چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے انہوں نے روزے چھوڑ دیئے حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی، بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت بھی دے دی گئی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ پھر اس اجازت کو دوسری آیت وان تصوموا الخ یعنی ”تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو“ نے منسوخ کردیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

١٩٤٩ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَرَأَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾. [البقرة: ١٨٤] قَالَ: هِيَ مَنْسُوْخَةٌ. [طرفه في: ٤٥٠٦]

(۱۹۴۹) ہم سے عیاش نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکور بالا) ﴿فدية طعام مسكين﴾ پڑھی اور فرمایا یہ منسوخ ہے۔

تشریح: پورا ترجمہ آیت کا یوں ہے: ”اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن روزہ رکھنا نہیں چاہتے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں پھر جو شخص خوشی سے زیادہ آدمیوں کو کھلائے اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو

لوگوں کو دین کی سچی راہ سمجھاتا ہے اور اس میں کھلی کھلی ہدایت کی باتیں اور صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی دلیلیں موجود ہیں، پھر اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور اس حکم کی غرض یہ ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ نے جو تم کو دین کی سچی راہ بتلائی اس کے شکریہ میں اس کی بڑائی کرو اور اس لئے کہ تم اس کا احسان مانو۔'' شروع اسلام میں ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ﴾ (۲/البقرة:۱۸۴) اترا تھا اور مقدور والے لوگوں کو اختیار تھا وہ روزہ رکھیں خواہ فدیہ دیں پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور صحیح جسم مقیم پر روزہ رکھنا ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ (۲/البقرة:۱۸۵) سے واجب ہوگیا۔ (وحیدی) بعض نے کہا ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ﴾ کے معنی یہ ہیں جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے گو مقیم اور تندرست ہیں مثلاً: ضعیف بوڑھے لوگ تو وہ ہر روزے کے بدل ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہ ہوگی اور تفصیل اس مسئلہ کی تفسیروں میں ہے۔ (وحیدی)

بَابُ مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللَّهِ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾. [البقرة: ١٨٤] وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ صَوْمِ الْعَشْرِ: لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ: إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا، وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ إِطْعَامًا. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا، وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ يُطْعِمُ، وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهُ الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ: ﴿فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾. [البقرة: ١٨٤]

باب: رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں؟

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان کو متفرق دنوں میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف یہ ہے کہ ''گنتی پوری کرلو دوسرے دنوں میں۔'' اور سعید بن مسیب نے کہا کہ (ذی الحجہ کے) دس روزے اس شخص کے لئے جس پر رمضان کے روزے واجب ہوں (اور ان کی قضا ابھی تک نہ کی ہو) رکھنے بہتر نہیں ہیں بلکہ رمضان کی قضا پہلے کرنی چاہیے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ اگر کسی نے کوتاہی کی (رمضان کی قضا میں) اور دوسرا رمضان بھی آ گیا تو دونوں کے روزے رکھے اور اس پر فدیہ واجب نہیں۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرسلاً ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ (مسکینوں) کو کھانا بھی کھلائے۔ اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے کا (قرآن میں) ذکر نہیں کیا بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ ''دوسرے دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔''

١٩٥٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِيْ شَعْبَانَ. قَالَ يَحْيَى: الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ ﷺ. [مسلم: ٢٦٨٧؛ ابوداود: ٢٣٩٩؛ نسائي: ٢٣١٨؛ ابن ماجه: ١٦٦٩]

(١٩٥٠) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتیں کہ رمضان کا روزہ مجھ سے چھوٹ جاتا۔ شعبان سے پہلے اس کی قضا کی توفیق نہ ہوتی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھا۔

تشریح: یہاں جو قول ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا اوپر مذکور ہوا ہے اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا مگر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے یہ مروی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی قضا نہ رکھی یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ قضا بھی رکھے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ بھی دے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے خلاف ابراہیم نخعی کے قول پر عمل کیا ہے اور فدیہ دینا ضروری نہیں رکھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ اگر رمضان کی قضا نہ رکھے

اور دوسرا رمضان آن پہنچا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کے ہر روزے کے بدل فدیہ دے اور روزہ رکھنا ضروری نہیں، اس کو عبدالرزاق اور ابن منذر نے نکالا۔ یحییٰ بن سعید نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے اور قتادہ سے یہ منقول ہے کہ جس نے رمضان کی قضا میں افطار کرڈالا تو وہ ایک روزہ کے بدل دو روزے رکھے۔ اب جمہور علما کے نزدیک رمضان کی قضا پے در پے رکھنا ضروری نہیں الگ الگ بھی رکھ سکتا ہے یعنی متفرق طور سے اور ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ پے در پے رکھنا واجب ہے، بعض اہل ظاہر کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت اتری تھی: ﴿فعدة من ایام اخر متتابعات﴾ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی قراءت یوں ہی ہے۔ (وحیدی) مگر اب قراءت مشہور میں یہ لفظ نہیں ہیں اور اب اسی قراءت کو ترجیح حاصل ہے۔

بَابُ الْحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

باب: حیض والی عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيْرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ، فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِنِ اتِّبَاعِهَا، مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

اور ابوالزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے ان ہی میں سے ایک یہ حکم بھی ہے کہ حائضہ روزے تو قضا کرلے لیکن نماز کی قضا نہ کرے۔ (یعنی پاک ہونے پر اس کو روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے مگر نماز کی نہیں)۔

۱۹۵۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدٌ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ، وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا)). [راجع: ٣٠٤]

(۱۹۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض نے اور ان سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔"

[مسلم: ٢٤١، ٢٠٥٤؛ نسائي: ١٥٧٥، ١٥٧٨؛ ابن ماجه: ١٢٨٨]

تشریح: مقصد یہ ہے کہ معیار صداقت ہماری ناقص عقل نہیں بلکہ فرمان رسالت ﷺ ہے۔ خواہ وہ بظاہر عقل کے خلاف بھی نظر آئے مگر حق وصداقت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمادیا۔ اسی کو مقدم رکھنا اور عقل ناقص کو چھوڑ دینا ایمان کا تقاضا ہے ابوزناد کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

بَابُ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

باب: اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا کہ اگر اسکی طرف سے (رمضان کے تیس روزوں کے بدلہ میں) تیس آدمی ایک دن روزے رکھ لیں تو جائز ہے۔

١٩٥٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ)). تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو، وَرَوَاهُ يَحْيَى ابْنُ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ. [مسلم: ٢٦٩٤؛ ابوداود: ٢٤٠٠]

(۱۹۵۲) ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن موسیٰ بن اعین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حارث نے، ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے، ان سے محمد بن جعفر نے کہا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمے روزے واجب ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ دے، موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن وہب نے بھی عمرو سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب نے ابن ابی جعفر سے۔

تشریح: اہل حدیث کا مذہب باب کی حدیث پر ہے کہ اس کا ولی اسکی طرف سے روزے رکھے اور شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے بیہقی نے بہ سند صحیح روایت کیا کہ جب کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے تو اس پر عمل کرو اور میری تقلید نہ کرو، امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث صحیح کے برخلاف یہ اختیار کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (وحیدی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ: مرنے والے کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں دو بھید ہیں ایک میت کے اعتبار سے کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہیں ان کو اس بات کا ادراک رہتا ہے کہ عبادت میں سے کوئی عبادت جو ان پر فرض تھی اور اس کے ترک کرنے سے ان سے مؤاخذہ کیا جائے گا اس سے فوت ہوگئی ہے، اس لئے وہ نفوس رنج والم کی حالت میں رہتے ہیں اور اس سبب سے ان پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت میں ان پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اس میت کا قریبی ہے اس کا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ میں یہ عمل اسکی طرف سے کرتا ہوں اس شخص کے قرابتی کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کئے مرگیا تو اسکے وارث کو اسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے۔
(حجة الله البالغة)

١٩٥٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ، وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيْهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى)). قَالَ سُلَيْمَانُ: فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ: وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ

(۱۹۵۳) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مسلم بطین نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہوگیا اور ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے باقی رہ گئے ہیں۔ کیا میں ان کی طرف سے قضا رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کردیا جائے۔'' سلیمان اعمش نے بیان کیا کہ حکم اور سلمہ نے کہا جب مسلم بطین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم سب وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں

بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَا: سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْأَحْمَرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ، وَمُسْلِمِ الْبَطِينِ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، وَعَطَاءٍ، وَمُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ. وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ. وَقَالَ عُبَيْدُاللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ. وَقَالَ أَبُو حَرِيزٍ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا. [مسلم: ٢٦٩٣، ٢٦٩٤، ٢٦٩٥؛ ترمذي: ٧١٦؛ ابن ماجه: ١٧٥٨]

حضرات نے فرمایا کہ ہم نے مجاہد سے بھی سنا تھا کہ وہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے۔
ابو خالد سے روایت ہے کہ اعمش نے بیان کیا ان سے حکم، مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل نے، ان سے سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ''بہن'' کا انتقال ہوگیا ہے پھر یہی قصہ بیان کیا، یحییٰ اور سعید اور ابو معاویہ نے کہا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مسلم نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے زید ابن ابی انیسہ نے، ان سے حکم نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور ان پر نذر کا ایک روزہ واجب تھا اور ابو حریز عبداللہ بن حسین نے بیان کیا، کہا ہم سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔

تشریح: ان سندوں کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے اختلافات ہیں، کوئی کہتا ہے پوچھنے والا مرد تھا، کوئی کہتا ہے عورت نے پوچھا تھا، کوئی ایک مہینے کے کوئی پندرہ دن کے روزے کہتا ہے کوئی نذر کا روزہ کہتا ہے۔ اسی لیے نذر کا روزہ امام احمد اور لیث نے میت کی طرف سے رکھنا درست کہا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں رکھا (جبکہ یہ قول صحیح نہیں۔ میت کی طرف سے باقی روزے رکھنے ضروری ہیں) میں کہتا ہوں ان اختلافات سے حدیث میں کوئی نقص نہیں آتا۔ جب اس کے راوی ثقہ ہیں ممکن ہے یہ مختلف واقعات ہوں اور پوچھنے والے متعدد ہوں۔ (وحیدی)

بَابٌ: مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

باب: روزہ کس وقت افطار کرے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

اور جب سورج کا گردہ ڈوب گیا تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کرلیا (اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے)۔

١٩٥٤ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي

(1954) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے

يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)).

سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے افطار کا وقت آ گیا۔''

[مسلم: ٢٥٦٠؛ ابوداود: ٢٣٥١؛ ترمذي: ٦٩٨]

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ جو یہاں بھی سند میں آئے ہیں ۱۰۷ھ میں ماہ شعبان میں کوفہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ امام، عالم، زاہد، پرہیزگار تھے، ان پر جملہ محدثین کا اعتماد تھا۔ جن کا متفقہ قول ہے کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم نابود ہو جاتا۔ ۱۹۸ھ میں یکم رجب کو مکہ مکرمہ میں ان کا انتقال ہوا اور حجون میں دفن کئے گئے انہوں نے ستر حج کئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آمین

١٩٥٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفَى قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: ((يَا فُلَانُ قُمْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ أَمْسَيْتَ. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَوْ أَمْسَيْتَ. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ، فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). [راجع: ١٩٤١]

(۱۹۵۵) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے، ان سے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوہ فتح جو رمضان میں ہوا) سفر میں تھے اور آنحضرت ﷺ روزہ سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک صحابی (بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''اے فلاں! میرے لئے اٹھ کے ستو گھول۔'' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اتر کر ہمارے لئے ستو گھول۔'' اس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے آنحضرت ﷺ نے پھر وہی حکم دیا: ''اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔'' لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا: ''اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔'' چنانچہ اترے اور ستو انہوں نے گھول دیا اور رسول اللہ ﷺ نے پیا۔ پھر فرمایا: ''جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آ گئی تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے۔''

تشریح: مخاطب حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جن کا خیال تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے، حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا۔ بہر حال خیال کے مطابق یہ کہا۔ کیونکہ عرب میں پہاڑوں کی کثرت ہے اور ایسے علاقوں میں غروب کے بعد بھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی سورج باقی ہے مگر حقیقت میں افطار کا وقت ہو گیا تھا اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ان کو ستو گھولنے کے لئے حکم فرمایا اور روزہ کھولا گیا۔ حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ جب بھی غروب کا یقین ہو جائے تو روزہ کھول دینا چاہیے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس حدیث سے اظہار خیال کی بھی آزادی ثابت ہوئی اگرچہ وہ خیال درست بھی نہ ہو۔ مگر ہر شخص کو حق ہے کہ اپنا خیال ظاہر کرے، بعد میں وہ خیال غلط ثابت ہو تو اس پر اس کا تسلیم حق کرنا بھی ضروری ہے۔

بَابٌ: يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ [عَلَيْهِ] باب: پانی وغیرہ جو چیز بھی پاس ہو اس سے روزہ

بِالْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ

افطار کر لینا چاہیے

١٩٥٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لَنَا)). قَالَ فَنَزَلَ، فَجَدَحَ، ثُمَّ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ. [راجع: ١٩٤١]

(١٩٥٦) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، آپ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: ''اتر کہ ہمارے لیے ستو گھول۔'' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تھوڑی دیر اور ٹھہریئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتر کر ہمارے لئے ستو گھول۔'' انہوں نے پھر یہی کہا کہ یا رسول! ابھی تو دن باقی ہے، آپ نے فرمایا کہ ''اتر کر ستو ہمارے لئے گھول۔'' چنانچہ انہوں نے اتر کر ستو گھولا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ رات کی تاریکی ادھر سے آ گئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔'' آپ نے اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ ستو پانی میں گھولے گئے تھے اور اس وقت یہی حاضر تھا تو پانی وغیرہ ما حضر سے روزہ کھولنا ثابت ہوا۔ ترمذی نے مرفوعاً نکالا کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے۔ (وحیدی)

حضرت مسدد بن مسرہد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے ہیں اور جامع الصحیح میں ان سے بکثرت روایات ہیں۔ یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ حماد بن زید اور ابو عوانہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت فرمائی۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔ ۲۲۸ھ میں انتقال ہوا۔ آمین۔ الحمد للہ پارہ نمبر ۷ مکمل ہوا۔

بَابُ تَعْجِيلِ الْإِفْطَارِ

باب: روزہ کھولنے میں جلدی کرنا

١٩٥٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ)). [مسلم: ٢٥٥٤؛ ترمذي: ٦٩٩]

(١٩٥٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے، انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

تشریح: یعنی وقت ہو جانے کے بعد پھر افطار میں دیر نہ کرنا چاہیے۔ ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا یہود اور نصاریٰ دیر کرتے ہیں، حاکم کی روایت میں ہے کہ میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک روزہ کے افطار میں تارے نکلنے کا انتظار نہ کرے گی۔ ابن عبدالبر نے کہا روزہ جلد افطار کرنے اور سحری دیر میں کھانے کی حدیثیں صحیح اور متواتر ہیں۔ عبدالرزاق نے نکالا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سب لوگوں سے روزہ جلدی کھولتے اور سحری کھانے میں لوگوں سے دیر کرتے۔ مگر ہمارے زمانے میں عموماً لوگ روزہ تو دیر سے کھولتے ہیں اور سحری جلدی کھا لیتے ہیں اسی وجہ سے ان پر تباہی آ رہی ہے۔ نبی کریم رضی اللہ عنہ کا فرمانا درست تھا۔ جب سے مسلمانوں نے سنت پر چلنا چھوڑ دیا روز بروز ان کا تنزل ہوتا گیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن عبدالبر احادیث تعجیل الافطار وتاخیر السحور صحاح متواترة وعند عبدالرزاق وغیره باسناد صحیح عن عمرو بن میمون الاودی قال کان اصحاب محمد ﷺ اسرع الناس افطارا وابطأهم سحورا۔" (فتح الباری)

یعنی روزہ کھولنے کے متعلق احادیث صحیح متواتر ہیں۔

"واتفق العلماء علی ان محل ذلك اذا تحقق غروب الشمس بالروایة او باخبار عدلین وکذا عدل واحد فی الارجح قال ابن دقیق العید فی هذا الحدیث رد علی الشیعة فی تأخیرهم الفطر الی ظهور النجوم۔" (فتح)

یعنی علما کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں، دو نہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔ اس حدیث میں شیعہ پر رد ہے جو روزہ کھولنے کے لئے تاروں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں جو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنی سخت ترین ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

١٩٥٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى، ثُمَّ قَالَ لِرَجُلٍ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي)). قَالَ: لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ. قَالَ: ((انْزِلْ، فَاجْدَحْ لِي، إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)). [راجع: ١٩٤١] [مسلم: ٢٥٥٩، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٢؛ ابوداود: ٢٣٥٢]

(١٩٥٨) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے سلیمان شیبانی نے اور ان سے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپ روزے سے تھے، جب شام ہوئی تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ (اونٹ سے) "اتر کر میرے لیے ستو گھول۔" اس نے کہا! حضور اگر شام ہونے کا کچھ اور انتظار فرمائیں تو بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا: "اتر کر میرے لئے ستو گھول (وقت ہو گیا ہے) جب تم یہ دیکھو کہ رات ادھر مشرق سے آ گئی تو روزہ دار کے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔"

تشریح: یا روزہ کھل گیا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ جب افطار کا وقت آ جائے تو خود بخود روزہ کھل جاتا ہے گو افطار نہ کرے۔ ہم کہتے ہیں اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے کیونکہ اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود کھل جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ ستو گھولنے کے لئے کیوں جلدی فرماتے۔ اسی طرح دوسری حدیثوں میں روزہ جلدی کھولنے کی ترغیب کیوں دیتے۔ اور اگر وقت آنے سے روزہ خود بخود ختم ہو جاتا تو پھر وصال کے روزے سے کیوں منع فرماتے۔ یہی حدیث پیچھے اسحاق واسطی کی سند سے بھی گزر چکی ہے۔ آپ نے جس کو ستو گھولنے کا حکم فرمایا تھا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے روشنی دیکھ کر خیال کیا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں کسر ہے۔ اسی لیے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسا عرض کیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفیه تذکرة العالم بما یخشی ان یکون نسیه وترك المراجعة له بعد ثلاث۔" یعنی اس حدیث میں واقعہ مذکور ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی عالم کو ایک عامی بھی تین بار یاد دہانی کرا سکتا ہے اگر یہ گمان ہو کہ عالم سے بھول ہو گئی ہے، جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کے مطابق نبی کریم ﷺ کو تین مرتبہ یاد دہانی کرائی، مگر چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح نہ تھا۔ لہٰذا آخر میں نبی کریم ﷺ نے ان کو مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ فرمایا اور انہوں نے ارشاد گرامی کی تعمیل کی، معلوم ہوا کہ وقت ہو جانے پر روزہ کھولنے میں پس و پیش کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔

بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

باب: ایک شخص نے سورج غروب سمجھ کر روزہ کھول لیا اس کے بعد سورج نکل آیا

١٩٥٩ـ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي يَوْمِ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ. قِيْلَ لِهِشَامٍ: فَأُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ؟ قَالَ: بُدٌّ مِنْ قَضَاءٍ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: سَمِعْتُ هِشَامًا: لَا أَدْرِيْ أَقْضَوْا أَمْ لَا. [ابوداود: ٢٣٥٩؛ ابن ماجه: ١٦٧٤]

(۱۹۵۹) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کرلیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضا کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا: مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی یا نہیں۔

تشریح: اس پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں قضا لازم ہوگی اور کفارہ نہ ہوگا۔ اور اس کے سوا یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک غروب نہ ہو امساک کرے یعنی کچھ کھائے پئے نہیں۔

قسطلانی نے بعض حنابلہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ رات ہوگئی افطار کرے پھر معلوم ہوا کہ دن تھا تو اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ ایسی صورت میں قضا بھی نہیں ہے، اور مجاہد اور حسن سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حافظ نے کہا ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسی ہی ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور معمر کی تعلیق کو عبد بن حمید نے وصل کیا۔ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے اور شاید پہلے ہشام کو اس میں شک ہو پھر یقین ہوگیا ہو کہ انہوں نے قضا کی۔ اور ابواسامہ نے ان کو قضا کا یقین ہوجانے کے بعد روایت کی ہو، اس صورت میں تعارض نہ رہے گا۔ ابن خزیمہ نے کہا ہشام نے جو قضا کرنا بیان کیا اس کی سند ذکر نہیں کی، اس لئے میرے نزدیک قضا نہ ہونے کی ترجیح ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم قضا نہیں کرنے والے نہ ہم کو گناہ ہوا۔ اور عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ قضا کرنا چاہیے۔ حافظ نے کہا حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ (وحیدی) ظاہر حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ قضا لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ صَوْمِ الصِّبْيَانِ

باب: بچوں کے روزہ رکھنے کا بیان

تشریح: جمہور علما کا یہ قول ہے کہ جب تک بچہ جوان نہ ہو اس پر روزہ واجب نہیں لیکن ایک جماعت سلف نے ان کو عادت ڈالنے کے لیے یہ حکم دیا کہ بچوں کو روزہ رکھوائیں جیسے نماز پڑھنے کے لئے ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ شافعی نے کہا سات سے لے کر دس برس تک جب عمر ہو تو ان سے روزہ رکھوائیں۔ اور اسحاق نے کہا جب بارہ برس کے ہوں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب دس برس کے ہوں۔ اوزاعی نے کہا جب بچہ تین روزے متواتر رکھ سکے اور اس کو ضعف نہ ہو تو اس کو روزہ رکھائیں اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بچوں کے حق میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں: "ان الصحیح عند اھل الحدیث واھل الاصول ان الصحابی اذا قال فعلنا کذا فی عھد رسول اللہ ﷺ۔" یعنی جب کوئی صحابی لفظ فعلنا کذا فی عھد الخ بولے تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ: وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ! فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشہ باز سے فرمایا تھا ''افسوس تجھ پر، تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے۔ حالانکہ ہمارے تو بچے بھی روزے سے ہیں، پھر آپ نے اس پر حد قائم کی۔

١٩٦٠۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ: ((مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ)). قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَلِكَ، حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ. [مسلم: ٢٦٦٩]

(١٩٦٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عاشورہ کی صبح کو آنحضرت ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ ''صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔'' ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

تشریح: اس نشہ باز نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معلوم کر کے فرمایا: ارے کم بخت! تو نے یہ کیا حرکت کی ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ پھر آپ نے اس کو اسی کوڑے مارے اور شام کے ملک میں جلاوطن کر دیا۔ اس کو سعید بن منصور اور بغوی نے جعدیات میں نکالا ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد صرف بچوں کو روزہ رکھنے کی مشروعیت بیان کرنا ہے۔ جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ پس مناسب ہے کہ بچوں کو بھی روزہ کی عادت ڈلوائی جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفی الحدیث حجة علی مشروعیة تمرین الصبیان علی الصیام کما تقدم لان من کان فی مثل السن الذی ذکر فی ھذا الحدیث فھو غیر مکلف." یعنی اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔

بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ: لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

باب: پے در پے ملا کر روزہ رکھنا اور جنہوں نے یہ کہا کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة: ١٨٧] وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

(ابو العالیہ) تابعی سے ایسا منقول ہے انہوں نے کہا اللہ نے فرمایا: ''روزہ رات تک پورا کرو۔'' نبی کریم ﷺ نے صوم وصال سے (بحکم الٰہی) منع فرمایا، امت پر رحمت اور شفقت کے خیال سے تاکہ ان کی طاقت قائم رہے۔ اور یہ کہ عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

تشریح: اس حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آخر باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وصل کیا اور ابو داؤد نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے حجامت اور وصال سے منع فرمایا۔ اپنے اصحاب کی طاقت باقی رکھنے کے لئے، وصال کا روزہ رکھنا منع ہے مگر سحر تک وصال جائز ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔ اب اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا کراہت کے طور پر بعض نے کہا جس پر جبر شاق ہو تو اس پر حرام ہے اور

جس پر شاق نہ ہو اس کے لئے جائز ہے۔ (وحیدی)

١٩٦١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تُوَاصِلُوْا)). قَالُوْا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ)) قَالَ: ((إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى ـأَوْ إِنِّي أَبِيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى ـ)). [طرفه في: ٧٢٤١]

(۱۹۶۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بلا سحر وافطار) "پے در پے روزے نہ رکھا کرو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔

١٩٦٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوْا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى)). [راجع: ١٩٢٢]

[مسلم: ٢٥٦٣؛ ابوداود: ٢٣٦٠]

(۱۹۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔"

١٩٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي حَمَّادُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُوَاصِلُوْا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ)). قَالُوْا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِي)).

[طرفه في: ١٩٦٧] [ابوداود: ٢٣٦١]

(۱۹۶۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: "مسلسل (بلا سحری وافطاری) روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کرسکتا ہے۔" صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔"

تشریح: ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ بشیر بن خصاصیہ کی عورت سے نقل کیا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دو دن ورات کا متواتر روزہ رکھوں مگر میرے خاوند بشیر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اس سے منع فرمایا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو فعل نصاریٰ بتلایا اور فرمایا ہے کہ اسی طرح روزہ رکھو جس طرح تم کو اللہ نے اس کے لئے حکم فرمایا ہے۔ رات آنے تک روزہ رکھو رات ہونے پر فوراً روزہ افطار کرلو۔

احادیث میں نبی کریم ﷺ کے صوم وصال کا ذکر ہے۔ یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی تطبیق کو ترجیح حاصل ہے۔ اللہ پاک مجھے کھلاتا پلاتا ہے اس سے روحانی اکل وشراب مراد ہے۔ تفصیل مزید کے لئے اہل علم فتح الباری کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیں۔

١٩٦٤ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ، رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَهُمْ.

(۱۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ سے منع کیا تھا، امت پر رحمت وشفقت کے خیال سے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' عثمان رضی اللہ عنہ نے (اپنی روایت میں) ''امت پر رحمت وشفقت کے خیال سے'' کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔

تشریح: اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو وصال کا روزہ رکھنا حرام نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر شفقت کے خیال سے اس سے منع فرمایا جیسے قیام اللیل میں آپ چوتھی رات کو برآمد نہ ہوئے اس ڈر سے کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ وہ پندرہ پندرہ دن تک وصال کے روزے رکھتے تھے۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ طے کے روزے رکھے۔ اگر حرام ہوتے تو آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کبھی نہ رکھنے دیتے۔ (وحیدی)

بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ

باب: جو طے کے روزے بہت رکھے اس کو سزا دینے کا بیان

رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٩٦٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي)). فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ: ((لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ)). كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ، حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوْا. [أطرافه في: ١٩٦٦، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩]

(۱۹۶۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل (کئی دن تک سحری وافطاری کے بغیر) روزہ رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اس پر ایک آدمی نے مسلمانوں میں سے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔'' لوگ اس پر بھی جب صوم وصال رکھنے سے نہ رکے تو آپ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا، پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپ نے فرمایا: ''اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔'' گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ نے ان کو سزا دینے کے لئے یہ کہا۔

تشریح: بعض روایتوں میں یوں ہے میں تو برابر اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ کھلا پلا دینا روزہ نہیں توڑتا کیونکہ یہ

بہشت کا طعام اور شراب ہے، اس کا حکم دنیا کے طعام اور شراب کا نہیں جیسے ایک حدیث میں ہے سونے کا طشت لایا گیا اور میرا سینہ دھویا گیا۔ حالانکہ دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے قطع نظر اس کے صحیح روایت یہی ہے کہ میں رات کو اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ فرماتے ہیں: "اي على صفتكم في ان من اكل منكم او شرب انقطع وصاله بل انما يطعمني ربي ويسقيني ولا تنقطع بذالك مواصلتي فطعامي وشرابي على غير طعامكم وشرابكم صورة ومعنى۔" یعنی تم میں سے کوئی روزے میں کھا پی لے تو اس کا وصال روزہ ٹوٹ گیا۔ اور میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اس سے میرا وصال نہیں ٹوٹتا۔ میرا طعام و شراب ظاہر و باطن کے لحاظ سے تمہارے طعام اور شراب سے بالکل مختلف ہے۔

١٩٦٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ)). مَرَّتَيْنِ قِيْلَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ. قَالَ: ((إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي، فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ)). [راجع: ١٩٦٥]

(۱۹۶۶) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ فرمایا: "تم لوگ وصال سے بچو!" عرض کیا گیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "رات میں مجھے میرا رب کھلاتا اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ پس تم اتنی ہی مشقت اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔"

بَابُ الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ

باب: سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

تشریح: درحقیقت یہ وصال کا روزہ نہیں مگر مجازاً اس کو وصال یعنی طے کا روزہ کہتے ہیں۔ کیونکہ طے کا روزہ یہ ہے کہ دن کی طرح ساری رات نہ کچھ کھائے نہ پیئے۔ باب کے ذیل میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: "اي جوازه وقدتقدم انه قول احمد وطائفة من اصحاب الحديث وتقدم توجيهه وان من الشافعية من قال انه ليس بو صال حقيقة۔" عبارت کا مفہوم اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

١٩٦٧ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُوَاصِلُوْا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ)). قَالُوْا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: ((لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِي)). [راجع: ١٩٦٣]

(۱۹۶۷) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے عبداللہ بن خباب نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: "صوم وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر لے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔"

بَابُ مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً

باب: کسی نے اپنے بھائی کو نفلی روزہ توڑنے کے لئے قسم دی اور اس نے روزہ توڑ دیا تو توڑنے

إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ والے پر قضا واجب نہیں ہے جب کہ روزہ نہ رکھنا اس کو مناسب ہو

تشریح: اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر بلا وجہ نفل روزہ قصداً توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی۔ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں اگر نفل روزہ توڑ ڈالے تو اس کی قضا مستحب ہے عذر سے توڑے یا بے عذر۔ حنابلہ اور جمہور بھی اسی کے قائل ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک ہر حال میں قضا واجب ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب عمداً بلا عذر توڑ ڈالے تو قضا لازم ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ظاہر ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

١٩٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً. فَقَالَ: لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا. فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا. فَقَالَ لَهُ: كُلْ. قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ. قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ. قَالَ: فَأَكَلَ. فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ. قَالَ: نَمْ. فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ. فَقَالَ: نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الآنَ. فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)). [أطرافه في: ٦١٣٩] [ترمذي: ٢٤١٣]

(١٩٦٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ان سے ابوالعمیس عتبہ بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے اور ان سے ان کے والد (وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو (ان کی عورت) ام درداء کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام درداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ پھر ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے اٹھے اور اس مرتبہ سلمان نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہیے۔ پھر آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''سلمان (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا۔''

تشریح: عبادت الٰہی کے متعلق کچھ غلط تصورات ادیان عالم میں پہلے ہی سے پائے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی غلط تصورات کی اصلاح کے لئے پیغمبر اعظم ﷺ تشریف لائے۔ ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسے تصورات رکھتے تھے۔ جن میں سے ایک حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ

نفس کشی بایں طور کرنا کہ جائز حاجات بھی ترک کر کے حتیٰ کہ رات کو آرام ترک کرنا، دن میں ہمیشہ روزہ سے رہنا ہی عبادت ہے۔ اور یہی اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس تصور کی عملاً اصلاح فرمائی اور بتلایا کہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا یہ بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے۔ بیوی کے حقوق ادا کرنا جس میں اس سے جماع کرنا بھی داخل ہے اور رات میں آرام کی نیند سونا اور دن میں متواتر نفل روزوں کی جگہ کھانا پینا یہ سب امور داخل عبادت ہیں۔ ان ہر دو بزرگ صحابیوں کا جب یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی اور بتلایا کہ عبادت الٰہی کا حقیقی تصور یہی ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بلکہ حقوق النفس بھی ادا کیے جائیں۔

بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

باب: ماہ شعبان میں روزے رکھنے کا بیان

١٩٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ. وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ. [راجع: ٧٢٩] [مسلم: ٢٧٢١؛ ابوداود: ٢٤٣٤؛ نسائي: ٢٣٥٠]

(۱۹۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابوالنضر نے، انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل روزہ رکھنے لگتے تو ہم (آپس میں) کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

تشریح: شعبان کی وجہ تسمیہ حافظ صاحب کے لفظوں میں یہ ہے: "لتشعبهم فی طلب المیاہ او فی الغارات بعد ان یخرج شهر رجب الحرام۔" (فتح) یعنی اہل عرب اس مہینے میں پانی کی تلاش میں متفرق ہو جایا کرتے تھے۔ یا ماہ رجب کے خاتمہ پر جس میں اہل عرب قتل و غارت وغیرہ سے بالکل رک جایا کرتے تھے، اس ماہ میں وہ ایسے مواقع کی پھر تلاش کرتے۔ اس لئے اس ماہ کو انہوں نے شعبان سے موسوم کیا۔

١٩٧٠ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ، وَكَانَ يَقُوْلُ: ((خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا)) وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا دِيْمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّتْ. وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. [راجع: ٧٢٩] [مسلم: ٢٧٣٢؛ نسائي: ٢١٧٩]

(۱۹۷۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ روزہ سے رہتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا تم خود ہی اکتا جاؤ گے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس میں ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔

تشریح: اگر چہ اور مہینوں میں بھی آپ نفل روزے رکھا کرتے تھے مگر شعبان میں زیادہ روزے رکھتے کیونکہ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔نسائی کی روایت میں یہ مضمون موجود ہے۔(وحیدی) واللہ اعلم۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِفْطَارِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا بیان

۱۹۷۱۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلاً قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَيَصُوْمُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ: لَا، وَاللَّهِ! لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ: لَا، وَاللَّهِ! لَا يَصُوْمُ. [مسلم: ٢٧٢٤؛ نسائي: ٢٣٤٥؛ ابن ماجه: ١٧١١]

(۱۹۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو البشر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رمضان کے سوا نبی کریم ﷺ نے کبھی پورے مہینے کا روزہ نہیں رکھا آپ نفل روزہ رکھنے لگتے تو دیکھنے والا کہہ اٹھتا کہ بخدا، اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے۔ اور اسی طرح جب نفل روزہ چھوڑ دیتے تو کہنے والا کہتا کہ واللہ! اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

۱۹۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ، حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ: أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ. [راجع: ١١٤١]

(۱۹۷۲) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں بے روزہ کے رہتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح کسی مہینہ میں نفل روزے رکھنے لگتے تو ہم خیال کرتے کہ اب اس مہینہ کا ایک دن بھی بے روزے کے نہیں گزرے گا۔ جو جب بھی چاہتا آنحضرت ﷺ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھ سکتا اور جب بھی چاہتا سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ سلمان نے حمید طویل سے یوں بیان کیا کہ انہوں نے انس سے روزہ کے متعلق پوچھا تھا۔

۱۹۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ، وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً

(۱۹۷۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو خالد احمر نے خبر دی کہا کہ ہم کو حمید نے خبر دی، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے روزوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی میرا دل چاہتا کہ آپ کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ کو روزے سے ہی دیکھتا۔ اور بغیر روزے کے چاہتا تو بغیر روزے سے ہی دیکھتا۔ رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا۔ اور

وَلَا حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [راجع ١١٤١]

سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ مشک عبیر کو آپ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار پایا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی اول رات میں عبادت کرتے، کبھی بیچ شب میں، کبھی آخر رات میں۔ اسی طرح آپ کا آرام فرمانا بھی مختلف وقتوں میں ہوتا رہتا۔ اسی طرح آپ کا نفل روزہ بھی تھا۔ شروع اور بیچ اور آخر مہینے میں ہر دنوں میں رکھتے۔ تو ہر شخص جو آپ کو روزہ دار یا رات کو عبادت کرتے یا سوتے دیکھنا چاہتا بلا وقت دیکھ لیتا۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ مسلمان ہر حال میں اپنے اللہ پاک کو یاد رکھیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیں۔

بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

باب: مہمان کی خاطر سے نفل روزہ نہ رکھنا یا توڑ ڈالنا

١٩٧٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، يَعْنِي: ((إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)). فَقُلْتُ: وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ؟ قَالَ: ((نِصْفُ الدَّهْرِ)). [راجع: ١١٣١] [مسلم: ٢٧٣٠، ٢٧٣١؛ نسائي: ٢٣٩٠]

(١٩٧٤) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہارون بن اسماعیل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی: ''تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔'' اس پر میں نے پوچھا، اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن بے روزہ رہنا صوم داؤدی ہے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ نفل روزہ سے زیادہ موجب ثواب یہ امر ہے کہ مہمان کے ساتھ کھائے پیئے، اس کی تواضع کرنے کے خیال سے خود نفل روزہ ترک کر دے کہ مہمان کا ایک خصوصی حق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ ''جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

باب: روزے میں جسم کا حق

١٩٧٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَاللّٰهِ! أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ

(١٩٧٥) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟''

اللَّيْلَ)). فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُوْمَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِذَنْ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ)). فَشَدَّدْتُ عَلَيْهِ، فَشُدِّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً. قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عليه السلام وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ)). قُلْتُ: مَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عليه السلام؟ قَالَ: ((نِصْفَ الدَّهْرِ)). فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُوْلُ: بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ١١٣١، ١٩٧٤]

میں نے عرض کی صحیح ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ۔'' نماز بھی پڑھ اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔'' لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔'' میں نے پوچھا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

تشریح: اس حدیث میں پچھلے مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو عبادت میں زیادہ سے زیادہ انہماک کے خواہش مند ہوں ان کے داؤد علیہ السلام کے روزے کو بطور مثال بیان فرمایا اور ترغیب دلائی کہ ایسے لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ صوم داؤدی کی اقتدا کریں اور اس میانہ روی سے ثواب عبادت حاصل کریں۔

بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

باب: ہمیشہ روزہ رکھنا (جس کو صوم الدہر کہتے ہیں)

تشریح: شافعیہ کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس پر دوزخ تنگ ہو جائے گی یعنی وہ اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اس کو امام احمد اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور بیہقی نے نکالا۔ بعض نے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور روزے کی تکلیف باقی نہیں رہتی۔ بعض علما نے حدیث مذکور کو وعید کے معنی میں سمجھا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا دوزخی ہو گا۔ فتح الباری میں ایک ایسے شخص کا ذکر بھی ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ دیکھنے والوں نے کہا کہ اگر اصحاب محمد ﷺ کا زمانہ ہوتا اور وہ اسے دیکھتے تو اسے سنگسار کر دیتے کیونکہ اس نے صراحتاً فرمان نبوی کی مخالفت کی ہے۔

١٩٧٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُوْلُ

(١٩٧٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا۔ اور

وَاللَّهِ لَأَصُومَنَّ النَّهَارَ، وَلَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ، مَا عِشْتُ. فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي. قَالَ: ((فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ)). قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)). قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ)). فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)).

[راجع: ۱۹۷۶] [مسلم: ۲۷۳۹، ۲۷۴۰، ۲۷۴۱؛ ابوداود: ۲۴۲۷؛ نسائي: ۲۳۹۰، ۲۳۹۱]

ساری رات عبادت کروں گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں میں نے یہ کہا ہے، آپ نے فرمایا: "لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لئے روزہ بھی رکھ اور بے روزہ بھی رہ۔ عبادت بھی کر لیکن سوؤ بھی۔ اور مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔ اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔" میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا: "پھر ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن کے لئے روزے چھوڑ دیا کر۔" میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "اچھا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن بے روزہ کے رہ کہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ایسا ہی تھا اور روزے کا یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔" میں نے اب بھی وہی کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا: "اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔"

بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

باب: روزہ میں بیوی اور بال بچوں کا حق

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۱۹۷۷ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً، أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرٍو [يَقُولُ:] بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ، فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ، وَإِمَّا لَقِيتُهُ، فَقَالَ: ((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي وَلَا تَنَامُ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا)). قَالَ: إِنِّي لَأَقْوَى لِذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام)). قَالَ: فَكَيْفَ؟ قَالَ: ((كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى)). قَالَ: مَنْ لِي بِهَذِهِ

(۱۹۷۷) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو عاصم نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے، انہوں نے عطاء سے سنا، انہیں ابو عباس شاعر نے خبر دی۔ انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں۔ اب یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا خود میں نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے دریافت فرمایا: "کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تو متواتر روزے رکھتا ہے اور ایک بھی نہیں چھوڑتا۔ اور (رات بھر) نماز پڑھتا رہتا ہے؟ روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ، عبادت بھی کر اور سوؤ بھی کیونکہ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔" عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: "پھر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کر۔" انہوں نے کہا اور وہ کس طرح؟ فرمایا: "داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ عَطَاءٌ: لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ)) مَرَّتَيْنِ. [راجع: ١٩٧٧] [مسلم: ٢٧٤٣؛ نسائي: ١٧٦٢، ١٧٦٣؛ ابن ماجه: ١٣٣١]

اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو پیٹھ نہیں پھیرتے تھے۔'' اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پیٹھ پھیر جاؤ۔ عطاء نے کہا کہ مجھے یاد نہیں (اس حدیث) میں صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا۔ (البتہ انہیں اتنا یاد تھا کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو صوم دہر رکھتا ہے اس کا روزہ ہی نہیں۔'' دو مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا)۔

تشریح: اس سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جنہوں نے ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ جانا ہے۔ ابن عربی نے کہا جب نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی نسبت یہ فرمایا کہ اس نے روزہ نہیں رکھا تو اب اس کو ثواب کی کیا توقع ہے۔ بعض نے کہا حدیث میں ہمیشہ روزہ رکھنے سے یہ مراد ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے۔ اس کی کراہیت اور حرمت میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ اگر ان دنوں میں کوئی افطار کرے اور باقی دنوں میں روزہ رکھا کرے بشرطیکہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو ظاہر ہے کہ مکروہ نہ ہوگا۔ مگر بہرحال بہتر یہی ہے کہ صوم داؤدی رکھے یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار تفصیل مزید کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

ایک روایت میں لا صوم ولا فطر کے لفظ آئے ہیں کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا گویا اس کو نہ روزے کا ثواب ملا نہ اس پر گناہ ہوا کیونکہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کا نفس عادی ہوگیا۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَإِفْطَارِ يَوْمٍ

باب: ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا بیان

١٩٧٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ)). قَالَ: أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ: ((صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا)) وَقَالَ: ((اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ)). قَالَ: إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ. فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ: فِي ثَلَاثٍ. [راجع: ١٩٧٨]

(١٩٧٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھا کر۔'' انہوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ اسی طرح وہ برابر کہتے رہے (کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے) یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔'' آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ ''مہینہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کر۔'' انہوں نے اس پر بھی کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور برابر یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین دن میں (ایک قرآن ختم کیا کر)۔

تشریح: امام مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک مہینے میں ایک ختم قرآن کا کیا کر۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا بیس دن میں ختم کیا کر، میں نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا دس دن میں ختم کیا کر۔ میں نے کہا، مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے، آپ نے فرمایا اچھا سات دن میں ختم کیا کر۔ اور اس سے زیادہ مت پڑھ۔ (یعنی سات دن سے کم میں ختم نہ کر) اسی لئے اکثر علما نے سات دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مکروہ رکھا ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ میں نے بیت المقدس میں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کو ابوالطاہر

کہتے تھے وہ رات میں قرآن کے آٹھ پارے ختم کیا کرتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے یہ خلاف سنت ہے۔ عمدہ یہی ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ سمجھ کر چالیس دن میں ختم کیا جائے انتہا یہ ہے کہ تین دن میں ختم ہو۔ اس سے کم میں جو قرآن ختم کرے گا گویا اس نے گھاس کاٹی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَام

باب: حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

١٩٧٩۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ- وَكَانَ شَاعِرًا وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيثِهِ- قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ، وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ)). فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: ((إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ، صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ)). قُلْتُ: فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَام كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى)).

[راجع: ١١٣١، ١٩٧٧]

(١٩٧٩) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو عباس مکی سے سنا، وہ شاعر تھے لیکن روایت حدیث میں ان پر کسی قسم کا اتہام نہیں تھا۔ انہوں نے بیان کیا میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو متواتر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟" میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "اگر تو یونہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بے حد کمزور ہو جائے گا یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بلا ناغہ ہر روز) روزہ رکھے۔ تین دن کا (ہر مہینہ میں) روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔" میں نے اس پر کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: "پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھا کر۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلایا کرتے تھے۔"

تشریح: شاعر مبالغہ کے عادی ہوتے ہیں جو احتیاط ثقاہت کے منافی ہے، اس لئے ابو عباس مکی کے متعلق یہ توضیح کی گئی کہ وہ شاعر ہونے کے باوجود انتہائی ثقہ تھے اور ان کے متعلق کوئی اتہام نہ تھا، لہٰذا ان کی روایات سب قابل قبول ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونقل الترمذی عن بعض اهل العلم انه اشق الصيام ويامن مع ذالك غالبا من تفويب الحقوق كما تقدمت الاشارة اليه فيما تقدم قريبا فی حق داود ولا يفر اذا لاقی لان من اسباب الفرار ضعف الجسد ولا شك ان سرد الصوم ينهكه وعلی ذالك يحمل قول ابن مسعود فيما رواه سعيد بن منصور باسناد صحيح عند انه قيل له انك لتقل الصيام فقال انی اخاف ان يضعفنی عن القراءة والقراءة احب الی من الصيام...... الخ۔"

یعنی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سے نقل کیا ہے کہ صیام داؤد علیہ السلام اگرچہ مشکل ترین روزہ ہے مگر اس میں حقوق واجب کے فوت ہونے کا ڈر نہیں جیسا کہ پیچھے داؤد علیہ السلام کے متعلق اشارہ گزر چکا ہے ان کی شان یہ بتلائی گئی کہ اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود وہ جہاد میں دشمن سے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہیں تھے۔ یعنی اس قدر روزہ رکھنے کے باوجود ان کے جسم میں کوئی کمزوری نہ تھی۔ حالانکہ اس طرح روزے رکھنا جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ آپ نفل روزہ کم رکھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میں کثرت صوم سے اس قدر کمزور نہ ہو جاؤں کہ میری قراءت کا سلسلہ رک جائے حالانکہ قراءت میرے لیے روزہ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صوم داؤد علیہ السلام بہترین روزہ ہے۔ جو لوگ بکثرت روزہ رکھنے کے خواہش مند ہوں ان کے لئے ان ہی کی اتباع مناسب ہے۔

١٩٨٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ [بْنُ شَاهِينَ] الْوَاسِطِيُّ ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ ، فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ ، حَشْوُهَا لِيفٌ ، فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ ، وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ. فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ)) . قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((خَمْسًا)) . قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((سَبْعًا)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((تِسْعًا)) . قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((إِحْدَى عَشْرَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام شَطْرُ الدَّهْرِ، صُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمًا)) .

[راجع: ١١٣١] [مسلم: ٢٧٣١؛ نسائي: ٢٤٠١]

(١٩٨٠) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے اور ان سے ابوقلابہ نے کہ مجھے ابوملیح نے خبر دی، کہا کہ میں آپ کے والد کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ہم سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کو میرے روزے کے متعلق خبر ہوگئی، (کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں) آپ میرے یہاں تشریف لائے اور میں نے ایک گدہ آپ کے لیے بچھا دیا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تکیہ میرے اور آپ کے درمیان ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے لئے ہر مہینہ میں تین دن کے روزے کافی نہیں ہیں۔'' انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (کچھ اور بڑھا دیجئے) آپ نے فرمایا: ''اچھا پانچ دن کے روزے رکھ لے۔'' میں نے عرض کی، یارسول اللہ! کچھ اور آپ نے فرمایا: ''چلو سات دن۔'' میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (کچھ اور بڑھائیے۔) مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا نو دن۔'' میں نے عرض کی، یارسول اللہ! کچھ اور، فرمایا: ''اچھا گیارہ دن۔'' آخر آپ نے فرمایا: ''داؤد علیہ السلام کے روزے کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ (شریعت میں) جائز نہیں۔ یعنی زندگی کے آدھے دنوں میں ایک دن کا روزہ رکھ اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کر۔''

بَابُ صِيَامِ الْبِيضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

باب: ایام بیض کے روزے یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھنا

١٩٨١ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ ، حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى ، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ.

[راجع: ١١٧٨]

(١٩٨١) ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر مہینے کی تین تاریخوں میں روزہ رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح چاشت کی دو رکعتوں کی بھی وصیت فرمائی تھی اور اس کی بھی کہ سونے سے پہلے ہی میں وتر پڑھ لیا کروں۔

تشریح: یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ ایام بیض کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے امام

احمد اور نسائی اور ابن حبان نے موسیٰ بن طلحہ سے نکالا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس میں یوں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے فرمایا جو بھنا ہوا خرگوش لایا تھا۔ تو بھی کھا۔ اس نے کہا میں ہر مہینے تین دن روزے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ روزے رکھتا ہے تو سفید دنوں یعنی ایام بیض میں رکھا کر۔ نسائی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یوں ہے ہر دس دن میں ایک روزہ رکھا کر اور ترمذی نے نکالا کہ آپ ہفتہ اور اتوار اور پیر کو روزہ رکھا کرتے، اور ایک روایت میں منگل بدھ، جمعرات میں ہے غرض آپ کا نفلی روزہ ہمیشہ کے لئے کسی خاص دن میں معین نہ تھا۔ مگر ایام بیض کے روزے مسنون ہیں۔

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

باب: جو شخص کسی کے ہاں بطور مہمان ملاقات کے لئے گیا اور ان کے یہاں جا کر اس نے اپنا نفلی روزہ نہیں توڑا

١٩٨٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ. حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ، فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، فَقَالَ: ((أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ، وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ)). ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ، فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ، فَدَعَا لأُمِّ سُلَيْمٍ، وَأَهْلِ بَيْتِهَا، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي خُوَيْصَةً، قَالَ: ((مَا هِيَ)). قَالَتْ: خَادِمُكَ أَنَسٌ. فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ [قَالَ:] ((اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالاً وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ)). فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الأَنْصَارِ مَالاً. وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ.

(١٩٨٢) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے خالد نے (جو حارث کے بیٹے ہیں) بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا نامی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور کھجوریں بھی اس کے برتن میں رکھ دو کیونکہ میں تو روزے سے ہوں۔" پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا کی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لئے بھی تو دعا فرما دیجئے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انس رضی اللہ عنہ۔ پھر آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لئے دعا نہ کی۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا: "اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لئے برکت عطا کر۔" (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔

قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في: ٦٣٣٤، ٦٣٤٤، ٦٣٧٨، ٦٣٨٠]

ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں یحییٰ نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا، اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا نبی کریم ﷺ کے حوالہ کے ساتھ۔

تشریح: پچھلی حدیث میں حجاج کا ذکر ہے جو بصرہ میں ۷۵ھ میں آیا تھا۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اوپر اسی برس کی تھی، ۹۳ھ کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔ ایک سو سال کے قریب ان کی عمر ہوئی۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خاص اپنی صلب کے ۱۲۵ بچے دفن کئے پھر دیگر لواحقین کا اندازہ کرنا چاہیے۔ اس حدیث سے مقصد باب یوں ثابت ہوا کہ آپ ام سلیم کے گھر روزہ کی حالت میں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ان کے ہاں کھانا واپس فرما دیا۔ اور روزہ نہیں توڑا۔ ثابت ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرے تو جائز بلکہ سنت نبوی ہے۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔ بعض مواقع ایسے بھی آ سکتے ہیں کہ وہاں روزہ کھول دینا جائز ہے۔ بعض ایسے کہ رکھنا بھی جائز ہے۔ یہ ہر شخص کے خود دل میں فیصلہ کرنے اور حالات کو سمجھنے کی باتیں ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔

بَابُ الصَّوْمِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

باب: مہینے کے آخر میں روزہ رکھنا

۱۹۸۳۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ: ((يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هَذَا الشَّهْرِ)). قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: يَعْنِي رَمَضَانَ. قَالَ الرَّجُلُ: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ ((فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ)). لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ. وَقَالَ ثَابِتٌ: عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: وَشَعْبَانَ أَصَحُّ.

[مسلم: ۲۷۴۵، ۲۷۴۶؛ ابو داود: ۲۳۲۸]

(۱۹۸۳) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مہدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، ان سے غیلان بن جریر نے، ان سے مطرف نے، ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا (مطرف نے یہ کہا کہ) سوال تو کسی اور نے کیا تھا اور عمران وہ سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے فلاں! کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے رکھے؟" ابونعمان نے کہا میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی مراد رمضان سے تھی۔ اس آدمی نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا: "جب تو روزے افطار کر لے پھر دونوں کے روزے رکھ لے۔" تو صلت نے یہ نہیں کہا کہ میں نے رمضان مراد لیا ہے۔ اور ثابت نے بیان کیا مطرف سے، ان سے عمران رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے آخر کے بجائے) شعبان کے آخر کا لفظ بیان کیا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ شعبان زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: کیونکہ رمضان میں تو سارے مہینے ہر کوئی روزے رکھتا ہے۔ بعض نے ((سرر)) کا ترجمہ مہینے کا شروع کیا ہے، بعض نے مہینے کا بیچ، بعض نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ڈانٹ کے طور پر فرمایا کہ تو نے شعبان کے اخیر میں تو روزے نہیں رکھے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں آپ نے رمضان کا استقبال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر یہ ہوتا تو آپ قضا کا حکم کیوں دیتے۔ خطابی نے کہا شاید اس وجہ سے قضا کا حکم دیا کہ اس شخص نے منت مانی ہوگی، تو آپ نے منت پوری کرنے کا حکم دیا اس طرح کہ شوال میں اس کی قضا کر لے۔ بعض نے کہا اگر کوئی شعبان کے آخر میں رمضان کے استقبال کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے لیکن اگر استقبال کی نیت نہ ہو تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ مگر ایک حدیث میں شعبان کے نصف اخیر میں روزہ رکھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی تا کہ رمضان کے لئے ضعف لاحق نہ ہو۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ

باب: جمعہ کے دن روزہ رکھنا اگر کسی نے خالی ایک جمعہ کے دن کے روزہ کی نیت کر لی تو اسے توڑ ڈالے

يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَصُوْمَ بَعْدَهُ.

یہ اس وقت ہے جب (جمعہ) سے پہلے یا بعد میں روزہ نہ رکھنا ہو۔

١٩٨٤ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا: أَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. زَادَغَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ: أَنْ يَتَفَرَّدَ بِصَوْمِهِ. [مسلم: ٢٦٨١، ٢٦٨٢؛ ابن ماجه: ١٧٢٤]

(۱۹۸۴) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، اور ان سے عبدالحمید بن جبیر نے اور ان سے محمد بن عباد نے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ابو عاصم کے علاوہ راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ خالی (ایک جمعہ ہی کے دن) روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا۔

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی دو حدیثوں میں کچھ کچھ اجمال ہے مگر تیسری حدیث میں پوری تفصیل موجود ہے، جس سے ظاہر ہے کہ جمعہ کے روزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید تفصیل یوں ہے: "لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تخصوا يوم الجمعة من بين الايام الا ان يكون في صوم يصومه احدكم۔" یعنی جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص نہ کرو اور نہ جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے، ہاں اگر کسی کا کوئی نذر وغیرہ کا روزہ جمعہ کے دن آ جائے۔ جس کا رکھنا اس کے لئے ضروری ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ وہ روزہ رکھا جا سکتا ہے۔

"كمن يصوم ايام البيض او من له عادة بصوم يوم معين كيوم عرفة فوافق يوم الجمعة ويؤخذ منه جواز صومه لمن نذر يوم قدوم زيد مثلا او شفاء فلان۔" (فتح)

یعنی کسی کا کوئی روزہ ایام بیض کا ہو یا عرفہ کا یا کسی نذر کا جمعہ میں پڑ جائے تو پھر جمعہ کا روزہ جائز ہے۔

١٩٨٥ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي أَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَصُوْمَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ)). [مسلم: ٢٦٨٣؛ ابن ماجه: ١٧٢٣]

(۱۹۸۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: "کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔"

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی جو عادت ہوتی ہے کہ ہفتے میں ایک دو دن خاص کر کے اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ جیسے کوئی پیر، جمعرات کو روزہ رکھتا ہے، کوئی پیر، منگل کو، کوئی جمعرات، جمعہ کو تو یہ تخصیص نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن تین نے کہا بعض نے اسی وجہ سے ایسی تخصیص کو

مکروہ رکھا۔ لیکن عرفہ کے دن اور عاشورا اور ایام بیض کی تخصیص تو خود حدیث سے ثابت ہے۔ حافظ نے کہا کئی ایک احادیث میں یہ وارد ہے کہ آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ حالانکہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے نکالا۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قصد کر کے پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے اور نسائی اور ابوداؤد نے نکالا، ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا، اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، اس دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت اٹھایا جائے جب میں روزہ سے ہوں۔

١٩٨٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: ((أَصُمْتِ أَمْسِ)). قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا)). قَالَتْ: لَا. قَالَ: ((فَأَفْطِرِي)). وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

[ابوداود: ٢٤٢٢]

(١٩٨٦) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، (دوسری سند) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوایوب نے اور ان سے جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں جمعہ کے دن تشریف لے گئے، (اتفاق سے) وہ روزہ سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دریافت فرمایا: ''کیا کل کے دن بھی تو نے روزہ رکھا تھا؟'' انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟'' جواب دیا کہ نہیں آپ نے فرمایا: ''پھر روزہ توڑ دو۔'' حماد بن جعد نے بیان کیا کہ انہوں نے قتادہ سے سنا، ان سے ابو ایوب نے بیان کیا اور ان سے جویریہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور انہوں نے روزہ توڑ دیا۔

تشریح: حاکم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: "یوم الجمعة یوم عید فلا تجعلوا یوم عیدکم یوم صیامکم الا ان تصوموا قبله او بعده۔" یعنی جمعہ کا دن تمہارے لیے عید کا دن ہے پس اپنے عید کے دن کو روزہ رکھنے کا دن نہ بناؤ مگر یہ کہ تم اس سے آگے یا پیچھے ایک روزہ اور رکھ لو۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو یہ دن تمہارے لیے عبادت الٰہی اور کھانے پینے کا دن ہے۔ "وذهب الجمهور الی ان النهی فیه للتنزیه۔" (فتح) یعنی جمہور کا قول ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کی نہی تنزیہ کے لیے ہے، حرمت کے لیے نہیں ہے یعنی بہتر ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے۔

بَابٌ: هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ؟

باب: روزے کے لیے کوئی دن مقرر کرنا

١٩٨٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قُلْتُ لِعَائِشَةَ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ لَا، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ

(١٩٨٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (روزہ وغیرہ عبادات کے لئے) کچھ دن خاص طور پر مقرر کر رکھے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ آپ کے ہر عمل میں ہمیشگی ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون ہے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُطِيْقُ: [طرفه في: ٦٤٦٦] [مسلم: ١٨٣٠؛ ابوداود: ١٣٢٨]

جو رسول اللہ ﷺ جتنی طاقت رکھتا ہو؟

تشریح: جن ایام کے روزوں کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے یوم عرفہ یوم عاشورا وغیرہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ

باب: عرفہ کے دن روزہ رکھنا

١٩٨٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، حَدَّثَنِي سَالِمٌ، حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ، مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ ؛ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ. فَأَرْسَلَتْ أُمُّ الْفَضْلِ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ. [راجع: ١٦٥٨]

(۱۹۸۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، کہ مجھ سے سالم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا کے مولیٰ عمیر نے بیان کیا، ان سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبداللہ کے غلام ابونضر نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر نے اور انہیں ام فضل بنت حارث نے کہ ان کے یہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزہ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے ہیں اور بعض نے کہا کہ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، آپ نے دودھ پی لیا۔

تشریح: ابونعیم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ خطبہ سنا رہے تھے اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ تھا جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

١٩٨٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ۔ أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ۔ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّاسَ، شَكُّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ. [مسلم: ٢٦٣٦]

(۱۹۸۹) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، (یا ان کے سامنے حدیث کی قرأت کی گئی)۔ کہا کہ مجھ کو عمرو نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کریب نے اور انہیں میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو نبی ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرما تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

تشریح: عبداللہ بن وہب نے خود یہ حدیث یحییٰ کو سنائی یا عبداللہ بن وہب کے شاگردوں نے ان کو سنائی۔ دونوں طرح حدیث کی روایت صحیح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ان حدیثوں کو ذکر نہیں کیا جن میں عرفہ کے روزہ کی ترغیب ہے، جب کہ وہ حدیث بیان کی جس سے عرفہ میں آپ کا افطار کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ وہ حدیثیں ان کی شرط کے موافق صحیح نہ ہوں گی۔ حالانکہ امام مسلم نے ابوقتادہ سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عرفہ کا روزہ ایک برس آگے اور ایک برس پیچھے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا، عرفہ کا روزہ حاجی کو نہ رکھنا چاہیے۔ اس خیال سے کہ کہیں ضعف نہ ہو جائے۔ اور حج کے اعمال بجالانے میں خلل واقع ہو۔ اور اس طرح باب کی احادیث اور ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (وحیدی)

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ — باب: عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا

تشریح: یہ بالاتفاق منع ہے۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے ایک روزہ کی منت مانی اور اتفاق سے وہ منت عید کے دن آن پڑی مثلاً کسی نے کہا جس دن زید آئے اس دن میں ایک روزہ کی منت اللہ کے لیے مان رہا ہوں اور زید عید کے دن آیا تو یہ نذر صحیح ہوگی یا نہیں۔ حنفیہ نے کہا صحیح ہوگی اور اس پر قضا لازم ہوگی اور جمہور علما کے نزدیک یہ نذر صحیح ہی نہ ہوگی۔

١٩٩٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: هٰذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَنْ قَالَ: مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ قَالَ: مَوْلَى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ.

[طرفه في: ٥٥٧١] [مسلم: ٢٦٧١؛ ابوداود: ٢٤١٦؛ ترمذي: ٧٧١؛ ابن ماجه: ١٧٢٢]

(١٩٩٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ازہر کے غلام ابوعبید نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ (رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (عید الفطر) اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سفیان بن عیینہ نے کہا: جس نے ابوعبید کو ابن ازہر کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا اور جس نے عبدالرحمٰن بن عوف کا غلام کہا اس کی بات بھی درست ہے۔

تشریح: بعض نسخوں میں اس کے بعد اتنی عبارت زائد ہے: "قال ابو عبد الله قال ابن عيينة من قال مولى ابن ازهر فقد اصاب ومن قال مولى عبد الرحمن بن عوف فقد اصاب." یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سفیان بن عیینہ نے کہا، جس نے ابوعبداللہ کو ابن ازہر کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا، اور جس نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام کہا اس نے بھی ٹھیک کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ازہر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دونوں اس غلام میں شریک تھے۔ بعض نے کہا درحقیقت وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام تھے مگر ابن ازہر کی خدمت میں رہا کرتے تھے تو ایک کے حقیقتاً غلام ہوئے دوسرے کے مجازاً۔ (وحیدی)

١٩٩١۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، وَعَنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [راجع: ٣٦٧] [مسلم: ٢٦٧٤؛ ابوداود: ٢٤١٧؛ ترمذي: ٧٧٢]

(١٩٩١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عیدالفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی ممانعت کی تھی۔ اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹ لینے سے اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

۱۹۹۲۔ وَعَنْ صَلَاةٍ، بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ. [راجع: ۵۸۶]

(۱۹۹۲) اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ

باب: عیدالاضحیٰ کے دن کا روزہ رکھنا

۱۹۹۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ، وَبَيْعَتَيْنِ: الْفِطْرِ، وَالنَّحْرِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ۳۶۸] [مسلم: ۳۸۰۵]

(۱۹۹۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عطاء بن میناء سے سنا، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے سے۔ اور ملامست اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے۔

تشریح: یعنی بائع مشتری کا یا مشتری بائع کا کپڑا یا بدن چھوئے تو بیع لازم ہوجائے، اس شرط پر بیع کرنا، یا بائع یا مشتری کوئی چیز دوسرے کی طرف پھینک مارے تو بیع لازم ہوجائے یہ بیع منابذہ ہے جو منع ہے۔

۱۹۹٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا، أَظُنُّهُ قَالَ: الإِثْنَيْنِ، فَوَافَقَ ذَالِكَ يَوْمَ عِيدٍ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ. [طرفاه في: ۶۷۰۵، ۶۷۰۶] [مسلم: ۲۶۷۷]

(۱۹۹۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ عنبری نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن عون نے خبر دی، ان سے زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر مانی۔ پھر کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے اور اتفاق سے وہی عید کا دن پڑ گیا۔ ابن عمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔ (گویا ابن عمر نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا)۔

تشریح: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم یسفر العید فی هذه الروایة ومقتضی ادخاله هذا الحدیث فی ترجمة صوم یوم النحران یکون المسئول عنه یوم النحر وهو مصرح به فی روایة یزید بن زریع المذکورة ولفظه فوافق یوم النحر۔" یعنی اس روایت میں عید کی وضاحت نہیں ہے کہ وہ کون سی عید تھی اور یہاں باب کا اقتضا عیدالاضحیٰ ہے سو اس کی تصریح یزید بن زریع کی روایت میں موجود ہے۔ جس میں یہ ہے کہ اتفاق سے اس دن قربانی کا دن پڑ گیا تھا۔ یزید بن زریع کی روایت میں یہ لفظ وضاحت کے ساتھ موجود ہے اور ایسا ہی احمد کی روایت میں ہے جسے انہوں نے اسماعیل بن علیہ سے، انہوں نے یونس سے نقل کیا ہے، پس ثابت ہوگیا کہ روایت میں یوم عید سے عیدالاضحیٰ یوم النحر مراد ہے۔

۱۹۹۵۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ قَزَعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ

(۱۹۹۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قزعہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نبی

الْخُدْرِيِّ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ: سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبْنَنِي. قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا)). [راجع:٥٨٦]

کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جہادوں میں شریک رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت ہی پسند آئیں۔ آپ نے فرمایا تھا: ''کوئی عورت دو دن (یا اس سے زیادہ) کے اندازے کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم نہ ہو۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں۔ اور چوتھی بات یہ کہ تین مساجد کے سوا اور کسی جگہ کے لئے شد رحال (سفر) نہ کیا جائے، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔''

تشریح: بیان کردہ تینوں چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور عیدین کے دن کھانے پینے کے دن ہیں، ان میں روزہ بالکل غیر مناسب ہے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اور تین مساجد کے سوا کسی بھی جگہ کے لئے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا شریعت میں قطعاً ناجائز ہے۔ خاص طور پر آج کل قبروں، مزاروں کی زیارت کے لئے نذر و نیاز کے طور پر سفر کئے جاتے ہیں، جو ہو بہو بت پرست قوموں کی نقل ہے۔ شریعت محمدیہ میں اس قسم کے کاموں کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ حدیث لاتشد الرحال میں مفصل تشریح پیچھے لکھی جا چکی ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"فيه بيان عظيم فضيلة هذه المساجد الثلاثة ومزيتها على غيرها لكونها مساجد الانبياء صلوة الله وسلامه عليهم ولفضل الصلاة فيها ولو نذر الذهاب الى المسجد الحرام لزمه قصده لحج او عمرة ولو نذر الى المسجدين الاخرين فقو لان للشافعي اصحهما عند اصحابه يستحب قصدهما ولا يجب والثاني يجب وبه قال كثيرون من العلماء واما باقى المساجد سوى الثلاثة فلا يجب قصدها بالنذر ولا ينعقد نذر قصدها۔ هذا مذهبنا ومذهب العلماء كافة الامحمد بن مسلمة المالكى فقال اذا نذر قصد مسجد قباء لزمه قصده لان النبى ﷺ كان يأتيه كل سبت راكباً وما شيا وقال الليث بن سعد يلزمه قصد ذلك المسجد اى مسجد كان وعلى مذهب الجماهير لا ينعقد نذره ولا يلزمه شيء وقال احمد يلزمه كفارة يمين۔"

"واختلف العلماء فى شد الرحال واعمال المطى الى غير المساجد الثلا ثة كالذهاب الى قبور الصالحين الى المواضع الفاضلة ونحو ذالك فقال الشيخ ابو محمد الجوينى من اصحابنا هو حرام وهو الذى اشار القاضى عياض الى اختياره۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھنے والے بزرگ ہیں۔ اپنے دور کے بہت ہی بڑے عالم فاضل، قرآن و حدیث کے ماہر اور متدین اہل اللہ شمار کیے گئے ہیں۔ آپ کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں مساجد کی فضیلت اور بزرگی دیگر مساجد پر اس وجہ سے ہے کہ ان مساجد کی نسبت کئی بڑے بڑے انبیا علیہم السلام سے ہے یا اس لیے کہ ان میں نماز پڑھنا بہت فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کے لئے مسجد حرام میں جانے کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا اس کے لئے لازم ہوگا۔ اور اگر دوسری دو مساجد کی طرف جانے کی نذر مانی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اس نذر کا پورا کرنا مستحب جانتے ہیں نہ کہ واجب اور دوسرے علما اس نذر کا پورا کرنا بھی واجب جانتے ہیں۔ اور اکثر علما کا یہی قول ہے۔ ان تین کے سوا باقی مساجد کا نذر وغیرہ کے طور پر قصد کرنا واجب نہیں بلکہ ایسے قصد کی نذر ہی منعقد نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اور بیشتر علما کا مذہب ہے۔ مگر محمد بن مسلمہ مالکی کہتے ہیں کہ مسجد

قبا میں جانے کی نذر واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ پیدل و سوار وہاں جایا کرتے تھے۔ اور لیث بن سعد نے ہر مسجد کے لئے ایسی نذر اور اس کا پورا کرنا ضروری کہا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس پر کوئی کفارہ لازم ہے۔ مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قسم جیسا کفارہ لازم قرار دیا ہے۔

اور مساجد ثلاثہ کے علاوہ قبور صالحین یا ایسے مقامات کی طرف پالان سفر باندھنا اس بارے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قاضی عیاض کا بھی اشارہ اسی طرف ہے۔ اور حدیث نبوی جو یہاں مذکور ہوئی ہے وہ بھی اپنے معنی میں ظاہر ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے ان تین مذکورہ مساجد کے علاوہ ہر جگہ کے لئے بغرض تقرب الی اللہ پالان سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ خواہ وہ قائل کسے باشد۔

مذہب محقق یہی ہے کہ شد رحال صرف ان ہی تین مساجد کے ساتھ مخصوص ہے اور کسی جگہ کے لئے یہ جائز نہیں۔ شد رحال کی تشریح میں یہ داخل ہے کہ وہ قصد تقرب الٰہی کے خیال سے کیا جائے۔

قبور صالحین کے لئے شد رحال کرنا اور وہاں جا کر تقرب الٰہی کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ہی بے دلیل عمل ہے اور آج کل قبور اولیا کی طرف شد رحال تو بالکل ہی بت پرستی کا چربہ ہے۔

بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ — باب: ایام تشریق کے روزے رکھنا

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابوطلحہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مطلقاً منع منقول ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لئے درست ہے جس کو قربانی کی طاقت نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

١٩٩٦۔ [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ] وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ كَانَتْ عَائِشَةُ تَصُوْمُ أَيَّامَ مِنًى، وَكَانَ أَبُوْهُ يَصُوْمُهَا.

(۱۹۹۶) ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔

تشریح: منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے ایام۔

١٩٩٧، ١٩٩٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عِيْسَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَا: لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

(۱۹۹۷، ۹۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لئے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " ایام التشریق ای الایام التی بعد یوم النحر وقد اختلف فی کونها یومین او ثلاثة

وسميت ايام التشريق لان لحوم الاضاحى تشرق فيها اى تنشر فى الشمس الخ۔" یعنی ایام تشریق یوم النحر دس ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں۔ جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اوران کا نام ایام تشریق اس لئے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لئے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ "والراجح عند البخارى جوازها للمتمتع فانه ذكر فى الباب حديثى عائشة وابن عمر فى جواز ذالك ولم يورد غيره۔" یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لئے (جس کو قربانی کی طاقت نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے، آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے علاوہ حدیث نہیں لائے۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے: "يترجح القول بالجواز والى هذا جنح البخارى۔" (فتح) یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے: "قال اخبرنى ابراهيم بن سعد عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة فى المتمتع اذا لم يجد هديا لم يصم قبل عرفة فليصم ايام منى۔" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کی طاقت نہ ہو۔ المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحمل المطلق على المقيد واجب وكذا بناء العام على الخاص قال الشوكانى وهذا اقوى المذاهب واما القائل بالجواز مطلقاً فاحاديث جميعها ترد عليه۔" (تحفة الاحوذى)

یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اوراسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے۔ اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔

١٩٩٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

(۱۹۹۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو۔ اور نہ اس نے روزہ رکھا، تو ایام منیٰ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ — باب: عاشوراء کے دن کا روزہ کیسا ہے؟

تشریح: عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کو کہا جاتا ہے، اوائل اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت جاتی رہی صرف سنیت باقی رہ گئی۔

٢٠٠٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ

(۲۰۰۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے عمر بن محمد نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے، اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ: ((إِنْ شَاءَ صَامَ)).

[راجع: ١٨٩٢] [مسلم: ٢٦٤٧]

نے فرمایا: ''عاشوراء کے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ لے۔''

٢٠٠١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

[راجع: ١٥٩٢]

(٢٠٠١) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (شروع اسلام میں) رسول کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جس کا دل چاہتا اس دن روزہ رکھتا اور جو نہ چاہتا نہیں رکھا کرتا تھا۔

٢٠٠٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ. [راجع: ١٥٩٢] [ابوداود: ٢٤٤٢]

(٢٠٠٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے اور ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشورہ کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی رکھتے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ عاشورا کا روزہ فرض نہیں ہے۔

٢٠٠٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ، أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ)).

[مسلم: ٢٦٥٣، ٢٦٥٤، ٢٦٥٥]

(٢٠٠٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے عاشورہ کے دن منبر پر سنا، انہوں نے کہا اے اہل مدینہ! تمہارے علما کدھر گئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔ اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور اب جس کا جی چاہے روزہ سے رہے (اور میری سنت پر عمل کرے) اور جس کا جی چاہے نہ رہے۔

تشریح: شاید معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہو کہ مدینہ والے عاشورا کا روزہ مکروہ جانتے ہیں یا اس کا اہتمام نہیں کرتے یا اس کو فرض سمجھتے ہیں، تو آپ نے

منبر پر یہ تقریر کی۔ آپ نے یہ حج ۴۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ان کی خلافت کا پہلا حج تھا۔ اور آخیر حج ان کا ۵۷ھ میں ہوا تھا۔ حافظ کے خیال کے مطابق یہ تقریر ان کے آخری حج میں تھی۔

٢٠٠٤۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ، فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)). قَالُوْا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوْسَى. قَالَ: ((فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسَى مِنْكُمْ)). فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. [أطرافه في: ٣٣٩٧، ٣٩٤٣، ٤٦٨٠، ٤٧٣٧] [مسلم: ٢٦٦٠]

(۲۰۰۴) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سعید بن جبیر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔'' چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔

تشریح: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے۔ اللہ کا شکر کرنے کے لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تھی، تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں اس دن روزہ رکھا تھا۔

٢٠٠٥۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِيْ عُمَيْسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى قَالَ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ)). [طرفه في: ٣٩٤٢] [مسلم: ٢٦٦٠، ٢٦٦١]

(۲۰۰۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ابو عمیس نے، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشورہ کے دن کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

تشریح: مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ "صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود صوموا يوما قبله او يوما بعده۔" یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عاشورا کے دن روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کے لئے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ اور ملالو۔

"قال القرطبى عاشوراء معدول عن عاشرة للمبالغة والتعظيم وهو فى الاصل صفة الليلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذى هو اسم العقد واليوم مضاف اليها فاذا قيل يوم عاشوراء فكانه قيل يوم الليلة العاشرة الا انهم لما عدلوا به عن الصفة غلبت عليه الاسمية فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا الليلة فصار هذا اللفظ علما على اليوم العاشر۔" (فتح)

یعنی قرطبی نے کہا کہ لفظ عاشورا مبالغہ اور تعظیم کے لئے ہے جو لفظ عاشرۃ سے معدول ہے۔ جب بھی لفظ عاشورا بولا جائے اس سے محرم کی دسویں تاریخ کی رات مراد ہوتی ہے۔

٢٠٠٦۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوْسَى، عَنِ

(۲۰۰۶) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن

ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ، إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ. وَهَذَا الشَّهْرَ. يَعْنِي: شَهْرَ رَمَضَانَ. [مسلم: ٢٦٦٢؛ نسائي: ٢٣٦٩]

عیینہ نے، ان سے عبید اللہ بن ابی یزید نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

٢٠٠٧ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ هُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً مِنْ أَسْلَمَ أَنْ ((أَذِّنْ فِي النَّاسِ: أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ)). [راجع: ١٩٢٤]

(٢٠٠٧) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا تھا کہ "جو کھا چکا ہو وہ دن کے باقی حصے میں بھی کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔"

تشریح: یہاں کتاب الصیام ختم ہوئی جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک سو ستاون احادیث لائے جن میں معلق اور موصول اور مکرر سب شامل ہیں اور صحابہ اور تابعین کے ساٹھ اثر لائے ہیں۔ جن میں اکثر معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد للہ کہ آج ۵ شعبان ۱۳۸۹ھ کو جنوبی ہند کے سفر میں ریلوے پر چلتے ہوئے اس کے ترجمہ وتشریحات سے فارغ ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ]

نمازِ تراویح کا بیان

بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

باب: رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت

٢٠٠٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِرَمَضَانَ: ((مَنْ قَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع:٣٥]

(۲۰۰۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے ابوسلمہ نے خبر دی، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ رمضان کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ ”جو شخص بھی اس میں ایمان اور نیت اجر و ثواب کے ساتھ (رات میں) نماز کے لیے کھڑا ہو اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“

٢٠٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ. [راجع: ٣٥]

(۲۰۰۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں حمید بن عبدالرحمن نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کی راتوں میں (بیدار رہ کر) نماز تراویح پڑھی، ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ، اس کے اگلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔“ ابن شہاب نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں کا یہی حال رہا (الگ الگ اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے) اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔

٢٠١٠ـ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ، إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ

(۲۰۱۰) اور ابن شہاب سے (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) کی روایت ہے، انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی

أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجَ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ. يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.

اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنادیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوجاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

٢٠١١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ. [راجع: ٧٢٩]

(٢٠١١) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بار نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

٢٠١٢ـ ح: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ، فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)) فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ

(٢٠١٢) اور ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے، اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہوگئے۔ آپ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتداء کی۔ چوتھی رات کو یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر شہادت کے بعد فرمایا: ''امابعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہوجاؤ، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم

عَلَى ذَلِكَ. [راجع: ٧٢٩]

رہی۔

٢٠١٣۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)). [راجع: ١١٤٧]

(٢٠١٣) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ (تراویح یا تہجد کی نماز) رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کے حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کے بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔''

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" والتراويح جمع ترويحة وهى المرة الواحدة من الراحة كالتسليمة من السلام سميت الصلوة فى الجماعة فى ليالى رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يسترحون بين كل تسليمتين وقد عقد محمد بن نصر فى قيام الليل بابين لمن استحب التطوع لنفسه بين كل ترو يحتين ولمن كره ذالك وحكى فيه عن يحى بن بكير عن الليث انهم كانوا يسترحون قدر ما يصلى الرجال كذا كذا ركعة۔" (فتح)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تراویح ترویحۃ کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے جیسے تسلیمۃ سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے نفل نماز پڑھنے کو تراویح کہا گیا، اس لئے کہ وہ شروع میں ہر دو رکعتوں کے درمیان تھوڑا سا آرام کیا کرتے تھے۔ علامہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں دو باب منعقد کیے ہیں۔ ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو مستحب گردانتے ہیں۔ اور ایک ان کے متعلق جو اس راحت کو اچھا نہیں جانتے۔ اور اس بارے میں یحییٰ بن بکیر نے لیث سے نقل کیا ہے کہ وہ اتنی اتنی رکعات کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا کرتے تھے۔ اسی لئے اسے نماز تراویح سے موسوم کیا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس بارے میں پہلے اس نماز کی فضیلت سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لائے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے ساتھ ابن شہاب کی تشریح لائے جس میں اس نماز کا باجماعت ادا کیا جانا اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام مذکور ہے۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے یہ ثابت فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے خود اس نماز کو تین راتوں تک باجماعت ادا فرما کر اس امت کے لئے مسنون قرار دیا۔ اس کے بعد اس کی تعداد کے بارے میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعتوں کی تعداد میں پڑھا کرتے تھے۔ رمضان میں یہی نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے، اور اس میں آٹھ رکعت سنت اور تین وتر۔ اس طرح کل گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے یہ ایسی قطعی وضاحت ہے جس کی کوئی بھی تاویل یا تردید نہیں کی جاسکتی، اسی کی بنا پر جماعت اہل حدیث کے نزدیک تراویح کی آٹھ رکعات سنت تسلیم کی گئی ہیں، جس کی تفصیل پارہ سوم میں ملاحظہ ہو۔

عجیب دلیری: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اور مؤطا امام مالک میں یہ وضاحت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں مسلمانوں کی جماعت قائم فرمائی اور انہوں نے سنت نبوی کے مطابق یہ نماز گیارہ رکعتوں میں ادا فرمائی تھی۔ اس کے باوجود علمائے احناف کی دلیری اور جرأت قابل داد ہے، جو آٹھ رکعات تراویح کے نہ صرف منکر بلکہ اسے ناجائز اور بدعت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ اور تقریباً ہر سال ان کی طرف سے آٹھ رکعات تراویح والوں کے خلاف اشتہارات، پوسٹر، کتابچے شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے سامنے دیو بند سے شائع شدہ صحیح بخاری کا ترجمہ تفہیم البخاری کے نام سے رکھا ہوا ہے۔ اس کے مترجم و شارح صاحب بڑی دلیری کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

''جو لوگ صرف آٹھ رکعات پر اکتفا کرتے اور سنت پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں وہ در حقیقت سواد اعظم سے شذوذ اختیار کرتے اور ساری امت پر بدعت کا الزام لگا کر خود اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔'' (تفہیم البخاری پ ۸ ص ۳۰)

یہاں علامہ مترجم صاحب دعویٰ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح سواد اعظم کا عمل ہے۔ آٹھ رکعات پر اکتفا کرنے والوں کا دعویٰ سنت غلط ہے۔ جذبہ حمایت میں انسان کتنا بہک سکتا ہے یہاں یہ نمونہ نظر آ رہا ہے۔ یہی حضرات آگے خود اپنی اسی کتاب میں خود اپنے ہی قلم سے خود اپنی ہی تردید فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر اس کے علاوہ ہوتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سے مختلف ہے بہر حال دونوں احادیث پر ائمہ کا عمل ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بیس رکعات تراویح کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گیارہ رکعات والی روایت پر عمل ہے۔'' (تفہیم البخاری پ ۸ ص ۳۱)

اس بیان سے موصوف کے پیچھے کے بیان کی تردید جن واضح لفظوں میں ہو رہی ہے وہ سورج کی طرح عیاں ہے جس سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعات پڑھنے والے بھی حق بجانب ہیں اور بیس رکعات پر سواد اعظم کا عمل کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جس کی طرف محترم مترجم صاحب نے اشارہ فرمایا ہے یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی ص ۴۹۶ جلد ۲ پر بایں الفاظ مروی ہے:"عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی شهر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر تفرد به ابو شیبة ابراهیم بن عثمان العبسی الکوفی وهو ضعیف۔" یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ اس بیان میں راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی تنہا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلہ پر ہرگز قابل حجت نہیں ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں:" هذا الحدیث ضعیف جدا لا تقوم به الحجة۔" (المصابیح للسیوطی)

آگے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ابوشیبہ مذکور پر محدثین کبار کی جرحیں نقل فرما کر لکھتے ہیں:"ومن اتفق هؤلاء الائمة علی تضعیفه لا یحل الاحتجاج بحدیثه۔" یعنی جس شخص کی تضعیف پر یہ تمام ائمہ حدیث متفق ہوں اس کی حدیث سے حجت پکڑنا حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:"وهو معلول بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جدا لامام ابی بکر بن ابی شیبة وهو متفق علی ضعفه ولینه ابن عدی فی الکامل ثم انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سأل عائشة الحدیث" (نصب الرایة، ص:۴۹۳) یعنی ابوشیبہ کی وجہ سے یہ حدیث معلول ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعف پر سب محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ اور ابن عدی نے اسے لین کہا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو صحیح ہے، اس کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا یہ قابل قبول نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر جلد اول ص ۳۳۳ طبع مصر پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے عمدۃ القاری طبع مصر ص ۳۵۹ جلد ۵ پر بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے بھی اپنی شرح ترمذی ص ۴۲۳ جلد اول میں یہی لکھا ہے۔ اسی لئے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واما النبی ﷺ فصح عنه ثمان رکعات واما عشرون رکعة فهو عنه بسند ضعیف وعلی ضعفه اتفاق۔" (العرف الشذی) یعنی نبی ﷺ سے تراویح کی آٹھ ہی رکعات صحیح سند سے ثابت ہیں۔ بیس رکعات والی روایت کی سند ضعیف ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔ اوجز المسالک، جلد اول، ص: ۳۹۷ پر حضرت مولانا زکریا کاندھلوی حنفی لکھتے ہیں:

"لا شك فی ان تحدید التراویح فی عشرین رکعة لم یثبت مرفوعاً عن النبی ﷺ بطریق صحیح علی اصول المحدثین وما ورد فیه من روایة ابن عباس فمتکلم فیها علی اصولهم انتهی۔"

یعنی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی تحدید وتعیین نبی کریم ﷺ سے اصول محدثین کے طریق پر ثابت نہیں ہے۔ اور جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعات کے متعلق مروی ہے وہ باصول محدثین مجروح اور ضعیف ہے۔

یہ تفصیل اس لئے دی گئی تا کہ علمائے احناف کے دعویٰ بیس رکعات تراویح کی سنت کی حقیقت خود علمائے محققین احناف ہی کے قلم سے ظاہر ہو جائے۔ باقی تفصیل مزید کے لئے ہمارے استاذ العلماء حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب "انوار المصابیح" کا مطالعہ کیا جائے جو اس موضوع کے مالہ وماعلیہ پر اس قدر جامع مدلل کتاب ہے کہ اب اس کی نظیر ممکن نہیں۔

جزی اللہ عنا خیر الجزاء وغفر اللہ له۔ (آمین) مزید تفصیلات پارہ نمبر ۳ میں دی جا چکی ہیں وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ]

شب قدر کی فضیلت کا بیان

بَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾. [القدر] وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ ﴿وَمَا أَدْرَاكَ﴾ فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ: ﴿وَمَا يُدْرِيكَ﴾ [الأحزاب: ٦٣، الشورى: ١٧، عبس: ٣] فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْهُ.

٢٠١٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ وَأَيُّمَا حِفْظٍ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ٣٥]

باب: شب قدر کی فضیلت

اور (سورۂ قدر میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''ہم نے اس (قرآن مجید) کو شب قدر میں اتارا۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے، روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کے ساتھ اپنے رب کے حکم سے ہر بات کا انتظام کرنے کو اترتے ہیں۔ اور صبح تک یہ سلامتی کی رات قائم رہتی ہے۔''

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قرآن میں جس موقعہ کے لیے ''مَا أَدْرَاكَ'' آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتا دیا ہے اور جس کے لیے ''مَا يُدْرِيكَ'' فرمایا، اسے نہیں بتایا ہے۔

(۲۰۱۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اس روایت کو یاد کیا تھا۔ اور یہ روایت انہوں نے زہری سے (سن کر) یاد کی تھی۔ ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر وثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے، اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' سفیان کے ساتھ سلیمان بن کثیر نے بھی اس حدیث کو زہری سے روایت کیا۔

بَابُ الْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

باب: شب قدر کو رمضان کی آخری طاق راتوں میں تلاش کرنا

٢٠١٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رِجَالاً، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ)). [راجع: ١١٥٨] [مسلم: ٢٧٦٣]

(2015) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں (رمضان کی) سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ اس لیے جسے اس کی تلاش ہو وہ اسی ہفتہ کی آخری (طاق) راتوں میں تلاش کرے۔“

آخری عشرہ کی طاق راتیں ۲۱۔۲۳۔۲۵۔۲۷۔۲۹ مراد ہیں۔

تشریح: اس حدیث کے تحت حافظ صاحب فرماتے ہیں: ”وفی هذا الحديث دلالة على عظم قدر الرؤيا وجواز الاستناد اليها فی الاستدلال على الامور الوجودية بشرط ان لا يخالف القواعد الشرعية۔“ (فتح) یعنی اس حدیث سے خوابوں کی قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی کہ ان میں امور وجودیہ کے لئے استناد کے جواز کی دلیل ہے بشرطیکہ وہ شرعی قواعد کے خلاف نہ ہو فی الواقع مطابق حدیث دیگر مؤمن کا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ﴾ الاية (۱۰/ یونس: ۶۲) میں بشریٰ سے مراد نیک خواب بھی ہیں، جو وہ خود دیکھے یا اس کے لئے دوسرے لوگ دیکھیں۔

٢٠١٦ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ وَكَانَ لِي صَدِيْقًا فَقَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ، فَخَطَبَنَا وَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا- أَوْ نُسِّيْتُهَا- فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ، فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلْيَرْجِعْ)). فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ. [راجع: ٦٦٩]

(۲۰۱۶) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر بیس تاریخ کی صبح کو آنحضرت ﷺ اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا: ”مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، لیکن بھلا دی گئی یا (آپ نے فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لیے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے (خواب میں) کہ گویا میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر لوٹ آئے اور اعتکاف میں بیٹھے۔“ خیر ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی پھر نماز کی تکبیر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے، یہاں تک کہ کیچڑ کا نشان میں نے آپ کی پیشانی پر دیکھا۔

بَابُ تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

باب: شب قدر کا رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنا

فِيهِ عَنْ عُبَادَةَ.

اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔

تشریح: لیلۃ القدر کا وجود، اس کے فضائل اور اس کا رمضان شریف میں واقع ہونا یہ چیزیں نصوص قرآنی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ سورۂ قدر میں مذکور ہے۔ اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی بکثرت وارد ہیں۔ پھر بھی آج کل کے بعض منکرین حدیث نے لیلۃ القدر کا انکار کیا ہے جن کا قول ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واختلف فی المراد بالقدر الذی اضیفت الیه اللیلة فقیل المراد به التعظیم کقوله تعالی ﴿وما قدروا الله حق قدره﴾ والمعنی انها ذات قدر لنزول القران فیها۔"

یعنی یہاں قدر سے کیا مراد ہے، اس بارے میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ قدر سے تعظیم مراد ہے جیسا کہ آیت قرآنی میں ہے یعنی ان کافروں نے پورے طور پر اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا، آیت مبارکہ میں جس طرح قدر سے تعظیم مراد ہے۔ یہاں بھی اس رات کے لیے تعظیم مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ رات وہ ہے جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا: "قال العلماء سمیت لیلة القدر لما تکتب فیها الملائکة من الاقدار لقوله تعالی ﴿فیها یفرق کل امر حکیم﴾" (فتح) یعنی علما کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا نام لیلۃ القدر اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ کے حکم سے فرشتے آنے والے سال کی کل تقدیریں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت قرآنی میں مذکور ہے کہ اس میں ہر محکم امر لکھا جاتا ہے۔

اس رات کے بارے میں علما کے بہت سے قول ہیں جن کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جنہیں ۴۶ اقوال کی تعداد تک پہنچا دیا ہے۔ آخر میں آپ نے اپنا فاضلانہ فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے: "وارجحها کلها انها فی وتر من العشر الاخیر وانها تنتقل کما یفهم من احادیث هذا الباب۔" یعنی ان سب میں ترجیح اس قول کو حاصل ہے کہ یہ مبارک رات رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اور یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔ شافعیہ نے اکیسویں رات کو ترجیح دی ہے اور جمہور نے ستائیسویں رات کو، مگر صحیح تر یہی ہے کہ اسے ہر سال کے لئے کسی خاص تاریخ کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک پوشیدہ رات ہے: "قال العلماء الحکمة فی اخفاء لیلة القدر لیحصل الاجتهاد فی التماسها بخلاف مالو عینت لها لیلة لاقتصر علیها کما تقدم نحوه فی ساعة الجمعة۔" یعنی علما نے کہا کہ اس رات کے مخفی ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اس کی تلاش کے لئے کوشش کی جائے۔ اگر اسے معین کر دیا جاتا تو پھر اس رات پر اقتصار کر لیا جاتا۔ جیسا کہ جمعہ کی گھڑی کی تفصیل میں پیچھے مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ان لوگوں کے خیال کی بھی تغلیط ہوتی ہے جو اسے ہر سال اکیسویں یا ستائیسویں شب کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

مختلف آثار میں اس رات کی کچھ نشانیاں بھی بتلائی گئی ہیں، جن کو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل لکھا ہے۔ مگر وہ آثار بطور امکان ہیں بطور شرط کے نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس کی ایک علامت بارش ہونا بھی بتلایا گیا ہے۔ مگر کتنے ہی رمضان ایسے گزر جاتے ہیں کہ ان میں بارش نہیں ہوتی، حالانکہ ان میں لیلۃ القدر کا ہونا برحق ہے۔ پس بہت دفعہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ ایک شخص نے عشرہ آخیرہ کی طاق راتوں میں قیام کیا اور اسے لیلۃ القدر حاصل بھی ہو گئی۔ مگر اس نے اس رات میں کوئی امر بطور خوارق عادت نہیں دیکھا۔ اس لئے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فلا نعتقد ان لیلة القدر لا ینالها الا من رای الخوارق بل فضل الله واسع۔" یعنی ہم یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ لیلۃ القدر کو وہی پہنچ سکتا ہے جو کوئی امر خارق عادت دیکھے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ کا فضل بہت فراخ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا، یا رسول اللہ! میں لیلۃ القدر میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ نے بتلایا کہ یہ دعا بکثرت پڑھا کرو: ((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ

تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي)) یااللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو میری خطائیں معاف کردے۔ امید ہے کہ لیلۃ القدر کی شب بیداری کرنے میں صحیح بخاری کا مطالعہ فرمانے والے معزز بھائی مترجم ومعاونین سب کو اپنی پاکیزہ دعاؤں میں شامل کرلیا کریں گے۔

شنیدم که در روز امید وبیم ☆ بدان رابه نیکاں به بخشد کریم

آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمہ اللہ مدظلہ فرماتے ہیں:

"ثم الجمهور على انها مختصة بهذه الامة ولم تكن لمن قبلهم قال الحافظ وجزم به ابن حبيب وغيره من المالكية كالباجى وابن عبدالبر ونقله عن الجمهور صاحب العدة من الشافعية ورجحه وقال النووى انه الصحيح المشهور الذى قطع به اصحابنا كلهم وجماهير العلماء قال الحافظ وهو معترض بحديث ابى ذر عند النسائي حيث قال فيه قلت يا رسول الله ﷺ اتكون مع الانبياء فاذا ماتوا رفعت قال لا بل هى باقية وعمدتهم قول مالك فى المؤطا بلغنى ان رسول الله ﷺ تقاصر اعمار امته من اعمار الامم الماضية فاعطاه الله ليلة القدر وهذا يحتمل التأويل فلا يدفع الصريح فى حديث ابى ذر انتهى قلت حديث ابى ذر ذكره ابن قدامة ٣/ ١٧٩ من غير ان يعزوه لاحد بلفظ قلت يانبى الله اتكون مع الانبياء ما كانوا فاذا قبضت الانبياء ورفعوا رفعت معهم اوهى الى يوم القيامة قال لا بل هى الى يوم القيامة واما اثر المؤطا فقال مالك فيه انه سمع من يثق به من اهل العلم يقول ان رسول الله ﷺ ارى اعمار الناس قبله او ماشاء الله من ذلك فكانه تقاصر اعمار امته ان لا يبلغوا من العمل مثل الذى بلغ غير هم فى طول العمر فاعطاه الله ليلة القدر خير من الف شهر .... قلت واثر المؤطا المذكور يدل على ان اعطاء ليلة القدر كان تسلية لهذه الامة القصيرة الاعمار ويشهد لذالك رواية اخرى مرسلة ذكرها العينى فى العمدة۔" (ص:١٢٩، ص: ١٣٠/ ج١)

جمہور کا قول یہی ہے کہ یہ بات اسی امت کے ساتھ خاص ہے اور پہلی امتوں کے لئے یہ نہیں تھی۔ حافظ نے کہا اسی عقیدہ پر ابن حبیب اور باجی اور ابن عبدالبر علمائے مالکیہ نے جزم کیا ہے۔ اور شافعیہ میں سے صاحب العدہ نے بھی اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ حافظ نے کہا کہ یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ یہ رات پہلے انبیا کے ساتھ بھی ہوا کرتی تھی کہ جب وہ انتقال کرجاتے تو وہ رات اٹھادی جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ وہ رات باقی ہے۔ اور بہترین قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے جوانہوں نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ مجھے پہنچا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کی عمریں کم ہونے کا احساس ہوا جب کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جس سے آپ کی امت کو تسلی دینا مقصود تھا جن کی عمریں بہت چھوٹی ہیں اور یہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ان کو دی گئی۔ (ملخص)

سورۂ مبارکہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (۹۸/القدر:۱) کے شان نزول میں واحدی نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ

"ذكر النبى ﷺ رجلا من بنى اسرائيل ليس السلاح فى سبيل الله الف شهر فعجب المسلمون من ذالك فانزل الله تعالى عزو جل ﴿انا انزلناه﴾ قال خير من الذى ليس السلاح فيها ذالك الرجل انتهى وذكر المفسرون انه كان فى الزمن الاول نبى يقال له شمسون علیہ السلام قاتل الكفرة فى دين الله الف شهر ولم ينزع الثياب والسلاح فقالت الصحابة يا ليت لنا عمرا طويلا حتى نقاتل مثله فنزلت هذه الاية واخبر ﷺ ان ليلة القدر خير من الف شهر الذى ليس السلاح فيها شمسون فى سبيل الله الى اخره ذكر العينى۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔ اس کو سن کر

مسلمانوں کو بے حد تعجب ہوا، اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شمعون نامی نبی تھے جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کے دین کے لئے جہاد فرماتے رہے اور اس تمام مدت میں انہوں نے اپنے ہتھیار جسم سے نہیں اتارے، یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس طویل عمر کے لئے تمنا ظاہر کی تا کہ وہ بھی اس طرح خدمت اسلام کریں۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی، اور بتلایا گیا کہ تم کو صرف ایک ایسی رات دی گئی جو عبادت کے لئے ایک ہزار ماہ سے بہتر و افضل ہے۔

٢٠١٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)). [طرفاه في: ٢٠١٩، ٢٠٢٠]

(۲۰۱۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوسہیل نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ مالک بن ابی عامر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔''

٢٠١٨ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِيْ وَسَطِ الشَّهْرِ، فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً تَمْضِي، وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ، رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ، وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: ((كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ، ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ، وَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا فَابْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ)). فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ [فِي] تِلْكَ اللَّيْلَةِ، فَأَمْطَرَ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ إِحْدَى

(۲۰۱۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم اور عبدالعزیز دراوردی نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہاد نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اس عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گزر جانے کے بعد جب اکیسویں تاریخ کی رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آ جاتے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں میں واپس آ جاتے۔ ایک رمضان میں آپ جب اعتکاف کئے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد ہی میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر آ جانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ پاک نے چاہا، آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: ''میں اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اب اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے معتکف ہی میں ٹھہرا رہے۔ اور مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھولا دی گئی۔ اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی (طاق راتوں) میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صبح کی

وَعِشْرِيْنَ، فَبَصُرَتْ عَيْنِي [رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ] فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ، وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَمَاءً. [راجع:٦٦٩]

نماز کے بعد واپس ہو رہے تھے اور آپ کے چہرہ پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

٢٠١٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((الْتَمِسُوْا)). [راجع: ٢٠١٧]

(۲۰۱۹) مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(شب قدر کو) تلاش کرو۔''

تشریح: جس کی صورت یہ کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جاگو اور عبادت کرو۔

٢٠٢٠۔ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَيَقُوْلُ: ((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)). [راجع: ٢٠١٧] [مسلم: ٧٩٢]

(۲۰۲۰) (دوسری سند) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں عبدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد (عروہ بن زبیر نے) اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے اور فرماتے: ''رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرو۔''

٢٠٢١۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى)) تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوْبَ. وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((الْتَمِسُوْا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ)). [طرفه في: ٢٠٢٢] [ابو داود: ١٣٨١]

(۲۰۲۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں'' (یعنی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ ویں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو)۔ عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ شب قدر کو چوبیس تاریخ (کی رات) میں تلاش کرو۔

٢٠٢٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، وَعِكْرِمَةَ، قَالَا: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، هِيَ فِي

(۲۰۲۲) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابومجلز اور عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے۔ جب نو راتیں

تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ)). يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ. [راجع: ٢٠٢١]

گزر جائیں یا سات باقی رہ جائیں۔'' آپ کی مراد شب قدر سے تھی۔

تشریح: اس حدیث پر قسطلانی وغیرہ کی مختصر تشریح یہ ہے: "فی اربع وعشرین من رمضان وھی لیلة انزال القران واستشکل ایراد ھذا الحدیث ھنا لان الترجمة لاوتار وھذا شفع. وقیل: المراد التمسوھا فی تمام اربعة وعشرین وھی لیلة الخامس والعشرین علی ان البخاری کثیرا ما یذکر ترجمة ویسوق فیھا ما یکون بینه وبین الترجمة ادنی ملابسة...... الخ۔"

یعنی رمضان شریف کی چوبیسویں رات جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ اور یہاں اس حدیث کو لانے سے یہ مشکل پیدا ہوئی کہ ترجمۃ الباب طاق راتوں کے لئے ہے۔ اور یہ چوبیسویں رات طاق نہیں بلکہ شفع ہے اور اس مشکل کا جواب یہ دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ چوبیسویں تاریخ رمضان کو پورا کر کے آنے والی رات میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ اور وہ پچیسویں رات ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ وہ اکثر اپنے تراجم کے تحت ایسی احادیث لے آتے ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی طرح باب سے ادنیٰ سے ادنیٰ مناسبت بھی نکل سکتی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں فی الوتر من العشر کا اشارہ اسی جانب فرمایا ہے کہ اگرچہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں چوبیسویں تاریخ کا ذکر ہے۔ مگر اس سے مراد یہی ہے کہ اسے پورا کر کے پچیسویں شب میں جو وتر ہے شب قدر کو تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

باب: لوگوں کے جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کا علم اٹھالیا گیا

٢٠٢٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: ((خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ)). [راجع: ٤٩]

(٢٠٢٣) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، ان سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا۔ پس اس کا علم اٹھا لیا گیا۔ اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ پس اب تم اس کی تلاش (آخری عشرہ کی) نو یا سات یا پانچ (کی راتوں) میں کیا کرو۔''

بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ محنت کرنا

٢٠٢٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ

(٢٠٢٤) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو یعفور نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان

مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ. [مسلم: ٢٧٨٧؛ ابوداود: ١٣٧٦؛ نسائي: ١٦٣٨؛ ابن ماجه: ١٧٦٨]

سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (رمضان کا) آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھتے (یعنی اپنی کمر پوری طرح کس لیتے) اور ان راتوں میں آپ خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔

تشریح: کمر کس لینے کا مطلب یہ کہ آپ اس عشرہ میں عبادت الٰہی کے لئے خاص محنت کرتے۔ خود جاگتے گھر والوں کو جگاتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور نبی کریم ﷺ کا یہ سارا عمل تعلیم امت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۳/الاحزاب:۲۱) اے ایمان والو! اللہ کے رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کی اقتدا کرنا تمہاری سعادت مندی ہے یوں تو ہمیشہ ہی عبادت الٰہی کرنا بڑا کارثواب ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت الٰہی کرنا بہت ہی بڑا کارثواب ہے۔ لہٰذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہو سکے غنیمت ہے۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْإِعْتِكَافِ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا

باب: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا، اور اعتکاف ہر ایک مسجد میں درست ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾. [البقرة: ۱۸۷]

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جب تم مساجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو تو اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کرو، یہ اللہ کی حدود ہیں، اس لیے انہیں (توڑنے کے) قریب بھی نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اپنے احکامات لوگوں کے لیے اسی طرح بیان فرماتا ہے تا کہ وہ (گناہ سے) بچ سکیں۔''

تشریح: حافظ فرماتے ہیں: ''الاعتكاف لغة لزوم الشيء وحبس النفس عليه وشرعا المقام فی المسجد من شخص مخصوص علی صفة مخصوصة وليس بواجب اجماعا الا علی من نذره وكذا من شرع فيه فقطعه عامدا عند قوم واختلف فی اشتراط الصوم له...... الخ۔'' (فتح الباری) یعنی اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لئے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر دینا۔ اور شرعی معنی میں کسی بھی مسجد میں کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کر لینا۔ اور یہ اعتکاف اجماعی طور پر واجب نہیں ہے۔ ہاں کوئی اگر نذر مانے یا کوئی شروع کرے مگر درمیان میں قصداً چھوڑ دے تو ان پر ادائیگی واجب ہے۔ اور روزہ کی شرط کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے جو آیت قرآنی: ﴿وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ (۲/البقرة:۱۸۷) سے ثابت ہے: ''واجاز الحنفية للمرأة ان تعتكف فی مسجد بيتها وهو المكان المعد للصلاة فيه۔'' (فتح) یعنی حنفیہ نے عورتوں کے لئے اعتکاف جائز رکھا ہے اس صورت میں کہ وہ اپنے گھروں کی ان جگہوں میں اعتکاف کریں جو جگہ نماز کے لئے مخصوص کی ہوئی ہوتی ہیں۔ امام زہری اور سلف کی ایک جماعت نے اعتکاف کو جامع مسجد کے ساتھ خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تقریباً ایسا ہی اشارہ ہے۔ اور یہ مناسب بھی ہے تا کہ معتکف بآسانی ادائیگی جمعہ بھی کر سکے۔ رمضان شریف کے پورے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا مسنون ہے۔ یوں ایک دن ایک رات یا اور بھی کوئی کم مدت کے لئے بیٹھنے کی نیت کرے تو اسے بھی بقدر عمل ثواب ملے گا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''السنة علی المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه۔'' یعنی معتکف کے لئے سنت ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے نہ جائے اور نہ

کسی جنازہ پر حاضر ہو۔ اور نہ اپنی عورت کو چھوئے، نہ اس سے مباشرت کرے اور کسی حاجت کے لئے اپنی جگہ سے باہر نہ نکلے مگر جس کے لئے نکلنا بے حد ضروری ہو۔ جیسا کہ کھانا پینا یا قضائے حاجات کے لئے جانا۔ اگر معتکف ایسے کاموں کے لئے نکلا اور مسجد سے خارج ہی وضو کر کے واپس آ گیا تو اس کے اعتکاف میں کوئی خلل نہ ہوگا، باقی امور جائز و نا جائز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ابواب متفرقہ میں ذکر فرما دیئے ہیں۔ المحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اعتکاف کے لئے جامع مسجد کو مختار قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، جلد: ۲/ص: ۷۲)

٢٠٢٥۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

[مسلم: ٢٧٨١؛ ابن ماجه: ١٧٧٣]

(۲۰۲۵) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یونس نے، انہیں نافع نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

٢٠٢٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ [مسلم: ٢٧٨٤؛ ابوداود: ٢٤٦٢]

(۲۰۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

٢٠٢٧۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنْ اعْتِكَافِهِ قَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَقَدْ أُرِيتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ))۔ فَمَطَرَتْ

(۲۰۲۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبداللہ بن ھاد نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ نے انہی دنوں میں اعتکاف کیا، اور جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔ یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آ جاتے تھے، آپ نے فرمایا: ”جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی۔ لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی ہر طاق رات میں تلاش کرو۔“ چنانچہ اسی رات بارش ہوئی۔ مسجد کی چھت چونکہ کھجور کی شاخ سے بنی تھی اس لیے ٹپکنے لگی اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اکیسویں

السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ. [راجع: ٦٦٩]

کی صبح کو رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ [رَأْسَ] الْمُعْتَكِفِ

باب: اگر حیض والی عورت اس مرد کے سر میں کنگھی کرے جو اعتکاف میں ہو

٢٠٢٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥]

(۲۰۲۸) ہم سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور ان سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے اور سر مبارک میری طرف جھکا دیتے پھر میں اس میں کنگھا کر دیتی، حالانکہ میں اس وقت حیض سے ہوا کرتی تھی۔

بَابٌ: الْمُعْتَكِفُ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

باب: اعتکاف والا بلا ضرورت گھر میں نہ جائے

٢٠٢٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

[راجع: ٢٩٥] [مسلم: ٦٨٤؛ ابوداود: ٢٤٦٨؛ ترمذي: ٨٠٤؛ ابن ماجه: ١٧٧٨]

(۲۰۲۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے اور میں اس میں کنگھا کر دیتی۔ حضور ﷺ جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

تشریح: علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فسرها الزهری بالبول والغائط وقد اتفقوا على استثناء هما" (تحفة الاحوذی) یعنی امام زہری نے حاجات کی تفسیر پیشاب اور پاخانہ سے کی ہے۔ اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ ان حاجات کے لئے گھر جانا مستثنیٰ ہے اور معتکف ان حاجات کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْمُعْتَكِفِ

باب: اعتکاف والا سر یا بدن دھو سکتا ہے

٢٠٣٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا

(۲۰۳۰) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن

سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٣٠٠]

عیینہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حائضہ ہوتی پھر بھی رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بدن سے لگا لیتے۔ اور آپ معتکف ہوتے اور میں حائضہ ہوتی۔

٢٠٣١ـ وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ٢٩٥] [مسلم: ٦٨٨؛ نسائي: ٢٧٤، ٣٨٥]

(۲۰۳۱) اس کے باوجود آپ سر مبارک (مسجد سے) باہر کر دیتے اور میں اسے دھوتی تھی۔

تشریح: مقام اعتکاف میں بوقت ضرورت معتکف کے لئے سر یا بدن کا دھونا جائز ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ لَيْلًا

باب: صرف رات بھر کے لیے اعتکاف کرنا

٢٠٣٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ: ((فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ)). [أطرافه في: ٢٠٤٢، ٢٠٤٣، ٣١٤٤، ٤٣٢٠، ٦٦٩٧] [مسلم: ٤٢٩٢]

(۲۰۳۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کر۔"

تشریح: نذر و نیاز جو خالصاً اللہ کے لیے ہو اور امر جائز کے لئے جائز طور پر مانی گئی ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اعتکاف بھی ایسے امور میں داخل ہے اگر کوئی غلط نذر مانے جیسا کہ ایک شخص نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے اسے باطل قرار دیا۔ اس طرح دیگر غلط نذر و منت بھی توڑنی جانی ضروری ہیں۔ غیر اللہ کے لئے کوئی نذر و منت ماننا شرک میں داخل ہے۔

بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کا اعتکاف کرنا

٢٠٣٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ

(۲۰۳۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل دوسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے عمرہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لیے) اجازت چاہی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ

ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ: ((مَا هَذَا؟)) فَأُخْبِرَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ؟)) فَتَرَكَ الْإِعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ. [اطرافه في: ٢٠٣٤، ٢٠٤١، ٢٠٤٥] [مسلم: ٢٧٨٥؛ ابوداود: ٢٤٦٤؛ ترمذي: ٧٩١؛ نسائي: ٧٠٨؛ ابن ماجه: ١٧٧١]

کھڑا کرلیا۔ جب زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کرلیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں؟'' پس آپ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

تشریح: "قال الاسماعيلى فيه دليل على جواز الاعتكاف بغير صوم لان اول شوال يوم الفطر وصومه حرام۔" یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ بغیر روزہ کے بھی اعتکاف درست ہے اس لئے کہ آپ نے اول عشرہ شوال میں اعتکاف کیا۔ جس میں یوم الفطر بھی داخل ہے۔ جس میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حافظ فرماتے ہیں:

"ان المرأة لا تعتكف حتى تستأذن زوجها وانها اذا اعتكفت بغير اذنه كان له ان يخرجها وفيه جواز ضرب الاخبية فى المسجد وان الافضل للنساء ان لا يعتكفن فى المسجد وفيه ان اول الوقت الذى يدخل فيه المعتكف بعد صلوة الصبح وهو قول الاوزاعى وقال الائمة الاربعة وطائفة يدخل قبيل غروب الشمس واولوا الحديث على انه دخل من اول الليل ولكن انما تخلى بنفسه فى المكان الذى اعده لنفسه بعد صلوة الصبح...... الخ۔"

یعنی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور بغیر اجازت اعتکاف کی صورت میں خاوند کو حق ہے کہ وہ عورت کا اعتکاف ختم کرادے۔ اور اعتکاف کے لئے مساجد میں خیمہ لگانا درست ہے۔ اور عورتوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ مساجد میں اعتکاف نہ کریں اور معتکف کے لئے اپنے جگہ میں داخل ہونے کا وقت نماز فجر کے بعد کا وقت ہے۔ یہ اوزاعی کا قول ہے لیکن ائمہ اربعہ اور ایک جماعت علما کا قول یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل اپنے مقام میں داخل ہو اور حدیث مذکور کا مطلب انہوں نے یوں بیان کیا کہ آپ اول رات ہی میں داخل ہو گئے تھے مگر جو جگہ آپ نے اعتکاف کے لئے مخصوص فرمائی تھی اس میں فجر کے بعد داخل ہوئے۔

بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجدوں میں خیمے لگانا

٢٠٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ: خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ فَقَالَ: ((آلْبِرَّ تَقُولُونَ بِهِنَّ؟)) ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ. [راجع: ٢٠٣٣]

(۲۰۳۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ ﷺ اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جہاں آپ نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی، حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اور زینت رضی اللہ عنہا کا بھی، اس پر آپ نے فرمایا: ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے؟'' پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ

شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا۔

بَابٌ: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

باب: کیا معتکف اپنی ضرورت کے لیے مسجد کے دروازے تک جا سکتا ہے؟

٢٠٣٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)) فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا)).

[أطرافه في: ٢٠٣٨، ٢٠٣٩، ٣١٠١، ٣٢٨١، ٦٢١٩، ٧١٧١] [مسلم: ٥٦٧٩، ٥٦٨٠؛ ابوداود: ٢٤٧٠، ٢٤٧١، ٤٩٩٤؛ ابن ماجه: ١٧٧٩]

(۲۰۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول کریم ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سے ملنے مسجد میں آئیں تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں، تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی سوچ کی ضرورت نہیں، یہ تو (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔'' ان دونوں صحابیوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر آپ کا جملہ بڑا شاق گزرا۔ آپ نے فرمایا: ''شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔''

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف ضروری کام کے لئے مقام اعتکاف سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس لئے نکلے کہ وہ اکیلی رہ گئی تھیں۔ کہتے ہیں ان کا مکان بھی مسجد سے دور تھا بعض روایتوں میں ان کو دیکھنے والوں کے متعلق ذکر ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ جانا چاہا تھا، نبی کریم ﷺ نے حقیقت حال سے آگاہ فرمانے کے لئے ان کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ کسی ممکن شک کو دور کر دینا بہر حال اچھا ہے۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ وَخُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے اعتکاف کا اور بیسویں کی صبح کو آپ کا اعتکاف سے نکلنے کا بیان

٢٠٣٦ـ حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ

(۲۰۳۶) مجھ سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ہارون بن

هَارُونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيَّ قُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ: نَعَمِ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ: فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ قَالَ: فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَقَالَ: ((إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلْيَرْجِعْ)) فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ: فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الطِّيْنِ وَالْمَاءِ حَتَّى رَأَيْتُ الطِّيْنَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ. [راجع: ٦٦٩]

اسماعیل سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، میں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے شب قدر کا ذکر سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا تھا، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر بیس کی صبح کو ہم نے اعتکاف ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا: ''مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی لیکن پھر بھلا دی گئی، اس لیے اب اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ میں کیچڑ پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (اس سال) اعتکاف کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں۔'' چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آ گئے۔ آسمان میں کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی، پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ لگا ہوا دیکھا۔

بَابُ اعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب: کیا مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟

٢٠٣٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي. [راجع: ٣٠٩]

(٢٠٣٧) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔

تشریح: مستحاضہ وہ عورت ہے جس کو حیض کا خون بطور مرض ہر وقت جاری رہتا ہو، ایسی عورت کو نماز پڑھنی ہوگی۔ مگر اس کے لئے غسل طہارت بھی ضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ ازواج مطہرات میں سے ایک محترمہ بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس مرض میں مبتلا تھیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا۔ اسی سے حضرت امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مضمون ثابت فرمایا ہے۔ بعد میں جب آپ نے بعض ازواج مطہرات کے بکثرت خیمے مسجد میں اعتکاف کے لئے دیکھے، تو آپ نے ان سب کو دور کرا دیا تھا۔

بَابُ زِيَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ

باب: عورت اعتکاف کی حالت میں اپنے خاوند سے ملاقات کرسکتی ہے

٢٠٣٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: ((لَا تَعْجَلِي حَتَّى أَنْصَرِفَ مَعَكِ)) وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَجَازَا فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: ((تَعَالَيَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)). فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا)). [راجع: ٢٠٣٥]

(٢٠٣٨) ہم سے سعد بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے علی بن حسین نے کہ نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین نے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں (اعتکاف میں) تھے آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں۔ جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''جلدی نہ کر، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔'' ان کا حجرہ دار اسامہ میں تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بن حیی ہیں (جو میری بیوی ہیں)'' ان حضرات نے عرض کی، سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ''شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی وہ کوئی بری بات نہ ڈال دے۔''

تشریح: یہ حدیث طرق مختلفہ کے ساتھ کئی جگہ گزر چکی ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وفی الحديث من الفوائد جواز اشتغال المعتكف بالامور المباحة من تشييع زائره والقيام معه والحديث مع غيره واباحة خلوة المعتكف بالزوجة وزيارة المرأة للمعتكف وبيان شفقته ﷺ على امته وارشاد هم الى ما يدفع عنهم الاثم وفيه التحرز من التعرض لسوء الظن والاحتفاظ من كيد الشيطان والاعتذار وقال ابن دقيق العيد وهذا متأكد فی حق العلماء ومن يقتدى به فلا يجوز لهم ان يفعلوا فعلا يوجب سوء الظن بهم وان كان لهم فيه مخلص لان ذالك سبب الي ابطال الانتفاع بعلمهم ومن ثم قال بعض العلماء ينبغی للحاكم ان يبين للمحكوم عليه وجه الحكم اذا كان خافيا نفيا للتهمة ومن هنا يظهر خطأ من يتظاهر بمظاهر السوء ويعتذر بانه يجرب بذلك على نفسه وقد عظم البلاء بهذا الصنف والله اعلم وفيه اضافة بيوت ازواج النبی ﷺ اليهن وفيه جواز خروج المرأة ليلا وفيه قول سبحان الله عند التعجب الخ۔" (فتح الباری)

مختصر مطلب یہ کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ معتکف کے لئے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کر سکتا ہے۔ اور غیروں کے ساتھ بات بھی کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے۔ یعنی اس سے تنہائی میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا، اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آسکتی ہے اور اس حدیث سے امت کے لئے شفقت نبوی کا بھی اثبات ہے اور آپ کے ایسے ارشاد پر بھی دلیل ہے جو کہ امت سے گناہوں کے دفع کرنے سے متعلق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بدگمانی اور شیطانی مکروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا کہ علما کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کے حق میں لوگ بدگمانی پیدا کر سکیں، اگرچہ اس کام میں ان کے لیے اخلاص بھی ہو۔ مگر بدگمانی پیدا ہونے کی صورت میں ان کے علوم کا انتفاع ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔ اسی لئے بعض علمانے کہا ہے کہ حاکم کے لئے ضروری ہے کہ مدعی علیہ پر جو اس نے فیصلہ دیا ہے اس کی پوری وجوہ اس کے سامنے بیان کر دے تاکہ وہ کوئی غلط تہمت حاکم پر نہ لگا سکے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص بطور تجربہ بھی کوئی برا مظاہرہ نہ کرے۔ ایسی بلائیں آج کل عام ہو رہی ہیں۔ اور اس حدیث میں بیوت ازواج النبی ﷺ کی اضافت کا بھی جواز ہے اور رات میں عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنے کا بھی جواز ثابت ہے اور تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنے کا بھی ثبوت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابٌ: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهِ؟

باب: کیا اعتکاف والا اپنے اوپر سے کسی بدگمانی کو دور کر سکتا ہے

٢٠٣٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ؛ ح: وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ: أَنَّ صَفِيَّةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ: ((تَعَالَ هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)). وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: ((هَذِهِ صَفِيَّةُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ)) قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَتَتْهُ لَيْلاً؟ قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلاً. [راجع: ٢٠٣٥]

(٢٠٣٩) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے خبر دی، انہیں سلیمان نے، انہیں محمد بن ابی عتیق نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین نے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی، (دوسری سند) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سنا، وہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے خبر دیتے تھے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے یہاں آئیں۔ آپ اس وقت اعتکاف میں تھے۔ پھر جب وہ واپس ہونے لگیں تو آپ بھی ان کے ساتھ (تھوڑی دور تک انہیں چھوڑنے) آئے۔ (آتے ہوئے) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی، تو فوراً آپ نے انہیں بلایا، کہ ”سنو! یہ (میری بیوی) صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔“ (سفیان نے هِيَ صَفِيَّة کے بجائے اوقات هٰذِهِ صَفِيَّة کے الفاظ کہے)۔ (اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی) کہ ”شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔“ میں (علی بن عبداللہ) نے سفیان سے پوچھا کہ غالباً وہ رات کو آئی ہوں گی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کونسا ہو سکتا تھا۔

بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنَ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

باب: اعتکاف سے صبح کے وقت باہر آنا

تشریح: باب کی حدیث اس پر محمول ہے کہ آپ نے راتوں کے اعتکاف کی نیت کی تھی نہ دنوں کی۔ گویا غروب آفتاب کے بعد اعتکاف میں گئے اور صبح کو باہر آئے، اگر کوئی دنوں کے اعتکاف کی نیت کرے تو طلوع فجر ہوتے ہی اعتکاف میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد نکل آئے۔ (وحیدی)

٢٠٤٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ؛ ح: قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيدٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَلَمَّا كَانَتْ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)). فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ [قَالَ:] وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيشًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ. [راجع: ٦٦٩]

(٢٠٤٠) ہم سے عبدالرحمٰن بن بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح کے ماموں سلیمان احول نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے۔ سفیان نے کہا اور ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے، سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ یاد ہے کہ ابن ابی لبید نے ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی، ان سے ابوسلمہ اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کے لیے بیٹھے۔ بیسویں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان (مسجد سے) اٹھالیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ''جس نے (دوسرے عشرہ میں) اعتکاف کیا ہے وہ دوبارہ اعتکاف کی جگہ چلے، کیونکہ میں نے آج کی رات (شب قدر کو) خواب میں دیکھا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ (مسجد میں) آپ دوبارہ آ گئے تو اچانک بادل منڈلائے، اور بارش ہوئی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آسمان پر اسی دن کے آخری حصہ میں ابر ہوا تھا۔ مسجد کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی (اس لیے چھت سے پانی ٹپکا) جب آپ نے نماز صبح ادا کی، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ کا اثر تھا۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

باب: شوال میں اعتکاف کرنے کا بیان

٢٠٤١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ

(٢٠٤١) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو محمد بن فضیل بن غزوان نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا

قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ وَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِيْ اعْتَكَفَ فِيْهِ قَالَ: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا؟)) فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ فَقَالَ: ((مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هٰذَا؟ آلْبِرُّ انْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا)). فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِيْ رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِيْ آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ. [راجع: ٢٠٣٣]

کرتے۔ آپ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لیے بیٹھنا ہوتا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، اس لیے انہوں نے (اپنے لیے بھی مسجد میں) ایک خیمہ لگایا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگالیا۔ زینب رضی اللہ عنہا (زوجہ مطہرہ نبی کریم ﷺ) نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگایا۔ صبح کو جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نظر پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ کیا؟'' آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا: ''انہوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا، (بلکہ صرف ایک دوسری کی ریس سے یہ کیا ہے) انہیں اکھاڑ دو۔ میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا۔'' چنانچہ وہ اکھاڑ دیئے گئے۔ اور آپ نے بھی (اس سال) رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ صَوْمًا

باب: اعتکاف کے لیے روزہ ضروری نہ ہونا

٢٠٤٢۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)) فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً. [راجع: ٢٠٣٢] [مسلم: ٤٢٩٢؛ ابوداود: ٣٣٢٥؛ ترمذي: ١٥٣٩؛ نسائي: ٣٨٢٩؛ ابن ماجه: ١٧٧٢، ٢١٢٩]

(۲۰۴۲) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے بھائی (عبدالحمید) سے، ان سے سلیمان نے، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، کہ انہوں نے پوچھا، یارسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات کا مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھر اعتکاف کیا۔

بَابٌ: إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب: اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی پھر وہ اسلام لایا

تشریح: باب کی حدیث میں آپ نے ایسی نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا، معلوم ہوا کہ نذر اور یمین حالت کفر میں صحیح ہوجاتی ہے اور اسلام کے بعد بھی اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ (وحیدی)

٢٠٤٣ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَنَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ قَالَ: أُرَاهُ قَالَ: لَيْلَةً۔ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)).

[راجع: ٢٠٣٢][مسلم: ٤٢٩٢]

(۲۰۴۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، عبید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے رات بھر کا ذکر کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کر۔''

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرنا

تشریح: اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے رمضان کا آخری عشرہ ضروری نہیں۔ گو آخری عشرے میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

٢٠٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ حَصِينٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ [يَوْمًا].

[طرفه: ٤٩٩٨] [ابوداود: ٢٤٦٦؛ ابن ماجه: ١٧٦٩]

(۲۰۴۴) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے ابوحصین عثمان بن عاصم نے، ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ کا انتقال ہوا، اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

تشریح: ابن بطال نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، اور ابن منذر نے شہاب سے نکالا کہ مسلمانوں پر تعجب ہے کہ انہوں اعتکاف کرنا چھوڑ دیا، حالانکہ نبی کریم ﷺ جب سے مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے وفات تک اعتکاف ترک نہیں فرمایا تھا۔ اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف اس لئے کیا کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب وفات قریب ہے۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَخْرُجَ

باب: اعتکاف کا قصد کیا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف نہ کریں تو یہ بھی درست ہے

٢٠٤٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَتْنِيْ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ،

(۲۰۴۵) ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے لیے ذکر کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اجازت

فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا، وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا، قَالَتْ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ فَبَصُرَ بِالْأَبْنِيَةِ فَقَالَ: ((مَا هَذَا)). قَالُوا: بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا؟ مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ)). فَرَجَعَ، فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ. [راجع: ۲۰۳۳]

مانگی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی، پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لیے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا، تو انہوں نے بھی خیمہ لگانے کے لیے کہا، اور ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمہ میں تشریف لے جاتے آج آپ کو بہت سے خیمے دکھائی دیے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ عائشہ، حفصہ اور زینب رضی اللہ عنہن کے خیمے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''بھلا کیا ان کی ثواب کی نیت ہے؟ اب میں بھی اعتکاف نہیں کروں گا۔'' پھر جب ماہ رمضان ختم ہو گیا، تو آپ نے شوال میں اعتکاف کیا۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغَسْلِ

باب: اعتکاف والا دھونے کے لیے اپنا سر گھر میں داخل کر سکتا ہے

۲۰۴۶ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ. [راجع: ۲۹۵]

(۲۰۴۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ پھر بھی وہ آپ کے سر میں اپنے حجرہ ہی میں کنگھا کرتی تھیں۔ آپ اپنا سر مبارک ان کی طرف بڑھا دیتے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بذیل مسائل تراویح، ولیلۃ القدر واعتکاف یہاں کل اکتالیس حدیثوں کو نقل فرمایا۔ جن میں مرفوع معلق، مکرر جملہ احادیث شامل ہیں۔ کچھ صحابہ اور تابعین عظام کے آثار بھی آپ نے ذکر فرمائے، چونکہ ایمان اور ارکان خمسہ کے بعد اولین چیز جو ہر مسلمان کے لئے بے حد ضروری ہے وہ طلب رزق حلال ہے جس کا بہترین ذریعہ تجارت ہے، اس لئے اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب البیوع کو شروع فرمایا، رزق کی تلاش کے لئے تجارت کو اولین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ تجارت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں بھی لفظ تجارت مختلف مقاصد کے تحت بولا گیا ہے۔ جو تاجر امانت و دیانت کے ساتھ تجارت کرتے ہیں ان کے لئے بہت کچھ بشارتیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ یہاں بھی ملاحظہ میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْبُيُوعِ

خرید وفروخت کے مسائل کا بیان

وَقَوْلُهُ: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [البقرة: ٢٧٥] وَقَوْلُهُ: ﴿إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ﴾. [البقرة:٢٨٢]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اللہ نے تمہارے لیے خرید وفروخت حلال کی اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مگر جب نقد سودا ہو تو اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔''

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

باب: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق احادیث کہ:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ط قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ﴾. [الجمعة: ١٠، ١١] وَقَوْلِهِ: ﴿لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾. [النساء: ٢٩]

''پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ (یعنی رزق حلال کی تلاش میں اپنے کاروبار کو سنبھال لو) اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جب انہوں نے سودا بکتے دیکھا یا کوئی تماشا تو اس کی طرف متفرق ہو گئے اور تجھ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور سوداگری سے بہتر ہے۔ اور اللہ ہی ہے بہتر روزی رزق دینے والا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ''تم لوگ ایک دوسرے کا مال غلط طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہارے درمیان کوئی تجارت کا معاملہ ہو تو آپس کی رضامندی کے ساتھ (معاملہ ٹھیک ہے)۔''

تشریح: بیوع بیع کی جمع ہے جو باب ضرب یضرب سے معتل یائی ہے جس کے معنے خرید وفروخت کے ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی اللہ اور اس کے سچے رسول نے بہت سی پاکیزہ ہدایات دی ہیں۔ بیچنے والوں کو عام طور پر لفظ تاجر سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیس بن ابی غزرہ سے روایت ہے: "قال خرج علینا رسول اللهﷺ ونحن نسمی السماسرة فقال یا معشر التجار وفی روایة ابی داود فمر بنا النبیﷺ فسمانا باسم هو احسن منه فقال یا معشر التجار ان الشیطان والاثم یحضران البیع فشوبوا بیعکم بالصدقة۔" (رواہ الترمذی) یعنی نبی کریم ﷺ ہم لوگوں پر گزرے جب کہ عام طور پر ہم کو لفظ سماسرہ (سوداگران) سے پکارا جاتا تھا، آپ نے ہم کو بہتر نئے نام سے موسوم فرمایا، اور یوں ارشاد ہوا کہ ''اے تاجروں کی جماعت بے شک شیطان اور گناہ خرید وفروخت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی بیع کے ساتھ صدقہ خیرات

کو بھی شامل کرلو، تا کہ ان اغلاط کا کچھ کفارہ بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتا رہے۔''

تجارت کی فضیلت میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء۔" (رواه الترمذی) امانت اور صداقت کے ساتھ تجارت کرنے والا مسلمان قیامت کے دن انبیا اور صدیقین اور شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اس لئے کہ امانت اور دیانت کے ساتھ تجارت کرنا بھی اتنا ہی کٹھن کام ہے جتنا کہ انبیا وصدیقین وشہدا کا مشن کٹھن ہوتا ہے۔

"عن اسماعيل بن عبيد بن رفاعة عن ابيه عن جده انه خرج مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الى المصلى فرأى الناس يتبايعون فقال يا معشر التجار فاستجابوا لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ورفعوا اعناقهم وابصارهم اليه فقال ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الا من اتقى الله وبر وصدق۔" (رواه الترمذی) یعنی ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے نکلے کہ آپ نے راستے میں خرید وفروخت کرنے والوں کو دیکھا فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! ان سب نے آپ کی طرف اپنی گردنوں اور آنکھوں کو اٹھایا۔ اور آپ کی آواز پر سب نے لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاسق فاجر لوگوں میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر جس نے اس پیشہ کو اللہ کے خوف کے تحت سچائی اور نیک شعاری کے ساتھ انجام دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں اول نمبر پر احسان جتلانے والا، دوسرے نمبر پر اپنے پاجامہ تہبند کو فخریہ ٹخنوں سے نیچے گھسیٹنے والا، تیسرا اپنے مال کو جھوٹی قسمیں کھا کر فروخت کرنے والا۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال القاضی لما كان من ديدن التجار التدليس فی المعاملات والتهالك على ترويج السلع بما تيسر لهم من الايمان الكاذبة ونحوها حكم عليهم بالفجور واستثنى منهم من اتقى المحارم وبر فی يمينه وصدق فی حديثه والى هذا ذهب الشارحون وحملوا الفجور على اللغو والخلف كذا فی المرقاة۔" (تحفة الاحوذی)

یعنی قاضی نے کہا کہ معاملات میں دھوکا دینا اور مال نکالنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھا کھا کر ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا تاجروں کا عام شیوہ ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فاجر ہونے کا حکم فرمایا، مگر ان کو مستثنیٰ فرمایا جو حرام سے بچیں اور قسم میں سچائی کو سامنے رکھیں۔ اور اکثر شارح ادھر ہی گئے ہیں کہ فجور سے لغویات اور جھوٹی قسم کھانا مراد ہیں۔

٢٠٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوْا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوْا، وَكَانَ يَشْغَلُ

(٢٠٤٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، ان سے شعیب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ کہتے ہو کہ مہاجرین وانصار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید وفروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا، اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقع نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی انصار اپنے اموال

إِخْوَتِي مِنَ الأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَءً ا مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: ((إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ)). فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

(کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے۔ لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو نہ پوری کرلوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل ودماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا۔'' چنانچہ میں نے اپنا کمبل اپنے سامنے پھیلا دیا۔ پھر جب رسول کریم ﷺ نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا، اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

[راجع: ۱۱۸] [مسلم: ٦٤٠٠]

تشریح: قریش کا پیشہ تجارت تھا، اور اہل مدینہ بیشتر کاشتکار تھے۔ جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے آبائی پیشہ تجارت ہی زیادہ پسند فرمایا، اور کسب معاش کے سلسلہ میں انصار اور مہاجرین سب ہی اپنے دھندوں میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مگر اصحاب صفہ خالص تعلیم دین ہی کے لئے وقف تھے۔ جن کا کوئی دنیاوی مشغلہ نہ تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شوقین بلکہ علوم قرآن وحدیث پر اس درجہ فدا کہ اکثر اوقات اپنی شکم پری سے بھی غافل ہو جاتے اور فاقہ درفاقہ کرتے ہوئے جب غشی طاری ہونے لگتی تب ان کو بھوک یاد آتی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو یہاں یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ تجارت بیع وشراء اور کھیتی کیاری بلکہ سب دنیاوی کاروبار ضروریات زندگی سے ہیں۔ جن کے لئے اسلام نے بہترین اصول اور ہدایات پیش کی ہیں اور اس سلسلہ میں ہر ممکن ترقی کے لئے رغبت دلائی ہے جس کا زندہ ثبوت وہ انصار اور مہاجرین ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں تجارت اور زراعت میں قابل رشک ترقی حاصل کی اور تجارت وکھیتی وباغبانی میں بھی وہ دنیا کے لئے ایک مثال بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض دینی طالب علم تھے اور دنیاوی کاروبار سے ان کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے یہ ہزار ہا حدیث نبوی ﷺ کے حافظ ہوئے۔ اس حدیث سے رسول کریم ﷺ کا ایک معجزہ بھی ثابت ہوا کہ حسب ہدایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی تقریر دل پذیر کے وقت اپنا کمبل پھیلا دیا۔ اور بعد میں وہ کمبل سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا، جس سے ان کا سینہ روشن ہو گیا اور بعد میں وہ حفظ حدیث میں سب پر سبقت لے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آمین

٢٠٤٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الأَنْصَارِ مَالاً، فَأَقْسِمُ لَكَ

(۲۰۴۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے

نِصفَ مَالِي، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا. فَقَالَ لَهُ عَبْدُالرَّحْمَنِ: لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ ذَلِكَ، هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوْقُ قَيْنُقَاعَ. قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُالرَّحْمَنِ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((وَمَنْ؟)) قَالَ: امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ((كَمْ سُقْتَ؟)) قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ- أَوْ نَوَاةً ذَهَبٍ- فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)). [طرفه في: ٣٧٨٠]

ہوں۔ اس لیے آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لیے انہیں اپنے سے الگ کردوں گا۔ (یعنی طلاق دے دوں گا) جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو آپ ان سے نکاح کرلیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے ''سوق قینقاع'' کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صبح ہوئی تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پنیر اور گھی لائے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ تجارت کے لیے بازار آنے جانے لگے کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے، تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے شادی کرلی ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ نے دریافت فرمایا: ''کس سے؟'' بولے کہ ایک انصاری خاتون سے۔ دریافت فرمایا: ''مہر کتنا دیا ہے؟'' عرض کیا کہ ایک گٹھلی برابر سونا دیا ہے۔ یا (یہ کہا کہ) سونے کی ایک گٹھلی دی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا تو ولیمہ کرخواہ ایک بکری ہی کا ہو۔''

٢٠٤٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصْفَيْنِ، وَأُزَوِّجُكَ. قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ. فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ، فَمَكَثْنَا يَسِيْرًا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَهْيَمْ؟)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ

(٢٠٤٩) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرادیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا میں اور آپ میرے مال سے آدھا آدھا لے لیں۔ اور میں (اپنی ایک بیوی سے) آپ کی شادی کرادوں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے، مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتادیجئے۔ پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک نفع میں کافی پنیر اور گھی نہ بچالیا۔ اب وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئے، کچھ دن گزرے ہوں گے یا اللہ نے جتنا چاہا۔ اس کے بعد آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''یہ زردی کیسی ہے؟'' عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے

الْأَنْصَارِ. قَالَ: ((مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟)) قَالَ: نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ. أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)). [أطرافه في: ٢٢٩٣، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦]

ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: "انہیں مہر میں کیا دیا ہے؟" عرض کیا سونے کی ایک گٹھلی یا (یہ کہا کہ) ایک گٹھلی برابر سونا آپ نے فرمایا: "اچھا اب ولیمہ کر، اگر چہ ایک بکری ہی کا ہو۔"

تشریح: حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہاں اس حدیث کے لانے سے یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں اہل اسلام تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان کا بہترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو قریشی ہیں ہجرت فرما کر جب مدینہ آئے تو انہوں نے غور وفکر کے بعد اپنے قدیمی پیشہ تجارت ہی کو یہاں بھی اپنایا اور اپنے اسلامی بھائی سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اپنی آدھی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی پیش کش کی تھی بازار کا راستہ لیا۔ اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ نے تیل اور گھی کا کاروبار شروع کیا، اللہ نے آپ کو تھوڑی ہی مدت میں ایسی کشادگی عطا فرمائی کہ آپ نے ایک انصاری عورت سے اپنا عقد بھی کر لیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شروع دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت سے داخل اسلام ہوئے۔ اور دو مرتبہ حبش کی طرف ہجرت بھی کی۔ تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ طویل القامت گورے رنگ والے تھے۔ غزوہ احد میں ان کے بدن پر بیس سے زائد زخم لگے تھے۔ جن کی وجہ سے پیروں میں لنگ پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مدینہ میں بہت ہی بڑے مالدار مسلمان تھے۔ اور رئیس التجار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی سخاوت کے بھی کتنے ہی واقعات مذکور ہیں۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

انہوں نے مہر میں اپنی بیوی کو نواۃ من الذهب یعنی سونے کی ایک گٹھلی دی جس کا وزن ۵ درہم سے زائد بھی ممکن ہے۔ اس حدیث سے ولیمہ کرنے کی تاکید بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ ولیمہ میں بکرے یا بکری کا ذبیحہ بہتر ہے۔ زرد رنگ شاید کسی عطر کا ہو یا کسی ایسی مخلوط چیز کا جس میں کوئی زرد قسم کی چیز بھی شامل ہو اور آپ نے اس سے غسل وغیرہ کیا ہو۔

٢٠٥٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمِجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوْا فِيْهِ فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، فَقَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ. [راجع: ١٧٧٠]

(۲۰۵۰) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ، مجنہ، اور ذوالمجاز عہد جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو ایسا ہوا کہ مسلمان لوگ (خرید وفروخت کے لیے ان بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ "تمہارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل (یعنی رزق حلال) کی تلاش کرو حج کے موسم میں" یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات ہے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں آیت کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (۲/البقرة:۱۹۸) سے آگے "**فی مواسم الحج**" کے لفظ زائد ہیں۔ مگر عام قراءتوں میں یہ لفظ نہیں ہیں۔ یا شاید یہ منسوخ ہو گئے ہوں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو۔ حدیث میں زمانہ جاہلیت کی منڈیوں کا ذکر ہے۔ اسلام نے اپنے عہد میں تجارتی منڈیوں کو ترقی دی، اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر خرافات اور مکر وفریب والوں کے لئے بازار سے بدتر کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔

بَابٌ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

باب: حلال بھی واضح اور حرام بھی واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ شک وشبہ والی چیزیں بھی ہیں

تشریح: مشتبہات وہ جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں ہم کو قرآن وحدیث میں کوئی واضح ہدایت نہ ملے۔ کچھ وجوہ ان میں حلال ہونے کے نظر آئیں، کچھ حرام ہونے کے۔ ان حالات میں ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے یہی باب کا مقصد ہے۔

٢٠٥١۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ لَهُ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللَّهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكْ أَنْ يُوَاقِعَهُ)). [راجع: ٥٢]

(٢٠٥١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے، ان سے شعبی نے، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (دوسری سند، امام بخاری نے کہا) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوفروہ نے ان سے شعبی نے، کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (تیسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوفروہ نے، انہوں نے شعبی سے سنا، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے (چوتھی سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں ابوفروہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے۔ وہ ان چیزوں کو تو ضرور ہی چھوڑ دے گا جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔ لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرأت کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں بھی مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں۔ (لوگو! یاد رکھو) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے اردگرد چرے گا، اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔''

تشریح: عہد جاہلیت میں عربی شیوخ وامراء اپنی چراگاہیں مخصوص رکھا کرتے تھے ان میں کوئی غیر آدمی اپنے جانوروں کو نہیں داخل کر سکتا تھا۔ اس لئے غریب لوگ ان چراگاہوں کے قریب بھی نہ جاتے، کہ مبادا ان کے جانور اس میں داخل ہو جائیں اور وہ سخت ترین سزاؤں کے مستحق گردانے

جائیں۔حدوداللہ کو بھی ایسی ہی چراگاہوں سے تشبیہ دی گئی۔اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں تاکید کی گئی کہ حدوداللہ کے قریب بھی نہ جاؤ کہ کہیں ان کے توڑنے کے مرتکب ہوکر عنداللہ مجرم ٹھہرو۔حدیث ہذا میں معاصی کو اللہ کی چراگاہ بتلایا گیا ہے جو معاصی سے دور رہنے کے لئے ایک انتہائی تنبیہ ہے۔ان سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہات ہیں ان سے بھی پرہیز کیا جائے،ایسا نہ ہو کہ اُن کے ارتکاب سے فعل حرام ہی کا ارتکاب ہو جائے،اس لیے جو مشتبہات سے بچ گیا وہ سلامت رہا۔حرمات پر اللہ کی چراگاہوں سے تشبیہ زجر وتوبیخ کے لئے ہے کہ جس طرح امراء زمیندار لوگوں کی مخصوص چراگاہوں میں داخل ہو جانے والے اور اپنے جانوروں کو وہاں چگانے والوں کو انتہائی سنگین سزا دی جاسکتی ہے۔ایسے ہی جو لوگ حدوداللہ کو توڑتے اور اللہ کی چراگاہ یعنی امور حرام میں واقع ہو جاتے ہیں۔وہ آخرت میں سخت ترین سزا کے مستحق ہوں گے۔اور افعال مشتبہات سے پرہیز بھی اسی بنا پر ضروری ہے کہ مبادا کوئی شخص امور حرام کا مرتکب ہوکر عذاب الیم کا مستحق نہ ہو جائے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ

باب: ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے امور کیا ہیں؟

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِيْ سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ، دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا ''ورع'' (پرہیز گاری) سے زیادہ آسان کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی،بس شبہ کی چیزوں کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس میں کوئی بھی شبہ نہ ہو۔

٢٠٥٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ امْرَأَةً، سَوْدَاءَ جَاءَتْ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟)). وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِيْ إِهَابٍ التَّمِيْمِيِّ.

(٢٠٥٢) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا،کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی،انہیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین نے خبر دی،اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا،ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ایک سیاہ فام خاتون آئیں اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ان دونوں (عقبہ اور ان کی بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔عقبہ نے اس امر کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔اور مسکرا کر فرمایا:''اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی تو تم دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہو۔'' ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی صاحب زادی تھیں۔

[راجع: ٨٨]

تشریح: ترمذی کی روایت میں ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے،آپ نے منہ پھیر لیا،پھر میں آپ کے منہ کے سامنے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! وہ جھوٹی ہے۔آپ نے فرمایا،اب تو اس عورت کو کیسے رکھ سکتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایک عورت نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔یہ حدیث اوپر کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے لائے کہ گو اکثر علما کے نزدیک رضاع ایک عورت کی شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتا مگر شبہ تو ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے شبہ کی بنا پر عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ صلاح دی کہ اس عورت کو چھوڑ دے۔معلوم ہوا کہ اگر شہادت کامل نہ ہو یا شہادت کے شرائط میں نقص ہو تو معاملہ مشتبہ رہتا ہے لیکن مشتبہ سے بچے رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو رضاع صرف مرضعہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے۔(وحیدی) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ووجه الدلالة منه قوله ((كيف وقد قيل)) فانه يشعر بان امره بفراق امراته انما كان لاجل قول المراة انها ارضعتهما فاحتمل ان يكون صحيحا فيرتكب الحرام فامره بفراقها احتياطا على قول الاكثر وقيل بل قبل شهادة المراة

وحدها على ذالك۔"

یعنی ارشاد نبوی ﷺ ((کیف و قد قیل)) سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو اس عورت سے جدائی کا حکم صادر فرمادیا، دودھ پلانے کی دعوے دار عورت کے اس بیان پر کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ احتمال ہے کہ اس عورت کا بیان صحیح ہو اور عقبہ حرام کا مرتکب ہو۔ اس لئے احتیاطاً جدائی کا حکم دے دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کی شہادت کو قبول فرمالیا، اور اس بارے میں اس ایک ہی شہادت کو کافی سمجھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعہ سے بھی یہ ثابت فرمایا ہے کہ مشتبہ امور میں ان سے پرہیز ہی کا راستہ سلامتی اور احتیاط کا راستہ ہے۔

٢٠٥٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي، قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ابْنُ أَخِي، كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ: عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ)). ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ)). ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((احْتَجِبِي)). لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ. [اطرافه في: ٢٢١٨، ٢٤٢١، ٢٥٣٣، ٢٧٤٥، ٤٣٠٣، ٦٧٤٩، ٦٧٦٥، ٦٨١٧، ٧١٨٢]

(٢٠٥٣) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لینا۔ انہوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال سعد بن ابی وقاص نے اسے لیا، اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں۔ لیکن عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کیا، یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔" اس کے بعد فرمایا: "بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پتھروں کی سزا ہے۔" پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے جو آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر، کیونکہ آپ نے عتبہ کی شباہت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

تشریح: روایت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ اور کفر ہی پر اس کی موت ہوئی، زمعہ نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل مجھ سے ہے۔ لہٰذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا، چنانچہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ ان ہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی

وقاص رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیں۔ مگر زمعہ کا بیٹا عبد بن زمعہ کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے، اس لیے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالت نبوی میں پیش ہوا، تو آپ نے یہ قانون پیش فرمایا، کہ "الولد للفراش وللعاهر الحجر۔" بچہ اسی کا گردانا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے اگر چہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہے۔ اس فرد کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے۔ اس قانون کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچہ عبد بن زمعہ ہی کو دے دیا۔ مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ وہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھیں۔ مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا۔ لہٰذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے، اور بچے میں اس کی شباہت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد مشتبہات کی تفسیر اور ان سے بچنے کا حکم ثابت فرمانا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ووجه الدلالة منه قوله ﷺ: ((احتجبی منه یا سودة)) مع حکمه بانه اخوها لابیها لکن لما رای الشبه البین فیه من غیر زمعة امر سودة بالاحتجاب منه احتیاطاً فی قول الاکثر۔" (فتح الباری)

یعنی یہاں مشتبہات کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد مبارک ہے جو آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ بظاہر یہ تمہارا بھائی ہے اور اسلامی قانون بھی اسی کو ثابت کرتا ہے مگر شبہ یقیناً ہے کہ یہ عتبہ کا ہی لڑکا ہے۔ جیسا کہ اس مین اس سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ پس بہتر ہے کہ تم اس سے پردہ کرو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس ارشاد نبوی پر عمل کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

((الولد للفراش)) کا مطلب الولد لصاحب الفراش یعنی بچہ قانوناً اسی کا تسلیم کیا جائے گا جو اس بستر کا مالک ہے جس پر بچہ پیدا ہوا ہے یعنی جو اس کا شرعی وقانونی مالک یا خاوند ہے۔ بچہ اسی کا مانا جائے گا، اگر چہ وہ کسی دوسرے کے نطفہ ہی سے کیوں نہ ہو، اگر ایسا مقدمہ ثابت ہو جائے تو پھر زانی کے لئے محض سنگساری ہے۔

٢٠٥٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: ((إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيْذٌ)). قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُرْسِلُ كَلْبِيْ وَأُسَمِّيْ، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا أَدْرِيْ أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: ((لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ)). [راجع: ١٧٥]

(۲۰۵۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی سفر نے خبر دی، انہیں شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''معراض'' (تیر کے شکار) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اگر اس کے دھار کی طرف سے لگے تو کھا۔ اگر چہ چوڑائی سے لگے تو مت کھا۔ کیونکہ وہ مردار ہے۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنا کتا (شکار کے لیے) چھوڑتا ہوں بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں، پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا اور ملتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں میں کون سے کتے نے شکار پکڑا۔ آپ نے فرمایا: ''ایسے شکار کا گوشت نہ کھا۔ کیونکہ تو نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لیے پڑھی ہے دوسرے کے لیے تو نہیں پڑھی۔''

تشریح: چوڑائی سے لگنے کا مطلب یہ کہ تیر کی لکڑی آڑی ہو کر شکار کے جانور پر لگے۔ اور بوجھ اور صدمے سے وہ مر جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں اس حدیث کو مشتبہات کی تفسیر میں لائے کہ دوسرے کتے کی موجودگی میں شبہ ہو گیا کہ شکار کون سے کتے نے پکڑا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شبہ کو رفع کرنے کے لئے ایسے شکار کے کھانے سے منع فرما دیا۔ عربوں میں شکاری کتوں کو سدھانے کا دستور تھا۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت دی کہ ایسا سدھایا

ہوا کتا اگر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ لے اور مالک کے پہنچنے سے پہلے شکار مر جائے تو گویا ایسا شکار حلال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جس جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ حرام اور مردار ہے، اہلحدیث اور اہل ظاہر کا یہی قول ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمان کا ذبیحہ ہر حال میں حلال ہے گو وہ عمداً یا سہواً بسم اللہ چھوڑ دے، اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس جانور میں شبہ پڑ گیا کہ کس کتے نے اس کو مارا۔ اور آپ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا تو معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے بچنا چاہیے۔ (وحیدی)

بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

باب: مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے

٢٠٥٥ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا)). وَقَالَ هَمَّامٌ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي)). [طرفه في: ٢٤٣١]

(٢٠٥٥) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک گری ہوئی کھجور پر گزرے، تو آپ نے فرمایا: ''اس کے صدقہ ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا۔'' اور ہمام بن منبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور پاتا ہوں۔''

[مسلم: ٢٤٧٨؛ ابوداود: ١٦٥٢]

تشریح: یہ کھجور آپ کو اپنے بچھونے پر ملی تھی جیسے اس کے بعد کی روایت میں اس کی تصریح ہے شاید آپ صدقہ کی کھجوریں بانٹ کر آئے ہوں اور کوئی ان ہی میں سے آپ کے کپڑوں میں لگ گئی ہو اور بچھونے پر گر پڑی ہو یہ شبہ آپ کو معلوم ہوا، اور آپ نے محض اس شبہ کی بنا پر اس کے کھانے سے پرہیز کیا، معلوم ہوا کہ مشتبہ چیز کے کھانے سے پرہیز کرنا کمال تقویٰ اور ورع ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اپنے منعقدہ باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث لائے ہیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ

باب: دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہیے

تشریح: یعنی مشتبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت یا طہارت اور نجاست کے دلائل متعارض ہوں، تو ایسی چیز سے باز رہنا تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ اور ایک وسواس ہے کہ خواہ مخواہ بے دلیل ہر چیز میں شبہ کرنا۔ جیسے ایک فرش بچھا ہوا ہے تو یہی سمجھیں گے کہ وہ پاک ہے یا ایک شخص نے کچھ خریدا، تو یہی سمجھیں گے کہ حلال طور سے اس کے پاس آیا ہوگا۔ اب خواہ مخواہ اس کے نجس ہونے کا گمان کرنا، یا اس مال کے حرام ہونے کا، یہ وسوسہ ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اگر دلیل سے نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس سے باز رہنا چاہیے۔

٢٠٥٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي

(٢٠٥٦) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے

الصَّلَاةِ شَيْئًا، أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: ((لَا، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ. [راجع: ۱۳۷]

ایک ایسے شخص کا ذکر آیا جسے نماز میں کچھ شبہ ہوا نکلنے کا ہو جاتا ہے۔ آیا اسے نماز توڑ دینی چاہیے؟ فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کر لے (اس وقت تک نماز نہ توڑے)۔'' ابن ابی حفصہ نے زہری سے بیان کیا (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں جب تک حدث کی بدبو نہ محسوس کرے یا آواز نہ سن لے۔

تشریح: اس حدیث کے تحت علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال الغزالی الورع اقسام ورع الصديقين وهو ترك مالا يتناول بغيرنية القوة على العبادة وورع المتقين وهو ترك مالا شبهة فيه ولكن يخشى ان يجرالى الحرام وورع الصالحين وهو ترك ما يتطرق اليه احتمال التحريم بشرط ان يكون لذلك الاحتمال موقع فان لم يكن فهو ورع الموسوسين قال ووراء ذالك ورع الشهود وهو ترك ما يسقط الشهادة اى اعم من ان يكون ذلك المتروك حراما ام لا انتهى وغرض المصنف هنا بيان ورع الموسوسين كمن يمتنع من اكل الصيد خشية ان يكون الصيد كان لانسان ثم افلت منه وكمن يترك شراء ما يحتاج اليه من المجهول لا يدرى اماله حلال ام حرام وليست هناك علامة تدل على الثانى وكمن يترك تناول الشىء لخبر ورد فيه متفق على ضعفه وعدم الاحتجاج به ويكون دليل اباحته قويا وتاويله ممتنع اومستبعد۔" (فتح الباری)

یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ورع کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک ورع صدیقین کا ہے وہ یہ کہ ان تمام کاموں کو چھوڑ دینا جن کا بطور نیت عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ متقین کا ورع یہ ہے کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہیں مگر خطرہ ہے کہ ان کو عمل میں لانے سے کہیں حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے، اور صالحین کا ورع یہ کہ ایسی چیزوں سے دور رہنا جن میں حرمت کے احتمال کے لئے کوئی بھی موقعہ نکل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ وسواسیوں کا ورع ہے اور ان کے علاوہ ایک ورع الشہود ہے جس کے ارتکاب سے انسان شہادت میں ناقابل اعتبار ہو جائے عام ہے کہ وہ حرام ہو یا نہ ہو۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض وسوسہ والوں کے ورع کا بیان ہے جیسا کہ کوئی کسی شکار کا گوشت محض اس لئے نہ کھائے کہ شاید وہ شکار کسی اور آدمی نے بھی کیا ہو اور اس سے وہ جانور بھاگ گیا ہو۔ یا جیسا کہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سے خرید وفروخت چھوڑ دے جو مجہول ہو اور جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ اس کا مال حرام کا ہے یا حلال کا۔ اور کوئی ظاہر دلیل بھی نہ ہو کہ اس کی حلت ہی پر یقین کیا جاسکے۔ اور جیسا کہ کوئی شخص ایسے آدمی کی روایت ترک کر دے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہو اور جس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جاسکتی ہو، ایسے جملہ مشکوک حالات میں پرہیز گاری کا نام ورع ہے۔ مگر حد سے زیادہ گزر کر کسی مسلمان بھائی کے متعلق بلاتحقیق کوئی غلط گمان قائم کر لینا یہ بھی ورع کے سخت خلاف ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ لکھا ہے کہ کچھ لوگ نماز کے لئے اپنا لوٹا مصلیٰ اس خیال سے ساتھ رکھتے ہیں کہ ان کے خیال میں دنیا کے سارے مسلمانوں کے لوٹے اور مصلے استعمال کے لائق نہیں ہیں۔ اور ان سب میں شبہ داخل ہے۔ صرف انہی کا لوٹا اور مصلیٰ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے پرہیز گاروں کو ''خود گندے'' قرار دیا ہے۔ اللهم احفظنا من جميع الشبهات والآفات۔ آمین

۲۰۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قَوْمًا، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟

(۲۰۵۷) ہم سے احمد بن مقدام عجلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بہت سے لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کا نام انہوں نے

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُّوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ)). [طرفاه في: ٥٥٠٧، ٧٣٩٨]

ذبح کے وقت لیا تھا۔ یا نہیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بسم اللہ پڑھ کے اسے کھالیا کرو۔''

تشریح: مطلب یہ کہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہیے اور جب تک دلیل سے معلوم نہ ہو کہ مسلمان نے ذبح کے وقت بسم اللہ نہیں کہی تھی یا اللہ کے سوا اور کسی کا نام لیا تھا تو اس کا لایا ہوا پکایا ہوا گوشت حلال ہی سمجھا جائے گا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مشرکوں کا لایا ہوا پکایا ہوا گوشت حلال سمجھ لو، اور فقہانے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر مشرک قصاب بھی کہے کہ اس جانور کو مسلمان نے کاٹا ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا۔ اس لئے مشرک کافر قصائی سے گوشت لینے میں بہت احتیاط اور پرہیز چاہیے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا﴾ [الجمعة: ١١]

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ جمعہ میں یہ فرمانا کہ ''جب وہ مال تجارت آتا ہوا یا کوئی اور تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔''

٢٠٥٨ـ حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمٍ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّأْمِ عِيْرٌ، تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا، حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا اثْنَى عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا﴾. [الجمعة: ١١] [راجع: ٩٣٦]

(٢٠٥٨) ہم سے طلق بن غنام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا ان سے حصین نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے، (یعنی خطبہ سن رہے تھے) کہ ملک شام سے کچھ اونٹ کھانے کا سامان تجارت لے کر آئے۔ (سب نمازی) لوگ ان کی طرف متوجہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''جب وہ مال تجارت یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔''

تشریح: ہوا یہ تھا کہ اس زمانے میں مدینہ میں غلہ کا قحط تھا۔ لوگ بہت بھوکے اور پریشان تھے۔ شام سے جو غلہ کا قافلہ آیا تو لوگ بے اختیار ہو کر اس کو دیکھنے چل دیئے، صرف بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما آپ کے پاس ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ معصوم نہ تھے بشر تھے۔ ان سے یہ خطا ہوگئی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب فرمایا۔ شاید اس وقت تک ان کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ خطبہ میں سے اٹھ کر جانا منع ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو اس لئے یہاں لائے کہ بیع اور شراء، تجارت اور سوداگری گو عمدہ اور مباح چیزیں ہیں مگر جب عبادت میں ان کی وجہ سے خلل ہو تو ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ مقصد بھی ہے کہ جس تجارت سے یادِ الٰہی میں فرق آئے مسلمان کے لئے وہ تجارت بھی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد یادِ الٰہی ہے۔ اس کے علاوہ جملہ مشغولیات عارضی ہیں۔ جن کا محض بقائے حیات کے لئے انجام دینا ضروری ہے ورنہ مقصد وحید صرف یادِ الٰہی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

باب: جو روپیہ کمانے میں حلال یا حرام کی پروا نہ کرے

٢٠٥٩ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ،

(٢٠٥٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)). [طرفه في: ٢٠٨٣] [نسائي: ٤٤٦٦]

ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعد مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پروا نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔''

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ وَغَيْرِهِ

باب: خشکی میں تجارت کرنے کا بیان

وَقَوْلُ اللَّهِ: ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: ٣٧] وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ، وَيَتَّجِرُوْنَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِ اللَّهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، حَتَّى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللَّهِ.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان (سورۂ نور میں) کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قتادہ نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آ جاتا تو ان کی تجارت اور خرید وفروخت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتی تھی، جب تک وہ اللہ کے حق کو ادا نہ کر لیں۔ (ان کو چین نہیں آتا تھا)۔

تشریح: بعض نے باب التجارة فی البر کو زا کے ساتھ فی البز پڑھا ہے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ کپڑے کی تجارت کرنا مگر باب کی حدیث میں کپڑے کی تجارت کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر جو باب سمندر میں تجارت کرنے کا بیان کیا، اس کا جوڑ یہی ہے کہ یہاں خشکی کی تجارت مذکور ہو۔ بعض نے ضم با کے ساتھ فی البر پڑھا ہے یعنی گندم کی تجارت تو اس کا بھی باب کی حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے بہر حال فی البر یعنی خشکی میں تجارت کرنا، یہی نسخہ زیادہ صحیح ہے، مراد یہ ہے کہ مسلمان کے لئے خشکی اور تری، صحرا اور سمندر سب کارگاہ عمل ہیں۔ اسی جوش عمل نے مسلمانوں کو شرق سے تا غرب دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

٢٠٦٠، ٢٠٦١۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ، وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ، أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ، يَقُوْلُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ: ((إِنْ

(٢٠٦٠، ٢١) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی اور ان سے ابو المنہال نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد نے بیان کیا، کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی، ان دونوں حضرات نے ابو المنہال سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں تاجر تھے، اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی

كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسِيأً فَلَا يَصْلُحُ)) . [الحديث:٢٠٦٠، اطرافه في: ٢١٨٠، ٢٤٩٧، ٣٩٣٩] [الحديث:٢٠٦١، اطرافه في: ٢١٨١، ٢٤٩٨، ٣٩٤٠] [مسلم: ٤٠٧١؛ نسائي: ٤٥٨٩، ٤٥٩٠، ٤٥٩١]

کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے جواب یہ دیا تھا: ”(لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔“

تشریح: مثلاً ایک شخص نقد روپیہ دے اور دوسرا کہے میں اس کے بدل کا روپیہ ایک مہینے کے بعد دوں گا تو یہ درست نہیں ہے۔ بیع صرف میں سب کے نزدیک تقابض یعنی دونوں بدلوں کا نقدا نقد دیا جانا شرط ہے اور میعاد کے ساتھ درست نہیں ہوتی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ اگر جنس ایک ہی ہو مثلاً روپے کو روپے سے یا اشرفیوں کو اشرفیوں سے تو کمی یا زیادتی درست ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک کمی اور زیادتی جب جنس ایک ہو درست نہیں۔ اور ان کے مذہب پر کلدار اور حالی سکہ کا بدلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ کچھ پیسے شریک کر دے، تاکہ کمی اور زیادہ سب کے نزدیک جائز ہو جائے۔ (وحیدی) اس حدیث کے عموم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ خشکی میں تجارت کرنا درست ہے۔

بَابُ الْخُرُوْجِ فِي التِّجَارَةِ

باب: تجارت کے لیے گھر سے باہر نکلنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ [الجمعة:١٠]

اور (سورۂ جمعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔“

٢٠٦٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُوْلاً فَرَجَعَ أَبُوْ مُوْسَى، فَفَزِعَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوْا لَهُ قِيْلَ قَدْ رَجَعَ. فَدَعَاهُ. فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ. فَقَالَ: تَأْتِيْنِيْ عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ. فَانْطَلَقَ إِلَى مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَسَأَلَهُمْ. فَقَالُوْا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ. فَذَهَبَ بِأَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ. فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ عَلَيَّ [هَذَا] مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ. يَعْنِي الْخُرُوْجَ إِلَى

(٢٠٦٢) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی۔ انہیں عبید بن عمیر نے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی۔ غالباً آپ اس وقت کام میں مشغول تھے۔ اس لیے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو فرمایا، کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) کی آواز سنی تھی۔ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ کہا گیا وہ تو لوٹ کر چلے گئے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا لیا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرت ﷺ سے) تھا (کہ تین مرتبہ اجازت چاہیے پر اگر اندر جانے کی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہیے) اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں گئے۔ اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا (کہ کیا کسی نے اسے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے) ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا جو ہم سب میں بہت ہی کم عمر ہے۔ وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ

التِّجَارَةِ. [طرفاه في: ٦٢٤٥، ٧٣٥٣]
[ابوداود: ٥١٨٢]

لے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا۔ افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید وفروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

تشریح: روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بازار میں تجارت کرنا مذکور ہے اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حدیث سے اور بھی بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔ مثلاً کوئی کسی کے گھر ملاقات کو جائے تو دروازے پر جا کر تین دفعہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کرے، اگر جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔ کسی حدیث کی تصدیق کے لئے گواہ طلب کرنا بھی ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ صحیح بات میں کم سن بچوں کی گواہی بھی مانی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول چوک بڑے بڑے لوگوں سے بھی ممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

وَقَالَ مَطَرٌ: لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا ﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ﴾ [النحل: ١٤] الْفُلْكُ السُّفُنُ، الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ مِنَ الرِّيحِ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيحَ شَيْئًا مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

باب: سمندر میں تجارت کرنے کا بیان

اور مطر وراق نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں جو اس کا ذکر ہے وہ بہر حال حق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے (سورہ نحل کی یہ) آیت پڑھی "اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ اس میں چلتی ہیں پانی کو چیرتی ہوئی تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل سے۔" اس آیت میں لفظ فلک کشتی کے معنی میں ہے، واحد اور جمع دونوں کے لیے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا کہ کشتیاں ہوا کو چیرتی چلتی ہیں۔ اور ہوا کو وہی کشتیاں (دیکھنے میں صاف طور پر) چیرتی چلتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

٢٠٦٣۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ. [راجع: ١٤٩٨]

(٢٠٦٣) لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے سمندر کا سفر کیا تھا اور اپنی ضرورت پوری کی تھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو کتاب الکفالۃ میں آئے گی۔)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ:

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [الجمعة: ١١] وَقَوْلُهُ [جَلَّ ذِكْرُهُ] ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور: ٣٧] وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانُوا يَتَّجِرُوْنَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ

باب: (سورۂ جمعہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں" اور سورۂ نور میں اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا کہ "وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔" قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض سامنے آتا تو ان کی تجارت اور سوداگری اللہ کے ذکر سے انہیں غافل نہیں کر سکتی تھی

اللَّهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ.

تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کو ادا نہ کر لیں۔

تشریح: ابھی چند صفحات پیشتر اسی آیت مبارکہ کے ساتھ یہ باب گزر چکا ہے۔ اور یہاں دوبارہ پھر یہ درج ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بعض ناقلین بخاری کے قلم کا سہو قرار دیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کا اصل نسخہ وہ تھا جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد فربری کے پاس تھا۔ اس کے حواشی میں کچھ الحاقات تھے۔ بعض نقالین نے ان الحاقات میں سے کچھ عبارتوں کو اپنے خیال کی بنا پر متن میں درج کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ باب بھی مکرر آ گیا ہے۔

٢٠٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيرٌ، وَنَحْنُ نُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾. [الجمعة: ١١]

[راجع: ٩٣٦]

(۲۰۶۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے حصین نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (تجارتی) اونٹوں (کا قافلہ) آیا۔ ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ (کے خطبہ) میں شریک تھے۔ بارہ صحابہ کے سوا باقی تمام حضرات ادھر چلے گئے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ ”جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔“

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ٢٦٧]

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو

٢٠٦٥ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا)). [راجع: ١٤٢٥]

(۲۰۶۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے، ان سے مسروق نے، اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب عورت اپنے گھر کا کھانا (غلہ وغیرہ) بشرطیکہ گھر بگاڑنے کی نیت نہ ہو خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔“

٢٠٦٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ

(۲۰۶۶) مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر عورت اپنے شوہر کی کمائی اس کی اجازت کے بغیر بھی (اللہ کے راستے

غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ)). [أطرافه في: ٥١٩٢، ٥١٩٥، ٥٣٦٠] [مسلم: ٢٣٧٠؛ ابوداود: ١٦٨٧]

میں) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایسی معمولی خیرات کرے کہ جس کو خاوند دیکھ بھی لے تو ناپسند نہ کرے، جیسے کھانے میں سے کچھ کھانا فقیر کو دے یا پھٹا پرانا کپڑا اللہ کی راہ میں دے ڈالے، اور عورت قرائن سے سمجھے کہ خاوند کی طرف سے ایسی خیرات کے لئے اجازت ہے۔ گو اس نے صریح اجازت نہ دی ہو، بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ عورت اس مال میں سے خرچ کرے جو خاوند نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کہ خاوند کو عورت کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا ان دونوں توجیہوں میں سے کوئی توجیہ ضرور کرنا چاہیے ورنہ عورت اگر خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کر ڈالے تو ثواب کجا گناہ لازم ہوگا۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

باب: جو روزی میں کشادگی چاہتا ہو وہ کیا کرے؟

٢٠٦٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ [لَهُ] فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)). [طرفه في: ٥٩٨٦] [مسلم: ٦٥٢٣؛ ابوداود: ١٦٩٣]

(٢٠٦٧) ہم سے محمد بن یعقوب کرمانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی درازی چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔''

تشریح: نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے رشتہ دار اس کا حسن سلوک دیکھ کر دل سے اس کی عمر کی درازی، مال کی فراخی کی دعائیں کریں گے۔ اور اللہ پاک ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس کی روزی میں اور عمر میں برکت کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک ہر چیز کے گھٹانے بڑھانے پر قادر ہے۔

بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيئَةِ

باب: نبی کریم ﷺ کا ادھار خریدنا

٢٠٦٨ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ رَجُلٍ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ. [أطرافه في: ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧] [مسلم: ٤١١٥، ٤١١٦، ٤١١٧؛

(٢٠٦٨) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (سامان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھار خریدا۔ اور اپنی لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

نسائي: ٤٦٢٣، ٤٦٦٤؛ ابن ماجه: ٢٤٣٦]

٢٠٦٩۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ، ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِأَهْلِهِ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ)).

[طرفه في: ٢٥٠٨] [نسائي: ٤٦٢٤؛ ابن ماجه: ٢٤٣٧]

(٢٠٦٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسباط ابو الیسع بصری نے، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور بدبودار چربی (سالن کے طور پر) لے گئے آنحضرت ﷺ نے اس وقت اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی تھی۔ اور اس سے اپنے گھر والوں کے لیے جو قرض لیا تھا۔ میں نے خود آپ کو یہ فرماتے سنا کہ محمد ﷺ کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو۔ حالانکہ آپ کی گھر والیوں کی تعداد نو تھی۔

تشریح: اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی اقتصادی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ خدانخواستہ آپ دنیا دار ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ ایک یہودی کے یہاں اپنی زرہ گروی رکھ کر راشن حاصل کریں۔ اور راشن بھی جو کی شکل میں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے آنے والے لوگوں کے لئے ایک عمدہ ترین نمونہ پیش فرمادیا کہ وہ دنیاوی عیش وآرام اور نازنخروں کے وقت اسوۂ محمدی کو یاد کرلیا کریں۔ مقصد باب یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں کبھی ادھار بھی کوئی چیز خریدنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس سے غیر مسلموں کے ساتھ لین دین کا تعلق بھی ثابت ہوا۔

بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ — باب: انسان کا کمانا اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا

تشریح: اس باب کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد اختلف العلماء فى افضل المكاسب قال الماوردى اصول المكاسب الزراعة والتجارة والصنعة والاشبه بمذهب الشافعي ان اطيبها التجارة قال والارجح عندى ان اطيبها الزراعة لانها اقرب الى التوكل وتعقبه النووى بحديث المقدام الذى فى هذا الباب وان الصواب ان اطيب الكسب ما كان بعمل اليد قال فان كان زراعاً فهو اطيب المكاسب لما يشمل عليه من كونه عمل اليد ولما فيه من التوكل ولما فيه من النفع العام للآدمى وللدواب ولانه لابد فيه فى العادة ان يؤكل منه بغير عوض۔" (فتح)

یعنی علما کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل کسب کونسا ہے۔ ماوردی نے کہا کہ کسب کے تین اصولی طریقے ہیں۔ زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول میں افضل کسب تجارت ہے۔ مگر ماوردی کہتے ہیں کہ میں زراعت کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ توکل سے قریب ہے۔ اور نووی رحمہ اللہ نے اس پر تعاقب کیا ہے اور درست بات یہ ہے کہ بہترین پاکیزہ کسب وہ ہے جس میں اپنے ہاتھ کو دخل زیادہ ہو۔ اگر زراعت کو افضل کسب مانا جائے تو بجا ہے کیونکہ اس میں انسان زیادہ تر اپنے ہاتھ سے محنت کرتا ہے اس میں توکل بھی ہے اور انسانوں اور حیوانوں کے لئے عام نفع بھی ہے۔ اس میں بغیر کسی معاوضہ کے حاصل ہوئے غلہ سے کھایا جاتا ہے۔ اس لئے زراعت بہترین کسب ہے۔ بشرطیکہ کامیاب زراعت ہو ورنہ عام طور پر زراعت پیشہ لوگ مقروض، تنگ دست، پریشان حال ملتے ہیں۔ اس لئے کہ نہ تو ان کے پاس زراعت کے قابل کافی زمین ہوتی ہے نہ دیگر وسائل

بفراغی مہیا ہوتے ہیں، نتیجہ یہ کہ ان کا افلاس دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، ایسی حالت میں زراعت کو بہترین کسب نہیں کہا جاسکتا۔ ان حالات میں مزدوری بھی بہتر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جن میں سے پہلی تجارت سے متعلق ہے دوسری زراعت سے اور تیسری صنعت سے متعلق ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے پیشہ تجارت کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "لما مرض ابو بکر مرضه الذی مات فیه قال انظروا ما زاد فی مالی منذ دخلت الامارة فابعثوا به الی الخلیفة بعدی...... الخ" یعنی جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو آپ نے اپنے گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ میرے مال کی پڑتال کرنا اور خلیفہ بننے کے بعد جو کچھ بھی میرے مال میں زیادہ نظر آئے اسے بیت المال میں داخل کرنے کے لئے خلیفۃ المسلمین کے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد جائزہ لیا گیا تو ایک غلام زائد پایا گیا جو بال بچوں کو کھلایا پلایا کرتا تھا اور ایک اونٹ جس سے مرحوم کے باغ کو پانی دیا جاتا تھا۔ ہر دو کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رحم الله علی ابی بکر لقد اتعب من بعده۔" یعنی اللہ پاک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

٢٠٧٠۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.

(٢٠٧٠) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا، میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گزران کے لیے کافی رہا ہے۔ لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے آل ابوبکر اب بیت المال میں سے کھائے گی، اور ابوبکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

تشریح: یعنی اب خلافت کے کام میں مصروف رہوں گا تو مجھ کو اپنا ذاتی پیشہ اور بازاروں میں پھرنے کا موقعہ نہ ملے گا اس لئے میں بیت المال سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچہ کیا کروں گا اور یہ خرچہ بھی میں اس طرح سے نکال دوں گا کہ بیت المال کے روپے پیسے میں تجارت اور سوداگری کر کے اس کو ترقی دوں گا اور مسلمانوں کا فائدہ کراؤں گا۔

٢٠٧١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ. رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. [راجع: ٩٠٢]

(٢٠٧١) مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو الاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ نے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت ومشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آ جاتی تھی اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔ اس کی روایت ہمام نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے

عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

٢٠٧٢۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)).

(٢٠٧٢) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔''

٢٠٧٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)). [طرفاه في: ٣٤١٧، ٤٧١٣]

(٢٠٧٣) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ''داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔''

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کا کام اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہار کا کام اور حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے اور حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پیشہ تھے، لہٰذا کسی بھی حلال اور جائز پیشہ کو حقیر جاننا اسلامی شریعت میں سخت ناروا ہے۔

٢٠٧٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)). [راجع: ١٤٧٠] [مسلم: ٢٤٠٠؛ نسائي: ٢٥٨٣]

(٢٠٧٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابی عبید نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے، چاہے وہ اسے کچھ دے دے یا نہ دے۔''

٢٠٧٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)) قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوَابٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ

(٢٠٧٥) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔'' ابو نعیم نے کہا کہ ہم کو بیان کیا محمد بن ثواب نے اور ان کو بیان کیا ابن نمیر نے ان سے ہشام نے انہوں نے

الْحَدِيثَ. [راجع:١٤٧١]

اپنے باپ سے حدیث کو بیان کیا ہے۔

تشریح: یعنی سوال سے بچنا اور خود محنت مزدوری کر کے گزارا کرنا۔ ایک سچے مسلمان کی زندگی یہی ہونی ضروری ہے۔

بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

باب: خرید وفروخت کے وقت نرمی، وسعت اور فیاضی کرنا اور کسی سے اپنا حق پاکیزگی سے مانگنا

٢٠٧٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى)).

[ابن ماجه: ٢٢٠٣]

(٢٠٧٦) ہم سے علی بن عیاش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوغسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔''

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوْسِرًا

باب: جو شخص مالدار کو مہلت دے

٢٠٧٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ، أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالُوْا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ)) قَالَ: ((فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ)). وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ: ((كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ: ((فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ)). وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: ((فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ)). [طرفاه في: ٢٣٩١، ٣٤٥١]

(٢٠٧٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور نے، ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا، اور ان سے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے گزشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح کے پاس (موت کے وقت) فرشتے آئے اور پوچھا کہ تو نے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں؟ روح نے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقروض ہوں) مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں۔ اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔'' راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہیں کی۔'' اور ابو مالک ربعی سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے: ''کھاتے کماتے کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقروض کو مہلت دے دیتا تھا۔'' اس کی متابعت شعبہ نے کی ہے۔ ان سے عبدالملک نے اور ان سے ربعی نے بیان کیا، ابوعوانہ نے کہا کہ ان سے عبدالملک نے ربعی سے بیان کیا کہ (اس روح نے یہ الفاظ کہے تھے) ''میں کھاتے کماتے کو مہلت

[مسلم: ۳۹۹۳، ۳۹۹٤؛ ابن ماجه: ۲٤۲۰]

دے دیتا تھا۔اور تنگ حال والے مقروض سے درگزر کرتا تھا۔" اور نعیم بن ابی ہند نے بیان کیا، ان سے ربعی نے (کہ روح نے یہ الفاظ کہے تھے) "میں کھاتے کماتے لوگوں کے (جن پر میرا کوئی حق واجب ہوتا) عذر قبول کرلیا کرتا تھا اور تنگ حال والے سے درگزر کردیتا تھا۔"

تشریح: یعنی گو قرض دار اور مالدار ہو مگر اس پر سختی نہ کرے، اگر وہ مہلت چاہے تو مہلت دے۔ مالدار کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جس کے پاس اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچہ موجود ہو۔ ثوری اور ابن مبارک اور امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے کہا جس کے پاس پچاس درہم ہوں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اس کی کوئی حد مقرر نہیں کرسکتے۔ کبھی جس کے پاس ایک درہم ہو مالدار کہلا سکتا ہے جب وہ اس کے خرچ سے فاضل ہو۔ اور کبھی ہزار درہم رکھ کر بھی آدمی مفلس ہوتا ہے جب کہ اس کا خرچہ زیادہ ہو اور عیال بہت ہوں اور وہ قرضدار رہتا ہو۔

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا

باب: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کا ثواب

۲۰۷۸۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ: لِفِتْيَانِهِ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ)).

[طرفه في: ۳٤۸۰] [مسلم: ۳۹۹۸، ۳۹۹۹؛ نسائي: ٤۷۰۹]

(۲۰۷۸) ہم سے ہشام بن عمار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ولید زبیدی نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو بخش دیا۔"

تشریح: تنگ دست کو مہلت دینا اور اس پر سختی نہ کرنا عنداللہ محبوب ہے، مگر ایسے لوگوں کو بھی ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہیے کہ مال والے کا مال تلف ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ مقروض اگر دل میں ادائیگی قرض کی نیت رکھے گا تو اللہ پاک بھی ضرور اس کا قرض ادا کرا دے گا۔

بَابٌ: إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

باب: جب خریدنے اور بیچنے والے دونوں صاف صاف بیان کردیں اور ایک دوسرے کی بہتری چاہیں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((هٰذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ، بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ، لَا دَاءَ، وَلَا خِبْثَةَ، وَلَا غَائِلَةَ)).

اور عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا: "یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول ﷺ کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ، نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق وفجور، نہ کوئی بدباطنی

وَقَالَ قَتَادَةُ: الغائلة الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالإِبَاقُ. وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ فَيَقُوْلُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ، وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ. فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيْدَةً. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَبِيْعَ سِلْعَةً، يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَآءً، إِلَّا أَخْبَرَهُ.

ہے۔" اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غائلہ، زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ بعض دلال (اپنے اصطبل کے) نام "آری خراسان اور سجستان" (خراسانی اصطبل اور سجستان اصطبل) رکھتے ہیں اور (دھوکہ دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ فلاں جانور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی سجستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نخعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سنا۔ عقبہ بن عامر نے کہا کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیچے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے، خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔

تشریح: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا صحیح یوں ہے کہ عداء کے خریدنے کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جیسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اسے وصل کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے یہاں اشتری باع کے معنی میں آیا ہو یا معاملہ کئی بار ہوا ہو۔ غلام کے عیب کا ذکر ہے یعنی وہ کانا، لولا لنگڑا، فریبی نہیں ہے۔ نہ بھاگنے والا اور نہ بدکار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بیچنے والے کا فرض ہے کہ معاملہ کی چیز کے عیب وصواب سے خریدار کو پورے طور پر آگاہ کردے۔

٢٠٧٩ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، رَفَعَهُ إِلَى حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا۔ أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا۔ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)).

[أطرافه في: ٢٠٨٢، ٢١٠٨، ٢١١٠، ٢١١٤]

[مسلم: ٣٨٥٨؛ ابوداود: ٣٤٥٩؛ ترمذي: ١٢٤٦؛ نسائي: ٤٤٦٩، ٤٤٧٦]

(٢٠٧٩) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے صالح ابوخلیل نے، ان سے عبیداللہ بن حارث نے، انہوں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت اختیار (بیع ختم کردینے کا) ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں یا آپ نے (مالم یتفرقا کے بجائے) حتی یتفرقا فرمایا۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا کر رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کردی جاتی ہے۔"

تشریح: مقصد باب ظاہر ہے کہ سوداگروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کا حسن وقبح سب ظاہر کردیں تاکہ خریدنے والے کو بعد میں شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ اور اس بارے میں کوئی جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خریدار کو جب تک وہ دکان سے جدا نہ ہو مال واپس کرنے کا اختیار ہے ہاں دکان سے چلے جانے کے بعد یہ اختیار ختم ہے مگر یہ کہ ہر دو نے باہمی طور پر ایک مدت کے لئے اس اختیار کو طے کرلیا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ

باب: مختلف قسم کی کھجور ملا کر بیچنا کیسا ہے؟

٢٠٨٠ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ

(٢٠٨٠) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ، وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ)). [مسلم: ٤٠٨٥؛ ابن ماجه: ٢٢٥٦]

ہمیں (نبی کریم ﷺ کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع کھجور ایک صاع کے بدلہ میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دو صاع ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچی جائے اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے بیچے جائیں۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اس قسم کی مخلوط کھجوروں کی بیع جائز ہے کیونکہ ان میں جو کچھ بھی عیب ہے وہ ظاہر ہے اور جو عمدگی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کوئی دھوکہ بازی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی مخلوط کھجوریں بیچی جاسکتی ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے جو ہدایت فرمائی وہ حدیث سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

باب: گوشت بیچنے والے اور قصاب کا بیان

٢٠٨١ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ. فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ)). فَقَالَ: لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ. [اطرافه في: ٢٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦١] [مسلم: ٥٣٠٩؛ ابوداود: ١٠٩٩]

(٢٠٨١) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے شقیق نے بیان کیا اور ان سے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابو شعیب رضی اللہ عنہ تھی، تشریف لائے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا، فرمایا کہ میرے لیے اتنا کھانا تیار کر جو پانچ آدمی کے لیے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی اور آپ کے ساتھ اور چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا۔ کیونکہ میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کا اثر نمایاں دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بلایا۔ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے ساتھ ایک اور صاحب زائد آ گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو انہیں بھی اجازت دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو واپس کر سکتے ہیں۔'' انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں انہیں بھی اجازت دیتا ہوں۔

تشریح: یعنی وہ طفیلی بن کر چلا آیا، اس شخص کا نام معلوم نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے صاحب خانہ سے اجازت لی تاکہ اس کا دل خوش ہو۔ اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت میں آپ نے یہ اجازت نہ لی۔ کیونکہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے دعوتیوں کی تعداد مقرر نہیں کی تھی اور اس شخص نے پانچ کی تعداد مقرر کر دی تھی۔ اس لئے آپ نے اجازت کی ضرورت سمجھی۔ حدیث میں قصاب کا ذکر ہے اور گوشت بیچنے والوں کا اسی سے اس پیشہ کا جواز ثابت ہوا۔

بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

باب: بیچنے میں جھوٹ بولنے اور (عیب کو) چھپانے سے (برکت) ختم ہو جاتی ہے

٢٠٨٢ـ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،

(٢٠٨٢) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان

عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيْلِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ـ أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا ـ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)). [راجع: ٢٠٧٩]

کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے، کہا کہ میں نے ابوخلیل سے سنا، وہ عبداللہ بن حارث سے نقل کرتے تھے اور وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (کہ بیع فسخ کردیں یا رکھیں) یا آپ نے (مَالَمْ یَتَفَرَّقَا کے بجائے) حَتّٰی یَتَفَرَّقَا فرمایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات کھول کھول کر بیان کی تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوئی۔ اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے رکھا یا جھوٹ بولا تو ان کے خرید وفروخت کی برکت ختم کردی جائے گی۔''

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٣٠]

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اے ایمان والو! سود در سود مت کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاسکو''

تشریح: پہلے یہی آیت اتری، جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ جب وعدہ آن پہنچتا تو قرض دار سے کہتے، تو ادا کرتا ہے یا سود دینا پسند کرتا ہے۔ اگر وہ نہ دیتا تو سود لگا دیتے اور اصل میں شریک کر لیتے۔ اس طرح سود کی رقم جمع ہو کر دگنی تگنی ہو جاتی۔ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا۔ اور منع کیا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل سے کم یا ہلکا سود کھانا درست ہے۔ ہماری شریعت میں سود ہلکا ہو یا بھاری مطلقاً حرام اور ناجائز ہے۔

٢٠٨٣ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ)). [جع: ٢٠٥٩]

(٢٠٨٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اس کی پروا نہیں کرے گا کہ مال اس نے کہاں سے لیا، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔''

تشریح: بلکہ ہر طرح سے پیسہ جوڑنے کی نیت ہوگی، کہیں سے بھی مل جائے اور کسی طرح سے خواہ شرعاً وہ جائز ہو یا ناجائز۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو سود نہ کھائے گا اس پر بھی سود کا غبار پڑ جائے گا۔ یعنی وہ سودی معاملات میں وکیل یا حاکم یا گواہ کی حیثیت سے شریک ہو کر رہے گا۔ آج کے نظامہائے باطل کے نفاذ سے یہ بلائیں جس قدر عام ہو رہی ہیں۔ مزید تفصیل کی محتاج نہیں ہیں۔

بَابُ آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ

باب: سود کھانے والا اور اس پر گواہ ہونے والا اور سودی معاملات کا لکھنے والا ان سب کی سزا کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾. [البقرة: ٢٧٥]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”جولوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت میں بالکل اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے کہا تھا کہ خرید وفروخت بھی سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن اگر وہ پھر بھی سود لیتا رہا تو یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

تشریح: کسی پر آسیب ہو یا شیطان تو وہ کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اگر مشکل سے کھڑا بھی ہوتا ہے تو کپکپا کر گر پڑتا ہے۔ یہی حال حشر میں سود خوروں کا ہوگا کہ وہ مخبوط الحواس ہو کر حشر میں عند اللہ حاضر کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سود کو تجارت پر قیاس کر کے اس کو حلال قرار دیا، حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور سودی معاملات کو حرام، مگر انہوں نے قانون الٰہی کا مقابلہ کیا، گویا چوری کی اور سینہ زوری کی، لہٰذا ان کی سزا یہی ہونی چاہیے کہ وہ میدان محشر میں اس قدر ذلیل ہو کر اٹھیں کہ دیکھنے والے سب ہی ان کو ذلت اور خواری کی تصویر دیکھیں۔

٢٠٨٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ. [راجع: ٤٥٩]

(٢٠٨٤) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (سورۂ) بقرہ کی آخری آیتیں ﴿الذین یاکلون الربوا﴾ الخ نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان پر شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

٢٠٨٥ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلَى وَسَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا

(٢٠٨٥) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے، کہا کہ ہم سے ابو رجاء بصری نے بیان کیا، ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”رات (خواب میں) میں نے دو آدمی دیکھے، وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے۔ پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نہر کے بیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بیچ نہر والا آدمی آتا اور جونہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا، جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلنا چاہتا

كَانَ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا)). [راجع: ٨٤٥]

کنارے پر کھڑا ہوا شخص اسکے منہ پر پتھر کھینچ مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا، کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔''

تشریح: یہ طویل حدیث پارہ نمبر ۵ میں گزر چکی ہے۔ اس میں سود خور کا عذاب دکھلایا گیا ہے کہ دنیا میں اس نے لوگوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کر لی، اسی خون کی وہ نہر ہے جس میں وہ غوطہ کھلایا جا رہا ہے۔ بعض روایات میں وسط النہر کی جگہ شط النہر کا لفظ ہے۔

بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا

باب: سود کھلانے والا کیسا ہے

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَآ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَo فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُوْلِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَo وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢٧٨، ٢٨١] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے، اور چھوڑ دو وصولی ان رقموں کی جو باقی رہ گئی ہیں لوگوں پر سود سے، اگر تم ایمان والے ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو اعلان جنگ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم سود سے توبہ کرتے ہو تو صرف اپنی اصل رقم لے لو، نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور نہ تم پر کوئی زیادتی ہو، اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے مہلت دے دو ادائیگی کی طاقت ہونے تک۔ اور اگر تم اس سے اصل رقم بھی چھوڑ دو تو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔

٢٠٨٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا، وَمُوْكِلِهِ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ. [أطرافه في: ٢٢٣٨، ٥٣٤٧، ٥٩٤٥، ٥٩٦٢]

(۲۰۸۶) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ پس اس نے اس کے پچھنا لگانے والا اوزار توڑنے کا حکم دیا تو اس کو توڑ دیا گیا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، آپ نے گودنے والی، گدوانے والی کو (گود لگوانے سے) سود لینے والے اور سود دینے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

تشریح: اکثر علما کے نزدیک کتے کی بیع درست نہیں ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا جائز رکھا ہے۔ اور اگر کوئی کسی کا

کتا مار ڈالے تو اس پر تاوان لازم کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث ہذا کی رو سے کتے کی بیع مطلقاً ناجائز قرار دی ہے۔ پچھنا لگانے کی اجرت کے بارے میں ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو مزدوری دی، اگر حرام ہوتی تو آپ کبھی نہ دیتے۔ گدوانا، گودنا حرام ہے اور جانداروں کی مورت بنانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ یہاں ایسے سب پیشہ والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔

بَابٌ:

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾. [البقرة: ٢٧٦]

٢٠٨٧ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ)). [مسلم: ٤١٢٥؛ ابوداود: ٣٣٣٥؛ نسائي: ٤٤٧٣]

باب:

(سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''وہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو دو چند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر منکر گنہگار کو۔''

(٢٠٨٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ''(سامان بیچتے وقت دکاندار کے) قسم کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے۔''

تشریح: گو چند روز تک ایسی جھوٹی قسمیں کھانے سے مال تو کچھ نکل جاتا ہے لیکن آخر میں اس کا جھوٹ اور فریب کھل جاتا ہے۔ اور برکت اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ لوگ اسے جھوٹا جان کر اس کی دکان پر آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ صَدَقَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

باب: خرید وفروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

٢٠٨٨ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ رَجُلًا، أَقَامَ سِلْعَةً، وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ، لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الآيَةَ [آل عمران: ٧٧] [طرفاه في: ٢٦٧٥، ٤٥٥١]

(٢٠٨٨) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عوام بن حوشب نے خبر دی، انہیں ابراہیم بن عبدالرحمن نے اور انہیں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔ اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔''

تشریح: آخرت میں ان کے لئے کچھ حصہ نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر رحمت ہوگی۔ اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے

لئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا بدترین گناہ ہے۔ علمائے کرام نے کسی سچے معاملہ میں بھی بطور تنزیہ اللہ کے نام کی قسم کھانا پسند نہیں کیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اپنی ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور جھوٹی قسموں سے اپنا مال فروخت کرنے والا اور احسان جتلانے والا یہ وہ مجرم ہیں جن پر حشر میں اللہ کی نظر رحمت نہیں ہوگی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ تجارت میں ہر وقت سچائی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ جھوٹ بولنے والا تاجر عنداللہ سخت مجرم قرار پاتا ہے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ

باب: سناروں کا بیان

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا)). قَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)).

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر حرم کی حرمت بیان کرتے ہوئے) فرمایا تھا: ''حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے۔'' اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر (ایک خاص قسم کی گھاس) کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ یہاں کے سناروں، لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اچھا اذخر کاٹ لیا کرو۔''

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ سناری کا پیشہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی تھا۔ اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ تو یہ پیشہ جائز ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نکالا ہے، جس میں مذکور ہے کہ سب سے زیادہ جھوٹے سنار اور رنگریز ہوا کرتے ہیں۔ اس کی سند میں اضطراب ہے۔

٢٠٨٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ ابْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِيْ شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيْ فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ، وَأَسْتَعِيْنَ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ. [أطرافه في: ٢٣٧٥، ٣٠٩١، ٤٠٠٣، ٥٧٩٣] [مسلم: ٥١٢٧؛ ابوداود: ٢٩٨٦]

(٢٠٨٩) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم ﷺ نے ''خمس'' میں سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس (جمع کر کے) لائیں، کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔

تشریح: اس حدیث میں بھی سناروں کا ذکر ہے۔ جس سے عہد رسالت میں اس پیشہ کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رزق حلال تلاش کرنے میں ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود جا کر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے فروخت کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولیمہ دولہا کی طرف سے ہوتا ہے۔

بنی قینقاع مدینہ میں یہودیوں کے ایک خاندان کا نام تھا۔علی بن حسین زین العابدین کا نام ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔کنیت ابوالحسن ہے۔اکابر سادات میں سے تھے۔تابعین میں جلیل القدر اور شہرت یافتہ تھے۔امام زہری نے فرمایا کہ قریش میں کسی کو میں نے ان سے بہتر نہیں پایا۔۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ اثنا عشر کی روایتیں نہیں لی ہیں۔ان معترضین کے جواب کے لئے زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت موجود ہے جو ائمہ اثنا عشر میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔

٢٠٩٠۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِيْ، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ)). فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ: [إِلَّا] الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِيْ مَا ((يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟)) هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ، وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ: عَبْدُالْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.
[راجع: ١٣٤٩]

(٢٠٩٠) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے۔یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔میرے لیے بھی ایک دن چند لمحات کے لیے حلال ہوا تھا۔سو اب اس کی نہ گھاس کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس میں کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔صرف معرف (یعنی گمشدہ چیز کو اصل مالک تک اعلان کے ذریعے پہنچانے والے) کو اس کی اجازت ہے۔'' عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر کے لیے اجازت دے دیجئے، کہ یہ ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام میں آتی ہے۔تو آپ نے اذخر کی اجازت دے دی۔عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ بھی معلوم ہے کہ ''حرم کے شکار کو بھگانے کا مطلب کیا ہے؟'' اس کے مطلب یہ ہے کہ (کسی درخت کے سائے تلے اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تو) تم سائے سے اسے ہٹا کر خود وہاں بیٹھ جاؤ۔عبدالوہاب نے خالد سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے کام میں آتی ہے۔

تشریح: یعنی بجائے چھتوں کے عبدالوہاب کی روایت میں قبروں کا ذکر ہے۔عرب لوگ اذخر کو قبروں میں بھی ڈالتے اور چھت بھی اس سے پاٹتے۔ وہ ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔عبدالوہاب کی روایت کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحج میں نکالا ہے۔روایت میں سناروں کا ذکر ہے اسی سے اس پیشہ کا درست ہونا ثابت ہوا۔سنار جو سونا چاندی وغیرہ سے عورتوں کے زیور بنانے کا دھندا کرتے ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

باب: کاریگروں اور لوہاروں کا بیان

٢٠٩١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ

(٢٠٩١) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہ میں جاہلیت کے

قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ قَالَ: لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ، ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا۝ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾. [مريم٧٧، ٧٨] [أطرافه في: ٢٢٧٥، ٢٤٢٥، ٤٧٣٢، ٤٧٣٣، ٤٧٣٤، ٤٧٣٥] [مسلم: ٧٠٦٢؛ ترمذي: ٣١٦٢]

زمانہ میں لوہار کا کام کرتا تھا عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا۔ میں ایک دن اس پر تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا تو تیرا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ کا انکار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مہلت دے کہ میں مرجاؤں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کردوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی "کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا کہ (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی، کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔"

تشریح: خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ان کو زمانہ جاہلیت میں ظالموں نے قید کرلیا تھا۔ ایک خزاعیہ عورت نے ان کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ اسلام لا چکے تھے۔ کفار نے ان کو سخت تکالیف میں مبتلا کیا۔ مگر انہوں نے صبر کیا۔ کوفہ میں اقامت گزیں ہوگئے تھے۔ اور ۷۳ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے لوہار کا کام کرنا ثابت فرمایا، قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی لوہے کے بہترین ہتھیار بنایا کرتے تھے۔

بَابُ [ذِكْرِ] الْخَيَّاطِ

باب: درزی کا بیان

٢٠٩٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَي الْقَصْعَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ. [أطرافه في: ٥٣٧٩، ٥٤٢٠، ٥٤٣٣، ٥٤٣٥، ٥٤٣٦، ٥٤٣٧، ٥٤٣٩] [مسلم: ٥٣٥٢؛

(۲۰۹۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیا۔ اس درزی نے روٹی اور شوربا جس میں کدو اور بھنا ہوا گوشت تھا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کردیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کدو کے قتلے پیالے میں تلاش کر رہے تھے۔ اسی دن سے میں بھی برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کو پسند تھا۔

ابو داود: ۳۷۸۲]

تشریح: کدو نہایت عمدہ ترکاری ہے۔ یعنی لمبا کدو سرد، تر اور دافع تپ وخفقان ودافع حرارت وخشکی بدن اور قبض بواسیری کو دفع کرتا ہے۔ پیٹھے کی بھی یہی خاصیت ہے۔ گو کدو کھانا دین کا تو کوئی کام نہیں ہے کہ اس کی پیروی لازم ہو، مگر نبی کریم ﷺ کی محبت اس کو مقتضی ہے کہ ہر مسلمان کدو سے رغبت رکھے جیسے انس رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (وحیدی)

نبی کریم ﷺ کی دعوت کرنے والے صحابی خیاط تھے۔ درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے درزی کا کام ثابت فرمایا۔

بَابُ [ذِكْرِ] النَّسَّاجِ

باب: کپڑا بننے والے کا بیان

۲۰۹۳ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ، مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا؟ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا. فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا. فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ. فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اكْسُنِيهَا، فَقَالَ: ((نَعَمْ)). فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، وَلَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. [راجع: ۱۲۷۷]

[نسائي: ٥٣٣٦]

(۲۰۹۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے، کہا کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ایک عورت ''بردہ'' لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے بردہ کسے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، آپ ﷺ نے اسے لے لیا۔ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یا رسول اللہ! یہ تو مجھے دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا لے لینا۔ اس کے بعد آپ مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو تہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے آنحضرت ﷺ سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔

تشریح: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کے ہاں کرگا تھا، اور وہ کپڑا بنانے کا کام کرنے کی ماہر تھی جو بہترین حاشیہ دار چادر بنا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لائی۔ آپ نے اسے بخوشی قبول کر لیا، مگر ایک صحابی (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) تھے جنہوں نے اسے آپ کے جسم پر زیب تن دیکھ کر بطور تبرک اپنے کفن کے لئے اسے مانگ لیا۔ اور آپ نے ان کو یہ دے دی، اور ان کے کفن ہی میں وہ استعمال کی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں نوربافی کا فن مروج تھا، اور اس میں عورتیں تک مہارت رکھتی تھیں، اور اس پیشہ کو کوئی معیوب نہیں جانتا تھا۔ یہی ثابت کرنا امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب ہے۔

بَابُ النَّجَّارِ

باب: بڑھئی کا بیان

٢٠٩٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ: أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ: ((أَنْ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلْ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ)). فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهَا. [راجع: ٣٧٧]

(۲۰۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے یہاں منبر نبوی کے متعلق پوچھنے آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سہل رضی اللہ عنہ نے لیا تھا، اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے، تا کہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں، چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لیے کہا، پھر (جب منبر تیار ہو گیا تو) انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا، وہ منبر آپ کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ اس پر بیٹھے۔

تشریح: غابہ مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے، جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا البتہ غلام کا نام باقوم بتلایا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ منبر تمیم داری نے بنایا تھا۔

٢٠٩٥۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ لِيْ غُلَامًا نَجَّارًا. قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ)). قَالَ: فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِيْ صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ. قَالَ: ((فَبَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ)). [راجع: ٤٤٩]

(۲۰۹۵) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک انصاری عورت نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز کیوں نہ بنوا دوں جس پر آپ وعظ کے وقت بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا تمہاری مرضی۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر جب منبر آپ کے لیے اس نے تیار کیا، تو جمعہ کے دن جب نبی ﷺ اس منبر پر بیٹھے تو اس کھجور کی لکڑی سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جس پر ٹیک دے کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھٹ جائے گی۔ یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ منبر پر سے اترے اور اسے پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ اس وقت بھی وہ لکڑی اس چھوٹے بچے کی طرح سسکیاں بھر رہی تھی جسے چپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکڑی خطبہ سنا

کرتی تھی۔''

تشریح: کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور منبر پر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ کی جدائی کا غم ایک لکڑی سے بھی ظاہر ہوا۔ آخر آپ نے اس لکڑی کو سینہ سے لگایا تب جا کر اس کا رونا بند ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث ہذا سے ثابت فرمایا کہ بڑھئی کا پیشہ بھی کوئی مذموم پیشہ نہیں ہے۔ ایک مسلمان ان میں سے جو پیشہ بھی اس کے لئے آسان ہو اختیار کر کے رزق حلال تلاش کر سکتا ہے۔ ان احادیث سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ صنعت وحرفت کے متعلق بھی اسلام کی نگاہوں میں ایک ترقی یافتہ پلان ہے۔ بعد کے زمانوں میں جو بھی ترقیات اس سلسلہ میں ہوئی ہیں۔ خصوصاً آج اس مشینی دور میں یہ جملہ فنون کس تیزی کے ساتھ منازل ترقی طے کر رہے ہیں بنیادی طور پر یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے مقدس نتائج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کا یہ پوری دنیائے انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ اس نے دین اور دنیا ہر دو کی ترقی کا پیغام دے کر مذہب کی سچی تصویر کو بنی نوع انسان کے سامنے آشکارا کیا ہے۔ سچ ہے: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (۳/ آل عمران:۱۹)

بَابُ شِرَاءِ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

باب: اپنی ضرورت کی چیزیں سربراہ خود بھی خرید سکتا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلاً مِنْ عُمَرَ وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ بِنَفْسِهِ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ شَاةً. وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا، اور ابن عمر نے وہ اونٹ خود خریدا تھا اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں (بیچنے) لایا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خریدا تھا۔

٢٠٩٦ـ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيْئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ. [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۰۹۶) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا، اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے بذات خود ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا۔ بلکہ اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھ دی۔ سو یہ امر مروت کے خلاف نہیں ہے، کوئی امام ہو یا بادشاہ نبی سے کسی کا درجہ بڑا نہیں ہے، اپنا سودا بازار سے خود خریدنا اور خود ہی اٹھا کر لے آنا، نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو اس کو برا یا عزت کے خلاف سمجھے وہ مردود و شقی ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے انسان اپنا ہر کام خود ہی انجام دے تو اس کی زندگی پر سکون زندگی ہوگی۔ اسوۂ حسنہ اسی کا نام ہے۔

بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ

باب: چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں، اور گدھوں کی خریداری کا بیان

وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ، هَلْ يَكُوْنُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ؟ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيْهِ)). يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا

اگر کوئی سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور بیچنے والا اس پر سوار ہو تو اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہوگا یا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اسے مجھے بیچ دے۔'' آپ کی مراد ایک سرکش اونٹ سے تھی۔

٢٠٩٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ، فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا، فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((جَابِرٌ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا، فَتَخَلَّفْتُ. فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((ارْكَبْ)) فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟)) قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا. قَالَ: ((أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟)) قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ، وَتَمْشُطُهُنَّ، وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ. قَالَ: ((أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ)). ثُمَّ قَالَ: ((أَتَبِيْعُ جَمَلَكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوْقِيَةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَبْلِي، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ، فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: ((الْآنَ قَدِمْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَدَعْ جَمَلَكَ، وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)) فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوْقِيَةً. فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ، فَأَرْجَحَ لِي فِي

(٢٠٩٧) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیسان نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (ذات الرقاع یا تبوک) میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہوگیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''جابر!'' میں نے عرض کیا، حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا: ''کیا بات ہوئی؟'' میں نے کہا میرا اونٹ تھک کر سست ہوگیا ہے، چلتا ہی نہیں اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہانکنے لگے) اور فرمایا کہ ''اب سوار ہو جا۔'' چنانچہ میں سوار ہوگیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''جابر تو نے شادی بھی کر لی ہے؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں! دریافت فرمایا: ''کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے۔'' میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک بیوہ سے کر لی ہے۔ فرمایا: ''کسی کنواری لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔'' (حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی کنوارے تھے) میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں۔ (اور میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے) اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں، جو انہیں جمع رکھے۔ ان کے کنگھا کرے اور ان کی نگرانی کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اب تم گھر پہنچ کر خیر و عافیت کے ساتھ خوب مزے اڑانا۔'' اس کے بعد فرمایا: ''کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟'' میں نے کہا: جی ہاں! چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے، تو نبی ﷺ مسجد کے دروازہ پر

الْمِيْزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ: ((ادْعُوْا لِيْ جَابِرًا)). قُلْتُ: الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ. قَالَ: ((خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ)). [راجع: ٤٤٣][مسلم: ١٦٥٦]

ملے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا ابھی آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا: ''پھر اونٹ چھوڑ دے اور مسجد میں جا کے دو رکعت نماز پڑھ۔'' میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دے۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی میں پیٹھ موڑ کے چلا تو آپ نے فرمایا: ''جابر کو ذرا بلاؤ۔'' میں نے سوچا کہ شاید اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کریں گے۔ حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے یہی فرمایا: ''یہ اپنا اونٹ لے جا اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔''

تشریح: باب کی دونوں حدیثوں میں کہیں گدھے کا ذکر نہیں جس کا بیان ترجمہ باب میں ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے گدھے کو اونٹ پر قیاس کیا۔ دونوں چوپائے اور سواری کے جانور ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیچتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سوار رہوں گا۔ امام احمد اور اہل الحدیث نے بیع میں یہ شرط اسی حدیث سے درست رکھی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بیس جگہوں کے قریب بیان کیا ہے۔ گویا اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

بَابُ الْأَسْوَاقِ الَّتِيْ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

باب: جاہلیت کے بازاروں کا بیان جن میں اسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے خرید وفروخت کی

٢٠٩٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوْا مِنَ التِّجَارَةِ فِيْهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ [البقرة: ١٩٨] فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا. [راجع: ١٧٧٠]

(٢٠٩٨) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ، مجنہ اور ذو المجاز یہ سب زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح قرأت کی ہے۔

تشریح: یعنی تم پر گناہ نہیں کہ ایام حج میں ان بازاروں میں تجارت کرو۔

بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيْمِ أَوِ الْأَجْرَبِ الْهَائِمُ: الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ

باب: (ھیم) بیمار یا خارشی اونٹ خریدنا ھِیْم، ھَائِمْ کی جمع ہے ھَائِمْ اعتدال (میانہ روی سے گزرنے والا)

تشریح: یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ ھیم ھائم کی جمع نہیں ہے بلکہ اھیم یا ھیما کی جمع ہے۔ مصابیح والے نے یوں جواب دیا ہے کہ ھیم ھائم کی جمع بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے بازل کی جمع بزل آتی ہے۔ پھر ہا کا ضمہ بوجہ یا کے کسرہ سے بدل گیا۔ جیسے بیض میں جو ابیض کی جمع ہے۔ ہیام ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہو جاتی ہے۔ وہ پانی پیتا ہی چلا جاتا ہے مگر سیراب نہیں ہوتا اور اسی طرح مر جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ (۵۶/الواقعہ: ۵۵) میں یہی بیان ہے کہ دوزخی، ایسے پیاسے اونٹ کی طرح جو سیراب ہی نہیں ہوتا کھولتا ہوا پانی پیتے جائیں گے مگر سیراب نہ ہوں بلکہ شدت پیاس میں اور اضافہ ہوگا۔ یہی لفظ ہیم یہاں حدیث میں مذکور ہوا۔ حدیث لَا عَدْوٰی میں امراض کے بالذات متعدی ہونے کی نفی ہے۔ فافهم وتدبر صدق رسول الله ﷺ۔

٢٠٩٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيْمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ، فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ فَقَالَ: مِنْ شَيْخٍ، كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ. فَجَاءَهُ فَقَالَ: إِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ إِبِلًا هِيْمًا، وَلَمْ يَعْرِفْكَ. قَالَ: فَاسْتَقْهَا، فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا فَقَالَ: دَعْهَا، رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا عَدْوَى)). سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًوا.
[أطرافه في: ٢٨٥٨، ٥٠٩٣، ٥٠٩٤، ٥٧٥٣، ٥٧٧٢]

(۲۰۹۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے کہا یہاں (مکہ میں) ایک شخص نواس نام کا تھا۔ اس کے پاس ایک بیمار اونٹ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور اس کے شریک سے وہی اونٹ خرید لائے۔ وہ شخص آیا تو اس کے ساتھی نے کہا کہ ہم نے تو وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس نے پوچھا کہ کسے بیچا؟ شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔ اس نے کہا، افسوس! وہ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے ساتھی نے آپ کو مریض اونٹ بیچ دیا ہے۔ اور آپ سے اس نے اس کے مرض کی وضاحت بھی نہیں کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ بیان کیا کہ جب وہ اس کو لے جانے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا رہنے دو ہم رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہیں (آپ نے فرمایا تھا کہ) ''لاعدوی'' (یعنی امراض چھوت والے نہیں ہوتے) علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ سفیان نے اس روایت کو عمرو سے سنا۔

تشریح: اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ بیوپاریوں کا فرض ہے کہ خریداروں کو جانوروں کا حسن و قبح پورا پورا بتلا کر مول تول کریں۔ دھوکہ بازی ہرگز نہ کریں۔ اگر ایسا کیا گیا اور خریدار کو بعد میں معلوم ہو گیا، تو معلوم ہونے پر مختار ہے کہ اسے واپس کر کے اپنا روپیہ واپس لے لے۔ اور اس سودے کو فسخ کردے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سوداگر بھول چوک سے ایسا مال بیچ دے تو اس کے لئے لازم ہے کہ بعد میں گاہک کے پاس جا کر معذرت خواہی کرے اور گاہک کی مرضی پر معاملہ کو چھوڑ دے۔ یہ بیوپاری کی شرافت نفس کی دلیل ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گاہک درگزر سے کام لے۔ اور جو غلطی اس کے ساتھ کی گئی ہے۔ حتی الامکان اسے معاف کردے اور طے شدہ معاملہ کو بحال رہنے دے کہ یہ فراخدلی اس کے لئے باعث برکت کثیر ہوسکتی ہے۔ لاعدوی کی مزید تفصیل دوسرے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

باب: جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو یا ہو رہا ہو تو ہتھیار بیچنا کیسا ہے؟

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور عمران بن حصین فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا مکروہ سمجھتے تھے۔

٢١٠٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ يَعْنِي الدِّرْعَ فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ. [أطرافه في: ٣١٤٢، ٤٣٢١، ٤٣٢٢، ٧١٧٠] [مسلم: ٤٥٦٦، ٤٥٦٧؛ ابوداود: ٢٧١٧؛ ترمذي: ١٥٦٢؛ ابن ماجه: ٢٨٣٧]

(۲۱۰۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے، کہا ان سے یحییٰ بن سعید نے، کہا ان سے عمر بن کثیر نے، ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہم غزوۂ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک زرہ بخش دی اور میں نے اسے بیچ دیا۔ پھر میں نے اس کی قیمت سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

تشریح: اس حدیث سے ترجمہ باب کا ایک جزء یعنی جب فساد نہ ہو اس وقت جنگی سامان بیچنا درست ہے، نکلتا ہے کیونکہ زرہ بھی ہتھیار یعنی لڑائی کے سامان میں داخل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ فساد کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا، تو یہ بعض نے مکروہ رکھا ہے جب ان لوگوں کے ہاتھ بیچے جو فتنہ میں ناحق پر ہوں۔ اس لئے کہ یہ اعانت ہے گناہ اور معصیت پر اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۵/ المائدۃ:۲) اس جماعت کے ہاتھ جو حق پر ہو بیچنا مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

بَابٌ: فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ

باب: عطر بیچنے والوں اور مشک بیچنے کا بیان

٢١٠١ـ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِيْ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، وَكِيْرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَشْتَرِيَهُ، وَإِمَّا تَجِدُ رِيْحَهُ، وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً)). [طرفه في: ٥٥٣٤] [مسلم: ٦٦٩٢]

(۲۱۰۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پالو گے یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاسکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے گھر کو یا کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پالو گے۔"

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل فرماتے ہیں: "وفی الحدیث النهی عن مجالسة من یتاذی بمجالسة فی الدین والدنیا والترغیب فی مجالسة من ینتفع بمجالسته فیهما وفیه جواز بیع المسك والحکم بطهارته لانه ﷺ مدحه ورغب

فیه ففیه الرد علی من کرهه ... الخ" (فتح الباری) اس حدیث سے ایسی مجلس میں بیٹھنے کی برائی ثابت ہوتی ہے جس میں بیٹھنے سے دین اور دنیا ہر دو کا نقصان ہے اور اس حدیث میں نفع بخش مجالس میں بیٹھنے کی ترغیب بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشک کی تجارت جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ مشک پاک ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی تعریف کی، اور اس کے حصول کے لئے رغبت دلائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب منعقد فرما کر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو مشک کی تجارت کو جائز نہیں جانتے اور اس کی عدم طہارت کا خیال رکھتے ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

باب: پچھنا لگانے والے کا بیان

٢١٠٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهِ. [اطرافه في: ٢٢١٠، ٢٢٧٧، ٢٢٨٠، ٢٢٨١، ٥٦٩٦] [ابوداود: ٣٤٢٤]

(۲۱۰۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں حمید نے، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پچھنا لگایا تو آپ نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لیے حکم فرمایا۔ اور ان کے مالک کو فرمایا کہ ان کے خراج میں کمی کر دیں۔

تشریح: یعنی جو روزانہ یا ماہواری اس سے لیا کرتے تھے۔ عرب میں مالک لوگ اپنے غلام کی محنت اور لیاقت کے لحاظ سے اس پر ایک شرح مقرر کر دیا کرتے تھے کہ اتنا روز یا مہینے مہینے ہم کو دیا کرے اس کو خراج کہتے ہیں۔ (وحیدی)

٢١٠٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ. [راجع: ١٨٣٥] [ابوداود: ٣٤٢٣]

(۲۱۰۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد نے جو عبداللہ کے بیٹے ہیں بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور جس نے پچھنا لگایا، اسے آپ نے اس کی اجرت بھی دی، اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو آپ اس کو ہرگز نہ دیتے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت پچھنا لگوانا جائز اور اس کی اجرت لینے والے اور دینے والے ہر دو کے لیے منع نہیں ہے اصلاح خون کے لئے پچھنے لگوانے کا علاج بہت پرانا نسخہ ہے۔ عرب میں بھی یہی مروج تھا۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

باب: ان چیزوں کی سوداگری جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

٢١٠٤ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: ((إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا،

(۲۱۰۴) ہم سے آدم ابن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن حفص نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک ریشمی جبہ یا دھاری دار ریشم ملا جبہ بھیجا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے (ایک دن) پہنے ہوئے ہیں۔ تو

إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا)) يَعْنِي تَبِيْعُهَا .[راجع: ٨٨٦] [مسلم: ٥٣٩٦]

آپ نے فرمایا: ''میں نے اسے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو، اسے تو وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے (بیچ کر) فائدہ اٹھاؤ۔''

تشریح: بشرطیکہ دوسرا کوئی گو کافر ہی سہی اس سے فائدہ اٹھا سکے یعنی اس چیز کا بیچنا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے درست نہیں ہے۔ اور راجح قول یہی ہے۔ اب باب میں جو حدیث بیان کی اس میں ریشمی جوڑے کا ذکر ہے۔ وہ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ اسماعیلی نے اس پر اعتراض کیا اور جواب یہ ہے کہ مردوں کے لئے جو چیز مکروہ ہے اس کے بیچنے کا جواز حدیث سے نکلتا ہے تو عورتوں کے لئے جو مکروہ ہے اس کی بیع کا بھی جواز اس پر قیاس کرنے سے نکل آیا۔ یا یہ کہ ترجمہ باب میں کراہت سے عام مراد ہے تحریمی ہو یا تنزیہی اور ریشمی کپڑے گو عورتوں کے لئے حرام نہیں ہیں مگر تنزیہاً مکروہ ہیں۔ (وحیدی) خصوصاً ایسے کپڑے جو آج کل وجود میں آ رہے ہیں۔ جن میں سے عورت کا سارا جسم بالکل عریاں نظر آتا ہے ایسے ہی کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو قیامت کے دن ننگی اٹھائی جائیں گی۔

٢١٠٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ. أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ، فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ ﷺ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ)) قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ)). وَقَالَ: ((إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ هٰذِهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)). [أطرافه في ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٥٩٦١، ٧٥٥٧] [مسلم: ٥٥٣٣، ٥٥٣٤]

(٢١٠٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر مورتیں تھیں۔ رسول کریم ﷺ کی نظر جوں ہی اس پر پڑی، آپ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگتی ہوں۔ فرمایئے مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ گدا کیا ہے؟'' میں نے کہا کہ میں نے یہ آپ ہی کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن اس طرح کی مورتیں بنانے والے لوگ قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنایا اسے زندہ کر دکھاؤ۔'' آپ نے یہ بھی فرمایا: ''جن گھروں میں مورتیں ہوتی ہیں (رحمت کے) فرشتے ان میں داخل نہیں ہوتے۔''

تشریح: اس حدیث سے صاف نکلتا ہے کہ جاندار کی تصویر مطلقاً حرام ہے۔ نقشی ہو یا مجسم۔ اس لئے کہ تکیے پر نقشی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اور باب کا مطلب اس حدیث سے اس طرح نکلتا ہے کہ باوجودیکہ آپ نے مورت دار کپڑا عورت مرد دونوں کے لئے مکروہ رکھا۔ مگر اس کا خریدنا جائز سمجھا۔ اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ بیع کو فسخ کریں۔ (وحیدی)

بَابُ صَاحِبِ السِّلْعَةِ أَحَقُّ

باب: سامان کے مالک کو قیمت لگانے کا زیادہ حق

بِالسَّوْمِ

ہے

٢١٠٦ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ)). وَفِيْهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ. [راجع: ٢٣٤]

(۲۱۰۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے ابو تیاح نے، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے بنو نجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کردو۔'' (آپ اس جگہ کو مسجد کے لیے خریدنا چاہتے تھے) اس باغ میں کچھ حصہ تو ویرانہ اور کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے۔

تشریح: یعنی مال کی قیمت پہلے وہی بیان کرے، پھر خریدار جو چاہے کہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنا واجب ہے، کیونکہ اوپر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا ہے۔ (وحیدی)

بَابُ كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ؟

باب: کب تک بیع (توڑنے) کا اختیار رہتا ہے

تشریح: بیع میں کئی طرح کے خیار ہوتے ہیں ایک خیار المجلس یعنی جب تک بائع اور مشتری اسی جگہ رہیں، جہاں سودا ہوا تو دونوں کو بیع کے فسخ کر ڈالنے کا اختیار رہتا ہے۔ دوسرے خیار الشرط یعنی مشتری تین دن کو شرط کرلے یا اس سے کم کی۔ تیسرے خیار الرؤیۃ یعنی مشتری نے بن دیکھے ایک چیز خرید لی ہو تو دیکھنے پر اس کو اختیار ہوتا ہے چاہے بیع قائم رکھے چاہے فسخ کر ڈالے۔ اس کے سوا اور بھی خیار ہیں جن کو قسطلانی نے بیان کیا ہے۔

(وحیدی)

٢١٠٧ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ، سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا)). قَالَ: نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ. [أطرافه في: ٢١٠٩، ٢١١١، ٢١١٢، ٢١١٣، ٢١١٦] [مسلم: ٣٨٥٣؛ ترمذي: ١٢٤٥؛ نسائي: ٤٤٨٥، ٤٤٨٦]

(۲۱۰۷) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خرید وفروخت کرنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے۔ یا خود بیع میں اختیار کی شرط ہو، (تو شرط کے مطابق) اختیار ہوتا ہے۔'' نافع نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوئی ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے معاملہ دار سے جدا ہو جاتے۔

تشریح: یعنی وہاں سے جلد چل دیتے تاکہ فسخ بیع کا اختیار نہ رہے، اس سے صاف نکلتا ہے کہ جدا ہونے سے حدیث میں دونوں کا جدا ہونا مراد ہے۔

٢١٠٨ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ

(۲۱۰۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوالخلیل نے، ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ کو باقی رکھنے یا توڑ دینے

يَفْتَرِقَا)). وَزَادَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ، قَالَ: قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُاللهِ بْنُ الْحَارِثِ هَذَا الْحَدِيثَ. [راجع: ٢٠٧٩]

کا) اختیار ہوتا ہے۔'' احمد نے یہ زیادتی کی کہ ہم سے بہز نے بیان کیا کہ ہمام نے بیان کیا کہ میں نے اس کا ذکر ابوالتیاح کے سامنے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب عبداللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی تھی، تو میں بھی اس وقت ابوالخلیل کے ساتھ موجود تھا۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يُوَقِّتِ الْخِيَارَ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

باب: اگر بائع یا مشتری اختیار کی مدت معین نہ کرے تو بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

تشریح: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیار الشرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اس سے زائد مدت ٹھہرے یا کوئی مدت معین نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق اور اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور جتنی مدت ٹھہرائے اتنی مدت تک اختیار رہے گا۔ اور جو کوئی مدت معین نہ ہو تو ہمیشہ اختیار رہے گا اور اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ خیار الشرط باطل ہوگی اور بیع لازم ہوگی۔ (وحیدی)

٢١٠٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ)). وَرُبَّمَا قَالَ: ((أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ)). [راجع: ٢١٠٧] [مسلم: ٣٨٥٣؛ ابوداود: ٣٤٥٥؛ نسائي: ٤٤٨١، ٤٤٨٢]

(٢١٠٩) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خریدنے والے اور بیچنے والے کو (بیع توڑ دینے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، یہ دونوں میں سے کوئی ایک اپنے دوسرے فریق سے نہ کہہ دے کہ پسند کرلو۔'' کبھی یہ بھی کہا کہ ''یا اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔''

بَابُ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

باب: جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا نہ ہوں انہیں اختیار باقی رہتا ہے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشُرَيْحٌ وَالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ [وَعَطَاءٌ] وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

(کہ بیع قائم رکھیں یا توڑ دیں) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، شریح شعبی، طاؤس، عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے۔

تشریح: ان سب نے یہی کہا ہے کہ صرف ایجاب وقبول یعنی عقد سے بیع لازم نہیں ہو جاتی اور جب تک بائع اور مشتری مجلس عقد سے جدا نہ ہوں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ بیع فسخ کر ڈالیں۔ سعید بن مسیب، زہری، ابن ابی ذئب، حسن بصری، اوزاعی، ابن جریج، شافعی، مالک، احمد، اور اکثر علما یہی کہتے ہیں۔ ابن حزم نے کہا کہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نخعی کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف امام نخعی کا قول اختیار کر کے جمہور علما کی مخالفت کی ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے نکالا جو اوپر نافع سے گزرا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز ایسی خریدتے جو ان کی پسند ہوتی، تو بائع سے جدا ہو جاتے ترمذی نے روایت کیا: بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے۔ یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا: وہاں سے چل دیتے تا کہ بیع

لازم ہو جائے۔ اور شریح کے قول کو سعید بن منصور نے اور شعبی کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور طاؤس کے قول کو امام شافعی نے ام میں اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ کے اقوال کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن الادلة الدالة على ارادة التفرق بالأبدان قوله فی حديث ابن عمر المذكور (مالم يتفرقا وكانا جميعا) وكذلك قوله وان تفرقا بعد ان تبايعا ولم يترك واحد منهما البيع فقد وجب البيع فان فيه البيان الواضح ان التفرق بالبدن قال الخطابي وعلى هذا وجدنا امر الناس فی عرف اللغة وظاهر الكلام فاذا قيل تفرق الناس كان المفهوم منه التمييز بالابدان قال ولو كان المراد تفرق الاقوال كما يقول أهل الرأى لخلا الحديث عن الفائدة وسقط معناه...... الخ" (نيل الاوطار)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو خریدنے و بیچنے والے کی جسمانی جدائی پر دلیل حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مالم یتفرقا وکانا جمیعا یعنی ہر دو کو اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں بلکہ ہر دو اکٹھے رہیں۔ اس وقت تک ان کو سودے کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اور اسی طرح دوسرا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقصد پر دلیل ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر دو فریق بیع کے بعد جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ بیع کو کسی نے بھی فسخ نہ کیا ہو۔ اور وہ جدا ہو گئے۔ پس بیع واجب ہو گئی، یہ دلائل واضح ہیں کہ جدائی سے جسمانی جدائی مراد ہے۔ خطابی نے کہا کہ لغوی طور پر بھی لوگوں کا معاملہ ہم نے اسی طرح پایا ہے۔ اور ظاہر کلام میں جدائی سے لوگوں کی جسمانی جدائی ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر اہل رائے کی طرح محض باتوں کی جدائی مراد ہو تو حدیث مذکورہ اپنے حقیقی فائدے سے خالی ہو جاتی ہے بلکہ حدیث کا کوئی معنی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔"

لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح مسلک میں ہر دو طرف سے جسمانی جدائی ہی مراد ہے جیسا کہ مسلک جمہور ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جن سے حدیث باب مروی ہے جلیل القدر صحابی ہیں۔ کنیت ابو خالد قریشی اسدی ہے، یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام سے پہلے اور بعد ہر دو زمانوں میں بڑی عزت پائی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں گزرے۔ پھر ساٹھ ہی سال اسلام میں عمر پائی۔ ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں اپنے مکان ہی میں وفات پائی۔ بہت متقی پرہیزگار اور سخی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے۔ اور سو اونٹ سواری کے لئے بخشے۔ فن حدیث میں ایک جماعت ان کی شاگرد ہے۔

٢١١٠۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ هُوَ ابْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)). [راجع: ٢٠٧٩]

(۲۱۱۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو حبان بن ہلال نے خبر دی، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ان کو قتادہ نے خبر دی کہ مجھے صالح ابوالخلیل نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن حارث نے، کہا کہ میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔"

٢١١١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ

(۲۱۱۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)). [راجع: ۲۱۰۷] [مسلم: ۳۸۵۳؛ ابوداود: ۳٤٥٤؛ نسائي: ٤٤٧٧]

نے فرمایا: ''خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیار میں۔''

تشریح: یعنی جب بائع بیع کے بعد مشتری کو اختیار دے اور وہ کہے میں بیع کو نافذ کرتا ہوں اور وہ بیع اس سے الگ ہے جس میں اختیار کی شرط پہلے ہی سے لگا دی گئی ہو۔ یعنی جہاں معاملہ ہوا ہے وہاں سے سرک نہ جائیں۔ اگر وہیں رہیں یا دونوں مل کر منزلوں چلتے رہیں تو اختیار باقی رہے گا، گو تین دن سے زیادہ مدت گزر جائے۔ بیع الخیار کی تفسیر جو ہم نے یہاں کی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اسی مطلب کی ترجیح پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اسی پر یقین کیا ہے۔ بعض نے یہ معنی کئے ہیں، مگر اس بیع میں جس میں اختیار کی شرط ہو، یعنی وہاں سے جدا ہونے سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ مدت مقررہ تک اختیار رہے گا۔

بَابٌ: إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

باب: اگر بیع کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لینے کے لیے مختار بنایا تو بیع لازم ہو گئی

۲۱۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيْعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا، وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ)). [راجع: ۲۱۰۷] [مسلم: ۳۸۵۵؛ نسائي: ٤٤٨٣، ٤٤٨٤؛ ابن ماجه: ۲۱۸۱]

(۲۱۱۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو شخصوں نے خرید وفروخت کی تو جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، انہیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی، اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا، تو بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا، تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔''

بَابٌ: إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ، هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ؟

باب: اگر بائع اپنے لیے اختیار کی شرط کر لے تو بھی بیع جائز ہے

تشریح: یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خیار الشرط فقط مشتری ہی کو کرنا جائز ہے، بائع کو درست نہیں۔

۲۱۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا

(۲۱۱۳) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی بھی خریدنے اور بیچنے والے میں اس

بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)).

[راجع: ٢١٠٧] [نسائي: ٤٤٨٩]

وقت تک بیع پختہ نہیں ہوتی جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ بیع جس میں مشتری کہ اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو اس سے الگ ہے۔''

٢١١٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا)). قَالَ هَمَّامٌ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي: ((يَخْتَارُ- ثَلَاثَ مِرَارٍ- فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا، وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا)) قَالَ: وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٠٧٩]

(٢١١٤) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو خلیل نے، ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیچنے اور خریدنے والے کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (بیع توڑ دینے کا) اختیار ہے۔'' ہمام راوی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں لفظ یختار تین مرتبہ لکھا ہوا پایا۔ ''پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور بات صاف صاف واضح کر دی تو انہیں ان کی بیع میں برکت ملتی ہے۔ اور اگر انہوں نے جھوٹی باتیں بنائیں اور (کسی عیب کو) چھپایا تو تھوڑا سا نفع شاید وہ کما لیں، لیکن ان کی بیع میں برکت نہیں ہوگی۔'' (حبان نے) کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا کہ یہ حدیث وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم ﷺ روایت کرتے تھے۔

تشریح: یعنی خریدنے والا تین دفعہ اپنی پسند کا اعلان کر دے تو بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اوپر کی روایت میں جو ہمام نے اپنی یاد سے کی ہے یوں ہے ((البیعان بالخیار)) لیکن ہمام کہتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں جو اس حدیث کو دیکھا تو یختار کا لفظ تین بار لکھا ہوا پایا۔ بعض نسخوں میں یختار کے بدل بخیار ہے۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

باب: اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی کسی اور کو للہ دے دی پھر بیچنے والے نے خریدنے والے کو اس پر نہیں ٹوکا، یا کوئی غلام خرید کر (بیچنے والے سے جدائی سے پہلے ہی اسے) آزاد کر دیا

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ، وَالرِّبْحُ لَهُ.

طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا، جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے اور بائع انکار نہ کرے تو یہ بیع لازم ہو جائے اور اس کا نفع بھی خریدار ہی کا ہوگا۔

٢١١٥۔ وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،

(٢١١٥) حمیدی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو

حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيهِ)). قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بِعْنِيهِ)). فَبَاعَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ)). [طرفاه في: ٢٦١١، ٢٦١٠]

نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے۔ وہ پھر آگے بڑھ جاتا۔ آخر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''یہ اونٹ مجھے بیچ ڈال۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''نہیں مجھے یہ اونٹ دے دے۔'' چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہ اونٹ بیچ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تیرا ہو گیا جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔''

٢١١٦ـ [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ:] وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالاً بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ، خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ، وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُوْدٍ بِثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ. [راجع: ٢١٠٧]

(٢١١٦) ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لیث بن سعد نے بیان کیا، کہ مجھے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، اور ان سے عبداللہ نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ میں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قریٰ کی زمین، ان کی خیبر کی زمین کے بدلہ میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیع کر لی تو میں الٹے پاؤں ان کے گھر سے اس خیال سے باہر نکل گیا کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کر دیں۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیع توڑنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہماری خرید و فروخت پوری ہو گئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں، میں نے ان کی پہلی زمین سے) انہیں تین دن کے سفر کی دوری پر ثمود کی زمین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اور انہوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے صرف تین دن کے سفر کی دوری پر لا چھوڑا تھا۔

تشریح: شروع باب میں جو دو صورتیں مذکور ہوئی ہیں ان دونوں صورتوں میں اب بائع کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ اس نے مشتری کے تصرف پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ سکوت کیا۔ باب کی حدیث میں صرف ہبہ کا ذکر ہے، مگر اعتاق کو ہبہ پر قیاس کیا۔ دونوں تبرع کی قسم میں سے ہیں۔ اور اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ باب کی حدیث سے خیار مجلس کی نفی نہیں ہوتی۔ جس کا ثبوت اوپر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خیار اس واسطے جاتا رہا کہ مشتری نے تصرف کیا اور بائع نے سکوت کیا تو اس کا سکوت مبطل خیار ہو گیا۔ ابن بطال نے کہا جو لوگ کہتے ہیں کہ بغیر تفرق ابدان کے بیع پوری نہیں ہوتی وہ مشتری کا تصرف قبل از تفرق جائز نہیں رکھتے۔ اور یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب رہا قبضہ سے پہلے بیع

کرنا، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد کے نزدیک مطلقاً درست نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منقول کی بیع درست نہیں غیر منقول کی درست ہے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبل، اوزاعی، اسحاق رحمۃ اللہ علیہم اور اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ ناپ اور تول کی جو چیز بکتی ہے، اس کا قبضہ سے پہلے بیچنا درست نہیں باقی چیزوں کا درست ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تو ان صحیح حدیثوں کے معارض نہیں جن سے خیار مجلس ثابت ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ عقد بیع کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تھوڑی دیر کے لئے آگے یا پیچھے بڑھ گئے ہوں، اس کے بعد ہبہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اونٹ لے کر اسی وقت ان کے صاحب زادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا تو بیع درست ہوگئی اور خیار مجلس باقی نہ رہا۔ آخر باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک معاملہ کا ذکر ہے جس میں مذکور وادی قریٰ ایک بستی ہے تبوک کے قریب، یہ جگہ مدینہ سے چھ سات منزل پر ہے، اور ثمود کی قوم کے زمانہ میں اس جگہ آبادی تھی۔ قسطلانی نے کہا کہ واقعہ مذکور کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بائع اور مشتری کو اپنے ارادے سے جدا ہونا درست ہے۔ یا بیع کا فسخ کرنا۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

باب: خرید وفروخت میں دھوکہ دینا مکروہ ہے

۲۱۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا، ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ، فَقَالَ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ)). [أطرافه في: ۲۴۰۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴] [ابوداود: ۳۵۰۰؛ نسائي: ۴۴۹۶]

(۲۱۱۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص (حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا: ''جب تم کسی چیز کی خرید وفروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ اور فریب کا کام نہیں۔''

تشریح: بیہقی کی روایات میں اتنا زیادہ ہے اور تو جو چیز خریدے اس میں تجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اسباب کی قیمت معلوم نہ ہو، اور وہ تہائی قیمت زیادہ دے یا ایک سدس تو وہ اسباب بائع کو پھیر سکتا ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ صحابی تھے، جنگ احد میں ان کے سر میں زخم آیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی عقل میں نقص پیدا ہوگیا۔ (وحیدی)

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

باب: بازاروں کا بیان

وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَقُلْتُ: هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوْقُ قَيْنُقَاعَ. وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ. وَقَالَ عُمَرُ: أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے، تو میں نے (اپنے اسلامی بھائی سے) پوچھا کہ یہاں کوئی بازار ہے؟ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے بازار بتادو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مجھے بازار کی خرید وفروخت نے غافل رکھا۔

تشریح: مقصد باب یہ کہ تجارت کے لئے بازاروں کا وجود مذموم نہیں بلکہ ضروری ہے کہ بازار قائم کئے جائیں۔

٢١١٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ)). قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ)).

(۲۱۱۸) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقہ نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا، تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! اسے شروع سے آخر تک کیونکر دھنسایا جائے گا جب کہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔''

تشریح: سو کعبہ میں بازاروں کا وجود ثابت ہوا۔ یہی مقصد باب ہے۔

٢١١٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيْهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ)). وَقَالَ: ((أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ)). [راجع: ١٧٦]

(۲۱۱۹) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے۔ یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے۔ اور جب تک ایک شخص اپنے اس مصلی پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی دعائیں یوں کرتے رہتے ہیں: ''اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما'' یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

تشریح: حدیث ہذا میں بھی بازاروں کا ذکر آیا۔ اور بوقت ضرورت وہاں نماز پڑھنے کا بھی ذکر آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بازاروں کا وجود قائم رکھا گیا۔ اور وہاں آنا جانا، خرید وفروخت کرنا بھی تاکہ امور تمدنی کو ترقی حاصل ہو۔ مگر بازاروں میں جھوٹ، مکروفریب بھی لوگ بکثرت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے بازار کو بدترین زمین قرار دیا گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٢١٢٠ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُّوا بِاسْمِي، وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي)). [طرفاه في: ٢١٢١، ٣٥٣٧]

(۲۱۲۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بازار میں تھے۔ کہ ایک شخص نے پکارا: یا ابا القاسم! آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ (کیونکہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کنیت رکھتا تھا) آپ نے فرمایا: ''تم لوگ میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت تم اپنے لیے نہ رکھو۔''

تشریح: اس حدیث میں حضرت رسول کریم ﷺ کا بازار میں تشریف لے جانا مذکور ہے۔ ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت بازار جانا منع نہیں ہے۔ مگر وہاں امانت و دیانت کو قدم قدم پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

٢١٢١ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ. فَقَالَ: ((سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي)). [راجع: ٢١٢٠]

(۲۱۲۱) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے بقیع میں (کسی کو) پکارا: اے ابوالقاسم! نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا، اس دوسرے آدمی کو پکارا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔''

تشریح: اس حدیث میں مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس میں آپ کے بازار جانے کا ذکر ہے یعنی بقیع میں۔ بعض نے کہا کہ اس زمانہ میں بقیع میں بھی بازار لگا کرتا تھا۔ کنیت کے بارے میں یہ حکم آپ کی حیات مبارکہ تک تھا۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

٢١٢٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ: ((أَثَمَّ لُكَعُ؟ أَثَمَّ لُكَعُ)). فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ، وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ أَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ)). قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ عُبَيْدُاللَّهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

(۲۱۲۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن یزید نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپ سے۔ اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر (واپس ہوئے اور) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے، اور فرمایا: ''وہ بچہ کہاں ہے، وہ بچہ کہاں ہے؟'' فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مشغولیت کی وجہ سے فورا) آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا، ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ نے ان کو سینے سے لگا لیا، اور بوسہ لیا۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے

[طرفه في: ٥٨٨٤] [مسلم: ٦٤٢، ٢٦٤٢؛ ابن ماجه: ١٤٢]

محبت رکھے۔'' سفیان نے کہا کہ عبیداللہ نے مجھے خبر دی، انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت پڑھی تھی۔

٢١٢٣۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيْعُوْهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ، حَتَّى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ. [أطرافه في: ٢١٣١، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٢١٣٦]

(٢١٢٣) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں غلہ قافلوں سے خریدتے تو آپ ان کے پاس کوئی آدمی بھیج کر وہیں پر جہاں انہوں نے غلہ خریدا ہوتا، اس غلے کو بیچنے سے منع فرمادیتے اور اسے وہاں سے لاکر بیچنے کا حکم ہوتا، جہاں عام طور پر غلہ بکتا تھا۔

٢١٢٤۔ وَقَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. [أطرافه في: ٢١٢٦، ٢١٣٣، ٢١٣٦]

(٢١٢٤) کہا کہ ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے غلہ کو پوری طرح اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔

تشریح: ان جملہ احادیث مرویہ میں کسی نہ کسی پہلو سے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بازاروں میں آنا جانا مذکور ہوا ہے۔ حدیث نمبر ٢١١٩ میں بازاروں میں اور مسجد میں نماز باجماعت کے ثواب کے فرق کا ذکر ہے، حدیث نمبر ٢١٢٢ میں نبی کریم ﷺ کا بازار قینقاع میں آنا اور اس سے واپسی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر جانا مذکور ہے جہاں آپ نے اپنے پیارے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کیا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ الغرض بازاروں میں آنا جانا، معاملات کرنا یہ کوئی مذموم امر نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کے لئے بہر حال ہر کسی کو بازار جائے بغیر گزارہ نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اسی امر کا بیان کرنا ہے۔ کیونکہ بیوع کا تعلق زیادہ تر بازاروں ہی سے ہے۔ اسی سلسلے کے مزید بیانات آگے آرہے ہیں۔

بَابٌ: كَرَاهِيَةُ الصَّخَبِ فِي السُّوْقِ

باب: بازار میں شور وغل مچانا مکروہ ہے

٢١٢٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ: أَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ. قَالَ: أَجَلْ، وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [الاحزاب: ٤٥] وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ، أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ

(٢١٢٥) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی جو صفت توریت میں آئی ہیں، ان کے متعلق مجھے کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا ہاں! قسم خدا کی! آپ ﷺ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ ''اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا'' اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بدخو ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور وغل مچانے والے

وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتَّى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. وَتَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ، وَآذَانٌ صُمٌّ، وَقُلُوْبٌ غُلْفٌ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ. وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِيْ غِلَافٍ، فَهُوَ أَغْلَفُ سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُوْنًا. [طرفه في: ٤٨٣٨]

(اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا، بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرالے، یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں۔ اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔ اس حدیث کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے کی ہے۔ اور سعید نے بیان کیا، ان سے ہلال نے، ان سے عطاء نے کہ ان سے ابن سلام کہ ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا کہ ''غلف'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پردے میں ہو۔ سیف اغلف، قوس غلفاء اسی سے ہے اور ''رجل اغلف'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

تشریح: حدیث ہذا میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف جمیلہ میں سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بازاروں میں غل مچانے والا نہ ہوگا۔ مقصد باب اسی سے ثابت ہوا کہ بازاروں میں جا کر شور وغل مچانا اخلاق فاضلہ کی رو سے مناسب نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں بازار کو بدترین جگہ کہا گیا ہے۔ اس کے باوجود بازاروں میں آنا جانا شان پیغمبری یا امامت کے خلاف نہیں ہے، کافر نبی کریم ﷺ پر اعتراض کیا کرتے تھے: ''مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ'' البتہ وہاں شور وغل مچانا خلاف شان ہے۔ حدیث میں مذکور ((الملة عوجاء)) سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت مراد ہے۔ پہلے وہ سیدھی تھی پھر عرب کے مشرکوں نے اس کو ٹیڑھا کر دیا۔ ہزاروں کفر اور گمراہی کی باتیں اس میں داخل کردی تھیں۔ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں اس شریعت کو سیدھا کرایا۔ اس میں جس قدر بھی توہمات اور محدثات شامل کر لئے گئے تھے آپ نے ان سے ملت ابراہیمی کو پاک صاف کر کے اس کی اصلی صورت میں پیش فرما دیا۔ غلاف میں بند تلوار کو سیف اغلف اور پوشیدہ چھپائے ہوئے تیر کو کہتے ہیں۔

بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِيْ

باب: ناپ تول کرنے والے کی مزدوری بیچنے والے پر اور دینے والے پر ہے (خریدار پر نہیں)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ [المطففين: ٣] يَعْنِيْ كَالُوْا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوْا لَهُمْ كَقَوْلِهِ: ﴿يَسْمَعُوْنَكُمْ﴾ [الشعراء: ٧٢] يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اكْتَالُوْا حَتَّى يَسْتَوْفُوْا)). وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ((إِذَا بِعْتَ فَكِلْ، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ)).

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں۔ تو کم کر دیتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ وہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لیے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں کلمہ ''یسمعونکم'' سے مراد ''یسمعون لکم'' ہے۔ ویسے ہی اس آیت میں ''کالوھم'' سے مراد ''کالوا لھم'' ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کھجور ناپ لو اور اپنے اونٹ کی قیمت پوری بھر لو۔'' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جب تو کوئی چیز بیچا کرے تو ناپ کے دیا کر اور جب کوئی چیز خریدے تو اسے بھی ناپوا لیا کر۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے طارق عبداللہ محاربی اوران کے ساتھیوں سے کھجور کے بدل ایک اونٹ خریدا تھا۔ ایک شخص کے ہاتھ اس کے پاس کھجور بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ اپنا حق اچھی طرح ناپ لو۔ اس روایت سے یہ نکلا کہ ناپنا اسی کا کام ہے جو جنس دے۔ اس حدیث کو نسائی اور ابن حبان نے وصل کیا ہے۔ (وحیدی)

٢١٢٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيْعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ))۔ [راجع: ٢١٢٤] [مسلم: ٣٨٣٥؛ ابوداود: ٣٤٩٢؛ نسائي: ٤٦٠٩؛ ابن ماجه: ٢٢٢٦]

(۲۱۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کرلے، اسے نہ بیچے۔''

٢١٢٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى غُرَمَائِهِ أَنْ يَضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَفْعَلُوْا، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا: الْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، وَعِذْقَ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ))۔ فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلٰى أَعْلَاهُ، أَوْ فِي وَسَطِهِ ثُمَّ قَالَ: ((كِلْ لِلْقَوْمِ))۔ فَكِلْتُهُمْ حَتّٰى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ، وَبَقِيَ تَمْرِيْ، كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ۔ وَقَالَ: فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى أَدَّاهُ، وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ))۔ [أطرافه في: ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٤٠٥، ٢٦٠١، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠] [نسائي: ٣٦٣٨، ٣٦٣٩، ٣٦٤٠]

(۲۱۲۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں عامر شعبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ (میرے باپ) شہید ہوگئے۔ تو ان کے ذمے (لوگوں کا) کچھ قرض باقی تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض خواہ کچھ اپنے قرضوں میں معاف کردیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہی چاہا لیکن وہ نہیں مانے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''جاؤ اپنی تمام کھجور کی قسموں کو الگ الگ کرلو۔ عجوہ (ایک خاص قسم کی کھجور) کو الگ رکھ اور عذق زید (کھجور کی ایک قسم) کو الگ کر۔ پھر مجھ کو بلا بھیج۔'' میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم ﷺ کو کہلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر پر یا بیچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اب ان قرض خواہوں کو ناپ کردو۔'' میں نے ناپنا شروع کیا جتنا قرض لوگوں کا تھا میں نے سب ادا کردیا (پھر بھی تمام کھجور جوں کی توں تھی) اس میں ایک دانہ برابر کی بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔ فراس نے بیان کیا، ان سے شعبی نے، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ برابر ان کے لیے تولتے رہے، یہاں تک کہ ان کا پورا قرض ہوگیا۔ اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کھجور توڑ اور اپنا قرض پورا ادا کردے۔''

تشریح: اس حدیث سے جہاں ایک عظیم معجزۂ نبوی ﷺ ثابت ہوا وہاں یہ مسئلہ بھی نکلا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے قرض خواہوں کو ان کے قرض کے عوض میں کھجوریں دے رہے تھے۔ اور ناپ تول کا کام بھی خود ہی انجام دے رہے تھے۔ اسی سے یہ نکلا کہ ادا کرنے والا ہی خود اپنے ہاتھ سے وزن کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

باب: اناج کا پورا ناپ تول کرنا مستحب ہے

٢١٢٨ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ)).

(٢١٢٨) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے ثور نے، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے غلے کو ناپ لیا کرو، اس میں تمہیں برکت ہوگی۔''

بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ

باب: نبی کریم ﷺ کے صاع اور مد کی برکت کا بیان

فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

٢١٢٩ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا، مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عليه السلام لِمَكَّةَ)). [مسلم: ٣٣١٤]

(٢١٢٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا۔ اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اور اس کے لیے اس کے مد اور صاع (غلہ ناپنے کے دو پیمانے) کی برکت کے لیے اسی طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ ناپ تول کے لئے صاع اور مد کا دستور عہد رسالت میں بھی تھا۔ جن میں برکت کے لئے آپ نے دعا فرمائی، اور مدینہ کے لئے آپ نے دعا فرمائی جو اسی طرح قبول ہوئی، جس طرح مکہ شریف کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اللہ نے قبول فرمائی، بلکہ بعض خصوصیات برکت میں مدینہ ممتاز ہے۔ وہاں پانی شہر میں بکثرت موجود ہے۔ آس پاس جنگل سبزہ سے لہلہا رہے ہیں۔ پھر آج کل حکومت سعودیہ خلد الله بقاها کی مساعی سے مدینہ ہر لحاظ سے ایک ترقی یافتہ شہر بنتا جا رہا ہے، جو سب نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ دعاؤں کا ثمرہ ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ((اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ)) یا اللہ! مکۃ المکرمہ ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے۔

٢١٣٠ ـ حَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي

(٢١٣٠) مجھ سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے

طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مِكْيَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ)). يَعْنِيْ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ. [طرفاه في: ٦٧١٤، ٧٣٣١] [مسلم: ٣٣٢٥]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! مدینہ والوں کے پیمانوں میں برکت دے، اے اللہ! انہیں ان کے صاع اور مد میں برکت دے۔'' آپ کی مراد اہل مدینہ تھے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِيْ بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

باب: اناج کا بیچنا اور احتکار کرنا کیسا ہے؟

تشریح: احتکار کہتے ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر کے اس کو رکھ چھوڑنا، کہ جب بہت گراں ہوگا تو بیچیں گے۔ اگر ارزانی کے وقت خرید کر کے رکھ چھوڑے تو یہ احتکار منع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گرانی کے وقت اپنی خانگی ضروریات کے لئے غلہ خرید کر رکھ چھوڑے تو یہ منع نہیں ہے۔ باب کی حدیثوں میں احتکار کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ نے کہا، امام بخاری رحمہ اللہ نے احتکار کا جواز ثابت کیا، اس حدیث سے کہ غلہ قبضے سے پہلے نہ بیچے یعنی اپنے گھر یا دکان میں لانے سے پہلے۔ تو اگر احتکار حرام ہوتا تو آپ یہ حکم نہ فرماتے بلکہ خریدتے ہی بیچنے کا حکم دے دیتے۔ اور شاید ان کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا کہ احتکار وہی کرتا ہے جو گنہگار ہے اور ابن ماجہ اور حاکم نے نکالا کہ جو کوئی مسلمانوں پر ان کا کھانا احتکار کرے گا، اللہ اس پر جذام کی بیماری ڈالے گا۔ (وحیدی) احتکار کی بحث میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وكل ذالك مشعر بان الاحتكار انما يمنع فى حالة مخصوصة بشروط مخصوصة وقد ورد فى ذم الاحتكار احاديث منها حديث معمر المذكور اولاً وحديث عمر مرفوعاً من احتكر على المسلمين طعامهم ضربه الله بالجذام والافلاس رواه ابن ماجة واسناده حسن، عنه مرفوعاً قال الجالب مرزوق والمحتكر ملعون اخرجه ابن ماجه والحاكم واسناده ضعيف وعن ابن عمر مرفوعا من احتكر اربعين ليلة فقد برئ من الله وبرئ منه اخرجه احمد والحاكم وفى اسناده مقال وعن ابى هريرة مرفوعا من احتكر حكرة يريد ان يغالى بها على المسلمين فهو خاطئ واخرجه الحاكم۔“

یعنی یہاں مذکورہ مباحث سے ظاہر ہے کہ احتکار حالات مخصوصہ میں شرائط مخصوصہ کے ساتھ منع ہے اور احتکار کی مذمت میں کئی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ معمر کی حدیث مذکور ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے مسلمانوں پر غلہ کو روک لیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ جذام کے مرض اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ غلہ کا بازار میں لاکر فروخت کرنے والا روزی دیا گیا ہے اور غلہ کو روکنے والا ملعون ہے اور یہ بھی ہے کہ جس نے چالیس رات تک غلہ کو روک کر رکھا وہ اللہ سے بری ہوگیا۔ اور اللہ اس سے بری ہے، اور یہ بھی ہے کہ جو گرانی کے انتظار میں غلہ کو روکے وہ گنہگار ہے۔ حالات موجودہ میں احتکار تقریباً بیشتر ممالک میں ایک سنگین قانونی جرم قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ بہت لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ اسلام آج سے چودہ سو سال پیشتر رفاہ عامہ کے اس قانون کا اجرا کر چکا ہے۔

سند میں مذکورہ سالم نامی بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابو عمران ان کی کنیت ہے۔ قریشی عدوی مدنی ہیں۔ فقہائے مدینہ کے سرخیل ہیں، ۱۰۶ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی (رحمہ اللہ)۔

٢١٣١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،

(۲۱۳۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، اور ان

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: رَأَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعُوْهُ حَتَّى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو اناج کے ڈھیر (بغیر تولے ہوئے محض اندازہ کر کے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی۔ اس لیے کہ جب تک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ بیچیں۔

٢١٣٢ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ. قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجًا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: ﴿مُرْجَوْنَ﴾ مُؤَخَّرُوْنَ. [طرفه في: ٢١٣٥] [مسلم: ٣٨٣٨؛ ابوداود: ٣٤٩٦؛ نسائي: ٤٦١١، ٤٦١٣، ٤٦١٤]

(۲۱۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے غلہ پر پوری طرح قبضہ سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا: ''طاؤس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا، کہ یہ تو روپے کا روپوں کے بدلے بیچنا ہوا۔ جب کہ ابھی غلہ تو میعاد ہی پر دیا جائے گا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''مُرْجَوْنَ'' سے مراد ''مُؤَخَّرُوْنَ'' یعنی ڈھیل دیئے گئے ہے۔

تشریح: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے دو من گیہوں عمرو سے دو روپے کے بدلے خریدے اور عمرو سے یہ ٹھہرا کہ دو مہینے بعد گیہوں دے۔ اب زید نے وہی گیہوں بکر کے ہاتھ چار روپیہ کو بیچ ڈالے تو درحقیقت زید نے گویا دو روپے کو چار روپیہ کے بدل بیچا۔ جو صریحاً سود ہے۔ کیونکہ گیہوں کا ابھی تک وجود ہی نہیں وہ تو دو ماہ کے بعد ملیں گے اور روپیہ کے بدل روپیہ بک رہا ہے۔

٢١٣٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ)). [راجع: ٢١٢٤]

(۲۱۳۳) مجھ سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچے۔''

٢١٣٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ يُحَدِّثُهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا حَتَّى يَجِيْءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ. قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ الَّذِيْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ. قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الذَّهَبُ

(۲۱۳۴) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار ان سے بیان کرتے تھے، اور ان سے زہری نے، ان سے مالک بن اوس نے، کہ انہوں نے پوچھا، آپ لوگوں میں سے کوئی بیع صرف (یعنی دینار، درہم، اشرفی وغیرہ بدلنے کا کام) کرتا ہے۔ طلحہ نے کہا کہ میں کرتا ہوں، لیکن اس وقت کر سکوں گا جب کہ ہمارا خزانچی غابہ سے آ جائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ

بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)). [طرفاه في: ٢١٧٠، ٢١٧٤] [مسلم: ٤٠٥٩؛ نسائي: ٤٥٧٢؛ ابن ماجه: ٢٢٥٣، ٢٢٦٠]

رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''سونا سونے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے۔ مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ گیہوں، گیہوں کے بدلہ میں (خریدنا بیچنا) سود میں داخل ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ کھجور، کھجور کے بدلہ میں سود ہے مگر یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور جو، جو کے بدلہ میں سود ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔''

تشریح: اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو اور گیہوں علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد رحمہم اللہ اور جملہ اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب: غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں

تشریح: باب کی حدیثوں میں اس چیز کی بیع کی ممانعت نہیں ہے جو بائع کے پاس نہ ہو اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اس طرح نکال لیا کہ جب قبضے سے پہلے بیچنا درست نہ ہوا تو جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کا بھی بیچنا درست نہ ہوگا اور اس باب میں ایک صریح حدیث مروی ہے جس کو اصحاب سنن نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے نکالا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس چیز کو مت بیچو جو تیرے پاس نہ ہو۔ اور شاید یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ ہوگی، اس وجہ سے اس کو نہ لاسکے۔ (وحیدی)

٢١٣٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ. [راجع: ٢١٣٢] [مسلم: ٣٨٣٦، ٣٨٣٧؛ ابوداود: ٣٤٩٧؛ ترمذي: ١٢٩١؛ نسائي: ٤٦١٢؛ ابن ماجه: ٢٢٢٧]

(٢١٣٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا جو کچھ ہم نے عمرو بن دینار سے (سن کر) یاد رکھا ہے (وہ یہ ہے کہ) انہوں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے جس چیز سے منع فرمایا تھا، وہ اس غلہ کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں تو تمام چیزوں کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں۔

تشریح: یعنی کہ کوئی بھی چیز جب خریدی جائے تو قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچا جائے۔

٢١٣٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ)). زَادَ إِسْمَاعِيْلُ ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ)). [راجع: ٢١٢٤، ٢١٢٦]

(٢١٣٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان لیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی جب غلہ خریدے تو جب تک اسے پوری طرح اپنے قبضہ میں نہ لے لے، نہ بیچے۔'' اسماعیل نے یہ زیادتی کی ہے کہ ''جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔''

بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُئْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالْأَدَبِ فِي ذَلِكَ

باب: جو شخص غلہ کا ڈھیر بن ماپے تولے خریدے وہ جب تک اس کو اپنے ٹھکانے نہ لائے، کسی کے ہاتھ نہ بیچے اور اس کے خلاف کرنے والے کی سزا کا بیان

٢١٣٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَاعُونَ جِزَافًا۔ يَعْنِي الطَّعَامَ۔ يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

(٢١٣٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دیکھا۔ کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی جب وہ غلہ کا ڈھیر خرید کر کے اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے ہی اس کو بیچ ڈالتے۔

[راجع: ٢١٢٣] [مسلم: ٣٨٤٧]

تشریح: حدیث سے یہ نکلا کہ حاکم اسلام بیع فاسد پر سزا دے سکتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جو چیز اندازے سے بن ماپ تول خریدی جائے اس کو قبضے سے پہلے بیچ سکتا ہے۔ اس حدیث سے ان کا رد ہوتا ہے۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فَبَاعَ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

باب: اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا ایک جانور خریدا اور اس کو بائع ہی کے پاس رکھوا دیا وہ اسباب تلف ہو گیا یا جانور مر گیا اور ابھی مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شریک تھا۔ وہ اگر تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا (بائع اس کا تاوان نہ دے گا)۔

٢١٣٨۔ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ ﷺ

(٢١٣٨) ہم سے فروہ بن ابی مغراء نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن (مکی زندگی میں) بہت ہی کم آئے جن میں نبی کریم ﷺ صبح و شام میں کسی نہ کسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر جب آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی۔ تو ہماری گھبراہٹ کا سبب یہ ہوا کہ آپ (معمول کے خلاف اچانک) ظہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی

فِيْ هَذِهِ السَّاعَةِ، إِلاَّ مِنْ حَدَثٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لأَبِيْ بَكْرٍ: ((أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ- يَعْنِيْ عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ- قَالَ: ((أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ)). قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: ((الصُّحْبَةَ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّ عِنْدِيْ نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا. قَالَ: ((قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ)).

[راجع: ٤٧٦]

آمد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت ہمارے یہاں کوئی نئی بات پیش آنے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہٹا دو۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری یہی دو بیٹیاں ہیں یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ نے فرمایا: ''تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں آپ کے ساتھ چلوں گا اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم کو ساتھ لوں'' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا، قیمت کے بدلے میں، میں نے ایک اونٹنی لے لی۔''

تشریح: حدیث سے یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی مول لے کر ان ہی کے پاس رکھوا دی، تو باب کا یہ مطلب ہے کہ کوئی چیز خرید کر کے بائع کے پاس رکھوا دینا اس سے ثابت ہوا۔

بَابٌ: لَا يَبِيْعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ، حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

باب: کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنے بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت اس کے بھاؤ کو نہ بگاڑے جب تک وہ اجازت نہ دے یا چھوڑ نہ دے

تشریح: یعنی پہلا بائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بتلاؤ، بیچو تو بیچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لئے خاص ہے۔ اور جمہور نے اس کو عام رکھا ہے۔ کیونکہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کودیں۔ اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔

٢١٣٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ)). [طرفاه في: ٣١٦٥، ٥١٤٢]

[مسلم: ٣٤٥٤؛ ابوداود: ٣٤٣٦؛ ترمذي: ١٢٩٢؛ نسائي: ٤٥١٥، ٣٢٣٨؛ ابن ماجه: ٢١٧١]

(٢١٣٩) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید وفروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔''

٢١٤٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيْهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِيْ إِنَائِهَا. [أطرافه في: ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١] [مسلم: ٣٤٥٧، ٣٨٢٤؛ ابوداود: ٢٠٨٠، ٣٤٣٨؛ ترمذي: ١١٣٤، ١١٩٠، ١٢٢٢، ١٣٠٤؛ ابن ماجه: ١٨٦٧، ٢١٧٢، ٢١٧٤، ٢١٧٥]

(۲۱۴۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال واسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

تشریح: یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں، وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سستا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شہر والا ان کو بہکائے، اور کہے ابھی نہ بیچو، یہ مال میرے سپرد کر دو، میں اس کو مہنگا بیچ دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا، کیونکہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگاڑنے کے لئے بولی چڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لئے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ یہ بھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ عورت اور مرد ہر دو گناہگار ہوں گے۔

بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ

باب: نیلام کرنے کا بیان

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيْمَنْ يَزِيْدُ.

اور عطاء نے کہا، کہ میں نے دیکھا لوگ مال غنیمت کے نیلام کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

٢١٤١ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّيْ)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا،

(۲۱۴۱) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حسین مکتب نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے، اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا۔ لیکن اتفاق سے وہ شخص مفلس ہو گیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا: ''اسے مجھ سے کون خریدے گا۔'' اس پر نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا۔ اور

فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ. [أطرافه في: ٢٢٣٠، ٢٣٢١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦] [مسلم: ٤٣٣٨]

آپ نے غلام ان کے حوالہ کر دیا۔

تشریح: نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم کا لیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو کون خریدتا ہے، تو یہ نیلام ہی ہوا۔ اور اسماعیلی کا اعتراض دفع ہو گیا کہ حدیث سے نیلام ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگوں نے مول بڑھانا شروع کیا، اور مدبر کی بیع کا جواز نکلا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدبر کی بیع درست نہیں ہے۔ تفصیل آ رہی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لما ان تقدم فی الباب قبله النهی عن السوم اراد ان يبين موضع التحريمة منه وقد اوضحته فی الباب الذی قبله و ورد فی البيع فيمن يزيد حديث انس انه ﷺ باع حلسا وقدحا وقال من يشتری هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذتها بدرهم فقال من يزيد علی درهم فاعطاه رجل درهمين فباعهما منه اخرجه احمد واصحاب السنن مطولا ومختصراً واللفظ للترمذی وقال حسن وكان المصنف اشار بالترجمة الی تضعيف ما اخرجه البزار من حديث سفيان بن وهب سمعت النبی ﷺ ينهی عن بيع المزايدة فان فی اسناده ابن لهيعة وهو ضعيف۔" (فتح)

چونکہ پچھلے باب میں بھاؤ پر بھاؤ بڑھانے سے نہی گزر چکی ہے لہٰذا مصنف نے چاہا کہ حرمت کی وضاحت کی جائے اور میں اس سے پہلے باب میں اس پر وضاحت کر چکا ہوں۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نیلام کا بیان شروع فرمایا۔ اور اس کا جواز ثابت کیا۔ اور اس بیع کے بارے میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانا ٹاٹ اور ایک پیالہ نیلام فرمایا۔ اور ایک آدمی نے ان کی بولی ایک درہم لگائی۔ آپ کے دوبارہ اعلان پر دوسرے آدمی نے دو درہموں کی بولی لگا دی۔ اور آپ نے ہر دو چیزیں اس کو دے دیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اشارہ فرمایا ہے کہ مسند بزار میں سفیان بن وہب کی روایت سے جو حدیث موجود ہے جس میں نیلام کی بیع سے ممانعت وارد ہے وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جو ضعیف ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح مشہور ترین تابعی ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کی وفات کے وقت ہر شخص کی زبان پر ان کا ذکر خیر تھا۔ اور سب ہی لوگ ان سے خوش تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ نے علم کے خزانوں کا مالک عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا جو حبشی تھے۔ علم اللہ کی دین ہے جسے چاہے وہ دے دے۔ سلمہ بن کہیل نے کہا، عطاء، طاؤس، مجاہد رحمۃ اللہ علیہم وہ بزرگ ہیں جن کے علم کی غرض وغایت صرف اللہ کی ذات تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

بَابُ النَّجْشِ

باب: نجش یعنی دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا کیسا ہے؟

وَمَنْ قَالَ: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ. وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ، لَا يَحِلُّ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ، وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ

اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں۔ اور ابن ابی اوفی نے کہا کہ "ناجش" سود خوار اور خائن ہے۔ اور نجش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔"

عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)).

تشریح: دھوکے کی بیع ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں جا رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو۔ اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور حبل الحبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حبل الحبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لئے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جنے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جنے۔ اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے حبل الحبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ کسی اونٹنی کے حمل کے حمل کو فی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے۔ اس کے پیٹ کے بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یہ بھی منع ہے۔ اسلئے کہ وہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غرر یعنی دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔ (وحیدی)

٢١٤٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النَّجْشِ. [طرفه في: ٦٩٦٣]

(۲۱۴۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نجش'' سے منع فرمایا تھا۔

[مسلم: ٣٨١٨؛ نسائي: ٤٥١٧؛ ابن ماجه: ٢١٧٣]

تشریح: نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مفہوم شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مفہوم یہ کہ کچھ تاجر اپنے غلط گو ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکہ دے کر زیادہ قیمت وصول کر آئیں۔ ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔ گاہک دھوکہ میں آ کر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض بیع میں دھوکہ فریب جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ

باب: دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

٢١٤٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا. [طرفاه في، ٢٢٥٦، ٣٨٤٣] [ابو داود: ٣٣٨٠؛ نسائي: ٤٦٣٩]

(۲۱۴۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہو کر جنے۔

تشریح: اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور بھی تھا کہ حاملہ اونٹنی کے حمل کو بیچ دیا جاتا۔ اس بیع کو دھوکے کی بیع قرار دے کر منع کیا گیا۔ حدیث بالا کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی قرض وغیرہ کی مدت حاملہ اونٹنی کے حمل کے پیدا ہونے پھر اس پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے بچہ جننے کی مدت مقرر کی جاتی تھی، یہ بھی ایک دھوکے کی بیع تھی، اس لئے اس سے بھی منع کیا گیا۔

بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

٢١٤٤ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ، قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ، أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

[راجع: ٣٦٧] [مسلم: ٣٨٠٦، ٣٨٠٧؛ ابوداود: ٣٣٧٩؛ نسائي: ٤٥٢٢، ٤٥٢٣، ٤٥٢٦]

باب: بیع ملامسہ کا بیان

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(۲۱۴۴) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عامر بن سعید نے خبر دی اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بیع ملامستہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھو دیتا اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔

٢١٤٥ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ، فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ. [راجع: ٣٦٨]

(۲۱۴۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں، کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے مونڈھے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا۔ ایک بیع ملامستہ سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔

تشریح: اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشتمال صما ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں بیع ملامسہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے۔ اور بیع منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ میری طرف پھینک دے۔ بس اسی شرط پر بیع ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔ (وحیدی)

بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ

باب: بیع منابذہ کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے

٢١٤٦ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ

(۲۱۴۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.
[راجع: ٣٦٧] [مسلم: ٣٨٠١؛ نسائي: ٤٥٢١]

نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

٢١٤٧۔ وَحَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٧] [ابوداود: ٣٣٧٧؛ نسائي: ٤٥٢٤، ٤٥٢٧، ٥٣٥٦؛ ابن ماجه: ٢١٧٠، ٢٥٥٩]

(۲۱۴۷) اور مجھ سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کے لباس سے منع فرمایا، اور دو طرح کی بیع، ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔

تشریح: گزشتہ سے پیوستہ حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں بیع ملامسہ اور بیع منابذہ کی ممانعت مذکور ہے۔

بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ

باب: اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر رکھنا بائع کو منع ہے اسی طرح ہر جاندار کے تھن میں (تاکہ دیکھنے والا زیادہ دودھ دینے والا جانور سمجھ کر اسے زیادہ قیمت پر خریدے)

وَالْمُصَرَّاةُ، الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيْهِ، وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا. وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ: حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ: صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتُهُ.

اور مصراۃ وہ جانور ہے کہ جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو، اس میں جمع کرنے کے لیے اور کئی دن تک اسے نکالا نہ گیا ہو، لفظ تصریہ اصل میں پانی روکنے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اسی سے یہ استعمال ہے "صَرَّيْتُ الْمَاءَ" (یعنی میں نے پانی کو روک رکھا)۔

٢١٤٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ)). وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوْسَى بْنِ

(۲۱۴۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "(بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آ کر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں۔ چاہے تو جانور کو رکھ لے، اور چاہے تو وہ واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل دے دے۔" ابوصالح، مجاہد، ولید

يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((صَاعَ تَمْرٍ)). وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: صَاعًا مِنْ تَمْرٍ. وَلَمْ يَذْكُرْ: ثَلَاثًا، وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ. [راجع: ٢١٤٠] [مسلم: ٣٨٣٠؛ نسائي: ٤٥٠٠]

بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع غلہ کی روایت کی ہے۔ اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تین دن کا اختیار ہوگا۔ اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور کی بھی روایت کی ہے لیکن تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا۔ اور (تاوان میں) کھجور دینے والی روایات ہی زیادہ ہیں۔

تشریح: لونڈی ہو یا گدھی ان کے دودھ کے بدل ایک صاع نہ دیا جائے گا۔ اور حنابلہ نے گدھی کے دودھ کے بدلے صاع دینا لازم نہیں رکھا۔ لیکن لونڈی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور جمہور اہل علم، صحابہ اور تابعین اور مجتہدین نے باب کی حدیث پر عمل کیا ہے کہ ایسی صورت میں مشتری چاہے تو وہ جانور پھیر دے اور ایک صاع کھجور کا دودھ کے بدل دے دے۔ خواہ وہ دودھ بہت ہو یا کم۔ اور حنفیہ نے قیاس پر عمل کر کے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے۔ اور کہتے کیا ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہ تھے۔ اس لیے ان کی روایت قیاس کے خلاف قبول نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کھلی دھینگا مشتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے حکم نقل فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جن کو حنفی فقیہ اور اجتہاد میں امام جانتے ہیں، ان سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ اور شاید حنفیہ کو الزام دینے کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ اور خود حنفیہ نے بہت سے مقاموں میں حدیث سے قیاس جلی کو ترک کیا ہے۔ جیسے وضو بالنبیذ اور قہقہہ میں پھر یہاں کیوں ترک نہیں کرتے۔ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہوئے حنفیہ پر کافی رد کیا ہے۔

٢١٤٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً، فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ. [طرفه في: ٢١٦٤] [مسلم: ٣٨٢١؛ ترمذي: ١٢٢٠؛ ابن ماجه: ٢١٨٠]

(٢١٤٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص ''مصراۃ'' بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم ﷺ نے قافلہ والوں سے (جو مال بیچنے کو لائیں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

٢١٥٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا،

(٢١٥٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے، اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تجارتی) قافلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شہر پہنچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی نجش نہ کرے اور کوئی شہری بدوی کا مال نہ بیچے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر اس (آخری) صورت میں جانور خرید لے تو اسے دوہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر

وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنَ التَّمْرِ)). [راجع: ٢١٤٠] [مسلم: ٣٨١٥؛ ابوداود: ٣٤٤٣؛ نسائي: ٤٥٠٨]

وہ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے۔ اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔"

بَابٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

باب: خریدار اگر چاہے تو مصراة کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کے دودھ کے بدلہ میں (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک صاع کھجور دے دے

٢١٥١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ: أَنَّ ثَابِتًا، مَوْلَى عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ)). [راجع: ٢١٤٠] [ابوداود: ٣٤٤٥]

(٢١٥١) ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن زید کے غلام ثابت نے انہیں خبر دی، کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے "مصراة" بکری خریدی اور اسے دوہا۔ تو اگر وہ اس معاملہ پر راضی ہے تو اسے اپنے لیے روک لے اور اگر راضی نہیں ہے تو (واپس کر دے اور) اس کے دودھ کے بدلہ میں ایک صاع کھجور دے دے۔"

بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي

باب: زانی غلام کی بیع کا بیان

وَقَالَ شُرَيْحٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

اور شریح رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے ایسے لونڈی غلام کو واپس پھیر سکتا ہے۔

تشریح: کیونکہ یہ بھی ایک عیب ہے۔ شریح کی روایت کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ باب کی حدیث میں گو غلام کا ذکر نہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے غلام کو لونڈی پر قیاس کیا۔ اور حنفیہ کے نزدیک لونڈی زنا سے پھیری جا سکتی ہے لیکن غلام نہیں پھیرا جا سکتا۔

٢١٥٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا، وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا، وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا، وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ)). [طرفاه في: ٢٢٣٤، ٦٨٣٩]

(٢١٥٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید مقبری نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے، اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی باندی زنا کرے اور اس کے زنا کا ثبوت (شرعی) مل جائے تو اسے کوڑے لگوائے، پھر اس کو لعنت ملامت نہ کرے۔ اس کے بعد اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر کوڑے لگوائے مگر پھر لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ بھی زنا کرے تو اسے بیچ دے چاہے بال کی ایک رسی کے بدلہ ہی میں

[مسلم: ٤٤٤٥]

کیوں نہ ہو۔"

٢١٥٣، ٢١٥٤ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ: ((إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِيْ بَعْدَ الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ. [أطرافه في: ٢٢٣٢، ٢٢٣٣، ٢٥٥٥، ٢٥٥٦، ٦٨٣٧، ٦٨٣٨] [مسلم: ٤٤٤٨، ٤٤٤٩؛ ابوداود: ٤٤٦٩؛ ترمذي: ١٤٣٣؛ ابن ماجه: ٢٥٦٥]

(۲۱۵۳، ۵۴) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو (اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا: "اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، اگرچہ ایک رسی ہی کے بدلہ میں وہ فروخت ہو۔" ابن شہاب نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ (بیچنے کے لیے) آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا تھا یا چوتھی مرتبہ۔

تشریح: ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ اگر لونڈی محصنہ ہو تو اس کو سنگسار کریں۔ حالانکہ لونڈی غلام پر بالا جماع رجم نہیں ہے۔ کیونکہ خود قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے: ﴿فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ (۴/النساء: ۲۵) اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا تو کوڑوں کا نصف مراد ہوگا۔ یعنی پچاس کوڑے مارو۔ بعض نے کہا حدیث کا ترجمہ یوں ہے اگر لونڈی اپنے تئیں زنا سے نہ بچائے اور زنا کرائے۔ (وحیدی)

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ النِّسَاءِ

باب: عورتوں سے خرید وفروخت کرنا

٢١٥٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((اشْتَرِيْ وَأَعْتِقِيْ، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ)). ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْعَشِيِّ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ، شَرْطُ اللَّهِ

(۲۱۵۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔" پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: "امابعد! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (خرید وفروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہوگی۔ خواہ سو شرطیں ہی کیوں نہ لگا لے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے۔" (اور اسی کا اعتبار ہے)۔

أَحَقُّ وَأَوْثَقُ)). [راجع: ٤٥٦]

تشریح: اور حدیث میں جو شرطیں پیغمبر ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ بھی اللہ ہی کی لگائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ جو کچھ حدیث میں ہے وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ یہ خطبہ آپ نے اس وقت سنایا جب بریرہ ؓ کے مالک حضرت عائشہ ؓ سے یہ شرط لگاتے تھے کہ ہم بریرہ ؓ کو اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کا ترکہ ہم لیں گے۔

٢١٥٦۔ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، سَمِعْتُ نَافِعًا، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ عَائِشَةَ سَاوَمَتْ بَرِيرَةَ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَبِيْعُوْهَا، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قُلْتُ لِنَافِعٍ: حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ: مَا يُدْرِيْنِي. [أطرافه في: ٢١٦٩، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٧، ٦٧٥٩]

(۲۱۵۶) ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ، بریرہ ؓ کی (جو باندی تھیں) قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں) کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لیے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ تشریف لائے تو عائشہ ؓ نے کہا کہ (بریرہ ؓ کے مالکوں نے تو) اپنے لیے ولاء کی شرط کے بغیر انہیں بیچنے سے انکار کر دیا ہے، تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔'' میں نے نافع سے پوچھا کہ بریرہ ؓ کے شوہر آزاد تھے یا غلام، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے جس سے عورتوں سے خرید وفروخت کرنے کا جواز نکلا۔

تشریح: ان ہر دو احادیث میں حضرت بریرہ ؓ کی اپنے مالکوں سے مکاتبت کا ذکر ہے یعنی غلام یا لونڈی اپنی مالک سے طے کرے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر روپیہ یا کوئی جنس وغیرہ ادا کرے گا۔ اور اس شرط کے پورا کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔ تو اگر وہ شرط پوری کر دی گئی اب وہ آزاد ہو گیا۔ بریرہ ؓ نے بھی اپنے مالکوں سے ایسی ہی صورت طے کی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے کیا۔ جس پر حضرت عائشہ ؓ نے یکمشت سارا روپیہ ادا کرنے کی پیش کش کی۔ اس شرط پر کہ بریرہ ؓ کی ولا حضرت عائشہ ؓ ہی سے قائم ہو اور مالکوں کو اس بارے میں کوئی مطالبہ نہ رہے۔ ولا کے معنی یہ کہ غلام آزاد ہونے کے بعد بھائی چارہ کا رشتہ اپنے سابقہ مالک سے قائم رکھے۔ خاندانی طور پر اسی کی طرف منسوب رہے۔ حتیٰ کہ اس کے مرنے پر اس کے ترکہ کا حقدار بھی اس کا سابقہ مالک ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ ؓ کی پیش کش کو انہوں نے سلسلہ ولا کے ختم ہو جانے کے خطرہ سے منظور نہیں کیا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی، کہ یہ بھائی چارگی تو اس کے ساتھ قائم رہے گی جو اسے خرید کر آزاد کرے نہ سابق مالک کے ساتھ۔ چنانچہ حضرت عائشہ ؓ نے حضرت بریرہ ؓ کو خریدا اور آزاد کر دیا، اور سلسلہ ولا سابقہ مالک سے توڑ کر حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ قائم کر دیا گیا۔

اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ جن کا استخراج امام الفقہا والمحدثین امام بخاری ؒ نے اپنی جامع الصحیح میں جگہ جگہ کیا ہے۔ امام شوکانی ؒ اس سلسلہ میں مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"ان النبی ﷺ قد کان اعلم الناس ان اشتراط الولاء باطل واشتهر ذالك بحیث لا یخفی علی اهل بریرة، فلما ارادوا ان یشترطوا ما تقدم لهم العلم ببطلانه اطلق الامر مریدا به التهدید کقوله تعالی ﴿اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ﴾ فکانه قال اشترطی لهم الولاء فسیعلمون ان ذلك لا ینفعهم ویؤید هذا ما قاله ﷺ بعد ذلك ما بال رجال یشترطون شروطا...... الخ۔" (نیل)

یعنی نبی کریم ﷺ خوب جانتے تھے کہ ولا کی شرط باطل ہے۔ اور یہ اصول اس قدر مشتہر ہو چکا ہے کہ اہل بریرہ سے بھی یہ مخفی نہ تھا۔ پھر جب

انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جاننے کے باوجود اس کی اشتراط پر اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے تہدید کے طور پر مطلق امر فرمادیا کہ بریرہ کو خرید لیا جائے ،جیسا کہ قرآنی آیت:﴿اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ﴾ (۴۱/فصلت:۴۰) میں ہے کہ تم عمل کرو جو چاہو۔ یہ بطور تہدید فرمایا گیا ہے۔گویا آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے ولا کی شرط لگالو وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اس مفہوم کی تائید آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں ہیں۔ پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں، خواہ ان کو لگا بھی لیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

بَابٌ:هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِيْنُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ؟

باب: کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کرسکتا ہے؟

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ)) وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہیے۔عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے کہ بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اجرت لے کر نہ بیچے۔اگر بطور امداد اور خیر خواہی کے اس کا مال بیچ دے تو منع نہیں ہے۔کیونکہ دوسری حدیثوں میں مسلمان کی امداد اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے۔

۲۱۵۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ، سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُوْلُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع: ۵۷]

(۲۱۵۷) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے، انہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دینے اور (اپنے مقررہ امیر کی بات) سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔

تشریح: یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ نکالا کہ جب ہر مسلمان کی خیر خواہی کا اس میں حکم ہے تو اگر بستی والا باہر والے کا مال بلا اجرت بیچ دے اس کی خیر خواہی کرے تو ثواب ہوگا نہ کہ گناہ۔اب اس حدیث کی تاویل یہ ہوگی جس میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب اجرت لے کر ایسا کرے۔اور بستی والوں کو نقصان پہنچانے اور اپنا فائدہ کرنے کی نیت ہو، یہ ظاہر ہے کہ "انما الاعمال بالنیات "اور اگر محض خیر خواہی کے لئے ایسا کر رہا ہے تو جائز ہے۔

۲۱۵۸۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا

(۲۱۵۸) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاوس نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "(تجارتی) قافلوں سے آگے جا کر نہ ملا کرو (ان کو منڈی میں

يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)). فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ: ((لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا. [طرفاه في: ٢١٦٣، ٢٢٧٤] [مسلم: ٣٨٢٥؛ ابوداود: ٣٤٣٩؛ نسائي: ٤٥١٢؛ ابن ماجه: ٢١٧٧]

آنے دو) اور کوئی شہری، کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے۔" انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ "کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے" مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

تشریح: اور اس سے دلالی کا حق ٹھہرا کر بستی والوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اگر یہ دلال نہ بنتا تو شاید غریبوں کو غلہ سستا ملتا۔ حنفیہ نے کہا کہ یہ حدیث اس وقت ہے جب غلہ کا قحط ہو۔ مالکیہ نے کہا عام ہے۔ ہمارے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب پانچ باتیں ہوں۔ جنگل سے کوئی اسباب بیچنے کو آئے، اس دن کے نرخ پر بیچنا چاہے، نرخ اس کو معلوم نہ ہو۔ بستی والا قصد کرکے اس کے پاس جائے۔ مسلمان کو اس اسباب کی حاجت ہو، جب یہ پانچ باتیں پائی جائیں گی تو بیع حرام اور باطل ہوگی ورنہ صحیح ہوگی۔ (وحیدی)

سمسار کی تشریح میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بسينين مهملتين قال فی الفتح وهو فی الاصل القيم بالامر والحافظ ثم استعمل فی متولی البيع والشراء لغيره." یعنی سمسار اصل میں کسی کام کے محافظ اور انجام دینے والے شخص کو کہا جاتا ہے اور اب یہ اس کے لئے مستعمل ہے جو خرید و فروخت کی تولیت اپنے ذمے لیتا ہے۔ جسے آج کل دلال کہتے ہیں۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ

باب: جمہور نے اسے مکروہ رکھا کہ کوئی شہری آدمی کسی بھی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے

٢١٥٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ صَبَّاحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، هُوَ عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالْمَجِيْدِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

(٢١٥٩) مجھ سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعلی حنفی یعنی عبداللہ بن عبدالمجید نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گزرا کہ بستی والا باہر والے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "واعلم انه كما لا يجوز ان لا يبيع الحاضر للبادی كذالك لا يجوز ان يشتری له...... الخ." یعنی جیسے کہ شہری کے لئے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لئے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

بَابٌ: لَا يَشْتَرِي حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

باب: اس بیان میں کہ کوئی بستی والا باہر والے کے لیے دلالی کر کے مول نہ لے

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ لِلْبَائِعِ

اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہما نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے

وَالْمُشْتَرِيْ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ: بِعْ لِيْ ثَوْبًا. وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

لیے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں: بع لی ثوبا یعنی کپڑا خرید لے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو((لا يبيع حاضر لباد)) ہے، یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔جیسے شراء باع کے معنی میں آتا ہے۔قرآن میں ہے﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ﴾ (۱۲/یوسف:۲۰) یعنی باعوا ایسا ہی باع بھی شراء کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

٢١٦٠ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ)).

(۲۱۶۰) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔اور کوئی "نجش" نہ کرے، اور نہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کے لیے بیچے یا مول لے۔"

[راجع: ٢١٤٠]

تشریح: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" وقد اخرج ابوعوانة فی صحیحه عن ابن سيرين قال لقيت انس بن مالك فقلت لا يبيع حاضر لباد انهيتهم ان تبيعوا او تبتاعوا لهم قال نعم..... الخ۔" یعنی ابن سیرین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا واقعی کوئی شہری کسی بھی دیہاتی کے لئے نہ کچھ مال بیچے نہ خریدے، انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔اور اس کی تائید اس حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔آپ نے فرمایا: "دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض۔" یعنی لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اللہ ان کے بعض کو بعض کے ذریعہ سے روزی دیتا ہے۔

٢١٦١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: نُهِيْنَا أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.

(۲۱۶۱) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کی، ان سے محمد بن سیرین نے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں اس سے روکا گیا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت بیچے۔

[مسلم: ٣٨٢٨؛ ابوداود: ٣٤٤٠؛ نسائي: ٤٥٠٤، ٤٥٠٥، ٤٥٠٦]

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ

باب: پہلے سے آگے جا کر قافلے والوں سے ملنے کی ممانعت

وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ، لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا، وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ، وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور یہ بیع رد کر دی جاتی ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا جان بوجھ کر گنہگار وخطار کار ہے اور یہ ایک قسم کا فریب ہے جو جائز نہیں۔

تشریح: جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض بستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس بستی سے آگے نکل کر راہ میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو دغا اور دھوکا دے کر بستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔جب وہ بستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور

ان کو حکم دیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع باطل اور لغو ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے۔ لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ بستی میں آ کر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا فسخ کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا بستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

٢١٦٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. [راجع: ٢١٤٠]

(۲۱۶۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (تجارتی قافلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔ اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

٢١٦٣ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مَا مَعْنَى قَوْلِهِ: ((لَا يَبِيْعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟)). فَقَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا. [راجع: ٢١٥٨]

(۲۱۶۳) مجھ سے عیاش بن عبدالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ "کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے؟" تو انہوں نے کہا کہ مطلب ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

٢١٦٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. قَالَ: وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوْعِ. [راجع ٢١٤٩]

(۲۱۶۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تیمی نے بیان کیا، ان سے ابو عثمان اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی دودھ جمع کی ہوئی بکری خریدے (وہ بکری پھیر دے) اور اس کے ساتھ ایک صاع دے دے۔ اور آنحضرت ﷺ نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔

٢١٦٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوْقِ)). [راجع: ٢١٣٩]

(۲۱۶۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اور جو مال باہر سے آ رہا ہو اس سے آگے جا کر نہ ملے جب تک وہ بازار میں نہ آئے۔"

تشریح: بیع پر بیع کا مطلب ظاہر ہے کہ ایک شخص کسی مسلمان بھائی کی دکان سے کوئی مال خرید رہا ہے ہم نے اسے جا کر بہکانا شروع کر دیا کہ آپ یہاں سے یہ مال نہ لیجئے ہم آپ کو اور بھی سستا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں کرنا بھی حرام ہیں۔ ایسے کہیں جا کر بھاؤ چڑھا دینا محض خریدار کو نقصان پہنچانے کے لئے، حالانکہ خود خریدنے کی نیت بھی نہیں ہے۔ یہ سب مکر و فریب اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صورتیں ہیں جو سب حرام اور ناجائز ہیں۔

بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي

باب: قافلے سے کتنی دور آگے جاکر ملنا منع ہے

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر بازار میں آنے سے ایک قدم بھی آگے جاکر ملا تو اس نے حرام کام کیا۔

٢١٦٦۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ، فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَبِيْعَهُ حَتَّى تَبْلُغَ بِهِ سُوْقُ الطَّعَامِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: هَذَا فِيْ أَعْلَى السُّوْقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عُبَيْدِاللّٰهِ. [راجع: ٢١٢٣]

(٢١٦٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم آگے قافلوں کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے) اور یہ بات عبیداللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔ (جو آگے آتی ہے)

تشریح: یعنی اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جاکر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بستی سے نکل کر یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آجانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیونکہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہوسکتی جنھوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔

٢١٦٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ أَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِيْ مَكَانِهِمْ، فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَبِيْعُوْهُ فِيْ مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوْهُ.

[راجع: ٢١٢٣] [ابوداود: ٣٤٩٤؛ نسائي: ٤٦٢٠]

(٢١٦٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جاکر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں سے نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آجائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بعض نے کہا بستی کی حد تک آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بستی سے باہر جاکر ملنا درست نہیں۔ مالکیہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ کوئی کہتا ہے چھ میل سے کم پر، کوئی کہتا ہے دو دن کی راہ سے کم پر۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْبَيْعِ شُرُوْطًا لَا تَحِلُّ

باب: اگر کسی نے بیع میں ناجائز شرطیں لگائیں (تو اس کا کیا حکم ہے)

٢١٦٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي. فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِئَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٤٥٦]

(٢١٦٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ نے، اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھی) آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کرلی ہے۔ شرط یہ ہوئی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں۔ اب آپ بھی میری کچھ مدد کیجئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ یک مشت ان کا سب روپیہ میں ان کے لیے (ابھی) مہیا کردوں اور تمہارا ترکہ میرے لیے ہو تو میں ایسا بھی کرسکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ (عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی صورت ان کے سامنے رکھی تھی مگر وہ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ترکہ تو ہمارا ہی رہے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال کی خبر کی۔ تو آپ نے فرمایا: ''بریرہ کو تم لے لو اور انہیں ترکہ کی شرط لگانے دو۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ اٹھ کر لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''امابعد! کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ کہ وہ (خرید وفروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہوگی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہی بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔''

٢١٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ، أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا، فَقَالَ: أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى

(٢١٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کردیں، لیکن ان کے مالکوں نے کہا کہ ہم انہیں اس شرط پر آپ کو بیچ سکتے

أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٢١٥٦] [مسلم: ٣٧٧٦؛ ابوداود: ٢٩١٥؛ نسائي: ٤٦٥٨]

ہیں کہ ان کی ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ اس کا ذکر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا: ''اس شرط کی وجہ سے تم قطعاً نہ رکو۔ ولا تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔''

بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

باب: کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا

٢١٧٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، سَمِعَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)). [راجع: ٢١٣٤]

(۲۱۷۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے مالک بن اوس نے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن یہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جو کو جو کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا سود ہے لیکن سودا ہاتھوں ہاتھ، نقدا نقد ہو۔''

تشریح: مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور نمک بیچنا نمک کے بدلے بیاج ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ بہر حال جب ان میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے بدل بیچی جائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں ناپ تول میں برابر ہوں، نقدا نقد ہوں۔

بَابُ بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

باب: منقیٰ کو منقیٰ کے بدل اور اناج کو اناج کے بدل بیچنا

٢١٧١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ: بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا. [أطرافه في: ٢١٧٢، ٢١٨٥، ٢٢٠٥] [مسلم: ٣٨٩٣؛ نسائي: ٤٥٤٨]

(۲۱۷۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا، مزابنہ یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور خشک کھجور کے بدل ناپ کر کے بیچی جائے۔ اسی طرح بیل پر لگے ہوئے انگور کو منقیٰ کے بدل بیچنا۔

تشریح: یعنی وہ کھجور جو ابھی درخت سے نہ اتری ہو، اسی طرح وہ انگور جو ابھی بیل سے نہ توڑا گیا ہو اس کا اندازہ کر کے خشک کھجور یا منقیٰ کے بدل بیچنا درست نہیں۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔

٢١٧٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ:

(۲۱۷۲) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مزابنہ یہ ہے

وَالْمُزَابَنَةُ: أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ، إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ. [راجع: ٢١٧١] [مسلم: ٣٨٩٧؛ نسائي: ٤٥٤٧]

کہ کوئی شخص درخت پر کی کھجور سوکھی کھجوروں کے بدل ماپ تول کر بیچے۔ اور خریدار کہے اگر درخت کا پھل اس سوکھے پھل سے زیادہ نکلے تو وہ اس کا ہے۔ اور کم نکلے تو وہ نقصان بھر دے گا۔

٢١٧٣ـ قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا. [أطرافه في: ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠] [مسلم: ٣٨٧٨؛ ترمذي: ٣١٠٠، ١٣٠٢؛ نسائي: ٤٥٤٦، ٤٥٥٠، ٤٥٥٢، ٤٥٥٣، ٤٥٥٤؛ ابن ماجه: ٢٢٦٨، ٢٢٦٩]

(۲۱۷۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے عرایا کی اجازت دے دی تھی جو اندازے ہی سے بیع کی ایک صورت ہے۔

تشریح: عرایا بھی مزابنہ ہی کی ایک قسم ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اس کی خاص طور سے اجازت دی بوجہ ضرورت کے۔ وہ ضرورت یہ تھی کہ لوگ خیرات کے طور پر ایک دو درخت کا میوہ کسی محتاج کو دیا کرتے تھے۔ پھر اس کا باغ میں گھڑی گھڑی آنا مالک کو ناگوار ہوتا۔ تو اس میوے کا اندازہ کر کے اتنے خشک میوے کے بدل وہ درخت اس فقیر سے خرید لیتے۔

بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

باب: جو کے بدلے جو کی بیع کرنا

٢١٧٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ: أَخْبَرَهُ أَنَّهُ الْتَمَسَ، صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ فَتَرَاوَضْنَا، حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الذَّهَبُ [بِالذَّهَبِ] بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ)). [راجع: ٢١٣٤]

(۲۱۷۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، اور انہیں مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں سو اشرفیاں بدلنی تھیں۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما نے بلایا۔ اور ہم نے (اپنے معاملہ کی) بات چیت کی، اور ان سے میرا معاملہ طے ہوگیا۔ وہ سونے (اشرفیوں) کو اپنے ہاتھ میں لے کر الٹنے پلٹنے لگے کہ ذرا میرے خزانچی کو غابہ سے آ لینے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری باتیں سن رہے تھے، آپ نے فرمایا خدا کی قسم! جب تک تم طلحہ سے روپیہ لے نہ لو، ان سے جدا نہ ہونا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''سونا سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں گیہوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور، کھجور کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتی ہے۔''

تشریح: لفظ ((هاء وهاء)) کی لغوی تحقیق میں امام شوکانی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں: "هاء وهاء بالمد فيهما وفتح الهمزة وقيل بالكسر وقيل بالسكون والمعنى خذوهات ويقال هاء بكسر الهمزة بمعنى هات وبفتحها بمعنى خذ وقال ابن الاثير هاء وهاء هوان يقول كل واحد من البيعين هاء فيعطيه ما في يده وقال الخليل هاء كلمة تستعمل عند المناولة والمقصود من قوله

هاء وهاء ان يقول كل واحد من المتعاقدين لصاحبه هاء فيتقابضان في المجلس-"(نیل) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ لفظ هاء مد کے ساتھ اور ہمزہ کے فتح اور کسرہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہیں بعض لوگوں نے اسے ساکن بھی کہا ہے۔ اس کے معنی خذ (لے لے) اور هات (یعنی لا) کے ہیں۔ اور ایسا بھی کہا گیا ہے کہ هاء ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ هات (لا) کے معنی میں ہے اور فتح کے ساتھ خذ (پکڑ) کے معنے میں ہے۔ ابن اثیر نے کہا کہ هاء وهاء کہ خرید وفروخت کرنے والے ہر دو ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ خریدار روپے دیتا ہے اور تاجر مال ادا کرتا ہے اس لئے اس کا ترجمہ ہاتھوں ہاتھ کیا گیا، گویا ایک ہی مجلس میں ان ہر دو کا قبضہ ہو جاتا ہے۔

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

باب: سونے کو سونے کے بدلہ میں بیچنا

٢١٧٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((وَلَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ)).

[طرفه في: ٢١٨٢] [مسلم: ٤٠٧٣، ٤٠٧٤؛ نسائي: ٤٥٩٢، ٤٥٩٣]

(٢١٧٥) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن ابی بکرہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سونا، سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر (کی لین دین) نہ ہو۔ اسی طرح چاندی، چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ البتہ سونا، چاندی کے بدل اور چاندی سونے کے بدل جس طرح چاہو بیچو۔"

تشریح: یعنی اس میں کمی بیشی درست ہے مگر ہاتھوں ہاتھ کی شرط اس میں بھی ہے ایک طرف نقد دوسری طرف ادھار درست نہیں۔ اور سونے چاندی سے عام مراد ہے مسکوک ہو یا غیر مسکوک۔

بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

باب: چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچنا

٢١٧٦- حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ، حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَلَقِيَهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيْدٍ، مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: أَبُو سَعِيْدٍ فِي الصَّرْفِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ

(٢١٧٦) ہم سے عبیداللہ بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے چچا یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری کے بھتیجے نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کی (جیسے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گزری) پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا، اے ابو سعید! آپ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے یہ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلنے یا تڑوانے) سے متعلق ہے۔ میں

مَثَلٌ بِمَثَلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مَثَلٌ بِمَثَلٍ)).

[طرفاه في: ٢١٧٧، ٢١٧٨]

نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنا تھا: ''سونا سونے کے بدلہ میں برابر ہی بیچا جاسکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچی جاسکتی ہے۔''

٢١٧٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِباً بِنَاجِزٍ)). [راجع: ٢١٧٦] [مسلم: ٤٠٥٤؛ ترمذي: ١٢٤١؛ نسائي: ٤٥٨٤، ٤٥٨٥]

(۲۱۷۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سونا سونے کے بدلے اس وقت نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو۔ اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

تشریح: اس حدیث میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں، کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی ہے یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی ممانعت وارد ہے۔ اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لئے جدا نہ ہو۔

بَابُ بَيْعِ الدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارِ نَسَأً

باب: اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا

٢١٧٨، ٢١٧٩۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ يَقُوْلُ: الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ. فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُوْلُهُ. فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ وَجَدْتَهُ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُوْلُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ مِنِّيْ، وَلَكِنْ أَخْبَرَنِيْ أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ

(۲۱۷۸، ۷۹) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابوصالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ دینار، دینار کے بدلے میں اور درہم درہم کے بدلے میں (بیچا جاسکتا ہے) اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویدار نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار

سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَرْبٍ يَقُوْلُ لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ قَالَ هٰذَا عِنْدَنَا فِي الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيْرِ مُتَفَاضِلًا لَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيْهِ نَسِيْئَةً . [راجع: ٢١٧٦] [مسلم: ٤٠٨٨، ٤٠٨٩؛ نسائي: ٤٥٩٤]

کی صورت میں ہوتا ہے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن حرب کو کہتے ہوئے سنا کہ سود اصرف ادھار میں ہے کہا کہ یہ ہمارے ہاں ہے جب سونے کو چاندی کے بدلے اور گندم کو جو کے بدلے میں دگنا لیا جائے لیکن ہاتھوں ہاتھ لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن ان کے ادھار میں کوئی بھلائی نہیں۔

تشریح: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ بیاج اس صورت میں ہوتا ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔ اگر نقدا یک درہم دو درہم کے بدلے میں بیچے تو یہ درست ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل وہ حدیث ہے لا ربا الا فی النسیئة حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ پر جب اعتراضات ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی کتاب میں میں نے یہ مسئلہ پایا ہے، نہ یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں بچہ تھا اور تم جوان تھے۔ رات دن آپ کی صحبت بابرکت میں رہا کرتے تھے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے کے خلاف اب اجماع ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ محمول ہے اس پر جب جنس مختلف ہوں۔ جیسے ایک طرف چاندی دوسری طرف سونا، یا ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف جوار ہو ایسی حالت میں کمی بیشی درست ہے۔ بعض نے کہا حدیث لا ربا الا فی النسیئة منسوخ ہے مگر صرف احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نہیں ہے بیاج اس بیع میں جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد روى الحازمی رجوع ابن عباس واستغفاره عند ان سمع عمر بن الخطاب وابنه عبد الله يحدثان عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بما يدل على تحريم وبالفضل وقال حفظتما من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما لم احفظ وروى عنه الحازمی ايضا انه قال كان ذالك برای وهذا ابو سعيد الخدری يحدثنی عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فتركت رأيي الى حديث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ۔"

یعنی حازمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس سے رجوع اور استغفار نقل کیا ہے جب انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سے اس بیع کی حرمت میں فرمان رسالت سنا تو افسوس کے طور پر کہا کہ آپ لوگوں نے فرمان رسالت یاد رکھا، لیکن افسوس کہ میں یاد نہ رکھ سکا۔ اور بروایت حازمی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صرف میری رائے تھی، اور میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی سن کر اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔

دیانتداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب قرآن یا حدیث کے نصوص صریحہ سامنے آجائیں تو کسی بھی رائے اور قیاس کو حجت نہ گردانا جائے۔ اور کتاب وسنت کو مقدم رکھا جائے حتیٰ کہ جلیل القدر ائمہ دین کی آراء بھی نصوص صریحہ کے خلاف نظر آئیں تو نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ آراء کے مقابلہ پر کتاب وسنت کو جگہ دی جائے۔

ائمہ اسلام حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم سب کا یہی ارشاد ہے کہ ہمارے فتاوے کو کتاب وسنت پر پیش کرو، موافق ہوں قبول کرو۔ اگر خلاف نظر آئیں تو کتاب وسنت کو مقدم رکھو۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جلیل القدر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ایسے ارشادات ائمہ کو کئی جگہ نقل فرمایا ہے مگر صد افسوس کہ امت کا کثیر طبقہ وہ ہے جو اپنے اپنے حلقہ ارادت میں جمود کا سختی سے شکار ہے اور وہ اپنے اپنے مذعومہ مسلک کے خلاف قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی بھی صاف صریح حدیث نبوی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرمایا ہے:

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے

فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے
ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
نہ ایمان باقی نہ اسلام باقی
فقط رہ گیا نام اسلام باقی

بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

باب: چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا

۲۱۸۰، ۲۱۸۱۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُوْلُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّيْ. فَكِلَاهُمَا يَقُوْلُ: نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا. [راجع: ۲۰۶۰، ۲۰۶۱]

(۸۱،۲۱۸۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالمنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدل یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور لازم ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لئے میعاد کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالی بالکالی ہے جو درست نہیں۔ (وحیدی)

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

باب: سونا، چاندی کے بدلے نقد ہاتھوں ہاتھ بیچنا درست ہے

۲۱۸۲۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ فِي الْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ فِي الذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

(۲۱۸۲) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عباد بن عوام نے، کہا کہ ہم کو یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی، چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر ہو۔ البتہ ہم سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

[راجع: ۲۱۷۵]

تشریح: اس حدیث میں ہاتھوں ہاتھ کی قید نہیں ہے مگر مسلم کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھوں ہاتھ یعنی نقد و نقد ہونا اس میں بھی شرط ہے۔ اور بیع صرف میں قبضہ کی شرط ہونے پر علما کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ جب جنس ایک ہو تو کمی بیشی درست ہے یا نہیں، جمہور کا قول یہی ہے کہ درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَهِيَ بَيْعُ التَّمْرِ بِالثَّمَرِ وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعِ الْعَرَايَا

باب: بیع مزابنہ کے بیان میں اور یہ خشک کھجور درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے چل کر وصل کیا ہے، مزابنہ کے معنی تو معلوم ہو چکے۔ محاقلہ یہ ہے کہ ابھی گیہوں کھیت میں ہو، بالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گیہوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محاقلہ کی تفسیر میں امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " قد اختلف فی تفسیرها فمنهم من فسرها فی الحديث فقال هی بيع الحقل بكيل من الطعام وقال ابو عبيد هی بيع الطعام فی سنبله والحقل الحرث وموضع الزرع۔" یعنی محاقلہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غلہ سے بیچ دیا جائے۔ ابو عبید نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالیوں میں بیچنا ہے۔ اور حقل کا معنی کھیتی اور مقام زراعت کے ہیں۔ یہ بیع محاقلہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس میں جانبین کو نفع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔ مزابنہ کی تفسیر میں حضرت امام مذکور (شوکانی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

"والمزابنة بالزای والموحدة والنون قال فی الفتح هی مفاعلة من الزبن بفتح الزای وسكون الموحدة وهو الدفع الشديد ومنه سميت الحرب الزبون لشدة الدفع فيها وقيل للبيع المخصوص مزابنة كان كل واحد من المتبايعين يدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقف مافيه من الغبن اراد دفع البيع لفسخه واراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بامضاء البيع وقد فسرت بما فی الحديث اعنی بيع النخل باوساق من التمر وفسرت بهذا وببيع العنب بالزبيب كما فی الصحيحين...... الخ۔" (نیل)

مزابنہ زبن سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی دفع شدید کے ہیں۔ اسی لئے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا۔ کیونکہ اس میں شدت سے مدافعت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیع مخصوص کا نام مزابنہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شرارت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں غبن سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیع کو فسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسرا بیع کا نفاذ کر کے اسے اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی تر کھجوروں کو خشک کھجوروں سے بیچنا اور انگوروں کو منقی سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عہد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں نفع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے وارے نیارے ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکہ کے طریقوں کی جگہ لاٹری، سٹہ، ریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود و بیاج کے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید

وفروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں، مثلاً ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہماری امت سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔

سچے مسلمان تاجر کا فرض ہے کہ امانت، دیانت، صداقت کے ساتھ کاروبار کرے، اس سے اس کو ہر قسم کی برکتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین کا ساتھ نصیب ہوگا۔ جعلنا الله منهم امين يارب العالمين۔

٢١٨٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ)). [راجع: ١٤٨٦] [مسلم: ٣٨٧٨]

(٢١٨٣) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھل (درخت پر کا) اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کا پکا ہونا نہ کھل جائے۔ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔"

٢١٨٤ـ قَالَ سَالِمٌ: أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ. [راجع: ٢١٧٣]

(٢١٨٤) سالم نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، اور انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے بیع عریہ کی تر یا خشک کھجور کے بدلہ میں اجازت دے دی تھی۔ لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

تشریح: اسی طرح تر کھجور خشک کھجور کے بدل برابر بیچنا بھی ناجائز ہے کیونکہ تر کھجور سوکھے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے، جمہور علما کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز رکھا ہے۔ حنفیہ نے برخلاف جمہور علما کے عرایا کو بھی جائز نہیں رکھا کیونکہ وہ بھی مزابنہ میں داخل ہے۔ عرایا عریہ کی جمع ہے۔ اور ہم کہتے ہیں جہاں مزابنہ کی ممانعت آئی ہے وہیں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرایا کی اجازت دے دی۔

٢١٨٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ: اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا. [راجع: ٢١٧١]

(٢١٨٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا، مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدل ناپ کر اور درخت کے انگور کو خشک انگور کے بدلے میں ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں۔

٢١٨٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ

(٢١٨٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابن ابی احمد کے غلام ابو سفیان نے، اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا، مزابنہ درخت پر کی کھجور توڑی ہوئی کھجور کے بدلے میں خریدنے کو کہتے ہیں۔

الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ. [مسلم: ٣٩٣٤؛ ابن ماجه: ٢٤٥٥]

٢١٨٧ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

(٢١٨٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاویہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

٢١٨٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا. [راجع: ٢١٧٣]

(٢١٨٨) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاحب عریہ کو اس کی اجازت دی کہ اپنا عریہ اس کے اندازے برابر میوے کے بدل بیچ ڈالے۔

تشریح: یعنی باغ والے کے ہاتھ۔ یہ صحیح ہے کہ عریہ بھی مزابنہ ہے مگر نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت دی۔ اس وجہ سے کہ عریہ خیر خیرات کا کام ہے۔ اگر عریہ میں یہ اجازت نہ دی جاتی تو لوگ کھجور یا میوے کے درخت مسکینوں کو اللہ دینا چھوڑ دیتے۔ اسلئے کہ اکثر لوگ یہ خیال کرتے کہ ہمارے باغ میں رات بے رات مسکین گھستے رہیں گے۔ اور انکے گھسنے اور بے موقع آنے سے ہم کو تکلیف ہوگی۔

بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُؤُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

باب: درخت پر پھل، سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا

٢١٨٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيْبَ، وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا. [راجع: ١٤٨٧] [ابو داود: ٣٣٧٣؛ ابن ماجه: ٢٢١٦]

(٢١٨٩) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء اور ابو زبیر نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے پکنے سے پہلے بیچنے سے منع کیا ہے اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی درہم و دینار کے سوا کسی اور چیز (سوکھے پھل) کے بدلے نہ بیچی جائے۔ البتہ عریہ کی اجازت دی۔

١٢٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ، عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الرَّبِيْعِ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا فِيْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. [طرفه في: ٢٣٨٢] [مسلم:

(٢١٩٠) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک سے سنا، ان سے عبیداللہ بن ربیع نے پوچھا کہ کیا آپ سے داؤد نے سفیان سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم بیع عریہ کی اجازت دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں!

۳۸۹۲؛ ابوداود: ۳۳٦٤؛ ترمذي: ۱۳۰۱؛
نسائي: ٤٥٥٥]

تشریح: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع پونے چھ رطل کا۔ جیسا کہ اوپر گزر رہا ہے اکثر خیرات اس کے اندر کی جاتی تو آپ نے یہ حد مقرر فرمادی، اب حنفیہ کا یہ کہنا کہ عرایا کی حدیث منسوخ ہے یا معارض ہے مزابنہ کی حدیث کے، صحیح نہیں کیونکہ نسخ کے لئے تقدیم وتاخیر ثابت کرنا ضروری ہے۔ اور معارضہ جب ہوتا ہے کہ مزابنہ کی نہی کے ساتھ عرایا کا استثنانہ کیا جاتا۔ جب نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرماتے وقت عرایا کو مستثنیٰ کر دیا تو اب تعارض کہاں رہا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال ابن المنذر ادعی الکوفیون ان بیع العرایا منسوخ بنهیه ﷺ عن بیع التمر بالتمر وهذا مردود لان الذی روی النهی عن بیع الثمر بالتمر الذی روی الرخصة فی العرایا فاثبت النهی والرخصة معاقلت وروایة سالم الماضیة فی الباب الذی قبله تدل علی ان الرخصة فی بیع العرایا وقع بعد النهی عن بیع الثمر بالتمر ولفظه عن ابن عمر مرفوعاً ولا تبیعوا الثمر بالتمر قال وعن زید بن ثابت انه ﷺ رخص بعد ذلك فی بیع العریة وهذا هو الذی یقتضیه لفظ الرخصة فانها تکون بعد منع وکذالك بقیة الاحادیث التی وقع فیها استثناء العرایا بعد ذکر بیع الثمر بالتمر وقد قدمت ایضاح ذالك۔"
(فتح الباري)

یعنی بقول ابن منذر اہل کوفہ کا یہ دعویٰ کہ بیع عرایا کی اجازت منسوخ ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے درخت پر کی کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اہل کوفہ کا یہ دعویٰ مردود ہے اس لئے کہ نہی کی روایت کرنے والے راوی ہی نے بیع عرایا کی رخصت بھی روایت کی ہے۔ پس انہوں نے نہی اور رخصت ہر دو کو اپنی اپنی جگہ ثابت رکھا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ سالم کی روایت جو بیع عرایا کی رخصت میں مذکور ہو چکی ہے وہ بیع الثمر بالتمر کی نہی کے بعد کی ہے اور ان کے لفظ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعا یہ ہیں کہ نہ بیچو (درخت پر کی) کھجور کو خشک کھجور سے۔ کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد بیع عرایا کی رخصت دے دی، اور یہ رخصت ممانعت کے بعد کی ہے۔ اور اسی طرح بقایا احادیث ہیں جن میں بیع الثمر بالتمر کے بعد بیع عرایا کی رخصت کا مستثنیٰ ہونا مذکور ہے اور میں (ابن حجر) واضح طور پر پہلے بھی اسے بیان کر چکا ہوں۔

٢١٩١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا. وَقَالَ سُفْيَانُ: مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا، يَأْكُلُوْنَهَا رُطَبًا. قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ. وَقَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ: لِيَحْيَى وَأَنَا غُلَامٌ؟ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا. فَقَالَ: وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ

(۲۱۹۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ یحییٰ بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے بشیر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، البتہ عریہ کی آپ نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے کہ عریہ والے اس کے بدل تازہ کھجور کھائیں۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی، لیکن آنحضرت ﷺ نے عریہ کی اجازت دے دی تھی۔ کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے، کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا، اس وقت میں ابھی کم عمر تھا، کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عریہ کی اجازت دی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم

عَنْ جَابِرٍ. فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ: وَلَيْسَ فِيْهِ نَهْيٌ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ: لَا. [طرفه في: ٢٣٨٤] [مسلم: ٣٨٨٧، ٣٨٨٨، ٣٨٨٩، ٣٨٩٠، ٣٨٩١؛ نسائي: ٤٥٥٦، ٤٥٥٧، ٤٥٥٨]

ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔اس پر وہ خاموش ہوگئے۔سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ مدینہ والے ہیں۔سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ ممانعت نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچنے سے آپ نے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی نہ کھل جائے۔انہوں نے کہا کہ نہیں۔

تشریح: تو حدیث آخر مدینہ والوں ہی پر آ کر ٹھہری، حاصل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور مکہ والوں کی روایت میں کس قدر اختلاف ہے۔یحییٰ بن سعید نے عرایا کی رخصت میں اندازہ کرنے کی اور عرایا والوں کی تازہ کھجور کھانے کی قید لگائی ہے۔اور مکہ والوں نے اپنی روایات میں یہ قید بیان نہیں کی۔بلکہ مطلق عریہ کو جائز رکھا۔خیر اندازہ کرنے کی قید تو ایک حافظ نے بیان کی ہے اس کا قبول کرنا واجب ہے لیکن کھانے کی قید محض واقعی ہے نہ احترازی (قسطلانی) سفیان بن عیینہ سے ملنے والا کون تھا حافظ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہوا۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب: عریہ کی تفسیر کا بیان

وَقَالَ مَالِكٌ: الْعَرِيَّةُ أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ، ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُوْلِهِ عَلَيْهِ، فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ. وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: [الْعَرِيَّةُ] لَا تَكُوْنُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ، وَلَا تَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيْثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ. وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ: الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ، فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَنْتَظِرُوْا بِهَا، رُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيْعُوْهَا بِمَا شَاؤُوْا مِنَ التَّمْرِ.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کے طور پر) دے دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لیے رخصت دی گئی ہے۔اور ابن ادریس (امام شافعی) رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عریہ جائز نہیں ہوتا (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور لا کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔اور اس کی تائید سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ہی ہوتی ہے کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دے دے۔اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عریہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو للہ دے دیا جائے۔لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجوروں کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بیچ سکتے ہیں۔

٢١٩٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا

(۲۱۹۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام عبداللہ بن

عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا. قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ: وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَعْلُوْمَاتٌ تَأْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا. [راجع: ٢١٧٣]

مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جا سکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایہ کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

تشریح: علامہ شوکانی رحمہ اللہ عرایا کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں: "جمع عرية قال في الفتح وهى فى الأصل عطية ثمر النخل دون الرقبة كانت العرب فى الجدب تتطوع بذالك على من لا ثمرله كما يتطوع صاحب الشاة او الابل بالمنيحة وهى عطية اللبن دون الرقبة۔" (نیل) یعنی عرایا عریہ کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی محتاج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقرا ومساکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیا کرتے تھے جیسا کہ بکری اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لئے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔ آگے حضرت علامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واخرج الامام احمد عن سفيان بن حسين ان العرايا نخل توهب للمساكين فلا يستطيعون ان ينتظروا بها فرخص لهم ان يبيعوها بما شاء وا من التمر۔"

یعنی عرایا ان کھجوروں کو کہا جاتا ہے جو مساکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مساکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی تھی کہ وہ جیسے مناسب جانیں سوکھی کھجوروں سے ان کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔

"وقال الجوهري هى النخلة التى يعريها صاحبها رجلا محتاجا بان يجعل له ثمرها عاما۔" یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جن کے پھلوں کو ان کے مالک کسی محتاج کو عاریتاً محض بطور بخشش سال بھر کے لئے دے دیا کرتے ہیں۔ عرایا کی اور بھی بہت سی صورتیں بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ آخر میں فرماتے ہیں:

"والحاصل ان كل صورة من صور العرايا وردبها حديث صحيح اوثبت عن اهل الشرع اواهل اللغة فهى جائزة لدخولها تحت مطلق الاذن والتخصيص فى بعض الاحاديث على بعض الصور لا ينافى ماثبت فى غيره۔"

یعنی بیع عرایا کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شرع یا اہل لغت سے وہ ثابت ہیں وہ سب جائز ہیں۔ اس لئے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نص وارد ہیں وہ ان کے منافی نہیں ہیں۔ جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔ بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غربا ومساکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھلوں کے پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں۔ ان کو فی الحال شکم پری کی ضرورت ہے۔ اس لئے ان کو اس بیع کے لئے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے جواز ہی کی تائید کرتی ہے۔

سند میں مذکور بزرگ حضرت نافع سرجس کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ دیلمی تھے اور اکابر تابعین سے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان سے بہت سے لوگوں نے جن میں زہری اور امام مالک بھی ہیں۔ روایت کی ہے۔ حدیث کے بارے میں شہرت یافتہ لوگوں میں سے ہیں۔ نیز ان ثقہ راویوں میں سے جن کی روایت پر مکمل اعتماد ہوتا ہے۔ اور جن کی روایت کردہ احادیث پر عمل کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کا بڑا حصہ ان ہی پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نافع کے واسطہ سے حدیث سن لیتا ہوں تو پھر کسی اور راوی سے سننے کے لئے بے فکر ہو جاتا ہوں۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی (رحمہ اللہ)۔

بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ

باب: پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے ان کو

صَلَاحُهَا بیچنا منع ہے

تشریح: میوے کی بیع پختگی سے پہلے ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کے نزدیک مطلقاً باطل ہے بعض نے کہا جب کاٹ لینے کی شرط کی جائے باطل ہے ورنہ باطل نہیں۔ امام شافعی اور احمد اور جمہور علما کا یہی قول ہے۔

٢١٩٣۔ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَذَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ أَصَابَهُ مُرَاضٌ أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِي ذَلِكَ: ((**فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ**)). كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيْعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ: حَدَّثَنَا حَكَّامٌ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.
[ابوداود: ٣٣٧٢]

(٢١٩٣) لیث بن سعد نے ابو زناد عبداللہ بن ذکوان سے نقل کیا کہ عروہ بن زبیر، بنو حارثہ کے سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے اور وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر پکنے سے پہلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا، اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پہلے ہی اس کا گودہ خراب اور کالا ہو گیا، اس کو بیماری ہوگئی، یہ تو ٹھٹھر گیا پھل بہت ہی کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تاکہ قیمت میں کمی کرالیں) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ نے فرمایا: ''جب اس طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پہلے ان کو نہ بیچا کرو۔'' گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے جب تک ثریا نہ طلوع ہو جاتا اور زردی اور سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اس کی روایت علی بن بحر نے بھی کی ہے کہ ہم سے حکام بن سلم نے بیان کیا، ان سے عتبہ نے بیان کیا، ان سے زکریا نے، ان سے ابو الزناد نے، ان سے عروہ نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اور ان سے زید بن ثابت نے۔

تشریح: قسطلانی نے کہا شاید آپ نے پہلے یہ حکم بطریق صلاح اور مشورہ دیا ہو جیسا کہ ((کالمشورۃ یشیر بھا)) کے لفظ بتلا رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد قطعاً منع فرما دیا۔ جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں اپنا میوہ پختگی سے پہلے نہیں بیچتے تھے ثریا ایک تارہ ہے جو شروع گرمی میں صبح کے وقت نکلتا ہے حجاز کے ملک میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے۔ اور پھل میوے پک جاتے ہیں۔

٢١٩٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ

(٢١٩٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے

حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

[راجع: ١٤٨٦] [مسلم: ٣٨٦٢؛ ابوداود: ٣٣٦٧]

٢١٩٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: يَعْنِيْ حَتَّى تَحْمَرَّ.

(۲۱۹۵) ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پکنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا ہے، ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حَتَّى تَزْهُوَ سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

تشریح: زَهَوَ کی تفسیر میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" يقال ذها النخل يزهو اذا ظهرت ثمرته وازهى يزهى اذا احمرو اصفر" یعنی جب کھجور کا پھل ظاہر ہو کر پختگی پر آنے کے لئے سرخ یا زرد ہو جائے تو اس پر زها النخل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اس کا موسم اساڑھ کا مہینہ ہے۔ اس میں عرب میں ثریا ستارہ صبح کے وقت نکلنے لگتا ہے ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:"اذا طلع النجم صباحا رفعت العاهة عن كل بلدة نجم۔" سے مراد ثریا ہے یعنی جس موسم میں یہ ستارہ صبح کے وقت نکلنا شروع ہو جاتا ہے تو وہ موسم اب پھلوں کے پکنے کا آ گیا، اور اب پھلوں کے لئے خطرات کا زمانہ ختم ہو گیا۔

"والنجم هو الثريا وطلوعها صباحاً يقع في اول فصل الصيف وذلك عند اشتداد الحر في بلاد الحجاز وابتداء نضج الثمار واخرج احمد من طريق عثمان بن عبد الله بن سراقة سألت ابن عمر عن بيع الثمار فقال نهى رسول الله ﷺ عن بيع الثمار حتى تذهب العاهة قلت ومتى ذلك قال حتى تطلع الثريا۔" (نیل)

اس عبارت کا اردو مفہوم وہی ہے جو پہلے لکھا گیا ہے۔

٢١٩٦ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ فَقِيْلَ: مَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ: تَحْمَارُّ أَوْ تَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا. [راجع: ١٤٨٧] [مسلم: ٣٩١٢؛ ابوداود: ٣٣٧٠]

(۲۱۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سلیم بن حیان نے، ان سے سعید بن مینا نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پھلوں کا "تشقح" سے پہلے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ تشقح کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مائل بہ زردی یا بہ سرخی ہونے کو کہتے ہیں کہ اسے کھایا جا سکے (پھل کا پختہ ہونا مراد ہے)۔

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا

باب: جب تک کھجور پختہ نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے

٢١٩٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ،

(۲۱۹۷) مجھ سے علی بن ہیثم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معلیٰ بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں حمید نے خبر دی اور ان سے انس

أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ. قِيلَ: وَمَا يَزْهُو؟ قَالَ: تَحْمَارُّ أَوْ تَصْفَارُّ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ كَتَبْتُ أَنَا عَنْ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُورٍ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَكْتُبْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْهُ. [راجع: ١٤٨٨]

بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور کھجور کے باغ کو ''زہو'' سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا، آپ سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے کو کہتے ہیں۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے معلیٰ بن منصور سے حدیث لکھی مگر یہ حدیث میں نے ان سے نہیں لکھی۔

تشریح: گویا لفظ زہو خاص کھجور کے مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے پر بولا جاتا ہے۔

بَابٌ: إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

باب: اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھر ان پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میوہ کی بیع پختگی سے پہلے تو صحیح ہو جاتی ہے، مگر اس کا ضمان بائع پر رہے گا۔ مشتری کی کل رقم اس کو بھرنی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جنح البخاری فی هذه الترجمة الی صحة البیع وان لم یبد صلاحه لکنه جعله قبل الصلاح من ضمان البائع ومقتضاه انه اذا لم یقسد فالبیع صحیح وهو فی ذلك متابع للزهری کما اورده عنه فی آخر لباب۔" (فتح) یعنی اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پھلوں کی پختگی سے قبل بھی بیع کی صحت کے قائل ہیں۔ مگر انہوں نے اس بارے میں یہ شرط قائم کی ہے کہ اس کے نقصان کا ذمہ دار بیچنے والا ہے اگر کوئی نقصان نہ ہوا، اور فصل صحیح سلامت تیار ہو گئی تو بیع صحیح ہوگی، اور فصل خراب ہونے کی صورت میں نقصان بیچنے والے کو بھگتنا ہوگا۔ اس بارے میں آپ نے امام زہری سے متابعت کی ہے جیسا کہ آخر باب میں ان سے نقل بھی فرمایا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود بہتر یہی ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پہلے سودا نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں بہت مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن احادیث میں ممانعت آئی ہے ان کو اسی احتیاط پر محمول کرنا ہے۔ اور یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان جس جواز پر ہے وہ مشروط ہے۔ اس لئے ہر دو قسم یک روایتوں میں تطبیق ظاہر ہے۔ "زهو" کی تفسیر خود حدیث میں موجود ہے۔ پہلے اس کا بیان ہو بھی چکا ہے۔

٢١٩٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ. فَقِيلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَّ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ)). [راجع: ١٤٨٨] [مسلم: ٣٩٧٨؛ نسائي: ٤٥٣٩]

(۲۱۹۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو ''زہو'' سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آ جائے، تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لو گے؟''

٢١٩٩۔ وَقَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلاً، ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ، كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ)). [راجع: ١٤٨٦]

[مسلم: ٣٩٧٧؛ نسائي: ٤٥٣٣]

(۲۱۹۹) لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے اگر پختہ ہونے سے پہلے ہی (درخت پر) پھل خریدے، پھران پر کوئی آفت آ گئی تو جتنا نقصان ہوا، وہ سب اصل مالک کو بھرنا پڑے گا۔ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی، اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچو، اور نہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں بیچو۔''

بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

باب: اناج ادھار (ایک مدت مقرر کر کے) خریدنا

٢٢٠٠۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ. [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۲۰۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے ابراہیم کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہم سے اسود کے واسطہ سے بیان کیا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقررہ مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا، اور اپنی زرہ اس کے یہاں گروی رکھی تھی۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ غلہ بوقت ضرورت ادھار بھی خریدا جا سکتا ہے اور ضرورت لاحق ہو تو اس قرض کے سلسلہ میں کسی بھی چیز کو گروی رکھنا بھی جائز ہے اور یہ ثابت ہوا کہ اس قسم کے دنیاوی معاملات غیر مسلموں سے بھی کئے جا سکتے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ادھار حاصل فرمایا۔ اور آپ پر خوب واضح تھا کہ یہودیوں کے ہاں ہر قسم کے معاملات ہوتے ہیں۔ ان حالات میں بھی آپ نے ان سے غلہ ادھار لیا اور ان کے اطمینان مزید کے لئے اپنی زرہ مبارک کو اس یہودی کے ہاں گروی رکھ دیا۔

سند میں مذکورہ راوی حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ سلیمان بن مہران کاہلی اسدی ہیں۔ بنو کاہل کے آزاد کردہ ہیں۔ بنو کاہل ایک شاخ بنو اسد خزیمہ کی ہے۔ یہ ۶۰ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور کسی نے ان کو اٹھا کر کوفہ میں فروخت کر دیا تو بنی کاہل کے کسی بزرگ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ علم حدیث و قراءت کے مشہور ائمہ میں سے ہیں اہل کوفہ کی روایات کا زیادہ مدار ان پر ہی ہے۔ ۱۴۸ھ میں وفات پائی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ نیز حضرت اسود بھی مشہور تابعی ہیں جو ابن ہلال محاربی کے نام سے مشہور ہیں۔ عمرو بن معاذ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے زہری نے روایت کی ہے۔ ۸۴ھ میں وفات پائی۔ رحمه الله عليه رحمة واسعة۔ آمین

بَابٌ: إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ

باب: اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلہ میں اچھی کھجور لینا چاہے

٢٢٠١، ٢٢٠٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ،

(۲۲۰۱، ۰۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک

عَنْ عَبْدِالْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟)). قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا)). [أطرافه في: ٢٣٠٢، ٤٢٤٤، ٤٢٤٦، ٧٣٥٠] [أطرافه في: ٢٣٠٣، ٤٢٤٥، ٤٢٤٧، ٧٣٥١] [مسلم: ٤٠٨٣؛ نسائي: ٤٥٦٧، ٤٥٦٨]

نے بیان کیا، ان سے عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمٰن نے، ان سے سعید بن مسیّب نے، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں ایک شخص کو تحصیل دار بنایا۔ وہ صاحب ایک عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا خیبر کی تمام کھجور، اسی طرح کی ہوتی ہیں۔'' انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا کھجوروں کے) دو صاع دے کر خریدتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو البتہ گھٹیا کھجور کو پہلے بیچ کر ان پیسوں سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔''

تشریح: اس صورت میں بیاج سے محفوظ رہے گا۔ ایسا ہی سونے کے بدلے میں دوسرا سونا کم وبیش لینے کی ضرورت ہے، تو پہلے سونے کو روپوں یا اسباب کے بدل بیچ ڈالے۔ پھر روپوں یا اسباب کے عوض دوسرا سونا لے لے۔ حافظ فرماتے ہیں:

''وفی الحدیث جواز اختیار طیب الطعام وجواز الوکالة فی البیع وغیرہ وفیہ ان البیوع الفاسدة ترد...... الخ۔''

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اچھے غلہ کو پسند کرنا جائز ہے۔ اور بیع وغیرہ میں وکالت درست ہے اور یہ بھی کہ بیع فاسد کو رد کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں خیبر کا ذکر آیا جو یہودیوں کی ایک بستی مدینہ شریف سے شمال مشرق میں تین چار منزل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس مقام پر مدینہ کے یہودی قبائل کو ان کی مسلسل غداریوں اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ اور یہاں آنے کے بعد وہ دوسرے یہودیوں کو ساتھ لے کر ہر وقت اسلام کے استیصال کے لئے تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اس طرح خیبر عام اشتعال اور فسادات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کی ان غلط در غلط کوششوں کو پامال کرنے اور وہاں قیام امن کے لئے نبی کریم ﷺ نے محرم ۷ھ میں چودہ سو جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ سفر فرمایا۔ یہود خیبر نے یہ اطلاع پا کر جملہ اقوام عرب کی طرف امداد کے لئے اپنے قاصد وسفیر دوڑائے مگر صرف بنی فزارہ ان کی امداد کے نام سے آئے۔ وہ بھی موقع پا کر مسلمانوں کے اونٹوں کے گلے لوٹ کر واپس بھاگ گئے اور یہود تنہا رہ گئے۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی، آخر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اور یہودیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اطراف میں بھی یہودیوں کے مختلف مواضعات تھے۔ وطیح، سلالم، فدک، وغیرہ وغیرہ، ان کے باشندوں نے خود بخود اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے حوالہ کر دیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے نہایت فیاضی سے سب کو معافی دے دی ان کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی دست اندازی نہیں کی گئی۔ ان کو پوری مذہبی آزادی بھی دے دی گئی۔ اور زمین کی نصف پیداوار پر ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا، اور وہاں سے غلہ کی وصولی کے لئے ایک شخص کو تحصیل دار مقرر کیا گیا۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے اور یہ بیع کا معاملہ بھی اس تحصیلدار صاحب سے متعلق ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

بَابُ قَبْضِ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوْعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

باب: جس نے پیوند لگائی ہوئی کھجوریں یا کھیتی کھڑی ہوئی زمین بیچی یا ٹھیکہ پر دی تو میوہ اور اناج بائع کا ہوگا

۲۲۰۳۔ قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيْمُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، يُخْبِرُ عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ: أَيُّمَا، نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِيْ أَبَّرَهَا، وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ. سَمّٰى لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَ.

(۲۲۰۳) ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا، انہیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے خبر دیتے تھے کہ جو بھی کھجور کا درخت پیوند لگانے کے بعد بیچا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے پیوند لگایا ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

[أطرافه في: ۲۲۰٤، ۲۲۰٦، ۲۳۷۹، ۲۷۱٦]

تشریح: یعنی اگر ایک غلام بیچا جائے اور اس کے پاس مال ہو تو وہ مال بائع ہی کا ہوگا۔ اسی طرح لونڈی اگر بکے تو اس کا بچہ جو پیدا ہو چکا ہو وہ بائع ہی کا ہوگا۔ پیٹ کا بچہ مشتری کا ہوگا لیکن اگر خریدار پہلے ہی ان پھلوں یا لونڈی غلام سے متعلق چیزوں کے لینے کی شرط پر سودا کرے اور وہ مالک اس پر راضی بھی ہو جائے، تو پھر وہ پھل یا لونڈی غلاموں کی وہ جملہ اشیاء اسی خریدار کی ہوں گی۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ لین دین کے معاملات میں فریقین کا باہمی طور پر جملہ تفصیلات طے کر لینا اور دونوں طرف سے ان کا منظور کر لینا ضروری ہے۔ تاکہ آگے چل کر کوئی جھگڑا فساد پیدا نہ ہو۔

۲۲۰٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)). [راجع:۲۲۰۳] [مسلم: ۳۹۰۱؛ ابوداود: ۳٤۳٤؛ ابن ماجه: ۲۲۱۰]

(۲۲۰٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی نے کھجور کے ایسے درخت بیچے ہوں جن کو پیوندی کیا جا چکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ البتہ اگر خریدنے والے نے شرط لگا دی ہو۔'' (کہ پھل سمیت سودا ہو رہا ہے تو پھل بھی خریدار کی ملکیت میں آ جائیں گے)۔

تشریح: حدیث میں لفظ غلام بھی آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام بیچے تو اس وقت جتنا مال غلام کے پاس ہے وہ اصل مالک ہی کا سمجھا جائے گا اور وہ خریدنے والے کو صرف خالی غلام ملے گا۔ ہاں اگر خریدار یہ شرط کر لے کہ میں غلام کو اس کے جملہ املاک سمیت خریدتا ہوں، تو پھر جملہ املاک خریدار کے ہوں گے۔ یہی حال پیوندی باغ کا ہے۔ یہ آپس کی معاملہ داری پر موقوف ہے۔ ارض مزروعہ کی بیع کے لئے بھی یہی اصول ہے حافظ فرماتے ہیں: ''وهذا كله عند اطلاق بيع النخل من غير تعرض للثمرة فان شرطها المشتري بان قال اشتريت النخل بثمرتها كانت للمشتري وان شرطها البائع لنفسه قبل التابير كانت له۔'' یعنی یہ معاملہ خریدار پر موقوف ہے اگر اس نے پھلوں سمیت کی شرط پر سودا کیا ہے تو پھل اسے ملیں گے اور اگر بائع نے اپنے لئے ان پھلوں کی شرط لگا دی ہے تو بائع کا حق ہوگا۔

اس حدیث سے پھلوں کا پیوندی بنانا بھی جائز ثابت ہوا۔ جس میں ماہرین فن نر درختوں کی شاخ کاٹ کر مادہ درخت کی شاخ کے ساتھ باندھ

دیتے ہیں۔ اور اللہ کی قدرت سے وہ ہر دو شاخیں مل جاتی ہیں۔ پھر وہ پیوندی درخت بکثرت پھل دینے لگ جاتا ہے۔ آج کل اس فن نے بہت کافی ترقی کی ہے۔ اور اب تو تجربات جدیدہ نے نہ صرف درختوں بلکہ غلہ جات تک کے پودوں میں اس عمل سے کامیابی حاصل کی ہے حتیٰ کے اعضائے حیوانات پر یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔

بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

باب: کھیتی کا اناج جو ابھی درختوں پر ہو ماپ کی رو سے غلہ کے عوض بیچنا

٢٢٠٥ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيْعَهُ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيْعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ. [راجع: ٢١٧١]

[مسلم: ٣٨٩٩؛ نسائي: ٤٥٦٣؛ ابن ماجه: ٢٢٦٥]

(۲۲۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو، اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: حافظ فرماتے ہیں: "اجمع العلماء على انه لا يجوز بيع الزرع قبل ان يقطع بالطعام لانه بيع مجهول بمعلوم واما بيع رطب ذالك بيابسه بعد القطع وامكان المماثلة فالجمهور لا يجزون بيع الشيء من ذالك۔" یعنی اس پر علما کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بیچنا درست نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ مجہول چیز کی بیع ہے۔ اس میں ہر دو کے لئے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی تر کاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بیچنا جمہور اس قسم کی تمام بیوع کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیوع کو ناجائز قرار دیتی ہے۔

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

باب: کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بیچنا

٢٢٠٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِيْ أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ)). [راجع: ٢٢٠٣] [مسلم: ٣٩٠٣؛ نسائي: ٤٦٤٩؛ ابن ماجه: ٢٢١٠]

(۲۲۰۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت کو پیوندی بنایا۔ پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو (اس موسم کا پھل) اسی کا ہوگا جس نے پیوندی کیا ہے لیکن اگر خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگا دی ہے (تو یہ امر دیگر ہے)۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ یہاں بھی معاملہ خریدار پر موقوف ہے۔ اگر اس نے کوئی شرط لگا کر وہ بیع کی ہے تو وہ شرط نافذ ہوگی اور اگر بغیر شرط سودا ہوا ہے تو اس موسم کا پھل پہلے مالک ہی کا ہوگا۔ جس نے ان درختوں کو پیوندی کیا ہے۔ حدیث سے درخت کا اصل جڑ سمیت بیچنا ثابت ہوا۔

بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

باب: بیع مخاضرہ کا بیان

تشریح: میوہ یا اناج پکنے سے پہلے بیچنا، کچے پن کی حالت میں جب وہ سبز ہو اسی کو بیع مخاضرہ کہتے ہیں۔

۲۲۰۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ.

(۲۲۰۷) ہم سے اسحاق بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمر بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مُحَاقلَه، مُخاضَرَه، مُلَامسَه، مُنابذَه اور مُزابنَه سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: حافظ فرماتے ہیں: "والمراد بيع الثمار والحبوب قبل ان يبدو صلاحها۔" یعنی مخاضرہ کے معنی پکنے سے پہلے ہی فصل کو کھیت میں بیچنا ہے اور یہ ناجائز ہے محاقلہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقامات پر مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

۲۲۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ [التَّمْرِ] حَتَّى تَزْهُوَ. فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَا زَهْوُهَا قَالَ: تَحْمَرُّ أَوْ تَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ. [راجع: ١٤٨٨] [مسلم: ٣٩٧٧]

(۲۲۰۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کی کھجور کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آ سکا تو تم کس چیز کے بدلے اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لیے حلال کرو گے۔

تشریح: حدیث اپنے معانی میں مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لئے نقصان ہونے کا احتمال ہو، شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے۔ ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھاٹا بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آج کل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو دھندے چل رہے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سود خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کچا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کرلیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لا سکا۔ آفت زدہ ہو گیا۔ یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لئے کس جنس کے عوض حلال ہوگی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ

باب: کھجور کا گودا بیچنا یا کھانا (جو سفید سفید اندر سے نکلتا ہے)

۲۲۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ

(۲۲۰۹) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے، ان سے مجاہد نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔

النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: ((مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ)). فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ. فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَ)). [راجع: ٦١]

آپ کھجور کا گودا کھا رہے تھے۔ اسی وقت میں آپ نے فرمایا: ''درختوں میں ایک درخت مرد مومن کی مثال ہے۔'' میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ لیکن حاضرین میں، میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لیے بطور ادب میں چپ رہا) پھر آپ نے خود ہی فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔''

تشریح: یہ حدیث پہلے پارے کتاب العلم میں بھی گزر چکی ہے۔ اور جب کھانا درست ہوا تو اس کا بیچنا بھی درست ہوگا۔ پس ترجمہ باب نکل آیا۔ بعض نے کہا کہ کھجور کے درخت پر گوند نکل آتا تھا جو چربی کی طرح سفید ہوتا تھا۔ وہ کھایا جاتا تھا مگر اس گوند کے نکلنے کے بعد وہ درخت پھل نہیں دیتا تھا۔

بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ، وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمِ الْمَشْهُوْرَةِ

باب: خرید وفروخت اور اجارے میں ہر ملک کے دستور کے موافق حکم دیا جائے گا اسی طرح ماپ اور تول اور دوسرے کاموں میں ان کی نیت اور رسم و رواج کے موافق ہوگا

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ: سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ. وَقَالَ عَبْدُالْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ، وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ: ((خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ)). وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء:٦] وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا، فَقَالَ: بِكَمْ؟ فَقَالَ: بِدَانَقَيْنِ. فَرَكِبَهُ، ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى، فَقَالَ: الْحِمَارَ الْحِمَارَ! فَرَكِبَهُ، وَلَمْ يُشَارِطْهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا جیسے تم لوگوں کا رواج ہے اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔ اور عبدالوہاب نے ایوب سے روایت کی، انہوں نے محمد بن سیرین سے کہ دس کا مال گیارہ میں بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جو خرچہ پڑا اس پر بھی یہی نفع لے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ہندہ (ابوسفیان کی عورت) سے فرمایا: ''تو اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ دستور کے موافق نکال لے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو کوئی محتاج ہو وہ (یتیم کے مال میں سے) نیک نیتی کے ساتھ کھالے۔'' اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایا پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ دو دانق ہے (ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری مرتبہ ایک ضرورت پر آپ آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہیے۔ اس مرتبہ آپ اس پر کرایہ مقرر کئے بغیر سوار ہوئے۔ اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

تشریح: مثلاً کسی ملک میں سورو پیہ بھر کا سیر مروج ہے تو جس نے سیر بھر غلہ بیچا، اس کو اسی سیر سے دینا ہوگا۔ اسی طرح ملک میں جس روپے پیسے کا رواج ہے اگر عقد میں دوسرے سکہ کی شرط نہ ہو تو وہی رائج سکہ مراد ہوگا۔ الغرض جہاں جیسا دستور ہے اسی دستور کے موافق بیع وشراء کی جائے گی۔ دانق

درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے دستور مروجہ پر عمل کیا کہ ایک گدھے کا کرایہ دو دانق ہوتا ہے۔ ایک دانق اسے زیادہ دے دیا، تاکہ احسان کا اعتراف ہو: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (۵۵/ الرحمٰن:۶۰)

۲۲۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَبُوْ طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ. [راجع: ۲۱۰۲]

(۲۲۱۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کو ابو طیبہ نے پچھنا لگایا۔ تو آپ نے انہیں ایک صاع کھجور (مزدوری میں) دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کچھ کمی کر دیں۔

تشریح: اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً یہ کہ پچھنا لگوانا جائز ہے۔ اور وہ حدیث جس میں اس کی ممانعت وارد ہے وہ منسوخ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نوکروں، خادموں، غلاموں سے ان کی طاقت کے موافق خدمت لینی چاہیے۔ اور ان کی مزدوری میں بخل نہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی کہ اجرت میں نقدی کے علاوہ اجناس بھی دینی درست ہیں بشرطیکہ مزدور پسند کرے۔ خراج سے یہاں وہ ٹیکس مراد ہے جو اس کے آقا اس سے روزانہ وصول کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کمی کر دیں۔

۲۲۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: ((خُذِي أَنْتِ وَبَنِيكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ)). [أطرافه في: ۲۴۶۰، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳۶۴، ۵۳۷۰، ۶۶۴۱، ۷۱۶۱، ۷۱۸۰]

(۲۲۱۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے۔ تو کیا اگر میں ان کے مال میں سے چھپا کر کچھ لے لیا کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے لیے اور اپنے بیٹوں کے لیے نیک نیتی کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم سب کے لیے کافی ہو جایا کرے۔''

تشریح: حضرت ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان والدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث سے بیویوں کے حقوق پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اگر خاوند نان ونفقہ نہ دیں یا بخل سے کام لیں تو ان سے وصول کرنے کے لئے ہر جائز راستہ اختیار کر سکتی ہیں۔ مگر نیک نیتی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر محض فساد اور خانہ خرابی مدنظر ہے، تو پھر یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۲۱۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ

(۲۲۱۲) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عثمان بن فرقد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ (قرآن کی آیت) ''جو شخص مالدار ہو وہ (اپنی زیر

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء:٦] أُنْزِلَتْ فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ الَّذِيْ يُقِيْمُ عَلَيْهِ، وَيُصْلِحُ فِيْ مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيْرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ. [طرفاه في: ٢٧٦٥، ٤٥٧٥] [مسلم: ٧٥٣٥]

پرورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے) اپنے کو بچائے۔ اور جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھالے۔" یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو (اس خدمت کے عوض) نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھا سکتے ہیں۔

بَابُ بَيْعِ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ

باب: ایک ساتھی اپنا حصہ دوسرے ساتھی کے ہاتھ بیچ سکتا ہے

٢٢١٣ـ حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

(۲۲۱۳) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کا حق ہر اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی پھیر دیئے جائیں تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

[أطرافه في: ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦] [ابوداود: ٣٥١٣؛ ترمذي: ١٣٧٠؛ نسائي: ٤٧١٨؛ ابن ماجه: ٢٤٩٩]

تشریح: مال سے مراد غیر منقولہ ہے۔ جیسے مکان، زمین، باغ وغیرہ کیونکہ جائیداد منقولہ میں بالاجماع شفعہ نہیں ہے۔ اور عطاء کا قول شاذ ہے جو کہتے ہیں ہر چیز میں شفعہ ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے میں بھی۔ یہ حدیث شافعیہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق نہیں ہے صرف شریک کو ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لا کر باب کا مطلب اس طرح سے نکالا کہ جب شریک کو شفعہ کا حق ہوا تو وہ دوسرے شریک کا حصہ خرید لے گا۔ پس ایک شریک کا اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیچ کرنا بھی جائز ہوا۔ اور یہی ترجمہ باب ہے۔

شفعہ اس حق کو کہا جاتا ہے جو کسی پڑوسی یا کسی ساجھی کو اپنے دوسرے پڑوسی یا ساجھی کی جائیداد میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ ساجھی یا پڑوسی اپنی اس جائیداد کو فروخت نہ کردے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسی جائیداد کی خرید وفروخت میں حق شفعہ رکھنے والا اس کا مجاز ہے کہ جائیداد اگر کسی غیر نے خرید لی ہو تو وہ اس پر دعویٰ کرے اور وہ بیع اول کو فسخ کرا کر خود اسے خرید لے۔ ایسے معاملات میں اولیت حق شفعہ رکھنے والے ہی کو حاصل ہے۔ باقی اس سلسلہ کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ جن میں سے کچھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں احادیث کی روشنی میں بیان بھی کردی ہیں۔ مروجہ محمڈن لاء (بھارت) میں بھی اس کی بہت سی صورتیں مذکور ہیں۔

بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

باب: زمین، مکان، اسباب کا حصہ اگر تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کا بیچنا درست ہے

٢٢١٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ، حَدَّثَنَا

(۲۲۱۴) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، بِهٰذَا وَقَالَ: فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ. تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ. وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ: فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ. وَرَوَاهُ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[راجع: ٢٢١٣]

عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہر ایسے مال میں شفعہ کا حق قائم رکھا جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ لیکن جب اس کی حدود قائم ہو گئی ہوں اور راستہ بھی پھیر دیا گیا ہو تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

ہم سے مسدد نے اور ان سے عبدالواحد نے اسی طرح بیان کیا، اور کہا کہ ہر اس چیز میں (شفعہ ہے) جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت ہشام نے معمر کے واسطہ سے کی ہے اور عبدالرزاق نے یہ لفظ کہے کہ ''ہر مال میں جو تقسیم نہ ہوا ہو'' اس کی روایت عبدالرحمن بن اسحاق نے زہری سے کی ہے۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

باب: کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خرید لی پھر وہ بھی راضی ہو گیا تو یہ معاملہ جائز ہے

٢٢١٥۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُوْنَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوْا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ. قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْهُ. فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللّٰهُمَّ، إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيْءُ فَأَحْلُبُ، فَأَجِيْءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً. فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ. قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبُهُمَا،

(٢٢١٥) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ''تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں باہر لے جا کر اپنے مویشی چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی۔ اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں

حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ. قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ. فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتِ اتَّقِ اللَّهَ، وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ. فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ، فَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ، فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعْطِنِي حَقِّي. فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا، فَإِنَّهَا لَكَ. فَقَالَ أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا. فَكُشِفَ عَنْهُمْ)). [أطرافه في: ٢٢٧٢، ٢٣٣٣، ٣٤٦٥، ٥٩٧٤] [مسلم: ٦٩٤٩]

برابر دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنا دے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفی نہ دے دو۔ میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔ تو وہ بولی اللہ سے ڈر، اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا۔ تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنا دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔ تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آ کر مزدوری مانگی، کہ خدا کے بندے مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہاری ہی ملک ہیں اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا، میں مذاق نہیں کرتا۔ واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنا دے۔ چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا۔ اور وہ تینوں شخص باہر آ گئے۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں جو یہ حدیث لائے۔ اس سے مقصود اخیر شخص کا بیان ہے کیونکہ بغیر مالک سے پوچھے اس جوار کو دوسرے کام میں صرف کیا۔ اور اس سے نفع کمایا اور بیع کو بھی اس پر قیاس کیا۔ تو بیع فضولی نکاح فضولی کی طرح صحیح ہے اور مالک کی اجازت پر نافذ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث طویل سے اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ اللہ کے سامنے پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ کہ اصل وسیلہ ایسے ہی اعمال صالحہ کا ہے۔ اور آیت کریمہ:

﴿وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (٥/المائدہ:٣٥) کا یہی مفہوم ہے جو لوگ قبروں، مزاروں اور مردہ بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ اور ایسے وسائل بعض دفعہ شرکیات کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں چرواہے کا واقعہ ہے جس سے بچوں پر ظلم کا شبہ ہوتا ہے کہ وہ رات بھر بھوک کے بلبلاتے رہے مگر یہ ظلم نہیں ہے۔ یہ ان کی نیک نیتی تھی کہ وہ پہلے والدین کو پلانا چاہتے تھے۔ اور آیت کریمہ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (٥٩/الحشر:٩) کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے جو یہاں مذکور ہے: "وهنا طريق اخر في الجواز وهو انه ﷺ ذكر هذه القصة في معرض المدح والثناء على فاعلها واقره على ذالك ولو كان لا يجوز لبينه۔" یعنی باب کے مضمون مذکورہ کا جواز یوں بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اس قصہ کو اور اس میں اس مزدور کے متعلق امر واقعہ کو بطور مدح وثنا ذکر فرمایا۔ اسی سے مضمون باب ثابت ہوا، اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ اسے بیان فرمادیتے۔

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

باب: مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

تشریح: حربی کافر وہ جو اسلامی حکومت سے جنگ برپا کیے ہوئے ہوں اور سلسلہ حرب مابین مطابق قواعد شرعی جاری ہو۔

٢٢١٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْعًا أَوْ عَطِيَّةً؟)) أَوْ قَالَ: ((أَمْ هِبَةً)) قَالَ: لَا بَلْ بَيْعٌ. فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً. [طرفاه في: ٢٦١٨، ٥٣٨٢] [مسلم: ٥٣٦٤]

(٢٢١٦) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک مشٹنڈا لمبے قد والا مشرک بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "یہ بیچنے کے لیے ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا آپ نے یہ فرمایا کہ (یہ بیچنے کے لیے ہیں) یا ہبہ کرنے کے لیے؟" اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچنے کے لیے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

تشریح: حافظ فرماتے ہیں: "معاملة الكفار جائزة الا بيع ما يستعين به اهل الحرب على المسلمين واختلف العلماء في مبايعة من غالب ماله الحرام وحجة من رخص فيه قوله ﷺ للمشرك ((ابيعا ام هبة)) وفيه جواز بيع الكافر واثبات ملكه على ما في يده وجواز قبول الهدية منه۔" (فتح)

یعنی کفار سے معاملہ داری کرنا جائز ہے مگر ایسا معاملہ درست نہیں جس سے وہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے میں مدد پاسکیں۔ اور اس حدیث کی رو سے کافر کی بیع کو نافذ ماننا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اپنے مال میں وہ اسلامی قانون میں مالک ہی مانا جائے گا۔ اور اس حدیث سے کافر کا ہدیہ قبول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔ یہ جملہ قانونی امور ہیں جن کے لئے اسلام میں ہر ممکن گنجائش رکھی گئی ہے۔ مسلمان جب کہ ساری دنیا میں آباد ہیں، ان کے بہت سے لین دین کے معاملات غیر مسلموں کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان سب کو قانونی صورتوں میں بتلایا گیا اور اس سلسلہ میں بہت فراخدلی سے کام لیا گیا ہے۔ جو اسلام کے دین فطرت اور عالمگیر مذہب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ

باب: حربی کافر سے غلام لونڈی خریدنا اور اس کا

وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ

آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ: ((كَاتِبْ)) وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُوْنَ﴾. [النحل: ٧١]

اور نبی کریم ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''اپنے (یہودی) مالک سے ''مکاتبت'' کرلے۔'' حالانکہ سلمان رضی اللہ عنہ اصل میں پہلے ہی سے آزاد تھے۔ لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا کہ بیچ دیا۔ اور اس طرح وہ غلام بنا دیئے گئے۔ اسی طرح عمار، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم بھی قید کر کے (غلام بنا لیے گئے تھے اور ان کے مالک مشرک تھے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے رزق میں۔ پھر جن کی روزی زیادہ ہے۔ وہ اپنی لونڈی غلاموں کو دے کر اپنے برابر نہیں کر دیتے۔ کیا یہ لوگ اللہ کا احسان نہیں مانتے۔''

تشریح: کہ اس نے مختلف حالات کے لوگ پیدا کیے۔ کوئی غلام ہے کوئی بادشاہ، کوئی مالدار ہے کوئی محتاج اگر سب برابر یکساں ہوتے تو کوئی کسی کا کام کاہے کو کرتا۔ زندگی دوبھر ہو جاتی۔ پس یہ اختلاف حالات اور تفاوت درجات حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ کافر اپنی لونڈی غلاموں کے مالک ہیں اور ان کی ملک صحیح ہے کیونکہ ان کی لونڈی غلاموں کو ﴿ مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ ﴾ فرمایا۔ جب ان کی ملک صحیح ہوئی تو ان سے مول لینا درست ہوگا۔ (وحیدی)

کتابت اس کو کہتے ہیں کہ غلام مالک کو کچھ روپیہ کئی قسطوں میں دینا قبول کرے۔ کل روپیہ ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کافروں نے غلام بنا رکھا تھا۔ مسلمانوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حدیث سلمان رضی اللہ عنہ میں مزید تفصیل یوں آئی ہے۔'' ثم مربی نفر من کلب تجار فحملونی معھم حتی اذا قدموا بی وادی القریٰ ظلمونی فباعونی من رجل یھودی الحدیث۔'' یعنی میں فارسی نسل سے متعلق ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک دفعہ بنو کلب کے کچھ سوداگر میرے پاس سے گزرے اور انہوں نے مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ اور آگے چل کر مزید ظلم مجھ پر انہوں نے یہ کیا کہ مجھ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ کر اس کا غلام بنا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عربی عنسی ہیں۔ مگر ان کو اس لئے غلاموں میں شمار کیا گیا کہ ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا نامی قریش کی لونڈیوں میں سے تھیں۔ ان کے شکم سے یہ پیدا ہوئے ان کے والد کا نام یاسر رضی اللہ عنہ ہے۔ قریش نے ان سب کے ساتھ غلاموں جیسا معاملہ کیا یاسر رضی اللہ عنہ بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ مزید تفصیلی حالات یہ ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عنسی ہیں۔ بنی مخزوم کے آزاد کردہ اور حلیف ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد یاسر رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جن کا نام حارث اور مالک تھا، اپنے چوتھے گم شدہ بھائی کی تلاش میں آئے۔ پھر حارث اور مالک تو اپنے ملک یمن کو واپس چلے گئے۔ مگر یاسر مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے۔ ابو حذیفہ نے ان کا نکاح اپنی باندی سمیہ رضی اللہ عنہا نامی سے کر دیا۔ جن کے بطن سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ یہ ابتداہی میں اسلام لے آئے تھے اور ان کمزور مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اسلام سے ہٹانے کے لئے بہت ستایا گیا۔ یہاں تک کہ ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جس سے انہیں اللہ نے مرنے سے بچا لیا۔ نبی کریم ﷺ جب ان کی طرف سے گزرتے ہوئے ان کی تکالیف کو دیکھتے تو آپ کا دل بھر آتا۔ آپ ان کے جسم پر اپنا دست شفقت پھیرتے اور دعا کرتے کہ اے آگ تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔ یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر اور جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۹۳ سال کی عمر میں ۳۷ھ میں جنگ صفین ہی میں شہید ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان عبداللہ بن جدعان تیمی کے آزاد کردہ ہیں۔کنیت ابویحیٰ شہر موصل کے باشندے تھے۔رومیوں نے ان کو بچپن ہی میں قید کرلیا تھالہٰذا نشو ونما روم میں ہوئی۔رومیوں سے ان کو ایک شخص کلب نامی خرید کر مکہ لے آیا۔جہاں ان کو عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کردیا۔ پھر یہ عبداللہ بن جدعان ہی کے حلیف بن گئے تھے۔نبی کریم ﷺ جب دار ارقم میں تھے تو عمار رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے ایک ہی دن اسلام قبول کیا۔ مکہ شریف میں ان کو بھی بہت تکلیف دی گئی، لہٰذا یہ مدینہ کو ہجرت کر گئے۔۸۰ھ میں بعمر ۹۰ سال مدینہ ہی میں انتقال فرمایا۔اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے والد کا نام رباح ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ مشہور معزز صحابی بلکہ مؤذن رسول ﷺ ہیں۔یہ بھی مؤمنین اولین میں سے ہیں۔مکہ میں سخت تکالیف برداشت کیں مگر اسلام کا نشہ نہ اترا، بلکہ اور زیادہ اسلام کا اظہار کیا۔تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ان کو ایذا پہنچانے والا امیہ بن خلف تھا جو بے حد سنگدلی سے ان کو قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا کیا کرتا تھا۔اللہ کی مشیئت دیکھئے کہ جنگ بدر میں امیہ بن خلف ملعون، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔عمر کا آخری حصہ شام میں گزرا۔۶۳ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصغیر میں دفن ہوئے۔بعض حلب میں انتقال بتلاتے اور باب الاربعین میں مدفون ہونا لکھتے ہیں۔ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔تابعین کی ایک کثیر جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

٢٢١٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ، أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ، هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ: أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ، مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي. ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللَّهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ غَيْرِي وَغَيْرُكِ. فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتِ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي، إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ. فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ)). قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ: أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: ((قَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَلْ: هِيَ قَتَلَتْهُ. فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ

(۲۲۱۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔بادشاہ نے آپ سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔پھر جب ابراہیم علیہ السلام سارہ علیہا السلام کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا، میں تمہیں اپنی بہن کہہ آیا ہوں۔خدا کی قسم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔چنانچہ آپ نے سارہ علیہا السلام کو بادشاہ کے یہاں بھیجا، یا بادشاہ حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس گیا اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی تھیں۔انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں، اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔اتنے میں وہ بادشاہ تھرایا اور اس کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔'' اعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان

وَتُصَلِّي، وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ، وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي، إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ)). قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: ((فَقَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَلْ: هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ. فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً؟)). [أطرافه في: ٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠]

کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ "حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے چنانچہ وہ پھر چھوٹ گیا اور حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف بڑھا۔ حضرت سارہ علیہا السلام وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں: اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے شوہر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے سوا اور ہر موقع پر میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔ چنانچہ وہ پھر تھرایا، کانپا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔" عبدالرحمن نے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ "حضرت سارہ علیہا السلام نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (حضرت ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر حضرت سارہ علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوا دی۔"

تشریح: زمین کنعان سے مصر کا یہ سفر اس لئے ہوا کہ کنعان ان دنوں سخت قحط سالی کی زد میں آ گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مجبور ہو کر اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام اور بھیڑ بکریوں سمیت مصر میں پہنچ گئے۔ ان دنوں مصر میں فرعون رقیون نامی حکمرانی کر رہا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام بے حد حسین تھیں۔ اور وہ بادشاہ ایسی حسین عورتوں کی جستجو میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی بہن ظاہر کریں۔ جب فرعون مصر نے حضرت سارہ علیہا السلام کے حسن کا چرچا سنا تب انہوں نے ان کو بلوا بھیجا اور فعل بد کا ارادہ کیا مگر حضرت سارہ علیہا السلام کی بددعا سے وہ برائی پر قادر نہ ہو سکا۔ بلکہ زمین میں غرق ہونے لگا۔ آخر اس کے دل پر ان کی عظمت نقش ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معافی مانگی اور حضرت سارہ علیہا السلام کو واپس کر دیا اور اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں اپنی بیٹی ہاجرہ علیہا السلام کو ان کی نذر کر دیا تاکہ وہ سارہ علیہا السلام جیسی خدا رسیدہ خاتون کی خدمت میں رہ کر تعلیم اور تربیت حاصل کرے اور کسی وقت اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے نبی کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہو۔ یہودیوں کی کتاب برشیث لیا میں ذکر ہے کہ ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ ایسا ہی طبری، خمیس اور قسطلانی نے ذکر کیا ہے مگر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ بعض بدباطن یہود کی حاسدانہ تحریرات میں ان کو لونڈی کہا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے ان تحریروں سے متاثر ہو کر اس حدیث میں وارد لفظ ((ولیدۃ)) کا ترجمہ لونڈی کر دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کی اصطلاح عام میں غلام اور لونڈی کے لئے ملک یمین کا لفظ ہے جیسا کہ آیت قرآنی: ﴿ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ (۴/النساء: ۲۴) سے ظاہر ہے لغت عرب میں جاریہ اور ولیدہ کے الفاظ عام لڑکی کے معنوں میں آتے ہیں۔ عربی کی بائبل میں سب جگہ حضرت ہاجرہ کے واسطے جاریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے انگریزی بائبل میں سب مقامات پر میڈ کا لفظ ہے جس کے معنی وہی ہیں جو "جاریہ" اور "ولیدہ" کے ہیں یعنی لڑکی۔

ابی سلومر اسحاق جو ایک یہودی عالم ہیں وہ پیدائش ۱۶۔ ا میں لکھتے ہیں کہ جب فرعون مصری نے نبی کی کرامتوں کو جو سارہ کی وجہ سے ظاہر ہوئیں

دیکھا تو اس نے کہا کہ بہتر ہے میری بیٹی اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہے وہ اس سے بہتر ہوگی کہ کسی دوسرے گھر میں وہ ملکہ بن کر رہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ نے ابراہیمی گھرانہ میں پوری تربیت حاصل کی اور پچاسی سال کی عمر میں جب کہ آپ اولاد سے مایوس ہو رہے تھے حضرت سارہ نے ان سے خود کہا کہ ہاجرہ سے شادی کر لو شاید اللہ پاک ان ہی کے ذریعہ تم کو اولاد عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شادی کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام حاملہ ہو گئیں اور ان کو خواب میں فرشتہ نے بشارت دی کہ تو ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ عربی ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہوگا اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کرے گا۔ (تورات پیدائش ۱۶۔۱۱۔۱۲)

خداوند نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی دیکھو میں اس کو برکت دوں گا اور اسے آبرومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (تورات پیدائش ۱۷۔۱۵۔۲۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھیاسی سال کی عمر تھی کہ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں یہ بشارت تورات سفر تکوین باب ۱۷ ادرس ۲۰ میں موجود ہے۔

یہودیوں نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لونڈی ہونے پر حضرت سارہ علیہا السلام کے اس قول سے دلیل لی ہے جو تورات میں مذکور ہے کہ جب حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے ناراض ہو گئیں تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا فرزند اسماعیل علیہ السلام ان کے فرزند اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ابراہیمی ترکہ کا وارث نہ بن جائے یہ کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بچے کو یہاں سے نکال دے۔ یہ لفظ حضرت سارہ علیہا السلام نے خفگی کے طور پر استعمال کیا تھا ورنہ ان کو معلوم تھا کہ شریعت ابراہیمی میں لونڈی غلام مالک کے ترکہ میں وارث نہیں ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام واقعی لونڈی ہوتی تو حضرت سارہ علیہا السلام ایسی غلط بیانی کیوں کرتی جب کہ وہ ابراہیمی شریعت کے احکامات سے پورے طور پر واقف تھیں۔

خود تورات کے اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی نہ تھی بلکہ آزاد تھی۔ اسی لئے حضرت سارہ علیہا السلام کو ان کے لڑکے کے وارث ہونے کا خطرہ ہوا اور ان کو دور کرنے کا مطالبہ کیا۔ خلاصہ یہی ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی جسے بطور خادمہ تعلیم و تربیت حاصل کر کے حرم نبوت میں بیوی بنانے کے لئے حضرت سارہ علیہا السلام کے حوالہ کیا گیا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے منعقدہ باب میں جس کے تحت یہ حدیث آئی ہے کئی باتیں ملحوظ کی گئی ہیں جس کی تشریح علامہ قسطلانی یوں فرماتے ہیں: "آجر بهمزة ممدودة بدل الهاء وجيم مفتوحة فراء وكان ابو آجر من ملوك القبط۔" یعنی آجر ہمزہ ممدودہ کے ساتھ ہا کے بدلہ میں ہے اور جیم مفتوحہ کے بعد را ہے۔ اور آجر کا باپ فرعون مصر قبطی بادشاہوں میں سے تھا، یہاں علامہ قسطلانی نے صاف لفظوں میں بتلایا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ ولیدہ کی تحقیق میں آپ فرماتے ہیں: "والوليدة الجارية للخدمة سواء كانت كبيرة او صغيرة وفى الاصل الوليد: الطفل والانثى وليدة والجمع ولائد والمراد بها آجر المذكورة۔" یعنی لفظ ولیدہ لڑکی پر بولا جاتا ہے جو بطور خادمہ ہو عمر میں وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور دراصل ولید لڑکے کو اور ولیدہ لڑکی کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ولائد آتی ہے۔ اور یہاں اس لڑکی سے مراد آجر مذکورہ ہیں جو ہاجرہ علیہا السلام سے مشہور ہیں۔ آگے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

"وموضع الترجمة ((اعطوها آجر)) وقبول سارة منه وامضاء ابراهيم ذالك ففيه صحة هبة الكافر وقبول هدية السلطان الظالم وابتلاء الصالحين لرفع درجاتهم وفيه اباحة المعاريض وانها مندوحة عن الكذب وهذا الحديث اخرجه ايضا فى الهبة والاكراه واحاديث الانبياء۔" (قسطلانی)

یعنی یہاں ترجمۃ الباب الفاظ ((اعطوها اجر)) سے نکلتا ہے کہ اس کافر بادشاہ نے اپنی شہزادی ہاجرہ علیہا السلام کو بطور عطیہ پیش کرنے کا حکم دیا اور سارہ علیہا السلام نے اسے قبول کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس معاملہ کو منظور فرمایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کافر کسی چیز کو بطور ہبہ کسی کو دے تو اس کا یہ ہبہ کرنا صحیح مانا جائے گا اور ظالم بادشاہ کا ہدیہ قبول کرنا بھی ثابت ہوا۔ اور نیک لوگوں کا ظالم بادشاہوں کی طرف سے ابتلا میں ڈالا جانا بھی ثابت ہوا۔ اس سے

ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے آزمائشی مواقع پر بعض غیر مباح کنایات وتعریضات کا استعمال مباح ہو جاتا ہے۔اوران کو جھوٹ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔سیدالمحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی جامع صحیح میں اور بھی کئی مقامات پر نقل فرمایا ہےاوراس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ حدیث ہذا میں واردہ لفظ ولیدہ لونڈی کے معنی میں نہیں، بلکہ لڑکی کے معنی میں ہے۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی بیٹی تھی۔ جسے اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کو برکت کے لئے دے دیا تھا۔لہٰذا یہود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لونڈی کا بچہ کہنا محض جھوٹ اور الزام ہے۔

یہاں سرسید نے خطبات احمدیہ میں کلکتہ کے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اسی موضوع پر ہوا جس میں علمائے یہود نے بالاتفاق تسلیم کیا تھا کہ حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں بلکہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔مولانا وحیدالزماں رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لفظ ولیدہ کا ترجمہ لونڈی کیا ہے جو لڑکی ہی کے معنوں میں ہے، ہندوستان کے بعض مقامات پر لڑکی کو لونڈیاں اور لڑکے کو لونڈا بولتے ہیں۔

ترجمۃ الباب میں چونکہ لفظ ہبہ بھی آیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہبہ لغوی طور پر مطلق بخشش کو کہتے ہیں۔اللہ پاک کا ایک صفاتی نام وہاب بھی ہے یعنی بے حساب بخشش کرنے والا۔شرع محمدی میں ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کو برضا ورغبت اور بلا معاوضہ منتقل کر دینا۔منتقل کرنے والے کو واہب اور جس کے نام منتقل کیا جائے اسے موہوب لہ کہتے ہیں۔ضروری ہے کہ اس انتقال کو خود موہوب لہ یا اس کی طرف سے کوئی اس کا ذمہ دار آدمی واہب کی زندگی ہی میں قبول کرلے۔نیز ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل بالغ ہو۔اور یہ بھی ضروری ہے کہ شئے موہوب اس شخص کے قبضہ میں دی جائے جس کے نام پر ہبہ کیا جارہا ہے۔ہبہ کے بارے میں بہت سی شرعی تفصیلات ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہیں۔اردو زبان میں آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب ایم،اے بیرسٹرایٹ لاء نے جامع الاحکام فی فقہ الاسلام کے نام سے ایک مفصل کتاب مسلمانوں کے قوانین مذہبی پر لکھی ہے اس میں ہبہ کے متعلق پوری تفصیلات حوالہ قلم کی گئی ہیں۔اور عدالت ہندیہ میں جو پرسنل لاء آف دی محمڈنس مسلمانوں کے لئے منظور شدہ ہے ہر ہر جزئی میں پوری وضاحت سے احکام ہبہ کو بتلایا گیا ہے۔

٢٢١٨۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ: اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِيْ غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِيْ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيْ مِنْ وَلِيْدَتِهِ. فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى شَبَهِهِ، فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ! الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ)). فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ. [راجع: ٢٠٥٣]

(٢٢١٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ سعید بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اس نے وصیت کی تھی کہ یہ اب اس کا بیٹا ہے۔آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیں۔لیکن عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے۔میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی صورت دیکھی تو صاف عتبہ سے ملتی تھی، لیکن آپ نے یہی فرمایا: ''اے عبد! یہ بچہ تیرے ہی ساتھ رہے گا کیونکہ بچہ فراش کے تابع ہوتا ہے۔اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے۔'' اور اے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اس لڑکے سے تو پردہ کیا کر۔چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر اسے کبھی نہیں دیکھا۔

[مسلم: ٣٦١٣؛ نسائي: ٣٤٨٤]

تشریح: حالانکہ از روئے قاعدہ شرعی آپ نے اس بچہ کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، تو ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا اس کی بہن ہو گئیں۔ مگر احتیاطاً ان کو اس بچہ سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ اس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ اور گمان غالب ہوتا تھا کہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ شرعی اور باقاعدہ ثبوت کے مقابل مخالف گمان پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ باب کی مطابقت اس طرح پر ہے کہ آپ نے زمعہ کی ملک مسلم رکھی، حالانکہ زمعہ کافر تھا، اور اس کو اپنی لونڈی پر وہی حق ملا جو مسلمانوں کو ملتا ہے تو کافر کا تصرف بھی اپنی لونڈی غلاموں میں جیسے بیع ہبہ وغیرہ نافذ ہوگا۔ (وحیدی)

٢٢١٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لِصُهَيْبٍ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ. فَقَالَ صُهَيْبٌ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا، وَأَنِّي قُلْتُ: ذَلِكَ، وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.

(٢٢١٩) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا، کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ سے ڈر اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا نہ بن۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے اتنی اتنی دولت بھی مل جائے تو بھی میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تو بچپن ہی میں چرا لیا گیا تھا۔

تشریح: ہوا یہ تھا کہ صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان رومی تھی، مگر وہ اپنا باپ ایک عرب سنان بن مالک کو بتاتے تھے۔ اس پر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اللہ سے ڈر اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بنا صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میری زبان رومی اس وجہ سے ہوئی کہ بچپنے میں رومی لوگ حملہ کر کے مجھ کو قید کر کے لے گئے تھے۔ میں نے ان ہی میں پرورش پائی، اس لئے میری زبان رومی ہو گئی۔ ورنہ میں دراصل عربی ہوں۔ میں جھوٹ بول کر کسی اور کا بیٹا نہیں بنتا۔ اگر مجھ کو ایسی ایسی دولت ملے تب بھی میں یہ کام نہ کروں اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ کافروں کی ملک صحیح اور مسلم ہے۔ کیونکہ ابن جدعان نے صہیب رضی اللہ عنہ کو خرید کیا اور آزاد کیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت کچھ ہیں۔ جن پر مستقل بیان کسی جگہ ملے گا یہ بہت ہی کھانا کھلانے والے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو حق داروں کو بکثرت کھانا کھلائے۔

٢٢٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ. أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا. فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)). [راجع: ١٤٣٦]

(٢٢٢٠) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔''

تشریح: یعنی وہ تمام نیکیاں قائم رہیں گی اور ضرور ان کا ثواب ملے گا۔ آخر میں یہ حدیث لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً یہ اشارہ کیا کہ جائز حدود میں اسلام لانے سے پہلے معاملات لین دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہیں گے۔ اور ان میں کوئی ردّ و بدل نہ ہوگا۔ یا فریقین میں سے ایک فریق مسلمان ہو گیا ہے اور جائز حدود میں اس کا لین دین کا کوئی سلسلہ ہے جس کا تعلق دور جاہلیت سے ہے تو وہ اپنے دستور پر اسے چالو رکھ سکے گا۔

بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ

باب: دباغت سے پہلے مردار کی کھال (کا بیچنا

تُدْبَغَ

جائز ہے یا نہیں؟)

٢٢٢١۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِاللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ: ((هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا)). قَالُوْا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ. قَالَ: ((إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا)). [راجع: ١٤٩٢]

(٢٢٢١) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے صالح نے بیان کیا، کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''اس کے چمڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مردار کا صرف کھانا منع ہے۔''

تشریح: حالانکہ قرآن شریف میں ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (۵/ المائدۃ:۳) مطلق ہے۔ اس کے سب اجزا کو شامل ہے، مگر حدیث سے اس کی تخصیص ہوگئی کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے۔ زہری نے اس حدیث سے دلیل لی، اور کہا کہ مردار کی کھال سے مطلقاً نفع اٹھانا درست ہے دباغت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ دباغت کی قید دوسری حدیث سے نکالی گئی ہے اور جمہور علما کی وہی دلیل ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے مرداروں میں کتے اور سور کا استثنا کیا ہے۔ اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہ ہوگی۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صرف سور اور آدمی کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيْرِ

باب: سور کا مار ڈالنا

وَقَالَ جَابِرٌ: حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سور کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے۔

٢٢٢٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)). [أطرافه في: ٢٤٧٦، ٣٤٤٨، ٣٤٤٩] [مسلم: ٣٨٩؛ ترمذي: ٢٢٣٣]

(٢٢٢٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔''

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ سور نجس العین ہے اس کی بیع جائز نہیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کیوں کرتے۔ اور نیست و نابود کیوں کرتے۔ جزیہ موقوف کرنے سے یہ غرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یا مسلمان ہو یا قتل ہو۔ جزیہ قبول نہ کریں گے۔
اس حدیث سے صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب اترنا اور حکومت کرنا اور صلیب توڑنا، جزیہ موقوف کرنا یہ سب باتیں ثابت ہوتی

ہیں۔اور تعجب ہوتا ہے اس شخص کی عقل پر جو قادیانی مرزا کو مسیح موعود سمجھتا ہے۔

اللهم ثبتنا على الحق وجنبنا من الفتن ما ظهر منها وما بطن (وحیدی)

قتل خنزیر سے مراد یہ ہے کہ "یامر باعدامه مبالغة فی تحریم اكله وفیه توبیخ عظیم للنصاری الذین یدعون انهم علی طریقة عیسی ثم یستحلون اكل الخنزیر ویبالغون فی محبته۔" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دور حکومت میں خنزیر کی نسل کو ختم کرنے کا حکم جاری کر دیں گے۔اس میں اس کے کھانے کی حرمت میں مبالغہ کا بیان ہے اور اس میں ان عیسائیوں کے لئے بڑی ڈانٹ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہونے کے مدعی ہیں، پھر خنزیر کھانا حلال جانتے ہیں اور اس کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی بنا پر جملہ اہل اسلام کا ازسلف تا خلف یہ اعتقاد رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہ قیامت کے قریب دنیا میں نازل ہو کر شریعت محمدیہ کے پیروکار ہوں گے اور اس کے تحت حکومت کریں گے حدیث مذکورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ بالضرور نازل ہوں گے۔چونکہ آج کل فرقہ قادیانیہ نے اس بارے میں بہت کچھ دجل پھیلا کر بعض نوجوانوں کے دماغوں کو مسموم کر رکھا ہے۔لہٰذا چند دلائل کتاب وسنت سے یہاں پیش کئے جاتے ہیں جو اہل ایمان کی تسلی کے لئے کافی ہوں گے۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ نص قطعی ہے جس سے حیات مسیح علیہ السلام روز روشن کی طرح ثابت ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (۴/النساء:۱۵۹) یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو کوئی اہل کتاب یہودی اور عیسائی ایسا باقی نہ رہے گا جو آپ پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔حیات مسیح کے لئے یہ آیت قطعی الدلالہ ہے کہ وہ قرب قیامت نازل ہوں گے اور جملہ اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

دوسری آیت یہ ہے: ﴿ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ (۴/النساء:۱۵۷)﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (۴/النساء:۱۵۸) یعنی یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ ان کو پھانسی دی، یقیناً ایسا نہیں ہوا۔بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔رفع سے مراد رفع مع الجسد ہے یعنی جسم مع روح، اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا، اور اب وہ وہاں زندہ موجود ہیں۔یہ آیت بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالہ ہے۔

تیسری آیت یہ ہے: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (۳/آل عمران:۵۵) یعنی جس وقت کہا اللہ نے، اے عیسیٰ تحقیق لینے والا ہوں میں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے۔اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے جو کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔

یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔آگے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے تورات کے حکم کے خلاف بتلاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لائیں، جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یار سرک گئے۔اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔اور ایک صورت ان کی رہ گئی اس کو پکڑ کر لائے پھر سولی پر چڑھایا۔توفی کے اصل وحقیقی معنی اخذ الشيء وافیا کے ہیں جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی اور رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی، اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے اس لئے اصل وحقیقی معنی یعنی اخذ الشيء وافیا مراد لئے جائیں گے۔اور انسان کا وافیا لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جائے۔وھو المطلوب۔لہٰذا یہ آیت بھی حیات مسیح پر قطعی الدلالہ ہے۔

چوتھی آیت: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (۴۳/الزخرف:۶۱) اور تحقیق وہ عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے۔پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری، یہ ہے راہ سیدھی۔اس آیت کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"المراد بذالك نزوله قبل يوم القيامة قال مجاهد ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ اى آية للساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة وهكذا روى عن ابى هريرة وابن عباس وابى العالية وابى مالك وعكرمة والحسن وقتادة وضحاك وغيرهم وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة اماما عادلا وحكما مقسطا." (ابن کثیر)

یعنی یہاں مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ مجاہد نے کہا کہ وہ قیامت کی نشانی ہوں گے۔ یعنی قیامت کی علامت۔ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ہے اور ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ابو العالیہ اور ابو مالک اور عکرمہ اور حسن اور قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں متواتر احادیث صحیحہ موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب امام عادل اور حاکم منصف بن کر نازل ہوں گے۔ آیات قرآنی کے علاوہ ان جملہ احادیث صحیحہ کے لئے دفتر کی ضرورت ہے۔ ان ہی میں سے ایک یہ حدیث بخاری بھی ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے پس حیات مسیح کا عقیدہ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جو اس کا انکار کرے وہ قرآن واحادیث کا انکاری ہے۔ ایسے منکروں کے ہفوات پر ہرگز توجہ نہ کرنی چاہیے۔ تفصیل کے لئے بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

بَابٌ: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

باب: مردار کی چربی گلانا اور اس کا بیچنا جائز نہیں

رَوَاهُ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

جمہور علما کا یہ قول ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم سے نقل کیا ہے۔

٢٢٢٣۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُوْدَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا)). [طرفه في: ٣٤٦٠] [مسلم: ٤٠٥٠، ٤٠٥١؛ ابن ماجه: ٣٣٨٣]

(٢٢٢٣) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے طاؤس نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کردے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے کہ چربی ان پر حرام کی گئی تھی لیکن ان لوگوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا۔"

تشریح: واقعہ یہ ہے کہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں ایک عامل نے ایک ذمی سے جو شراب فروش تھا اور وہ شراب لے کر جارہا تھا، اس شراب پر ٹیکس وصول کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع پاکر خفا ہوگئے۔ اور زجر وتوبیخ کے لئے آپ نے اسے یہ حدیث سنائی۔ معلوم ہوا کہ شراب سے متعلق ہر قسم کا کاروبار ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محرمات منصوصہ کو حلال بنانے کے لئے کوئی حیلہ بہانہ تراشنا، یہ فعل یہود ہے، اللہ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اللہ کرے کہ کتاب الحیل کا مطالعہ فرمانے والے معزز حضرات بھی اس پر غور فرماسکیں۔

٢٢٢٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، سَمِعْتُ

(٢٢٢٤) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے کہ میں نے سعید بن مسیب

سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُوْدًا حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا، وَأَكَلُوْا أَثْمَانَهَا)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ: لَعَنَهُمْ ﴿قُتِلَ﴾ لُعِنَ ﴿الْخَرّٰصُوْنَ﴾ [الذاريات: ١٠] الْكَذَّابُوْنَ. [مسلم: ٤٠٥٣]

سے سنا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ یہودیوں کو تباہ کرے، ظالموں پر چربی حرام کردی گئی تھی، لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔'' اور عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ'' اس سے مراد اللہ کی لعنت ہے ''قُتِلَ'' یعنی لعنتی ''خراصون'' جھوٹ بولنے والے۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔

تشریح: انہوں نے حیلہ کر کے اسے اپنے لئے حلال بنالیا، اس حرکت کی وجہ سے ان پر یہ بددعا کی گئی۔ معلوم ہوا کہ حیلہ بہانہ کر کے کسی شرعی حکم میں ردو بدل کرنا انتہائی جرم ہے اور کسی حلال کو حرام کرالینا اور حرام کو کسی حیلہ سے حلال کرانا یہ لعنت کا موجب ہے۔ مگر صد افسوس کے فقہائے کرام نے مستقل کتاب الحیل لکھ ڈالی ہیں۔ جن میں کتنے ہی ناواجب حیلے بہانے تراشنے کی تدابیر بتلائی گئی ہیں، اللہ رحم کرے۔

بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيْرِ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا رُوْحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ

باب: غیر جاندار چیزوں کی تصویر بیچنا اور ان میں سے جو تصویریں حرام ہے

٢٢٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّيْ إِنْسَانٌ، إِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِيْ، وَإِنِّيْ أَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَإِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ، حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا أَبَدًا)). فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ. فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثَ. قَالَ

(٢٢٢٥) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہیں عوف بن ابی جمیلہ نے خبر دی، انہیں سعید بن ابی حسن نے، کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا، اور کہا کہ اے ابو عباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں، جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مورتیں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا: ''جس نے بھی کوئی مورت بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مورت میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔'' (یہ سن کر) اس شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مورتیں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مورتیں بنا سکتے ہو۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد سے بیان کیا ان سے عبدہ نے، ان سے سعید نے، انہوں نے کہا کہ میں نے نضر بن انس سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں اس حدیث کو بیان کرتے وقت ابن عباس کے پاس تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ. [طرفاه في: ٥٩٦٣، ٧٠٤٢] [مسلم: ٥٥٤٠]

سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کتاب اللباس میں عبدالاعلیٰ سے، انہوں نے سعید بن ابی عروبہ سے، انہوں نے نضر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مورتوں کی کراہت اور حرمت نکالی۔

بَابُ تَحْرِيْمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

باب: شراب کی تجارت کرنا حرام ہے

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے شراب کا بیچنا حرام فرمایا ہے۔

٢٢٢٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ)). [راجع: ٤٥٩]

(۲۲۲۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورۂ بقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں تو نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''شراب کی سوداگری حرام قرار دی گئی ہے۔''

بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا

باب: آزاد شخص کو بیچنا کیسا گناہ ہے؟

٢٢٢٧- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ)). [طرفه في: ٢٢٧٠] [ابن ماجه: ٢٤٤٢]

(۲۲۲۷) مجھ سے بشر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔''

بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ حِيْنَ أَجْلَاهُمْ

باب: یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت نبی کریم ﷺ کا انہیں اپنی زمین بیچ دینے کا حکم

فِيهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس سلسلے میں مقبری کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

تشریح: باب الجہاد میں یہ حدیث آ رہی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے بنو نضیر کے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ میں تم کو (تمہاری مسلسل غداریوں کی وجہ سے) مدینہ سے جلاوطن کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جائیداد بیچ سکتے ہو۔ اپنی زمینیں بیچ کر یہاں سے نکلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زمین کی بیع کو بھی عام اموال کی بیع کی مثل قرار دیا، یہاں بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ بِالْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب: غلام کو غلام کے بدلے اور کسی جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ، يُوفِيهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ. وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ: آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا، إِنْ شَاءَ اللَّهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ، وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ وَدِرْهَمٍ بِدِرْهَمٍ نَسِيئَةً.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انہیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل ان شاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سود نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے، اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار بیچی جا سکتی ہے۔ ابن سیرین نے کہا کہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور درہم کو درہم کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح: ربذہ ایک مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بیع کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اونٹنی بائع کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں رہے گی۔ اور بائع ربذہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالہ کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے۔ طاؤس کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور کو جانور بدلنے میں کمی اور بیشی، اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سود نہیں ہے گو ایک ہی جنس کے دونوں طرف ہو۔ اور شافعیہ بلکہ جمہور علما کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکالا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔

٢٢٢٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ، فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

(۲۲۲۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں پہلے تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ملیں پھر نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

[راجع: ٣٧١]

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ جانور سے جانور کا تبادلہ درست ہے اسی طرح غلام کا غلام سے، لونڈی کا لونڈی سے۔ کیونکہ یہ سب حیوان ہی تو ہیں۔ اور ہر حیوان کا یہی حکم ہوگا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں کمی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات لونڈیاں دے کر خریدا۔ ابن بطال نے کہا جب آپ نے دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کہ تو صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدل اور کوئی لونڈی قیدیوں میں سے لے لے تو یہ بیع ہوئی لونڈی کی بعوض لونڈی کے ادھار اور اس کا یہی مطلب ہے۔ (وحیدی)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ خلیفہ کلبی کے بیٹے ہیں بلند مرتبہ والے صحابی ہیں غزوہ احد اور بعد کے جملہ غزوات میں شریک ہوئے۔ ۶ ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیصر شاہ روم کے دربار میں نامہ مبارک دے کر بھیجا تھا۔ قیصر نے مسلمان ہونا چاہا مگر اپنی عیسائی رعایا کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کیا۔ یہ دحیہ رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام اکثر ان کی شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ آخر میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کلبی ملک شام میں چلے گئے تھے اور عہد معاویہ تک وہیں رہے۔ بہت سے تابعین رحمہم اللہ نے ان سے روایت کی ہے۔ حدیث صفیہ رضی اللہ عنہا میں ان ہی کا ذکر ہے۔

بَابُ بَيْعِ الرَّقِيْقِ

باب: لونڈی غلام بیچنا

۲۲۲۹ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ إِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا، فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ: ((أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ؟ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوْا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ)). [أطرافه في: ۲۵۴۲، ۴۱۳۸، ۵۲۱۰، ۶۶۰۳، ۷۴۰۹] [مسلم: ۳۵۴۴، ۳۵۴۵؛ ابو داود: ۲۱۷۲]

(۲۲۲۹) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے ابن محیریز نے خبر دی اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے (ایک انصاری صحابی نے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! لڑائی میں ہم لونڈیوں کے پاس جماع کے لیے جاتے ہیں۔ ہمارا ارادہ انہیں بیچنے کا بھی ہوتا ہے۔ تو آپ عزل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: ''اچھا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ جس روح کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی۔''

تشریح: عزل کہتے ہیں جماع کے دوران انزال کے قریب ذکر کو فرج سے باہر نکال لینا، تاکہ عورت کو حمل نہ ہو سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ایک طرح سے اسے ناپسند فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ تمہارا یہ عمل باطل ہے۔ جو جان پیدا ہونے والی مقدر ہے وہ تو اس صورت میں بھی ضرور پیدا ہو کر رہے گی۔ اس حدیث سے لونڈی غلام کی بیع ثابت ہوئی۔

بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب: مدبر کا بیچنا کیسا ہے؟

تشریح: مدبر وہ غلام ہے جس کو مالک کہہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ شافعی رحمہ اللہ اور اہلحدیث کے ہاں اس کی بیع جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے۔ ایک شخص مر گیا تھا۔ اس کی کچھ جائیداد نہ تھی۔ صرف یہی غلام مدبر تھا۔ اور وہ قرضدار تھا۔ آپ نے وہی مدبر غلام آٹھ سو درہم کو بیچ کر اس کا قرض ادا کر دیا۔ اکثر روایات میں یہی ہے کہ اس شخص کی زندگی ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قرض ادا کرنے کے لئے ان کے اس مدبر غلام کو نیلام فرمایا تھا۔ اور ان کے قرض خواہوں کو فارغ کیا تھا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرض کا معاملہ کتنا خطرناک ہے کہ اس کے لئے غلام مدبر کو نیلام کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ غلام مدبر اپنے مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے۔

۲۲۳۰ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، حَدَّثَنَا

(۲۲۳۰) ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان

إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَاعَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُدَبَّرَ.

سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدبر غلام بیچا تھا۔

[راجع: ٢١٤١] [ابوداود: ٣٩٥٥؛ نسائي: ٤٦٦٨، ٥٤٣٣؛ ابن ماجه: ٢٥١٢]

٢٢٣١ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُوْلُ: بَاعَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٢١٤١] [مسلم: ٤٣٣٩؛ ترمذي: ١٢١٩؛ ابن ماجه: ٢٥١٣]

(۲۲۳۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ مدبر غلام کو رسول اللہ ﷺ نے بیچا تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)۔

٢٢٣٢، ٢٢٣٣ـ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ: ((اجْلِدُوْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ بِيعُوْهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ)). [راجع: ٢١٥٣، ٢١٥٤]

(۲۲۳۲،۳۳) مجھ سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ نے خبر دی، انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کر لے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: ''اسے کوڑے لگاؤ پھر اگر وہ زنا کرلے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے بیچ دو۔'' (آخری جملہ آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد (فرمایا تھا)۔

تشریح: اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلا کہ لونڈی جب زنا کرے تو اس کو بیچ ڈالیں اور یہ عام ہے اس لونڈی کو بھی شامل ہے جو مدبرہ ہے۔ تو مدبرہ کی بیع کا جواز نکلا۔ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حدیث میں جواز بیع مکرر، سہ کرر، زنا کرانے پر موقوف رکھا گیا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک تو مدبر کی بیع ہر حال میں درست ہے خواہ وہ زنا کرائے یا نہ کرائے، تو اس سے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔ میں کہتا ہوں عینی کا اعتراض فاسد ہے۔ اس لئے کہ مدبرہ لونڈی اگر مکرر سہ کرر زنا کرائے تو اس کے بیچنے کا جواز اس حدیث سے نکلا اور جو لوگ مدبر کی بیع کو جائز نہیں سمجھتے وہ زنا کرنے کی صورت میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ پس یہ حدیث ان کے قول کے خلاف ہوئی اور موافق ہوئی ان کے جو مدبر کی بیع کے جواز کے قائل ہیں۔ اور گو بیع کا حکم اس حدیث میں زنا مکرر، سہ کرر ہونے پر دیا گیا ہے، مگر قرینہ دلالت کرتا ہے کہ بیع اس پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ جو لونڈی مطلق زنا نہ کرائے یا ایک ہی بار کرائے اس کا بھی بیچنا درست ہے اب عینی کا یہ کہنا کہ یہ دلالت بعبارۃ النص ہے یا اشارۃ النص یا دلالۃ النص اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ دلالۃ النص ہے کیونکہ حدیث میں مطلق لونڈی کا ذکر ہے اور وہ مدبرہ کو شامل ہے۔ (وحیدی)

٢٢٣٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا

(۲۲۳۴) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی، انہیں سعید نے، انہیں ان کے والد نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے خود سنا ہے: ''جب کوئی باندی زنا کرائے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، البتہ اسے

الْحَدَّ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ)).

[راجع: ٢١٥٢]

لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر وہ زنا کرائے تو اس مرتبہ بھی حد جاری کی جائے لیکن کسی قسم کی لعنت ملامت نہ کی جائے۔ تیسری مرتبہ بھی اگر زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو اسے بیچ ڈالے خواہ بال کی ایک رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔"

تشریح: اس لئے کہ ایسی فاحشہ عورت ایک مسلمان کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ﴾ (۲۴/النور:۲۶) یعنی خبیث زانی عورتیں بدکار زانی مردوں کے لئے اور خبیث زانی مرد خبیث زانی عورتوں کے لئے ہیں۔

بَابٌ: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا؟

باب: اگر کوئی لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

تشریح: استبراء کہتے ہیں لونڈی کا رحم پاک کرنے کو، یعنی کوئی نئی لونڈی خریدے، تو جب تک حیض نہ آئے اس سے صحبت نہ کرے۔ اور سفر میں لے جانے کا ذکر اس لئے آیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو شروع میں بحیثیت لونڈی کے آئی تھیں، سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔ آگے روایت میں سد الروحاء کا ذکر آیا ہے جو مدینہ کے قریب ایک مقام تھا۔ حیس کا ذکر آیا ہے، جو ولیمہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ گھی، کھجور اور پنیر سے ملا کر بنایا جاتا تھا۔ باب کے آخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ مومنون کی ایک آیت کا حصہ نقل کیا۔ اور اس کے اطلاق سے یہ نکلا کہ بیویوں اور لونڈیوں سے مطلقاً حظ نفس درست ہے۔ صرف جماع استبراء سے پہلے ایک حدیث کی رو سے منع ہوا تو دوسرے عیش بدستور درست رہیں گے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِي تُوْطَأُ أَوْ بِيعَتْ أَوْ عَتَقَتْ فَلْتُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ، وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ قَالَ عَطَاءٌ: لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾.

[المومنون: ٦]

اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسہ لے لے یا اپنے جسم سے لگائے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ایسی باندی سے وطی کی جا چکی ہے، ہبہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہیے اور کنواری کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطاء نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں فرمایا: "مگر اپنی بیویوں سے یا باندیوں سے پس بیشک وہ ملامت زدہ نہیں ہیں۔"

٢٢٣٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا

(۲۲۳۵) ہم سے عبدالغفار بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرا دیا تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا وہ خود ابھی دلہن تھیں پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لیے پسند کر لیا۔ پھر روانگی

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا، حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ)). فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ، حَتَّى تَرْكَبَ.

ہوئی۔ جب آپ سدالروحاء پہنچے تو پڑاؤ ہوا۔ اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دستر خوان پر حیس تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''اپنے قریب کے لوگوں کو ولیمہ کی خبر کر دو۔'' صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عباء سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا گھٹنا بچھا دیا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

[راجع: ۳۷۱] [ابوداود: ۲۹۹۵]

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ یہ کنانہ رئیس خیبر کی بیوی تھی اور یہ کنانہ وہی یہودی ہے جس نے بہت سے خزانے زیر زمین دفن کر رکھے تھے۔ اور فتح خیبر کے موقعہ پر ان سب کو پوشیدہ رکھنا چاہا تھا۔ مگر نبی کریم ﷺ کو وحی الٰہی سے اطلاع مل گئی۔ اور کنانہ کو خود اسی کے قوم کے اصرار پر قتل کر دیا گیا کیونکہ اکثر غربائے یہود اس سرمایہ دار کی حرکتوں سے نالاں تھے اور آج بمشکل ان کو یہ موقع ملا تھا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں ہے جب انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کی تعبیر کنانہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ نبی موعود علیہ السلام کی بیوی بنے گی ان کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ مارا تھا۔ خیبر فتح ہوا تو یہ بھی قیدیوں میں تھی اور حضرت دحیہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھی۔

بعد میں نبی کریم ﷺ کو ان کی شرافت نسبی معلوم ہوئی کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہیں تو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ان کے عوض سات غلام دے کر ان سے واپس لے کر آزاد فرما دیا اور خود انہوں نے اپنے پرانے خواب کی بنا پر آپ سے شرف زوجیت کا سوال کیا، تو نبی کریم ﷺ نے اپنے حرم محترم میں ان کو داخل فرما لیا۔ اور ان کا مہر ان کی آزادی کو قرار دے دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی وفادار اور علم دوست ثابت ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ان کی شرافت کے پیش نظر ان کو عزت خاص عطا فرمائی۔ اس سفر ہی میں آپ نے اپنی عبا مبارک سے ان کا پردہ کرایا اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا بچھا دیا۔ جس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں رکھا۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ ۵۰ھ میں انہوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرماتے ہوئے کئی جگہ اسے مختصر اور مطول نقل فرمایا ہے۔ یہاں آپ کے پیش نظر وہ جملہ مسائل ہیں جن کا ذکر آپ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا ہے اور وہ سب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا لونڈی کی حیثیت میں آئی تھیں۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور سفر میں اپنے ہمراہ رکھا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ

باب: مردار اور بتوں کا بیچنا

٢٢٣٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ

(۲۲۳۶) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ، وَهُوَ بِمَكَّةَ: ((إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ)). فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ: ((لَا، هُوَ حَرَامٌ)). ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا أَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ)).

رسول اللہ ﷺ سے سنا، فتح مکہ کے سال آپ نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا: ''اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔'' اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں وہ حرام ہے۔'' اسی موقع پر آپ نے فرمایا: ''اللہ یہودیوں کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔''

وَقَالَ أَبُوْ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْحَمِيْدِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه في: ٤٢٩٦، ٤٦٣٣]

ابو عاصم نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

[مسلم: ٤٠٤٨؛ ابوداود: ٣٤٨٦؛ ترمذي: ١٢٩٧؛ نسائي: ٤٢٦٧، ٤٦٨٣؛ ابن ماجه: ٢١٦٧]

تشریح: مکہ ۸ھ میں فتح ہوا ہے مردار کی چربی، اکثر علما نے اس کے متعلق بتلایا ہے کہ اس کا بیچنا حرام ہے اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگانا اور چراغ جلانا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں سوائے اس کے جس کی صراحت حدیث میں آ گئی ہے۔ یعنی چمڑا جب اس کی دباغت کر لی جائے، اگر کوئی پاک چیز ناپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جمہور علما کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ((اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ)) یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ)) بے شک خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا، تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے۔ یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لئے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لئے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس لئے اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے اور نیز آپ نے فرمایا: ((مَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ)) یعنی زانیہ کی اجرت خبیث ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے، اس مال سے نفع حاصل کرنا بدو درجہ حرام ہے ایک تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انتفاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے اور اس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور ان کی سمجھ میں ثمن مبیع سے حیلہ پیدا ہوتا ہے اور اس عمل کی خباثت ان کے علوم میں اس ثمن اور اس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے شراب کے باب میں اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لے جانے والے اور جس کے پاس لے جا رہا ہے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ معصیت کی اعانت اور اس کا پھیلانا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، انصار میں سے ہیں۔ قبیلہ سلم کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ان مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ بدر اور جملہ غزوات میں جن کی تعداد اٹھارہ ہے، یہ شریک ہوئے۔ شام اور مصر میں تبلیغی و تعلیمی سفر کئے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ان سے جماعت کثیرہ نے احادیث کو نقل کیا ہے۔ ۹۴ سال کی عمر میں ۷۴ ھ میں مدینۃ المنورہ میں وفات پائی۔ جب کہ عبدالملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے آخر میں وفات پانے والے یہی بزرگ ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ آمین

ماہ رمضان المبارک ۸ ھ میں مطابق ۶۳۰ ء میں مکہ شریف فتح ہوا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس طرح کتب مقدسہ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ وہ قوم کے ساتھ کمال اخلاص سے محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وے تیرے قدموں کے نزدیک ہیں اور تیری تعلیم کو مانیں گے۔'' (تورات استثناء ۲ تا ۳۳/۴)

اس تاریخی عظیم فتح کے موقعہ پر آپ نے ایک خطاب عام فرمایا۔ جس میں شراب، مردار، سور اور بتوں کی تجارت کے متعلق بھی یہ احکامات صادر فرمائے جو یہاں بیان ہوئے ہیں۔

نوٹ: تورات مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۲ ء سامنے رکھی ہوئی ہے، اسی سے یہ پیش گوئی نقل کر رہا ہوں۔ (راز)

بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ — باب: کتے کی قیمت کے بارے میں

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علما کا یہ قول ہے کہ مطلقاً کسی کتے کی بیع جائز نہیں، سکھایا ہوا ہو یا بن سکھایا ہوا۔ اور اگر کوئی اس کو مار ڈالے تو اس پر ضمان لازم نہیں آتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شکاری اور فائدہ مند کتے کی بیع درست ہے۔

٢٢٣٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [أطرافه في: ٢٢٨٢، ٥٣٤٦، ٥٧٦١] [مسلم: ٤٠٠٩، ٤٠١٠؛ ابوداود: ٣٤٢٨، ٣٤٨١؛ ترمذي: ١١٣٣، ١٢٧٦؛ ابن ماجه: ٢١٥٩]

(۲۲۳۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابو بکر بن عبدالرحمن نے اور انہیں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

تشریح: عرب میں کاہن لوگ بہت تھے جو آیندہ کی باتیں لوگوں کو بتلایا کرتے تھے۔ آج کل بھی ایسے دعویدار بہت ہیں۔ ان کو اجرت دینا یا شیرینی پیش کرنا قطعاً جائز نہیں ہے نہ ان کا پیسہ کھانا جائز ہے۔

٢٢٣٨ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، أَخْبَرَنَا

(۲۲۳۸) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا،

شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ. قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْأَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُوْكِلَهُ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.
[راجع: ٢٠٨٦]

کہا کہ مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک پچھنا لگانے والے (غلام) کو خرید رہے ہیں پس اس نے اس کے (پچھنا لگانے والا) اوزار توڑنے کا حکم دیا تو اس کو توڑ دیا گیا اس پر میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت، باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا۔ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں، سود لینے والوں اور دینے والوں پر لعنت کی تھی، اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت کی تھی۔

تشریح: خون کی قیمت سے پچھنا لگانے والے کی اجرت مراد ہے۔ اس حدیث سے عدم جواز ظاہر ہوا مگر دوسری حدیث جو مذکور ہوئی اس سے یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود پچھنا لگوایا اور اس پچھنا لگانے والے کو اجرت ادا فرمائی۔ جس سے جواز ثابت ہوا۔ کتے کی قیمت کے متعلق ابوداؤد میں مرفوعاً موجود ہے کہ جو کوئی تم سے کتے کی قیمت طلب کرے اس کے ہاتھ میں مٹی ڈال دو، مگر نسائی میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے شکاری کتے کو مستثنیٰ فرمایا کہ اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ زانیہ کی اجرت جو وہ زنا کرانے پر حاصل کرتی ہے، اس کا کھانا بھی ایک مسلمان کے لئے قطعاً حرام ہے، مجازاً یہاں اس اجرت کو لفظ مہر سے تعبیر کیا گیا۔ کاہن سے مراد فال کھولنے والے، ہاتھ دیکھنے والے، غیب کی خبریں بتلانے والے اور اس قسم کے سب وہ لوگ شامل ہیں جو ایسے پاکھنڈوں سے پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ " وهو حرام بالاجماع لما فيه من اخذ العوض على امر باطل۔" یہ جھوٹ پر اجرت لینا ہے جو بالاجماع حرام ہے۔ گودنے والیاں اور گدوانے والیاں جو انسانی جسم پر سوئی سے گود کر اس میں رنگ بھر دیتی ہیں۔ یہ پیشہ بھی حرام اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان مرد، عورت کو زیبا نہیں کہ وہ اس کا مرتکب ہو۔ سود لینے والوں پر، اسی طرح دینے والوں پر، ہر دو پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ گواہ اور کاتب اور ضامن تک پر لعنت وارد ہوئی ہے کہ سود کا دھندا اتنا ہی برا ہے۔ تصویر بنانے والوں سے جانداروں کی تصویر بنانے والے لوگ مراد ہیں۔ ان سب پر لعنت کی گئی، اور ان کا پیشہ ناجائز قرار دیا گیا۔

كِتَابُ السَّلَمِ
بیع سلم کا بیان

تشریح: بیع سلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کہے کہ اتنی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں اتنا غلہ یا چاول فلاں قسم والے دینا۔ یہ بالاجماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدھنی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو رب السلم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دینا ٹھہرائے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع سلم پر لفظ سلف کا بھی اطلاق ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ لفظ سلف اہل عراق کی لغت ہے اور لفظ سلم اہل حجاز کی لغت ہے ایسی بیع کو عام محاورہ میں لفظ بدھنی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بَابُ السَّلَمِ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ

٢٢٣٩۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ، وَالنَّاسُ يُسْلِفُوْنَ فِي التَّمْرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ۔ أَوْ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً. شَكَّ إِسْمَاعِيْلُ۔ فَقَالَ: ((مَنْ سَلَّفَ فِيْ تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ)).

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، بِهٰذَا: ((فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ)).

[أطرافه في: ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٢٢٥٣] [مسلم: ٤١١٨، ٤١١٩، ٤١٢٠، ٤١٢١؛ ابوداود: ٣٤٦٣؛ ترمذي: ١٣١١؛ نسائي: ٤٦٣٠؛ ابن ماجه: ٢٢٨٠]

باب: ماپ مقرر کر کے سلم کرنا

(۲۲۳۹) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابومنہال نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ دو سال اور تین سال (کے لیے کرتے تھے) شک اسماعیل کو ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی کھجور میں بیع کرے، اسے مقررہ پیمانے یا مقررہ وزن کے ساتھ کرنی چاہیے۔"

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل نے خبر دی، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا: "بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ وزن میں ہونی چاہیے۔"

تشریح: جو چیزیں ماپ تول کر بیچی جاتی ہیں ان میں ماپ تول ٹھہرا کر سلم کرنا چاہیے۔ اگر ماپ تول مقرر نہ کئے جائیں تو یہ بیع سلم جائز نہ ہوگی الغرض اس بیع کے لئے ضروری ہے کہ وزن مقرر ہو اور مدت مقرر ہو ورنہ بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے۔ اسی لئے حدیث ہذا میں اس کے لئے یہ تاکید کی گئی۔

بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ

باب: بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے

٢٢٤٠۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ، وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالثَّمَرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: ((مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ: ((فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). [راجع: ٢٢٣٩]

(۲۲۴۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابومنہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لیے بیع سلم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ”جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہے، اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔“ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا۔ (اس روایت میں ہے کہ) آپ نے فرمایا: ”بیع سلف مقررہ وزن میں مقررہ مدت تک کے لیے کرنی چاہیے۔“

تشریح: مثلاً سو روپے کا اتنے وزن کا غلہ آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کروں گا۔ یہ طے کرکے خریدار نے سو روپیہ اسی وقت ادا کر دیا۔ یہ بیع سلم ہے، جو جائز ہے۔ اب مدت پوری ہونے پر وزن مقررہ کا غلہ اسے خریدار کو ادا کرنا ہوگا۔

٢٢٤١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: ((فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ)). [راجع: ٢٢٣٩]

(۲۲۴۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، مجھ سے ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن کثیر نے، اور ان سے ابومنہال نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: ”مقررہ وزن اور مقررہ مدت تک کے لیے (بیع سلم) ہونی چاہیے۔“

تشریح: کیل اور وزن سے ماپ اور تول مراد ہیں۔ اس میں جس چیز سے وزن کرنا ہے کلو یا قدیم سیر من۔ یہ بھی جملہ باتیں طے ہونی ضروری ہیں۔

٢٢٤٢، ٢٢٤٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ؛ ح: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ، أَوْ عَبْدُاللَّهِ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ:

(۲۲۴۲،۴۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی مجالد نے (دوسری سند) اور مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے۔ (تیسری سند) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد اور عبداللہ بن ابی مجالد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابو ہریرہ میں بیع سلم کے متعلق باہم اختلاف ہوا۔ تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما

إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ، وَالتَّمْرِ. [طرفاه في: ۲۲٤٤، ۲۲۵۵] وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ. [طرفاه في: ۲۲٤۵، ۲۲۵٤] [مسلم: ٤١١٨، ٤١١٩، ٤١٢٠، ٤١٢١؛ ابوداود: ٣٤٦٤؛ نسائي: ٤٦٢٨، ٤٦٢٩؛ إبن ماجه: ۲۲۸۲]

کے زمانوں میں گیہوں، جو، منقی اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

تشریح: حافظ فرماتے ہیں:"اجمعوا على انه ان كان فى السلم ما يكال او يوزن فلا بد فيه من ذكر الكيل المعلوم والوزن المعلوم فان كان فيما لا يكال ولا يوزن فلا بد فيه من عدد معلوم۔"یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ یا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا۔ فی الحقیقت کاشتکاروں اور صناعوں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

سند میں حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا۔ اور ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ کوفہ کے باشندے ہیں۔ بقول بعض ان کی اصل نیشاپور کے قریہ سے ہے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ اور اوزاعی اور ثوری وغیرہ اساتذہ حدیث سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان کے تلامذہ میں اکابر حضرات مثلاً حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہم بھی نظر آتے ہیں۔ بغداد میں رونق افروز ہو کر درس حدیث کا حلقہ قائم فرمایا۔ فن حدیث میں ان کا قول قابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، حدیبیہ اور خیبر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے اور ہمیشہ مدینہ میں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کا حادثہ سامنے آ گیا اس کے بعد آپ کوفہ تشریف لے گئے۔ ۸۷ھ میں کوفہ میں ہی انتقال فرمایا۔ کوفہ میں انتقال کرنے والے یہ سب سے آخری صحابی رسول ہیں۔ ان سے امام شعبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

امام شعبی عامر بن شرحبیل کوفی مشہور ذی علم اکابر میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ حفظ حدیث کا یہ ملکہ خداداد تھا کہ کبھی کوئی حرف کاغذ پر نوٹ نہیں فرمایا۔ جو بھی حدیث سنی اس کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ دور حاضرہ میں حقیقی علما تو چار ہی دیکھے گئے ہیں۔ یعنی ابن مسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصرہ میں اور مکحول شام میں۔ بعمر ۸۲ سال ۱۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمة الله عليه رحمة واسعة۔ آمین

بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

باب: اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال ہی موجود نہ ہو

تشریح: مثلاً ایک شخص کے پاس کھجور نہیں ہے اور کسی نے اس سے کھجور لینے کے لئے سلم کیا۔ بعض نے کہا اصل سے مراد اس لی بنا ہے، مثلاً غلہ کی اصل کھیتی ہے اور میوے کی اصل درخت ہے۔ اس باب سے یہ غرض ہے کہ سلم کے جواز کے لئے اس مال کا مسلم الیہ کے پاس ہونا ضروری نہیں۔

۲۲٤٤، ۲۲٤۵۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا

(۲۲٤٤، ٤۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابی مجالد

مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ: بَعَثَنِي عَبْدُاللَّهِ ابْنُ شَدَّادٍ وَأَبُوْ بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَقَالَا: سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُوْنَ فِي الْحِنْطَةِ؟ فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيْطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرِ، وَالزَّبِيْبِ، فِيْ كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ. قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُسْلِفُوْنَ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا؟

نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم ﷺ کے اصحاب آپ کے زمانے میں گیہوں کی بیع سلم کرتے تھے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) کے ساتھ گیہوں، جوار، خشک انگور کی مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے سودا کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب آپ کے عہد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے کھیتی بھی ہے یا نہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، بِهَذَا وَقَالَ: فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ: فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ وَقَالَ: وَالزَّيْتِ. [راجع: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]

ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے یہی حدیث۔ اس روایت میں یہ بیان کیا کہ ہم ان سے گیہوں اور جو میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، اور اس میں بیان کیا کہ گیہوں، جو اور منقی میں (بیع سلم کیا کرتے تھے)۔ اور عبداللہ بن ولید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے شیبانی نے بیان کیا، اس میں انہوں نے زیتون کا بھی نام لیا ہے۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے یعنی اس بات کو ہم دریافت نہیں کرتے تھے کہ اس کے پاس مال ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا سلم ہر شخص سے کرنا درست ہے۔ مسلم فیہ یا اس کی اصل اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو اتنا ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ معاملہ کرنے والا ادا کرنے اور وقت پر بازار سے خرید کر یا اپنی کھیتی یا مزدوری وغیرہ سے حاصل کر کے اس کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص قلاش محض ہو اور وہ بیع سلم کر رہا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دھوکہ سے اپنے بھائی مسلمان کا پیسہ ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ اور آج کل عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ادائیگی کی نیت خالص رکھنے والے کی اللہ بھی مدد کرتا ہے کہ وہ وقت پر ادا کر دیتا ہے۔ اور جس کی ہضم کرنے ہی کی نیت ہو تو قدرتی امداد بھی اس کو جواب دے دیتی ہے۔

لفظ انباط کی تحقیق میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جمع نبیط وھم قوم معروفون کانوا ینزلون بالبطائح من العراقیین قاله الجوھری واصلھم قوم من العرب دخلوا فی العجم واختلطت انسابھم وفسدت السنتھم ویقال لھم النبط بفتحتین والنبیط بفتح اوله وکسر ثانیه و زیادة

تحتانية وانما سموا بذالك لمعرفتهم بانباط الماء اى استخراجه لكثرة معالجتهم الفلاحة وقيل هم نصارىٰ الشام وهم عرب دخلوا فى الروم ونزلوا بوادى الشام ويدل على هذا قوله من انباط الشام وقيل هم طائفتان طائفة اختلطت بالعجم ونزلوا البطائح وطائفة اختلطت بالروم ونزلوا الشام۔" (نيل الاوطار)

یعنی لفظ انباط نبیط کی جمع ہے۔ یہ لوگ اہل عراق کے پتھریلے میدانوں میں سکونت پذیر ہوا کرتے تھے، اصل میں یہ لوگ عربی تھے۔ مگر عجم میں جانے سے ان کے انساب اور ان کی زبانیں سب مخلوط ہو گئیں۔ نبط بھی ان ہی کو کہا گیا ہے اور نبیط بھی۔ یہ اس لئے کہ یہ قوم کھیتی کیاری کے فن میں بڑا تجربہ رکھتی تھی۔ اور پانی نکالنے کا ان کو خاص ملکہ تھا۔ انباط پانی نکالنے ہی کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے ان کو قوم انباط کہا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شام کے نصاریٰ تھے جو نسلاً عرب تھے۔ مگر روم میں جا کر وادی شام میں مقیم ہو گئے۔ روایت میں بھی لفظ انباط الشام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عجمیوں کے ساتھ اختلاط کر کے عراقی میدانوں میں سکونت پذیر تھا۔ اور دوسرا گروہ رومیوں سے مخلوط ہو کر شام میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ لوگ کاشتکار تھے، اور گندم کے ذخائر لے کر ملک عرب میں فروخت کے لئے آیا کرتے تھے۔ خاص طور پر مسلمانان مدینہ سے ان کا تجارتی تعلق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں ہر جائز نقد ادھار سودا کرنا ان کا معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔

٢٢٤٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ، فِي النَّخْلِ. قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ، حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ قَالَ: رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْرَزَ. وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ...... مِثْلَهُ. [طرفاه في: ٢٢٤٨، ٢٢٥٠] [مسلم: ٣٨٧٣]

(۲۲۴۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالبختری طائی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درخت میں بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ درخت پر پھل کو بیچنے سے آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک کے لیے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جا سکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور معاذ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے کہ ابوالبختری نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے منع کیا تھا۔ پھر یہی حدیث بیان کیا۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی پختگی نہ کھل جائے اس وقت تک سلم جائز نہیں کیوں کہ یہ سلم خاص درختوں کے پھل پر ہوئی۔ اگر مطلق کھجور میں کوئی سلم کرے تو وہ جائز ہے۔ گو درخت پر پھل نکلے بھی نہ ہوں۔ یا مسلم الیہ کے پاس درخت بھی نہ ہوں۔ اب بعض نے کہا کہ یہ حدیث درحقیقت بعد والے باب سے متعلق ہے۔ بعض نے کہا اسی باب سے متعلق ہے۔ اور مطابقت یوں ہوتی ہے کہ جب معین درختوں میں باوجود درختوں کے سلم جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ درختوں کے وجود سے سلم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اگر درخت نہ ہوں جو مال کی اصل ہیں جب بھی سلم جائز ہوگی، باب کا یہی مطلب ہے۔

بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

باب: درخت پر جو کھجور لگی ہو اس میں بیع سلم کرنا

تشریح: یعنی جس صورت میں کہ ہم کو بھروسہ ہو جائے کہ یہ درخت یقیناً پھل دیں گے بلکہ اب پختہ ہونے کے قریب ہی آ گیا ہے تو ان حالات میں درخت پر لٹکی ہوئی کھجوروں میں بیع سلم جائز ہے۔

٢٢٤٧ ، ٢٢٤٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ، فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ، حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ، نَسَاءً بِنَاجِزٍ.

(۲۲۴۷، ۴۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابوالبختری نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور میں جب کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہو بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو ادھار، نقد کے بدلے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ، فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ، أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ، وَحَتَّى يُوزَنَ. [راجع: ١٤٨٦، ٢٢٤٦]

اور میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو آپ نے بھی یہی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جا سکے یا (یہ فرمایا کہ) جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھا سکے اور جب تک وہ تولنے کے قابل نہ ہو جائے۔

٢٢٤٩ ، ٢٢٥٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ: نَهَى عُمَرُ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ، وَحَتَّى يُوزَنَ. قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ قَالَ: رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُحْرَزَ. [راجع: ١٤٨٦، ٢٢٤٦]

(۲۲۴۹، ۵۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابوالبختری نے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نفع اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے، اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا ہے۔ اور میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب تک وہ وزن کرنے کے قابل نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وزن کیے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ وہ اندازہ کی جا سکے۔

بَابُ الْكَفِيْلِ فِي السَّلَمِ

باب: سلم یا قرض میں ضمانت دینا

٢٢٥١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا يَعْلَى، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: اشْتَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(۲۲۵۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے یعلی بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ. [جع: ٢٠٦٨]

رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تشریح: تو وہ زرہ بطور ضمانت یہودی کے پاس رہی، معلوم ہوا سلم یا قرض میں اگر دوسرا کوئی شخص سلم والے یا قرض دار کا ضامن ہو تو یہ درست ہے۔

بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ

باب: بیع سلم میں گروی رکھنا

٢٢٥٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ [مَعْلُومٍ] وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ. [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۲۵۲) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں گروی رکھنے کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا ہم سے اسود نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی تھی۔

تشریح: یہ مسئلہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے: ﴿وَاِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۲) آخر تک۔ پھر فرمایا ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۳) یعنی جب کسی مقررہ وقت کے لئے قرض لو تو کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ لو۔

بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

باب: سلم میں میعاد معین ہونی چاہیے

وَبِهِ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ وَالْحَسَنُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ بِالطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

ابن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور اسود اور امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع سلم کرنے میں قباحت نہیں۔ اگر یہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو، جو ابھی پکا نہ ہو۔

تشریح: اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے میوہ میں سلم کرے اور ابھی وہ غلہ یا میوہ تیار نہ ہوا ہو تو سلم درست نہ ہوگی۔ لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کھیت اور خاص پیداوار میں بھی سلم کرنا درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلہ یا میوہ پختگی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ غلہ یا میوہ اترے گا یا نہیں۔ احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سماوی سے یہ غلہ اور میوہ تباہ ہو جائے پھر دونوں میں جھگڑا ہو۔ (وحیدی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر شافعیہ کا رد کیا جو سلم کو بن میعاد یعنی نقد بھی جائز رکھتے ہیں۔ حنفیہ اور مالکیہ امام بخاری رحمہ اللہ کے موافق ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کم سے کم مدت کیا ہونی چاہیے۔ پندرہ دن سے لے کر آدھے دن تک کی مدت کے مختلف اقوال ہیں۔ طحاوی نے تین دن کو کم سے کم مدت قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ایک مہینہ مدت ٹھہرائی ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ جن کا یہاں ذکر ہے ابوالحسن کے بیٹے ہیں۔ ان کی کنیت ابوسعید ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کے والد ابوالحسن کا نام یسار ہے یہ قبیلہ بنی سبئی یلسان سے ہیں۔ یسار کو ربیع بنت نضر نے آزاد کیا تھا۔ امام حسن بصری جب کہ خلافت عمری کے دو سال باقی تھے۔ عالم وجود میں آئے۔ مدینہ منورہ مقام ولادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے کھجور منہ میں چبا کر ان کے تالو سے لگائی۔ ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ بسا اوقات ان کی والدہ کہیں چلی جاتیں تو حسن بصری کو بہلانے کے لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اپنی چھاتی ان کے منہ میں دے دیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کی والدہ لوٹ کر آتیں تو ام المؤمنین کے دودھ بھر آتا اور یہ حضرت اسے پی لیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی فرزند ثابت ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں جس علم و حکمت پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پہنچے یہ اسی کا طفیل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ بصرہ چلے آئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اور کہا گیا ہے کہ مدینہ میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ملے۔ لیکن بصرہ میں ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جس وقت بصرہ کو جا رہے تھے تو وہ وادی قریٰ ہی میں تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت بصرہ میں تشریف لا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عباس اور دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ اور ان سے بھی ایک بڑی جماعت تابعین اور تبع تابعین نے روایات کی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں علم و فن، زہد و تقویٰ و عبادت اور ورع کے امام تھے۔ رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

حشرنا الله معهم وجمع الله بيننا وبينهم في اعلى عليين۔ آمین

٢٢٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ: ((أَسْلِفُوْا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ)) وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْوَلِيْدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَقَالَ: ((فِي كَيْلٍ مَعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَعْلُوْمٍ)). [راجع: ٢٢٣٩]

(۲۲۵۳) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن کثیر نے، ان سے ابوالمنہال نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں دو اور تین سال تک کے لیے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ہدایت کی کہ پھلوں میں بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ مدت کے لیے کیا کرو۔"

اور عبداللہ بن ولید نے کہا، ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ "پیمانے اور وزن کی تعیین کے ساتھ (بیع سلم ہونی چاہیے)۔"

٢٢٥٤، ٢٢٥٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ وَعَبْدُاللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالَا: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ يَأْتِيْنَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. [راجع: ٢٢٤٢، ٢٢٤٣]

(۲۲۵۴، ۵۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں سلیمان شیبانی نے، انہیں محمد بن ابی مجالد نے، کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد نے عبدالرحمن بن ابزیٰ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غنیمت کا مال پاتے، پھر شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے گیہوں، جو اور منقی کی بیع سلم ایک مدت مقرر کر کے کر لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس اس وقت یہ چیزیں موجود بھی ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے ہی نہیں تھے۔

بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

باب: بیع سلم میں یہ میعاد لگانا کہ جب اونٹنی بچہ جنے

تشریح: یہ جاہلیت کا رواج تھا۔ مہینے اور دن تو متعین نہ کرتے، جہالت اس درجہ کی تھی کہ اونٹنی کے جننے کو وعدہ ٹھہراتے۔ گو اونٹنی اکثر قریب قریب ایک سال کی مدت میں جنتی ہے۔ مگر پھر بھی آگے پیچھے کئی دن کا فرق ہو جاتا ہے اور نیز نزاع کا باعث ہوگا، اس لئے ایسی مدت لگانے سے منع فرمایا۔

٢٢٥٦۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ، فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا. [راجع: ٢١٤٣]

(۲۲۵۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے جویریہ نے بیان کیا، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ حمل ہونے کی مدت تک کے لیے بیچتے تھے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے حبل الحبلۃ کی تفسیر یہ کی ''یہاں تک کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ اسے جن لے۔''

تشریح: پھر اس کا بچہ بڑا ہو کر اور بچے جنے جیسے دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس میعاد میں جہالت تھی۔ دوسرے دھوکہ تھا کہ معلوم نہیں وہ کب بچہ جنتی ہے۔ پھر اس کا بچہ زندہ بھی رہ جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو کب حمل رہتا ہے، کب وضع حمل ہوتا ہے۔ ایسی میعاد اگر سلم میں لگائے تو سلم جائز نہ ہوگی۔ گو عادتاً اس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ الشُّفْعَةِ]

شفعہ کا بیان

بَابُ الشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ

باب: شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو جب حد بندی ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا

تشریح: شفعہ کہتے ہیں شریک یا ہمسائے کا حصہ وقت بیع کے اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہر چیز میں شفعہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جانور میں ہے اور کسی منقولہ جائیداد میں نہیں اور شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ شفعہ صرف جائیداد غیر منقولہ میں ہوگا۔ اور شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کو ملے گا نہ ہمسایہ کو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہمسایہ کو بھی حق شفعہ ہے اور اہلحدیث نے اس کو اختیار کیا ہے:

”وهى ماخوذة لغة من الشفع وهو الزوج وقيل من الزيادة وقيل من الاعانة وفى الشرع انتقال حصة شريك الى شريك كانت انتقلت الى اجنبى بمثل العوض المسمى ولم يختلف العلماء فى مشروعيتها۔“ (فتح)

اور وہ شفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی جوڑا کے ہیں۔ کہا گیا کہ زیادتی کے معنی میں ہے بعض نے کہا اعانت کے معنی میں ہے۔ شرع میں ایک کے حصہ کو اس کے دوسرے شریک کے حوالہ کرنا، جب کہ وہ کچھ قیمت پر کسی اجنبی کی طرف منتقل ہو رہا ہو اس کی مشروعیت پر علما کا اتفاق ہے۔

٢٢٥٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. [راجع: ٢٢١٣]

(٢٢٥٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیئے گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

تشریح: قسطلانی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دی پھر شریک نے بیع کی تو شفیع کو حق شفعہ نہ پہنچے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ بائع کو شفیع کا خبر دینا واجب ہے یا مستحب۔

بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى

باب: شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے بیچنے

صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

سے پہلے شفعہ پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دے دی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے کہا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس بیع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

٢٢٥٨ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ قَالَ: وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ. فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللَّهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا. فَقَالَ الْمِسْوَرُ: وَاللَّهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا. فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللَّهِ أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ، مُنَجَّمَةٍ أَوْ مُقَطَّعَةٍ. قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِينَارٍ، وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ)). مَا أَعْطَيْتُكَهُمَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ، وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَمِائَةِ دِينَارٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. [أطرافه في: ٦٩٧٧، ٢٩٧٨، ٦٩٨٠، ٦٩٨١] [ابوداود: ٣٥١٦؛ نسائي: ٤٧١٦؛ ابن ماجه: ٢٤٩٥، ٢٤٩٨]

(٢٢٥٨) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن شرید نے، کہا کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ بخدا میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا اور وہ بھی قسط وار۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حق دار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابو رافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر حنفیہ کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو شفعہ کا حق ہے۔ شافعیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد وہی ہمسایہ ہے جو جائیداد مبیعہ میں بھی شریک ہوتا کہ حدیثوں میں اختلاف باقی نہ رہے۔

بَابٌ: أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ؟

باب: کون سا پڑوسی زیادہ حق دار ہے

تشریح: معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ متفق ہیں کہ ہمسایہ کو حق شفعہ ثابت ہے۔

٢٢٥٩ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ [بْنُ عَبْدِاللّٰهِ] حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ؟ قَالَ: ((إِلَى] أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا)).

[طرفاه في: ٢٥٩٥، ٦٠٢٠] [ابوداود: ٥١٥٥]

(۲۲۵۹) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے شبابہ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوعمران نے بیان کیا، کہا کہ میں نے طلحہ بن عبداللہ سے سنا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا: ''جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔''

تشریح: قسطلانی نے کہا اس سے شفعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ نے کہا کہ ابورافع کی حدیث ہمسایہ کے لئے حق شفعہ ثابت کرتی ہے۔ اب اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ اگر کئی ہمسائے ہوں تو وہ ہمسایہ حق شفعہ میں مقدم سمجھا جائے گا جس کا دروازہ جائیداد وغیرہ سے زیادہ نزدیک ہو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

[كِتَابٌ] فِي الْإِجَارَاتِ

مزدوروں کے مسائل کا بیان

بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ [القصص: ٢٦] وَالْخَازِنِ الْأَمِينِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

باب: کسی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زور دار، امانت دار ہو۔'' اور امانت دار خزانچی کا ثواب اور اس کا بیان کہ جو شخص حکومت کی درخواست کرے اس کو حاکم نہ بنایا جائے۔

تشریح: اجارہ کے معنی مزدوری کے ہیں اصطلاح میں یہ کہ کوئی شخص کسی مقررہ اجرت پر مقررہ مدت کے لئے اپنی ذات کا کسی کو مالک بنادے۔

٢٢٦٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْخَازِنُ الْأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)). [راجع: ١٤٣٨]

(۲۲۶۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ یزید بن عبداللہ نے کہا کہ میرے دادا، ابو بردہ عامر نے مجھے خبر دی اور انہیں ان کے باپ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کردے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔''

٢٢٦١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ. قَالَ: ((لَنْ- أَوْ لَا- نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ)). [أطرافه في: ٣٠٣٨، ٤٣٤١، ٤٣٤٢، ٤٣٤٣، ٤٣٤٤، ٤٣٤٥، ٦١٢٤، ٦٩٢٣، ٧١٤٩، ٧١٥٦، ٧١٥٧، ٧١٧٢] [مسلم:

(۲۲۶۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے قرہ بن خالد نے کہا کہ مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ (میرے قبیلہ) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گار ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''جو شخص حاکم بننے کا خود خواہش مند ہو، اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔'' (یہاں راوی کو شک ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ ''لن'' یا لفظ ''لا'' استعمال فرمایا)۔

۴۷۱۸؛ ابو داود: ۳۵۷۹، ۴۳۵۴؛ نسائي: ٤]

تشریح: لفظ''اجارات''اجارۃ کی جمع ہے۔ اجارۃ لغت میں اجرت یعنی اس مزدوری کو کہتے ہیں جو کسی مقررہ خدمت پر جو مقررہ مدت تک انجام دی گئی ہو، اس کام کے کرنے والے کو دینا، وہ نقد یا جنس جس مقررہ صورت میں ہو۔ مزدوری پر اگر کسی نیک اچھے امانت دار آدمی کو رکھا جائے، تو کام کرانے والے کی یہ عین خوش قسمتی ہے کہ مزدور اللہ سے ڈر کر پورا حق ادا کرے گا اور کسی کوتاہی سے کام نہ لے گا۔ باب استیجار الرجل الصالح منعقد کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ نیک لوگوں کے لئے مزدوری کرنا کوئی شرم اور عار کی بات نہیں ہے اور نیک صالح لوگوں سے مزدوری پر کام کرانا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ہر دو کے لئے باعث برکت اور اجر و ثواب ہے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ﴾ (۲۸/ القصص: ۲۶) نقل فرما کر اپنے مقصد کے لئے مزید وضاحت فرمائی ہے اور بتلایا ہے کہ مزدوری کے لئے کوئی طاقتور آدمی جو امانت دار بھی ہو مل جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ باری تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کی زبان پر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے گھر پہنچ کر یہ کہا کہ بابا جان! ایسا زبردست اور امانت دار نوکر اور کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا کہ تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا وہ پتھر جس کو دس آدمی مشکل سے اٹھاتے تھے اس جوان یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے اٹھا کر پھینک دیا۔ اور میں اس کے آگے چل رہی تھی۔ حیادار اتنا ہے کہ میرا کپڑا ہوا سے اڑنے لگا تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے ہو کر چلو۔ اور اگر میں غلط راستے پر چلنے لگوں تو پیچھے سے ایک کنکری سیدھے راستے پر پھینک دینا۔ اس سے سمجھ کر سیدھا راستہ جان لوں گا اور اسی پر چلوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عین عالم شباب تھا اور حیا اور شرم کا یہ عالم اور خدا ترسی کا یہ حال کہ دختر شعیب علیہ السلام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہ جانا۔ اسی بنا پر اس لڑکی نے حضرت شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان شاندار لفظوں میں تعارف کرایا۔ بہر حال امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سلسلہ کتاب البیوع اجارات یعنی مزدوری کرنے سے متعلق جملہ مسائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

باب کے آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص از خود نوکر یا حاکم بننے کی درخواست کرے۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے وسائل ڈھونڈے، بادشاہ اور حاکم وقت کا فرض ہے کہ ایسے حریص آدمی کو ہرگز حاکم نہ بنائے اور جو نوکری سے بھاگے اس کو اس نوکری پر مقرر کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ اسکا اہل بھی ہو۔ وہ ضرور ایمانداری اور خیر خواہی سے کام کرے گا۔ لیکن یہ اصول صرف اسلامی پاکیزہ ہدایات سے متعلق ہے جس کو عہد خلافت راشدہ ہی میں شاید برتا گیا ہو۔ ورنہ اب تو کوئی اہل ہو یا نہ ہو محض خویش پروری کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس زمانہ میں تو نوکری کا حاصل کرنا اور اس کے لئے دفاتر کی خاک چھاننا ایک عام فیشن ہو گیا ہے۔ مسلم شریف کتاب الامارت میں یہی حدیث مزید تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں: "قال العلماء والحكمة في انه لا يولى من سأل الولاية انه يوكل اليها ولا تكون معه اعانة كما صرح به في حديث عبدالرحمن بن سمرة السابق و اذا لم تكن معه اعانة لم يكن كفئا ولا يولى غير الكفء ولان فيه تهمة للطالب والحريص۔" (نووی) یعنی طلب گار کو امارت نہ دی جائے، اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ امارت پر مقرر کیا جائے گا مگر اسکو اعانت حاصل نہ ہو گی جیسا کہ حدیث عبدالرحمٰن بن سمرہ میں صراحت ہے۔ اور جب اس کو اعانت نہ ملے گی تو اس کا مطلب یہ کہ وہ اس کا اہل ثابت نہ ہو گا۔ اور ایسے آدمی کو امیر نہ بنایا جائے اور اس میں طلب گار کے لئے خود تہمت بھی ہے اور اظہار حرص بھی۔ علما نے اس کی صراحت کی ہے۔

حدیث ہذا کے آخر میں خزانچی کا ذکر آیا ہے۔ جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ خزانچی بھی ایک قسم کا نوکر ہی ہے وہ امانت داری سے کام کرے گا تو اس کو بھی اجر و ثواب اتنا ہی ملے گا جتنا کہ مالک کو ملے گا۔ خزانچی کا امین ہونا بہت اہم ہے ورنہ بہت سے نقصانات کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آئے گی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد روى ابن جرير من طريق شعيب الجبئى انه قال اسلم المراة التى تزوجها موسى صفورة واسم اختهاليا وكذا روى من طريق ابن اسحاق الا انه قال اسم اختها شرقا وقيل ليا وقال غيره ان اسمهما صفورا وعبرا وانهما كانتا توأما

وروی من طریق علی ابن ابی طلحة عن ابن عباس فی قوله ان خیر من استاجرت القوی الا مین قال قوی فیما ولی امین فیما استودع وروی من طریق ابن عباس ومجاهد فی آخرین ان اباها سالها عمارات من قوته وامانته فذکرت قوته فی حال السقی وامانته فی غض طرفه عنهما وقوله لها امشی خلفی ودلینی علی الطریق وهذا اخرجه البیهقی باسناد صحیح عن عمر بن الخطاب وزاد فیه فزوجه اقام موسی ومعه یکفیه او یعمل له فی رعایة غنمه۔" (فتح الباری)

دختر حضرت شعیب علیہ السلام کی تفصیلات کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی تھی اس کا نام صفورہ تھا اور اس کی دوسری بہن کا نام ''لیا'' تھا۔ بعض نے دوسری بہن کا نام شرقا بتلایا ہے اور بعض نے ''لیا'' اور بعض نے کوئی اور نام بتایا ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ کہ پہلی کا نام صفورہ اور دوسری بہن کا نام عبرا تھا۔ اور یہ دونوں جوڑ کے ساتھ بیک وقت پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ﴾ (۲۸/ القصص:۲۶) کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ قوی (طاقتور) ان امور کے لئے جن کا ان کو ذمہ دار والی بنایا جائے۔ اور امین (امانت دار) ان چیزوں کے لئے جو اس کو سونپی جائیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے والد نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تم نے اس کی قوت اور امانت کے متعلق کیا دیکھا۔ تو انہوں نے بکریوں کو پانی پلانے کے سلسلہ میں ان کی قوت کا بیان کیا۔ اور امانت کا ان کی آنکھوں کے نیچا کرنے کے سلسلہ میں جب کہ وہ آگے چل رہی تھیں اور قدم کا بعض حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نظر آ گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ سے مجھ کو مطلع کرتی چلو۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام نے اس لڑکی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ اپنی خدمات کے لئے نیز بکریاں چرانے کے لئے ٹھہرا لیا۔ جیسا کہ آٹھ سال کے لئے طے کیا گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دو سال اور اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ اس طرح پورے دس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شعیب علیہ السلام کی خدمت میں مقیم رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

حدیث عتبہ بن منذر میں مروی ہے: "قال کنا عند رسول الله ﷺ فقال ان موسی آجر نفسه ثمان سنین او عشرا علی عفة فرجه و طعام بطنه اخرجه ابن ماجة۔" وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے نفس کو حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کے سپرد کر دیا۔ تا کہ آپ شکم پری کے ساتھ ازدواجی زندگی میں عفت کی زندگی گزار سکیں۔

المجموع شرح المهذب للاستاذ المحقق محمد نجیب المطیعی میں کتاب الاجارہ کے ذیل میں لکھا ہے: "یجوز عقد الاجارة علی المنافع المباحة والدلیل علیه قوله تعالی ﴿فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن﴾ الجزء الرابع عشر، ص: ۲۵۵۔ "یعنی منافع مباح کے اوپر مزدوری کرنا جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے اگر وہ مطلقہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی مزدوری ادا کر دو۔ معلوم ہوا کہ مزدوری کرنے کرانے کا ثبوت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ سے ہے اور یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ اسے شرافت کے خلاف سمجھا جائے جیسا کہ بعض غلط قسم کے لوگوں کا تصور ہوتا ہے اور آج تو مزدوروں کی دنیا ہے، ہر طرف مزدوروں کی تنظیمیں ہیں۔ مزدور آج کے دور میں دنیا پر حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ

باب: چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چرانا

۲۲۶۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ)). فَقَالَ أَصْحَابُهُ:

(۲۲۶۲) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا سعید بن عمرو نے اور ان سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، کیا آپ

وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ)). [ابن ماجه: ٢١٤٩]

نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

تشریح: امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مزدوری کے طور پر بکریاں چرانا بھی ایک حلال پیشہ ہے۔ بلکہ انبیا علیہم السلام کی سنت ہے بکریوں پر گائے بھینس، بھیڑوں اور اونٹوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مزدوری پر چرانا چگانا جائز اور درست ہے۔ ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ بکریوں پر رحم اور شفقت کرنے کی ان کو ابتدائے عمر ہی سے عادت ہو اور رفتہ رفتہ بنی نوع انسان کی قیادت کرنے سے بھی وہ متعارف ہو جائیں۔ اور جب اللہ ان کو یہ منصب جلیلہ بخشے تو رحمت اور شفقت سے وہ ابن آدم کو راہ راست پر لا سکیں۔ اس اصول کے تحت جملہ انبیائے کرام کی زندگیوں میں آپ کو رحمت اور شفقت کی جھلک نظر آئے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی تاکید کی جا رہی ہے ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ﴾ (۲۰/ طہ:۴۴) یعنی دونوں بھائی فرعون کے ہاں جا کر اس کو نہایت ہی نرمی سے سمجھانا۔ شاید وہ نصیحت پکڑ سکے یا وہ اللہ سے ڈر سکے۔ اسی نرمی کا نتیجہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں پر فتح عظیم حاصل فرمائی۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بچپن میں مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرائی ہیں۔ اس لئے بکری چرانا ایک طرح سے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ آپ اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط اجرت پر چرایا کرتے تھے۔ قیراط آدھے دانق کو کہتے ہیں جس کا وزن ۵ جو کے برابر ہوتا ہے۔

الحمد للہ! آج مکہ شریف کے اطراف میں وادی منیٰ میں بیٹھ کر یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ اور اطراف کی پہاڑیوں پر نظر ڈال رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں کہ ایک زمانہ یہ بھی تھا جس میں رسول کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان پہاڑیوں میں مکہ والوں کی بکریوں چرایا کرتے تھے۔ کاش! میں اتنی طاقت رکھتا کہ ان پہاڑیوں کے چپہ چپہ پر پیدل چل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش اقدام کی یاد تازہ کر سکتا۔ وصلی الله علیه وعلى آله واصحابه وسلم۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اطراف مکہ میں قراریط نام سے ایک موضع تھا۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں: " لكن رجح الاول لان اهل مكة لا يعرفون بها مكانا يقال له قراريط۔" یعنی قول اول کہ قراریط سے درہم اور دینار کے بعض اجزا مراد ہیں اسی کو ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ مکہ والے کسی ایسے مکان سے ناواقف تھے جسے قراریط کے نام سے پکارا جاتا ہو۔

"وقال العلماء الحكمة في الهام الانبياء من رعي الغنم قبل النبوة ان يحصل لهم التمرن برعيها على ما يكلفونه من القيام بأمر امتهم۔" یعنی علما نے کہا کہ انبیا کو بکری چرانے کے الہام کے بارے میں حکمت یہ ہے کہ ان کو نبوت سے پہلے ہی ان کو چرا کر امت کی قیادت کے لئے مشق ہو جائے۔ بکری خود ایک ایسا بابرکت جانور ہے کہ اللہ پاک کا فضل ہو تو بکری پالنے میں چند ہی دنوں میں وارے کے نیارے ہو جائیں۔ اسی لئے فتنوں کے زمانوں میں ایک ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے جو سب فتنوں سے دور رہ کر جنگلوں میں بکریاں پالے۔ اور ان سے گزران کر کے جنگلوں ہی میں اللہ کی عبادت کرے۔ ایسے وقت میں یہ بہترین قسم کا مسلمان ہے۔ اس وقت مسجد نبوی روضة من رياض الجنة مدینہ منورہ میں بسلسلہ نظر ثانی اس مقام پر پہنچا ہوا حرمین شریفین کے ماحول پر نظر ڈال کر حدیث ہذا پر غور کر رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم ملک میں بکریوں کے مزاج کے موافق کتنے مواقع پیدا کر رکھے ہیں مکہ شریف میں ایک مخلص دوست کے ہاں ایک بکری دیکھی جو دو کلو وزن سے زیادہ دودھ دیتی تھی صَدَقَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ آج ۲ صفر ۱۳۹۰ھ مقام مبارک مذکورہ میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔

بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ وَإِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ

باب: جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کے وقت مشرکوں سے مزدوری کرانا جائز ہے

الْإِسْلَامِ

وَعَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَهُوْدَ خَيْبَرَ. کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے کام لیا تھا (ان سے بٹائی پر معاملہ کیا تھا)۔

تشریح: اس باب کے مضمون سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو نوکر رکھنا، اس سے مزدوری لینا منع ہے۔ کافر حربی ہو یا ذمی امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو کاشتکاری کے کام پر اس وجہ سے قائم رکھا کہ اس وقت مسلمان کاشتکار ایسے موجود نہ تھے، جو خیبر کو آباد رکھتے۔ اگر آپ یہودیوں کو فوراً نکال دیتے تو خیبر اجاڑ ہو جاتا۔ اور خود مسلمانوں کی آمدنی میں بڑا نقصان ہوتا۔ مگر افسوس کہ خیبر کے یہودیوں نے جو بظاہر وفاداری کا دم بھر کر اسلامی زمین پر کاشت کر رہے تھے اپنی اندرونی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ کوششوں سے خلافت اسلامی کو پریشان کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان حالات سے مجبور ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان یہودیوں کی اندرونی سازشوں کو ختم کرنے اور ان کی ناپاک کوششوں کو خاک میں ملانے کے لئے ان کو خیبر سے جلاوطن کر دیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر غیر مسلم مفسد سازشی نہ ہوں تو مسلمان ان سے حسب ضرورت اپنی نوکری کرا سکتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کے لئے اگر غیر مسلم کے ہاں اپنے مذہب کی ذلت اور خواری کا احتمال ہو تو مناسب نہیں کہ وہ ایسی جگہ نوکری کرے۔

"قال ابن بطال عامة الفقهاء يجيزون استجارهم عند الضرورة ......الخ۔" (فتح الباری) یعنی عام فقہا نے غیر مسلمانوں سے مزدوری کرانے کو بوقت ضرورت جائز قرار دیا ہے۔ صاحب المہذب لکھتے ہیں:

"واختلفوا فى الكافر اذا استاجر مسلما اجارة معينة فمنهم من قال فيه قولان لانه عقد يتضمن حبس المسلم فصار كبيع العبد المسلم منه ومنهم من قال يصح قولا واحدا لان عليا كرم الله وجهه كان يستقى الماء لامراة يهودية۔" (المهذب جزء رابع عشر، ص: ٢٥٩)

"خبر على رواه احمد وجود الحافظ ابن حجر اسناده ولفظه جعت مرة جوعا شديدا فخرجت لطلب العمل فى عوالى المدينة فاذا انا بامراة قد جمعت مدرا فظننتها تريد بله فقاطعتها كل ذنوب على تمره فمددت ستة عشر ذنوبا حتى مجلت يداى ثم اتيتها فعدت لى ست عشر تمرة فاتيت النبى (ﷺ) فاخبرته فاكل معى منها وهذا الخبر يدل دلالة يعجز القلم من استقصاء ماتوحى به من بيان ما كانت الصحابة عليه من الحاجة وشدة الفاقة والصبر على الجوع وبذل الوسع واتعاب النفس فى تحصيل القوام من العيش للتعفف عن السؤال وتحمل المتن وان تاجير النفس لا يعد دناءة وان كان المستاجر غير شريف او كافر او الاجير من اشراف الناس وعظماء هم وقد اورده صاحب المنتقى ليستدل به على جواز الاجارة معاوده يعنى ان يفعل الاجير عددا معلوما من العمل بعدد معلوم من الاجرة۔" (كتاب مذكور ص ٢٩١)

یعنی علما نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کو بطور مزدور رکھے تو کیا فتویٰ ہے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مسلمان کو ایک طرح سے قید کرنا، گویا اس مسلمان بندے کو بطور غلام بیچنا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کے ہاں مزدوری پر پانی کھینچا تھا۔ خود ان کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک دفعہ مجھ کو سخت بھوک نے ستایا تو میں اطراف مدینہ میں مزدوری کرنے نکلا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ کچھ مٹی کو گیلا کرانا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے ہر ایک ڈول کے بدلے ایک کھجور پر معاملہ طے کر لیا۔ اور میں نے یک دم سولہ ڈول کھینچ ڈالے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے ہو گئے۔ پھر میں اس عورت کے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ کو سولہ عدد کھجور دے دیں جن کو لے کر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور میں نے آپ کو جملہ تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ان کھجوروں میں سے میرے ساتھ آپ نے بھی چند

کھجوروں کو تناول فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتدائے اسلام میں کس قدر تکلیف میں مبتلا تھے۔ اور وہ بھوک پر کس قدر صبر کرتے تھے اور وہ سوال سے بچ کر اپنی شکم پری کے لئے کیسی کیسی سخت مزدوری کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، یہ اس خبر سے واضح ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شریف نفس کو کسی کی مزدوری میں ڈال دینا کوئی ذلیل پیشہ نہیں ہے۔ اگرچہ مزدوری کرانے والا خود ذلیل بھی کیوں نہ ہو یا کافر بھی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ مزدوری کرنے والا بڑا شریف آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ صاحب منتقی نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ مزدوری مقررہ کام کے ساتھ مقررہ اجرت پر کرنا جائز ہے۔

آج یکم محرم ۱۳۹۰ھ کو بیت اللہ میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور ۲ صفر ۹۰ھ یوم جمعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔

۲۲۶۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلاً مِنْ بَنِي الدِّيْلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا، صَبِيْحَةَ لَيَالٍ ثَلاَثٍ، فَارْتَحَلاَ، وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ، وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ فَأَخَذَ بِهِمْ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

[راجع: ٤٧٦]

(۲۲۶۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (ہجرت کرتے وقت) بنو دیل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور وہ بطور ماہر راہبر مزدوری پر رکھا تھا (حدیث میں لفظ) خریت کے معنی راہبری میں ماہر کے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پانی وغیرہ میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے عہد کیا تھا۔ اور وہ کفار قریش ہی کے دین پر تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر بھروسہ تھا۔ اس لیے اپنی سواریاں انہوں نے اسے دے دیں۔ اور غار ثور پر تین رات کے بعد اس سے ملنے کے تاکید کی تھی۔ وہ شخص تین راتوں کے گزرتے ہی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس دیلی راہبر کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ شخص ساحل کے کنارے سے آپ کو لے کر چلا تھا۔

بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ، وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الأَجَلُ

باب: کوئی شخص کسی مزدور کو اس شرط پر رکھے کہ کام تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد کرنا ہو گا تو جائز ہے اور جب وہ مقررہ وقت آ جائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں گے

تشریح: اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں ہے کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہوا اسی وقت سے کام کرے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی دیل کے مقرر کردہ نوکر سے تین رات بعد غار ثور پر آنے کا وعدہ لیا تھا۔

٢٢٦٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ، هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا، وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ. [راجع: ٤٧٦]

(۲۲۶۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، اور ان سے نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کر لی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالہ کر دی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ وہ تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور آ جائے۔

تشریح: اس حدیث میں رسول کریم ﷺ کی ہجرت سے متعلق ایک جزوی ذکر ہے کہ آپ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شب ہجرت میں سفر شروع کرنے سے پہلے ایک ایسے شخص کو بطور راہبر مزدور مقرر فرما لیا تھا جو کفار قریش کے دین پر تھا اور یہ بنو دیل میں سے تھا۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا۔ اس لئے اپنی ہر دو سواریوں کو اس کے حوالہ کرتے ہوئے اس سے وعدہ لیا کہ وہ تین راتیں گزر جانے کے بعد دونوں سواریوں کو لے کر غار ثور پر چلا آئے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ ہر دو نے سفر شروع کیا۔ یہ شخص بطور ایک ماہر راہبر کے تھا۔ اور عامر بن فہیرہ کو ہر دو سواریوں کے لئے نگران کے طور پر مقرر کیا تھا۔ اگلے باب میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اس شرط پر مزدور مقرر کیا کہ وہ اپنا مقررہ کام تین راتیں گزرنے کے بعد انجام دے۔ اسی طرح اگر ایک ماہ بعد یا ایک سال بعد کی شرط پر کسی کو مزدور رکھا جائے اور ہر دو فریق راضی ہوں تو ایسا معاملہ کرنا درست ہے۔

اس حدیث سے بھی ضرورت کے وقت کسی معتمد غیر مسلم کو بطور مزدور رکھ لینا جائز ثابت ہوا۔ وھذا ھو المراد۔ الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں غار ثور کی طرف بیٹھے ہوئے یہ حدیث اور اس کی یہ تشریح حوالہ قلم کر رہا ہوں چودہ سو سال گزر رہے ہیں مگر حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ہر طرح سے اتنا محفوظ ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ یہی وہ غار ہے جس کو آج جبل الثور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی میں نبی کریم ﷺ نے اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین راتوں تک قیام فرمایا تھا۔

اس باب کے ذیل حضرت مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کا تشریحی نوٹ یہ ہے کہ اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اجارہ میں یہ امر ضروری نہیں کہ جس وقت سے اجارہ شروع ہوا اسی وقت سے کام شروع کرے۔ اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ باب کی حدیث سے یہ نہیں نکلتا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ تین دن کے بعد اپنا کام شروع کرے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں کیونکہ حدیث مذکور میں باب کی مطابقت واضح طور پر موجود ہے۔ بہ ثبوت اجارہ صاحب المہذب لکھتے ہیں:

"فقد ثبت ان رسول اللہ ﷺ وابا بکر استاجر عبداللہ بن الاریقط الدیلی و کان خریتا وھوا خبر بمسالك الصحراء والوھاد العالم بجغرافیة بلاد العرب علی الطبیعة لیکون ھادیا و مرشدا لھما فی ھجرتھما من مکة الی المدینة۔"

تحقیق ثابت ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط دیلی کو مزدور بنایا۔ وہ صحرائی راستے کا بہت بڑا ماہر تھا۔ وہ بلاد عرب کے طبعی جغرافیہ سے پورے طور پر واقف تھا۔ اس کو اس لئے مزدور رکھا تھا، تاکہ وہ بوقت ہجرت مکہ سے مدینہ تک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے راہنمائی کا فرض انجام دے۔ جس سے غیر مسلم کو جس پر اعتماد ہو مزدور بنا کر رکھنا ثابت ہوا۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔ والحمد للہ علی ذالك۔ اور ۲ صفر یوم جمعہ کو مسجد

نبوی ﷺ میں جنت کی کیاری میں بیٹھ کر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ والحمدلله علی ذالك۔

غار ثور پر حاضری: اس حدیث کو لکھتے ہوئے دل میں خیال تھا کہ مکۃ المکرمہ میں موجود ہونے پر مناسب ہوگا کہ ہجرت نبوی کی اولین منزل یعنی غار ثور کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اگرچہ یہاں جانا نہ کوئی رکن حج ہے نہ اس کے لئے کوئی شرعی حکم ہے مگر ﴿سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ﴾ (۳۰/الروم:۴۲) کے تحت بتاریخ ۱۶ محرم ۱۳۹۰ھ دیگر رفقائے حجاج کرام کے ہمراہ غار ثور پر جانے کا عزم کرلیا۔ حرم شریف سے کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اور وہاں جانے پر چاروں طرف پہاڑوں کے خوفناک مناظر سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانی ٹائم کے مطابق اندازاً دن کے گیارہ بجے ہمارا قافلہ دامن کوہ ثور میں پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر نظر ڈالی گئی تو ہمت نے جواب دے دیا۔ مگر رفقائے کرام کے عزم کو دیکھ کر چڑھائی شروع کی گئی۔ حال یہ تھا کہ جس قدر اوپر چڑھتے جاتے وہ مقام دور ہی نظر آتا جا رہا تھا۔ آخر بیٹھ بیٹھ کر بصد مشکل تقریباً گھنٹہ بھر کی محنت کے بعد غار ثور تک رسائی ہوسکی یہاں اس قسم کے کئی غار ہیں جن کے اوپر عظیم پتھروں کی چھت قدرتی طور پر بنی ہوئی ہیں۔ ایک غار پر غار ثور لکھا تھا۔ یہی وہ غار ثور ہے جس کے اندر بیٹھ کر رسول کریم ﷺ نے اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کا خوف محسوس ہوا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو مذکورہ بالا لفظوں میں تسلی دلائی تھی کہ اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ پاک ہے (اللہ پاک کے خود ساتھ ہونے سے اس کی مدد و نصرت مراد ہے۔ جب کہ وہ خود اپنی ذات سے عرش عظیم پر ہے) مطلب یہ تھا کہ خود اللہ ہمارا محافظ و ناصر ہے۔ پھر ہم کو دشمنوں کی طرف سے کیا غم ہوسکتا ہے یہی ہوا کہ دشمن اس غار کے اطراف میں پھرتے رہے اور ان کو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم نہ ہوسکا۔ اور اللہ پاک نے اپنے ہر دو محبوب بندوں کو بچالیا۔

غار میں اندر دو آدمیوں کے بیٹھنے لیٹنے کی جگہ ہے۔ ایک طرف سے بیٹھ کر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ میں اور ہمارے رفیق اندر داخل ہوئے اور سارا منظر دیکھا۔ اور بار بار قدرت الٰہی یاد آتی رہی۔ اور تاریخ اسلام کے عظیم واقعہ کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ چند الفاظ یادداشت غار کے اندر ہی بیٹھ کر حوالہ قلم کئے گئے۔ جی چاہتا تھا کہ یہاں کافی دیر ٹھہرا جائے کیونکہ منظر بہت ہی روح افزا تھا۔ مگر نیچے گاڑی والا منتظر تھا۔ اس لئے دوستوں کے ساتھ واپسی کا مرحلہ طے کیا گیا غار اونچائی اور راستہ پر خطر ہونے کے لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ ہر شخص وہاں تک جا سکے۔ چڑھنا بھی خطرناک اور اترنا اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ اترنے میں دوگنا وقت صرف ہوا۔ اور نماز ظہر کا وقت بھی اترتے اترتے ہی ہوگیا۔ بصد مشکل نیچے اتر کر گاڑی پکڑی اور حرم شریف میں ایسے وقت حاضری ہوئی کہ ظہر کی نماز ہوچکی تھی مگر الحمدللہ کہ زندگی کی ایک حسرت تھی کہ رسول کریم ﷺ کی ہجرت کی اولین منزل کو دیکھا جائے سو اللہ پاک نے یہ موقع نصیب فرمایا۔ والحمد لله اولا واخرا والصلوة والسلام علی رسول الله وعلی صاحبه الصديق رضی الله عنه۔

محترم حاجی اللہ بخش صاحب بیجاپوری اور محترم حاجی منشی حقیق اللہ صاحب ناظم مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور، یو، پی ساتھ تھے جن کی ہمت سے مجھ جیسے ضعیف کمزور نے بھی اس منزل تک رسائی حاصل کی۔ جزاهم الله۔

بَابُ الْأَجِيْرِ فِي الْغَزْوِ

باب: جہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا

٢٢٦٥۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي

(۲۲۶۵) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلی نے، ان کو یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جیش عسرہ (غزوۂ تبوک) میں گیا تھا یہ میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ قابل اعتماد نیک عمل تھا۔

نَفْسِي، وَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ، فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ، فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ وَقَالَ: ((أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا؟)) قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: ((كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ)). [راجع: ١٨٤٨] [مسلم: ٤٣٦٧، ٤٣٦٨، ٤٣٦٩؛ ابوداود: ٤٥٨٤؛ نسائي: ٤٧٨٠، ٤٧٨١، ٤٧٨٢، ٤٧٨٣، ٤٧٨٤، ٤٧٨٥، ٤٧٨٦]

میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا۔ وہ ایک شخص سے جھگڑا اور ان میں سے ایک نے دوسرے مقابل والے کی انگلی چبا ڈالی۔ دوسرے نے جو اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے آگے کے دانت بھی ساتھ ہی کھنچے چلے گئے اور گر گئے۔ اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے دانت (ٹوٹنے کا) کوئی قصاص نہیں دلوایا۔ بلکہ فرمایا: ''کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا۔'' راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یوں بھی فرمایا: ''جس طرح اونٹ چبا لیا کرتا ہے۔''

٢٢٦٦۔ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ، بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ: أَنَّ رَجُلًا، عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ.

(٢٢٦٦) ابن جریج نے کہا اور مجھ سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے دادا نے بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو) اس کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا کوئی قصاص نہیں دلوایا۔

تشریح: باب کا مضمون اس سے ظاہر ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے سفر میں اپنے ساتھ ایک اور آدمی کو بطور مزدور ساتھ لگا لیا تھا۔ حدیث میں جنگ تبوک کا ذکر ہے جس کو جیش العسرۃ بھی کہا گیا ہے۔ الحمد للہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ یہاں سے تبوک کئی سو میل کے فاصلہ پر اردن کے راستے پر واقع ہے۔ اور حکومت سعودیہ ہی کا یہ ایک ضلع ہے۔ شام کے عیسائیوں نے یہاں سرحد پر اسلام کے خلاف ایک جنگی منصوبہ بنایا تھا جس کی بروقت اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوگئی۔ اور آپ نے مدافعت کے لئے پیش قدمی فرمائی۔ جس کی خبر پا کر عیسائیوں کے حوصلے پست ہوگئے۔

یہ سفر عین موسم گرما کے شباب میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان مجاہدین کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۂ توبہ کی کئی آیات میں اس کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی ان منافقین کا بھی جو اس امتحان میں حیلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ جن کے متعلق آیت: ﴿يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ﴾ (۹/التوبۃ:۹۴) نازل ہوئی۔ مگر چند مخلص مومن بھی تھے جو پیچھے رہنے والوں میں رہ گئے تھے۔ بعد میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔

الحمد للہ آج ۲ صفر کو مسجد نبوی میں بیٹھ کر یہ نوٹ لکھا گیا۔

بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُ الْعَمَلَ

باب: ایک شخص کو ایک میعاد کے لیے نوکر رکھ لینا اور کام بیان نہ کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ [القصص: ٢٧-٢٨] يَأْجُرُ فُلَانًا:

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (حضرت شعیب علیہ السلام کا قول یوں) بیان فرمایا ہے کہ ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے کسی کا تم سے نکاح کردوں'' آخر آیت ﴿والله على ما نقول وكيل﴾ تک۔ عربوں

يُعْطِيهِ أَجْرًا، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ: أَجَرَكَ اللَّهُ.

کے ہاں یاجر فلانا بول کر مراد ہوتا ہے، یعنی فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ اسی لفظ سے مشتق تعزیت کے موقعہ پر یہ لفظ کہتے ہیں اجرک اللہ (اللہ تجھ کو اس کا اجر عطا کرے)۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں باب کا مقصد بیان کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی لائے جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یوں فرمایا کہ میں اپنی دولڑکیوں سے ایک کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میرے ہاں نوکری کریں۔ یہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے نوکری کے کام مقرر نہیں فرمائے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ آیت مذکورہ میں لفظ تاجرنی مذکور ہے۔ اس کی لغوی وضاحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی کہ عربوں میں یاجر فلانا کا محاورہ مزدور کو مزدوری دینے پر مستعمل ہے آیت میں لفظ تاجرنی اسی سے مشتق ہے۔

بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ

باب: اگر کوئی شخص کسی کو اس کام پر مقرر کرے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کردے تو جائز ہے

تشریح: اسی سے معماری یعنی مکان تعمیر کرنے کا پیشہ بھی ثابت ہوا۔ اور یہ کہ معماری کا پیشہ حضرت خضر علیہ السلام کی سنت ہے۔

٢٢٦٧ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَالَ: قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَانْطَلَقَا، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ)). قَالَ سَعِيدٌ: بِيَدِهِ هَكَذَا، وَرَفَعَ يَدَهُ. فَاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلَى: حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ قَالَ: ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾. [الكهف: ٧٧] قَالَ سَعِيدٌ: أَجْرًا تَأْكُلُهُ. [راجع: ٧٤]

(٢٢٦٧) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلیٰ بن مسلم اور عمر بن دینار نے سعید بن جبیر سے خبر دی۔ یہ دونوں حضرات (سعید بن جبیر سے اپنی روایتوں میں) ایک دوسرے سے کچھ زیادہ روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے یہ حدیث اوروں سے بھی سنی ہے۔ وہ بھی سعید بن جبیر سے نقل کرتے تھے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اور ان سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پھر وہ دونوں (موسیٰ اور خضر علیہما السلام) چلے۔ تو انہیں ایک گاؤں میں ایک دیوار ملی، جو گرنے ہی والی تھی۔'' سعید نے کہا خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور ہاتھ اٹھایا، وہ دیوار سیدھی ہوگئی۔ یعلیٰ نے کہا میرا خیال ہے کہ سعید نے کہا، خضر علیہ السلام نے دیوار کو اپنے ہاتھ سے چھوا، اور وہ سیدھی ہوگئی۔ تب موسیٰ علیہ السلام بولے: ''اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔'' سعید نے کہا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی چیز مزدوری میں (آپ کو لینی چاہیے تھی) جسے ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا)۔

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے، اسی جگہ یہ دیوار کا واقعہ بھی ہے جو گرنے ہی

والی تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو درست کر دیا۔ اسی سے اس قسم کی مزدوری کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ خضر علیہ السلام کو اس خدمت پر گاؤں والوں سے مزدوری لینی چاہیے تھی۔ کیونکہ گاؤں والوں نے بے مروتی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی پروانہ کرتے ہوئے الہام الٰہی سے معلوم کرلیا تھا کہ یہ دیوار یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن ہے۔ اس لئے اس کا سیدھا کرنا ضروری ہوا تاکہ یتیموں کی امداد بایں طور پر ہو سکے اور ان کا خزانہ ظاہر نہ ہو کہ لوگ لوٹ کر لے جائیں۔

آج ۳ صفر کو محترم حاجی عبدالرحمٰن سندی کے مکان واقع باب مجیدی مدینہ منورہ میں یہ نوٹ لکھ رہا ہوں۔ اللہ پاک محترم کو دونوں جہاں کی برکتیں عطا کرے۔ بہت ہی نیک مخلص اور کتاب وسنت کے دلدادہ ذی علم بزرگ ہیں۔ جزاه الله خيرا في الدارين ۔ امید ہے کہ قارئین بھی ان کے لئے دعائے خیر کریں گے۔

بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ باب: آدھے دن کے لیے مزدور لگانا (جائز ہے)

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض ان بابوں کے لانے سے یہ ہے کہ اجارے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کم سے کم ایک دن کی مدت ہو بلکہ اس سے کم مدت بھی درست ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں دوپہر تک پھر عصر تک پھر عصر سے مغرب تک مزدوری کرانے کا ذکر ہے۔ مزدوری کا معاملہ مزدور اور مالک پر موقوف ہے وہ جس طور پر جن شرائط کے تحت معاملہ طے کرلیں درست ہوگا۔

٢٢٦٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ثُمَّ، قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا، وَأَقَلَّ عَطَاءً؟ قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ)).

(٢٢٦٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود ونصاریٰ نے برا مانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا حق پورا مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔''

[راجع: ١٥٥٧]

تشریح: تم کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اس سے اہل سنت کا مذہب ثابت ہوا کہ اللہ کی طرف سے ثواب ملنا بطریق احسان کے ہے۔ امت محمدیہ ﷺ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ جو بھی نیکی کرے اس کو دس گنا بلکہ بعض دفعہ اور بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ثواب پچاس وقت کا دیا جاتا ہے۔ یہ اس امت مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

بَابُ الْإِجَارَةِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ باب: عصر کی نماز تک مزدور لگانا

تشریح: یعنی عصر کی نماز شروع ہونے یا ختم ہونے تک۔ اب یہ استدلال صحیح نہ ہوگا کہ عصر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ حافظ نے کہا دوسری روایت میں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے توحید میں نکالی ہے یوں ہے کہ ایسا کہنے والے صرف یہودی تھے۔ اور ان کا وقت مسلمانوں کے وقت سے زیادہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسماعیلی نے کہا کہ اگر دونوں فرقوں نے یہ کہا ہو تب بھی حنفیہ کا استدلال چل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ نصاریٰ نے اپنا عمل جو زیادہ قرار دیا وہ یہود کا زمانہ ملا کر ہے۔ کیونکہ نصاریٰ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں پر ایمان لائے تھے۔ حافظ نے کہا ان تاویلات کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ظہر سے لے کر عصر تک کا زمانہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جتنا عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)

احادیث صحیحہ وارده کی بنا پر عصر کا وقت سایہ ایک مثل کے برابر ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ آج بھی مکہ شریف اور مدینہ شریف میں یہی معمول ہے۔ ہر دو جگہ عصر کی نماز ایک مثل پر ہو رہی ہے۔ اور پوری دنیائے اسلام جو حج کے لئے لاکھوں کی تعداد میں حرمین شریفین آتی ہے ان ایام میں یہاں اول وقت ہی عصر کی نماز پڑھتی ہے۔ پھر بعض متعصب احناف کا سختی کے ساتھ اس کا انکار کرنا اور ایک مثل پر عصر کی نماز کا پڑھنا ناروا جاننا انتہائی جمود کا ثبوت دینا ہے۔ اسی کو اندھی تقلید کہا گیا ہے۔ جس میں ہمارے یہ محترم ومعزز متعصب بھائی گرفتار ہیں۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو برحق بھی کہتے ہیں اور عملی طور پر اس شدت کے ساتھ اس قول کا الٹ بھی کرتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ ایک مثل پر عصر کی نماز کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ میں ان اماموں کا بھی اہم مقام ہے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کا اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ تفصیل اپنے مقام پر گزر چکی ہے الحمد للہ مدینہ طیبہ حرم نبوی میں یہ نوٹ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فله الحمد و له الشكر۔

یہ حدیث مجتہد مطلق امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی جگہ نقل فرما کر اس سے مختلف مسائل کا اثبات فرمایا ہے۔ اس میں یہود ونصاریٰ اور اہل اسلام کا ایک تقابل تمثیلی طور پر دکھلایا گیا ہے۔ دین آسمانی کی امانت پہلے یہود کو سونپی گئی، مگر انہوں نے اپنے دین کو بدل کر مسخ کر دیا۔ اور باہمی حسد وبغض میں گرفتار ہو کر دین کی بربادی کے موجب ہوئے۔ اس طرح گویا انہوں نے حفاظت دین کا کام بالکل بیچ ہی میں چھوڑ دیا اور وہ ناکام ہو گئے۔ پھر نصاریٰ کا نمبر آیا اور ان کو اس دین کا محافظ بنایا گیا۔ مگر انہوں نے دین عیسوی کو اس قدر مسخ کیا کہ آسمانی تعلیمات کی اصلیت کو جڑ اور بنیادوں سے بدل دیا۔ اور تثلیث اور صلیب پرستی میں ایسے گرفتار ہوئے کہ یہود کو بھی مات کر کے رکھ دیا۔ ان کے بعد مسلمانوں کا نمبر آیا۔ اور اللہ پاک نے اس امت کو خیر امت قرار دیا۔ اور قرآن مجید اور سنت نبوی کو ان کے حوالہ کیا گیا۔ الحمد للہ قرآن مجید آج تک محفوظ ہے۔ اور سنت کا ذخیرہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاتھوں اللہ نے قیامت تک کے لئے محفوظ کرا دیا۔ یہی کام کا پورا کرنا ہے۔ جس پر امت کو دوگنا اجر ملے گا۔

مسلمانوں میں بھی اہل بدعت نے جو غلو اور افراط وتفریط سے کام لیا ہے وہ اگرچہ یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر شرمناک حرکت ہے کہ اللہ کے سچے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بے حد باطل اور گمراہ کن عقائد ایجاد کر لئے۔ اپنے خود ساختہ ائمہ کو مطاع مطلق کا درجہ دے دیا، اور پیروں، شہیدوں، بزرگوں کے مزارات کو کعبہ وقبلہ بنالیا، یہ حرکتیں یہود ونصاریٰ سے کم نہیں ہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے غالی اہل بدعت کے ہاتھوں سے قرآن مجید محفوظ ہے۔ اور ذخیرہ سنت احادیث صحیحہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ یہی وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر اس امت کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اور یہود ونصاریٰ پر فوقیت عطا فرمائی۔ اللہ پاک ہم کو اس فضیلت کا مصداق بنائے۔ آمین

سفر حج سے واپسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ۲۳ اپریل کو یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ والحمد لله على كل حال۔

۲۲۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ،

(۲۲۶۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ بن

مَوْلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَامَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوْا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً، فَقَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا. فَقَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ)). [راجع: ۵۵۷]

[ترمذي: ۲۸۷۱]

دینار نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک میری مزدوری کون کرے گا؟ پس یہود نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر تم لوگوں نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہو گئے کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوی ہم کو کم ملی۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا میں نے تمہارا حق ذرہ برابر بھی مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا افضل ہے جسے چاہوں زیادہ دیتا ہوں۔''

تشریح: اس روایت میں گو یہ صراحت نہیں کہ نصاریٰ نے عصر تک کام کیا، مگر یہ مضمون اس سے نکلتا ہے کہ تم مسلمانوں نے عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک کام کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ کے عمل کے بعد شروع ہوا ہوگا۔ اس میں امت محمدیہ کے خاتم الامم ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہ ثواب کے لحاظ سے یہ امت سابقہ جملہ امم پر فوقیت رکھتی ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الْأَجِيْرِ

باب: اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری مار لینے کا گناہ کتنا ہے

۲۲۷۰۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ اللَّهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)).

[راجع: ۲۲۲۷]

(۲۲۷۰) ہم سے یوسف بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے بتلایا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا قیامت میں میں خود مدعی بنوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا، اور پھر وعدہ خلافی کی۔ دوسرا جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا، پھر کام تو اس سے پورا لیا، لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔''

تشریح: قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اوصاف اہل ایمان بیان کرتے ہوئے ایفائے عہد کا وصف نمایاں بیان کیا ہے۔ پھر جو وعدہ

اور قسم اللہ تعالیٰ کا پاک نام درمیان میں ڈال کر کیا جائے، اس کا توڑنا اور پورا نہ کرنا بہت بڑا اخلاقی جرم ہے: جس کے لئے قیامت کے دن خود اللہ پاک مدعی بنے گا۔ اور وہ غدار بندہ مدعیٰ علیہ ہوگا۔ جس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ اور وہ محض اس عظیم جرم کی بنا پر دوزخ میں دھکیلا جائے گا۔ اس لئے ایک حدیث میں وعدہ خلافی کو نفاق کی ایک علامت بتایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اگر آدمی خیانت کا بھی عادی ہو اور جھوٹ بھی اس کی گھٹی میں داخل ہو تو پھر وہ از روئے شرع محمدی پکا منافق شمار کیا جاتا ہے۔ اور نور ایمان سے اس کا دل قطعاً خالی ہو جاتا ہے۔

دوسرا جرم کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر اسے بیچ کر قیمت کھانا اس میں نمبروار تین جرم شامل ہیں۔ اول تو کسی آزاد کو غلام بنانا ہی جرم ہے۔ پھر اسے ناحق بیچنا جرم، پھر اس کی قیمت کھانا۔ یہ اور بھی ڈبل جرم ہے۔ ایسا ظالم انسان وہ ہے جس پر قیامت کے دن اللہ پاک خود مدعی بن کر کھڑا ہوگا۔ تیسرا مجرم جس نے کسی مزدور سے پورا پورا کام کرایا مگر مزدوری ادا کرتے وقت اس کو دھتکار دیا۔ اور وہ غریب کلیجہ مسوس کر رہ گیا۔ یہ بھی بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ حکم یہ ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے ادا کر دی جائے۔ سرمایہ داروں کے ایسے ہی پے درپے مظالم نے مزدوروں کی تنظیم کو جنم دیا ہے جو آج ہر ملک میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں اور مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسلام نے ایک زمانہ قبل ہی اس قسم کے مفاسد کے خلاف آواز بلند کی تھی، جو اسلام کے مزدور اور غریب پرور ہونے کی اٹل دلیل ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ الْإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

باب: عصر سے لے کر رات تک مزدوری کرانا

٢٢٧١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ، فَعَمِلُوا لَهُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا، وَاسْتَأْجَرَ أَخَرِيْنِ بَعْدَهُمْ فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هَذَا، وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ. فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ. فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، فَإِنَّمَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ. فَأَبَوْا، فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا

(۲۲۷۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے، بیان کیا، ان سے یزید بن عبداللہ نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صبح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپہر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے۔ بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کر لو، اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کر لو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے جو تمہارا کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے پاس ہی رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کر لو، دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا

أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ)). [راجع: ٥٥٨]

ہے اس میں یہ کام کردیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے بقیہ حصہ میں کام پورا کیا۔ اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا۔ یہی مثال ہے۔"

تشریح: یہ بظاہر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے صبح سے لے کر دوپہر تک کے لئے مزدور لگائے تھے۔ اور یہ درحقیقت دو الگ الگ قصے ہیں۔ لہٰذا باہمی طور پر دونوں حدیثوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کی ایک تمثیل ذکر کی گئی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ بلکہ وہ وقت سے پہلے ہی اپنا کام چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر مسلمانوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید آج تک لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ جس میں ایک شوشے کی بھی ردّ و بدل نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ رسالت بھی پورے طور پر محفوظ ہے۔ اس طور پر کہ سابقہ انبیا میں ایسی مثال ملنی ناممکن ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی ہدایت کو بایں طور پر محفوظ رکھا گیا ہو۔

حدیث مذکور کے آخری الفاظ سے بعض نے یہ نکالا کہ اس امت کی بقا ہزار برس سے زیادہ رہے گی۔ اور الحمدللہ یہ امر اب پورا ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چودھویں صدی پوری ہونے والی ہے اور مسلمان دنیا میں آج بھی کروڑہا کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس دنیا کی عمر کتنی ہے یا یہ کہ امت مسلمہ کتنی عمر لے کر آئی ہے، شریعت اسلامیہ نے ان باتوں کو علم الٰہی پر موقوف رکھا ہے، اتنا ضرور بتلایا گیا ہے کہ امت مسلمہ سے قبل جو بھی انسانی دور گزر چکا ہے وہ مدت کے لحاظ سے ایسا ہے جیسا کہ فجر سے عصر تک کا وقت ہے۔ اور امت مسلمہ کا دور ایسے وقت میں شروع ہو رہا ہے کہ گویا اب عصر سے دن کا باقی حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے اس امت کو آخری امت اور اس دین کو آخری دین اور قرآن مجید کو آخری کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی و خاتم الرسل کہا گیا ہے۔ اب علم الٰہی میں دنیا کی عمر کا جتنا بھی حصہ باقی رہ گیا ہے آخر وقت تک یہی دین آسمانی رہے گا۔ یہی شریعت آسمانی شریعت رہے گی۔ اور اس کے خلاف جو بھی مدعی ہو وہ خواہ اسلام ہی کا دعوے دار کیوں نہ ہو، وہ کذاب، مکار، دجال سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ایسے دجال کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ نظر ثانی میں یہ نوٹ حرم نبوی کے نزدیک مدینہ منورہ میں حوالہ قلم کیا گیا۔

بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، وَمَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

باب: اگر کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوڑی ہوئی رقم یا جنس سے) مزدوری دینے والے نے کوئی تجارتی کام کیا۔ اس طرح وہ اصل مال بڑھ گیا اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال سے کوئی کام کیا اور اس میں نفع ہوا (ان سب کا کیا حکم ہے)

٢٢٧٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ

(۲۲۷۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے خبر دی، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللَّهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي [فِي] طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَمَلْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَلَى نَفْسِهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ: لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ. فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ. فَانْفَرَجَتْ

آپ نے فرمایا: ''پہلی امت کے تین آدمی کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ رات ہونے پر رات گزارنے کے لیے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، اور اس میں اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار سے تمہیں کوئی چیز نکالنے والی نہیں سوا اس کے کہ تم سب، اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا۔ نہ اپنے بال بچوں کو، اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو، ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سو چکے تھے۔ پھر میں نے ان کے لیے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں، اس لیے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔'' رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی، جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی۔ میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لیے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔ اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے صرف

الصَّخْرَةُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا)) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ [إِنِّي] اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ، غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي. فَقُلْتُ لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ. فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ. فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ)). [راجع: ٢٢١٥] [مسلم: ٦٩٥١]

تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی۔ لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا تھا۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اور تیسرے شخص نے دعا کی: اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی۔ مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے۔ میں نے کہا، یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام، یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا: اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی، اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔"

تشریح: اس حدیث سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں اور باب کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے جو حدیث مذکورہ میں تیسرے شخص سے متعلق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ آیت کریمہ: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (۵/ المائدہ: ۳۵) کا یہی مطلب ہے کہ اس اللہ کی طرف نیک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈو۔ جو لوگ بزرگوں، ولیوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں یا محض ذات نبوی کو بعد وفات بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں، وہ ایسا عمل کرتے ہیں جس پر کتاب و سنت سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر بعد وفات نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک استسقاء کی دعا کے موقع پر ایسا نہ کہتے کہ یا اللہ! ہم رسول کریم ﷺ کی زندگی میں دعا کرانے کے لئے آپ کو پیش کرتے تھے۔ اب اللہ کے نبی دنیا سے چلے گئے اور آپ کے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی موجود ہے لہٰذا دعا کرانے کے لئے ہم ان کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرما کر ہم کو باران رحمت سے شاداب فرما دے۔

بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ مِنْهُ، وَأَجْرِ الْحَمَّالِ

باب: جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کی یعنی حمالی کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا اور حمال کی اجرت کا بیان

٢٢٧٣ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ

(۲۲۷۳) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ (یحییٰ بن سعید قریشی) نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول

قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ، قَالَ: مَا نُرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ. [راجع:١٤١٥]

کریم ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو بعض لوگ بازاروں میں جا کر بوجھ اٹھاتے جن سے ایک مد مزدوری ملتی (وہ اس میں سے بھی صدقہ کرتے) آج ان میں سے کسی کے پاس لاکھ لاکھ درہم یا دینار) موجود ہیں۔ شقیق نے کہا ہمارا خیال ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی سے اپنے ہی تئیں مراد لیا تھا۔

تشریح: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محنت مزدوری بخوشی کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ حمالی بھی کرتے پھر جو مزدوری ملتی اس میں سے صدقہ بھی کرتے۔ اللہ پاک ان کو امت کی طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے کہ اس محنت سے انہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کی، آج الحمدللہ وہی مدینہ ہے جن کے باشندے فراخی اور کشادگی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ آج مدینہ میں کتنے ہی عظیم محلات موجود ہیں۔

بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ

باب: دلالی کی اجرت لینا

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ: بِعْ هَذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: إِذَا قَالَ: بِعْهُ بِكَذَا وَكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ، أَوْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ)).

اور ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن بصری رحمہم اللہ دلالی پر اجرت لینے میں کوئی برائی نہیں خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بیچ لا۔ جتنا زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اتنے میں بیچ لا، جتنا نفع ہوگا وہ تمہارا ہے یا (یہ کہا کہ) میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان اپنی طے کردہ شرائط پر قائم رہیں گے۔“

تشریح: ابن سیرین اور ابراہیم کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا اور حسن کے قول کو نہ حافظ نے بیان کیا نہ قسطلانی نے کہ کس نے وصل کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا عطاء سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، جمہور علما نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ کیونکہ اس میں دلالی کی اجرت مجہول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اس وجہ سے جائز رکھا ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے۔ ابن سیرین کے اس دوسرے قول کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ فرمان رسالت: ((الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ)) کو اسحاق نے اپنی مسند میں عمرو بن عوف مزنی سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد اور احمد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ (وحیدی)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو ایک تاریخ سامنے آ گئی۔ اس لئے کہ حرم نبوی مدینہ طیبہ میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر یہ چند حروف لکھ رہا ہوں۔ یہی وہ چبوترہ ہے جہاں اصحاب صفہ بھوکے پیاسے علوم رسالت حاصل کرنے کے لئے پروانہ وار قیام فرمایا کرتے تھے۔ اسی چبوترہ کی تعلیم و تربیت سے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے فاضل اسلام پیدا ہوئے۔ اللہ پاک ان سب کو ہماری طرف سے بے شمار جزائیں عطا کرے۔ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔

وہی اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے جہاں آج شاہانہ ٹھاٹ باٹ ہیں۔ غالیچوں پر غالیچے بچھے ہوئے ہیں، ہر وقت عطر سے فضا معطر رہتی ہے۔ کتنے ہی بندگان خدا اس چبوترہ پر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے ہیں۔ الحمدللہ میں ناچیز عاجز گناہگار اس چبوترہ پر بیٹھ کر صحیح بخاری کا متن پڑھ رہا ہوں اور ترجمہ و تشریحات لکھ رہا ہوں۔ اس امید پر کہ قیامت کے دن اللہ پاک میرا حشر بھی اپنے ان نیک بندوں کے ساتھ کرے اور ان کے جوار میں فردوس

برس ہیں جگہ دے۔ مجھ کو، میری آل اولاد کو، جملہ معاونین اشاعت بخاری شریف کو اللہ پاک یہ درجات نصیب فرمائے اور لواء الحمد کے نیچے حشر فرمائے۔ آج ۲صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر یہ چند لفظ لکھے گئے۔

٢٢٧٤ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَلَا يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ. قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ: ((لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟)) قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا. [راجع: ٢١٥٨]

(۲۲۷۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (تجارتی) قافلوں سے (منڈی سے آگے جا کر) ملاقات کرنے سے منع فرمایا تھا اور یہ کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں۔ میں نے پوچھا، اے ابن عباس! ''شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں'' کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے دلال نہ بنیں۔

بَابٌ: هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

باب: کیا کوئی مسلمان دارالحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کر سکتا ہے؟

٢٢٧٥ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، حَدَّثَنَا خَبَّابٌ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: أَمَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ: وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ [مريم: ٧٧] [راجع: ٢٠٩١]

(۲۲۷۵) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مسلم بن صبیح نے، ان سے مسروق نے، ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل (مشرک) کا کام کیا۔ جب میری بہت سی مزدوری اس کے سر چڑھ گئی، تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں تمہاری مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) سے نہ پھر جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو اس وقت تک بھی نہ ہوگا جب تو مر کے دوبارہ زندہ ہوگا۔ اس نے کہا، کیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس پر وہ بولا پھر کیا ہے۔ وہیں میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، اور وہیں میں تمہارا قرض ادا کردوں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ''اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا، جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھے ضرور وہاں مال و اولاد دی جائے گی۔''

تشریح: حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل کی مزدوری کی، حالانکہ وہ کافر اور دارالحرب کا باشندہ تھا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ عاص بن وائل نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بطور مذاق ایسا کہا۔ اللہ پاک نے اسی کی مذمت میں آیت مذکورہ نازل فرمائی کہ ''اے نبی! تو نے اس کافر کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مرنے کے بعد ضرور مال اور اولاد دیا جاؤں گا، گویا اس نے اللہ کے یہاں سے

کوئی عہد حاصل کرلیا ہے۔''

بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: سورۂ فاتحہ پڑھ کر عربوں پر پھونکنا اور اس پر اجرت لے لینا

تشریح: اس کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طب میں وصل کیا ہے۔ جمہور علما نے اس سے یہ دلیل لی ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا درست ہے۔ مگر حنفیہ نے اس کو ناجائز رکھا ہے۔ البتہ اگر دم کے طور پر اس کو پڑھے تو ان کے نزدیک بھی اجرت لے سکتا ہے لیکن تعلیم کی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ عبادت ہے۔ (فتح)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ)). وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَيَقْبَلُهُ وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْعَلِّمِ. وَأَعْطَى الْحَسَنُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ: السُّحْتُ: الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ. وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا: ''کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔'' اور شعبی نے کہا: قرآن پڑھانے والا پہلے سے طے نہ کرے۔ البتہ جو کچھ اسے بن مانگے دیا جائے لے لینا چاہیے۔ اور حکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنے معلم کو) دس درہم اجرت کے دیئے۔ اور ابن سیرین نے قسام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر مقرر ہو) کی اجرت کو برا نہیں سمجھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) سحت فیصلہ میں رشوت لینے کے معنی میں ہے۔ اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ حکم کے قول کو بغوی نے جعدیات میں وصل کیا ہے اور حسن کے قول کو ابن سعد نے طبقات میں وصل کیا، اور ابن ابی شیبہ نے حسن سے نکالا کہ کتابت کی اجرت لینے میں قباحت نہیں ہے۔ اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا لیکن عبد بن حمید وغیرہ نے ابن سیرین سے اس کی کراہیت نقل کی اور ابن سعد نے ابن سیرین سے یوں نکالا کہ اجرت کی اگر شرط کرے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اس روایت سے دونوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جس سُحت کا ذکر ہے، وہ حرام ہے اس سے رشوت ہی مراد ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی سُحت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (وحیدی)

٢٢٧٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ،

(٢٢٧٦) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ابو بشر نے بیان کیا، ان سے ابو المتوکل نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنالیں۔ لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی۔ لیکن ان کا

فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْقِي، وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضِيفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا. فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا. فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا، حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا. فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: ((وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟)) ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا)). فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ وَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهَذَا. [أطرافه في: ٥٠٠٧، ٥٧٣٦، ٥٧٤٩] [مسلم: ٥٧٣٣، ٥٧٣٤؛ ترمذي: ٢٠٦٣، ٢٠٦٤؛ ابن ماجه: ٢١٥٦، ٢١٥٧]

سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آ کر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاڑے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ، بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لیے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا: قسم اللہ کی میں اسے جھاڑ دوں گا۔ لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لیے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لیے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو جنہوں نے جھاڑا تھا، وہ بولے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ سے اس کا ذکر کر لیں۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ بھی ایک رقیہ ہے؟'' اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''تم نے ٹھیک کیا۔ اسے تقسیم کر لو اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ۔'' یہ فرما کر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شعبہ نے کہا کہ ابوالبشر نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے ابوالمتوکل سے ایسا ہی سنا۔

تشریح: مجتہد مطلق، امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب اور روایت کردہ حدیث کے تحت بہت سے مسائل جمع فرما دیے ہیں۔ اصحاب نبوی ﷺ چونکہ سفر میں تھے اور اس زمانے میں ہوٹلوں کا کوئی دستور نہ تھا۔ عربوں میں مہمان نوازی ہی سب سے بڑی خوبی تھی۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک رات کی مہمانی کے لئے قبیلہ والوں سے درخواست کی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی اثنا میں ان قبیلے والوں کا سردار سانپ یا بچھو سے کاٹا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سردار کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔

بہر حال جو بھی صورت ہو وہ قبیلہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر دم جھاڑ کے لئے متمنی ہوئے۔ اور حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر فرمائی اور اجرت میں تیس بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس سردار پر سات بار یا تین بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ سردار اللہ کے حکم سے تندرست ہو گیا۔ اور قبیلہ والوں نے بکریاں پیش کر دیں جن کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی۔ اور آپ نے ان کی تائید فرمائی اور ساتھ ہی ان کی دلجوئی کے لئے بکریوں کی تقسیم میں اپنا حصہ مقرر کرنے کا بھی ارشاد فرمایا۔ شعبہ کی روایت کو ترمذی نے وصل کیا ہے اس لفظ کے ساتھ۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طب میں عنعنہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا قرآن مجید کی آیتوں اور اسی طرح دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ کے ساتھ دم کرنا درست ہے۔ دیگر روایت میں صاف مذکور ہے: "لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ" "شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو دم جھاڑا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جو لوگ شرکیہ لفظوں سے اور پیروں فقیروں کے ناموں سے منتر جنتر کرتے ہیں، وہ عند اللہ مشرک ہیں۔ ایک مؤحد مسلمان کو ہرگز ایسے ڈھکوسلوں میں نہ آنا چاہیے۔ اور ایسے مشرک و مکار تعویذ و منتر والوں سے دور رہنا چاہیے کہ آج کل ایسے لوگوں کے ہتھکنڈے بہت کثرت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

اس حدیث سے بعض علما نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت کیا ہے۔ صاحب المہذب لکھتے ہیں:

"ومن ادلة الجواز حديث عمر المتقدم فی كتاب الزكوة ان النبی ﷺ قال له ما اتاك من هذا المال من غير مسئلة ولا اشراف نفس فخذه ومن ادلة الجواز حديث الرقية المشهور الذی اخرجه البخاری عن ابن عباس وفيه ان ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله۔" (ص ٦٢٨)

اور جواز کے دلائل میں سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے جو کتاب الزکاۃ میں گزر چکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اس مال میں سے جو تمہارے پاس بغیر سوال کئے اور بغیر تانکے جھانکے خود آئے، اس کو قبول کر لو اور جواز کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں دم کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے اور اس میں یہ بھی ہے، کہ بلاشک جس پر تم بطور اجر لینے کا حق رکھتے ہو وہ اللہ کی کتاب ہے۔

صاحب لمعات لکھتے ہیں: " وفيه دليل ان الرقية بالقرآن واخذ الاجرة عليها جائز بلا شبهة۔" یعنی اس میں اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ دم کرنا اور اس پر اجرت لینا بلاشبہ جائز ہے۔

ایسا ہی واقعہ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں خارجة بن صلت عن عمه کی روایت سے مذکور ہے راوی کہتے ہیں:

"اقبلنا من عند رسول الله ﷺ فاتينا على حی من العرب فقالوا انا انبئنا انكم قد جئتم من عند هذا الرجل بخير فهل عند كم من دواء او رقية فان عندنا معتوها فی القيود فقلنا نعم فجاء وا بمعتوه فی القيود فقرات عليه بفاتحة الكتاب ثلاثة ايام غدوة وعشية اجمع بزاقی ثم اتفل قال فكانما انشط من عقال فاعطونی جعلا فقلت لا حتى اسال النبی ﷺ فقال كل فلعمری لمن اكل برقية باطل لقد اكلت برقية حق۔" (رواه احمد وابو داود)

مختصر مطلب یہ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے جدا ہو کر ایک عرب قبیلہ پر سے گزرے۔ ان لوگوں نے ہم سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے تم اس آدمی کے پاس سے کچھ نہ کچھ خیر لے کر آئے ہو۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید اور ذکر اللہ سیکھ کر آئے ہو۔ ہمارے ہاں ایک دیوانہ بیڑیوں میں مقید ہے۔ تمہارے پاس کوئی دوا یا دم جھاڑا ہو تو مہربانی کرو۔ ہم نے کہا کہ ہاں! ہم موجود ہیں۔ پس وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک آدمی کو لائے۔ اور میں نے اس پر صبح و شام تین روز تک برابر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ میں یہ سورہ پڑھ کر اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر دم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مریض اتنا آزاد ہو گیا کہ جتنا اونٹ اس کی رسی کھولنے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ تندرست ہو گیا۔ پس ان قبیلہ والوں نے مجھ کو اجرت دینی چاہی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تو جھوٹ موٹ فریب دے کر دم جھاڑا سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں، تم نے تو حق اور سچا دم کیا ہے۔ جس پر کھانا حق کے اوپر کھانا ہے جو حلال ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کے بہانے سے غلط قسم کے لوگوں کی کثرت بھی پہلے ہی سے چلی آ رہی ہے اور بہت سے نادان لوگ اپنی طبعی کمزوری کی بنا پر ایسے لوگوں کا شکار بنتے چلے آ رہے ہیں۔ تاریخ میں اقوام قدیم کدانیوں، مصریوں، سامیوں وغیرہ وغیرہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ لوگ بیشتر تعداد میں دم جھاڑ، پھونک پھاںک، منتر جنتر کرنے والوں کے زبردست معتقد ہوتے تھے۔ اکثر تو موت وحیات تک کو ایسے ہی مکار دم جھاڑ کرنے والوں کے ہاتھوں میں جانتے تھے۔ صد افسوس کہ امت مسلمہ بھی ان بیماریوں سے نہ بچ سکی اور ان میں بھی منتر جنتر کے ناموں پر کتنے ہی شرکیہ طور طریقے جاری ہو گئے۔ اور اب بھی بکثرت عوام ایسے ہی مکار لوگوں کا شکار ہیں۔ کتنے ہی نقش وتعویذ لکھنے والے صرف ہندسوں سے کام چلاتے ہیں۔ جن کو خود ان ہندسوں کی حقیقت کا بھی کوئی علم نہیں ہوتا۔ کتنے ہی صرف پیروں، درویشوں، فوت شدہ بزرگوں کے نام لکھ کر دے دیتے ہیں کتنے یا جبرائیل، یا میکائیل یا عزرائیل لکھ کر استعمال کراتے ہیں۔ کتنے من گھڑت شرکیہ دعائیں لکھ کر خود مشرک بنتے اور دوسروں کو مشرک بناتے ہیں۔ کتنے حضرت پیر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی دہائی لکھ کر لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔ الغرض مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ایسے ہتھکنڈوں کی شکار ہے۔ پھر ان تعویذوں کی قیمت چار آنہ، روپیہ، سوا روپیہ سے آگے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس طرح خوب دکانیں چل رہی ہیں۔ ایسے تعویذ گنڈہ کرنے والے اور لوگوں کا مال اس دھوکہ فریب سے کھانے والے غور کریں کہ وہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن کیا منہ دکھلائیں گے۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو مقام ابراہیم کے قریب بوقت مغرب یہ نوٹ لکھا گیا۔ اور بعونہ تعالیٰ ۲ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ منورہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر نظر ثانی کی گئی۔

بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

باب: غلام لونڈی پر روزانہ ایک رقم مقرر کر دینا

تشریح: عہد غلامی میں آقا اپنے غلاموں لونڈیوں پر روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ ایک ٹیکس مقرر کر دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے حدیث میں خراج غلہ اجر ضریبہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ باب کی حدیث میں صرف ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جو غلام تھا۔ لیکن لونڈی کو غلام پر قیاس کیا۔ اب یہ احتمال کہ شاید لونڈی زنا کر کے کمائے غلام میں بھی چل سکتا ہے کہ شاید وہ چوری کر کے کمائے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن منصور نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا اپنی لونڈیوں کی کمائی پر نگاہ رکھو۔ اور ابوداؤد نے رافع بن خدیج سے مرفوعاً نکالا کہ آپ نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس ذریعہ سے کمایا ہے۔

٢٢٧٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ. [راجع:٢١٠٢]

(۲۲۷۷) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابوطیبہ حجام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا، تو آپ نے انہیں اجرت میں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ جو محصول اس پر مقرر ہے، اس میں کچھ کمی کر دیں۔

بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ

باب: پچھنا لگانے والے کی اجرت کا بیان

٢٢٧٨ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ،

(۲۲۷۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا

وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ. [راجع:١٨٣٥] [مسلم: ٤٠٤١؛ ابن ماجه: ٢١٦٢]

اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ نہ پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

تشریح: اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ نہ پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

٢٢٧٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ. [راجع: ١٨٣٥]

(۲۲۷۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی، اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ کاہے کو دیتے۔

تشریح: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا اس شخص کا رد کیا، جو حجام کی اجرت کو حرام کہتا تھا۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ حلال ہے۔ حدت خون میں پچھنا لگانا بہت مفید ہے۔ عربوں میں یہ علاج اس مرض کے لئے عام تھا۔

٢٢٨٠۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ. [راجع: ٢١٠٢] [مسلم: ٥٧٥٠]

(۲۲۸۰) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے پچھنا لگوایا، اور آپ کسی کی مزدوری کے معاملے میں کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔

تشریح: باب کی احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت فرمایا کہ حجام یعنی پچھنا لگانے والے کی اجرت حلال ہے اور یہ پیشہ بھی جائز ہے۔ اگر یہ پیشہ ناجائز ہوتا تو نہ آپ پچھنا لگواتے نہ اس کو اجرت دیتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کو بنظر حقارت دیکھنے والے غلطی پر ہیں۔

بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

باب: اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کے لیے سفارش کی

تشریح: یعنی بر سبیل تفضل اور احسان، نہ یہ کہ بطور وجوب کے حکم دینا۔ بعض نے کہا کہ اگر غلام کو ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو حاکم تخفیف کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

٢٢٨١۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا [حَجَّامًا] فَحَجَمَهُ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ، أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ، فَكَلَّمَ فِيْهِ فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهِ. [راجع: ٢١٠٢] [مسلم: ٤٠٤٠]

(۲۲۸۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک پچھنا لگانے والے غلام (ابوطیبہ) کو بلایا انہوں نے آپ کے پچھنا لگایا۔ اور آپ نے انہیں ایک یا دو صاع، یا ایک یا دو مد (راوی حدیث شعبہ کو شک تھا) اجرت دینے کے لیے حکم فرمایا۔ آپ نے (ان کے مالکوں سے بھی) ان کے بارے میں سفارش فرمائی تو ان کا خراج کم کر دیا گیا۔

تشریح: پچھلی حدیث میں پچھنا لگانے والے غلام کی کنیت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ ان کا نام نافع بتلایا گیا ہے۔ حافظ نے اسی کو صحیح کہا ہے ابن حذاء نے کہا کہ ابوطیبہ نے ۱۴۳ سال کی عمر پائی تھی۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غلام یا لونڈی کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کرانے کی سفارش کرنا درست ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اسلام کی برکت سے غلامی کا یہ بدترین دور تقریباً دنیا سے ختم ہو چکا ہے مگر اب غلامی کے دوسرے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں جو اور بھی بدتر ہیں۔ اب قوموں کو غلام بنایا جاتا ہے جن کے لئے اقلیت اور اکثریت کی اصطلاحات مروج ہو گئی ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ

باب: رنڈی اور فاحشہ لونڈی کی کمائی کا بیان

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ. وَقَوْلُ اللَّهِ: ﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النور: ٣٣] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: فَتَيَاتِكُمْ: إِمَاءَكُمْ.

اور ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ نور میں) یہ فرمان کہ ”اپنی باندیوں کو جب کہ پاک دامنی چاہتی ہوں، زنا کے لیے مجبور نہ کرو تاکہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کا سامان ڈھونڈو۔ لیکن اگر کوئی شخص انہیں مجبور کرتا ہے، تو اللہ ان پر جبر کئے جانے کے بعد (انہیں) معاف کرنے والا، ان پر رحم کرنے والا ہے (قرآن کی آیت میں لفظ) فتیاتکم، امائکم کے معنی میں ہے۔ (یعنی تمہاری باندیاں)۔

٢٢٨٢ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. [راجع: ٢٢٣٧]

(۲۲۸۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے بیان کیا، ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ (کے زنا) کی خرچی اور کاہن کی مزدوری سے منع فرمایا۔

٢٢٨٣ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. [طرفه في: ٥٣٤٨] [ابوداود: ٣٤٢٥]

(۲۲۸۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن جحادہ نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے باندیوں کی زنا کی کمائی سے منع فرمایا تھا۔

تشریح: آیت قرآنی اور ہر دو احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت فرمایا کہ رنڈی کی کمائی اور لونڈی کی کمائی حرام ہے۔ عہد جاہلیت میں لوگ اپنی لونڈیوں سے حرام کمائی حاصل کرتے اور ان سے بالجبر پیشہ کراتے۔ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ اسے روکا اور ایسی کمائی کو لقمہ حرام قرار دیا۔ اسی طرح کہانت کا پیشہ بھی حرام قرار پایا۔ نیز کتے کی قیمت سے بھی منع کیا گیا۔

بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ

۲۲۸٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ. [ابوداود: ۳٤۲۹؛ ترمذي: ۱۲۷۳؛ نسائي: ٤٦٨٦]

باب: نر کی جفتی (پر اجرت) لینا

(۲۲۸۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علی بن حکم نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نر کدانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔

بَابٌ: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ. وَقَالَ الْحَسَنُ وَالْحَكَمُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ.

باب: اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے پھر ٹھیکہ دینے والا یا لینے والا مر جائے

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین والے بغیر مدت پوری ہوئے ٹھیکہ دار کو (یا اس کے وارثوں کو) بے دخل نہیں کر سکتے۔ اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا اجارہ مدت ختم ہونے تک باقی رہے گا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آنحضرت ﷺ نے خیبر کا اجارہ آدھوں آدھ بٹائی پر یہودیوں کو دیا تھا۔ پھر یہی ٹھیکہ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی شروع خلافت میں۔ اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نیا ٹھیکہ کیا ہو۔

۲۲۸۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ. [أطرافه في: ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲٤۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ٤۲٤۸]

(۲۲۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول کریم ﷺ نے یہودیوں کو خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں اور پیداوار کا آدھا حصہ خود لے لیا کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع سے یہ بیان کیا، کہ زمین کچھ کرایہ پر دی جاتی تھی۔ نافع نے اس کرایہ کی تعیین بھی کر دی تھی لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

۲۲۸٦۔ وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ حَدَّثَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ

(۲۲۸۶) اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زمینوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ اور عبیداللہ نے نافع سے بیان

عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ. [اطرافه في: ٢٣٢٧، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨]

کیا، اوران سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ برابر چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا وطن کردیا۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کی بٹائی کا ٹھیکہ طے فرمایا، جو حیات نبوی تک جاری رہا۔ بعد میں آپ کا انتقال ہوگیا تب اسی معاملہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اسلام ہونے کی حیثیت میں جاری رکھا، حتیٰ کہ ان کا بھی وصال ہوگیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی شروع خلافت میں اس معاملہ کو جاری رکھا۔ بعد میں یہودیوں کی مسلسل شرارتیں دیکھ کر ان کو خیبر سے جلا وطن کردیا۔ پس ثابت ہوا کہ دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جانے سے وہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان کے وارث اسے جاری رکھیں گے۔ وہاں اگر کسی معاملہ کو فریقین میں سے کسی ایک کی موت کے ساتھ مشروط کیا ہے تو پھر یہ امر دیگر ہے۔

روایت میں زمینوں کو کرایہ پر دینے کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ فالتو زمین پڑی ہو جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں حالات تھے، تو ایسے حالات میں مالکان زمین یا تو فالتو زمینوں کی خود کاشت کریں یا پھر بجائے کرایہ پر دینے کے اپنے کسی حاجت مند بھائی کو مفت دے دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[كِتَابُ الْحَوَالَةِ]

قرض کو کسی دوسرے کے سپرد کرنے کا بیان

بَابٌ: فِي الْحَوَالَةِ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ؟

باب: حوالہ یعنی قرض کو کسی دوسرے پر اتارنے کا بیان اور اس کا بیان کہ حوالہ میں رجوع کرنا درست ہے یا نہیں

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ: إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ، فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا، فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور حسن اور قتادہ نے کہا کہ جب کسی کی طرف قرض منتقل کیا جا رہا تھا تو اگر اس وقت وہ مالدار تھا تو رجوع جائز نہیں حوالہ پورا ہو گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر ساجھیوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی، کسی نے نقد مال لیا کسی نے قرضہ، پھر کسی کا حصہ ڈوب گیا تو اب وہ دوسرے ساجھی یا وارث سے کچھ نہیں لے سکتا۔

تشریح: یعنی جب محتال لہ نے حوالہ قبول کر لیا، تو اب پھر اس کو محیل سے مواخذہ کرنا اور اس سے اپنے قرض کا تقاضا کرنا درست ہے یا نہیں۔ حوالہ کہتے ہیں قرض کا مقابلہ دوسرے پر کر دینے کو جو قرض دار حوالہ کرے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس کے قرض کا حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ اور جس پر حوالہ کیا جائے اس کو محتال علیہ کہتے ہیں درحقیقت حوالہ دین کی بیع ہے بعوض دین کے مگر ضرورت سے جائز رکھا گیا ہے۔

قتادہ اور حسن کے اثروں کو ابن ابی شیبہ اور اثرم نے وصل کیا، اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر محتال علیہ حوالہ ہی کے وقت مفلس تھا تو محتال لہ پھر محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ محتال لہ کسی حالت میں حوالہ کے بعد پھر محیل پر رجوع نہیں کر سکتا۔ حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ توی کی صورت میں محتال لہ محیل پر رجوع کر سکتا ہے۔ توی یہ ہے کہ محتال علیہ حوالہ ہی سے منکر ہو جائے۔ اور حلف کھا لے اور گواہ نہ ہوں۔ یا افلاس کی حالت میں مر جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا محتال لہ محیل پر جب رجوع کر سکتا ہے کہ محتال علیہ کے مالداری کی شرط ہوئی ہو پھر وہ مفلس نکلے۔ مالکیہ نے کہا اگر محیل نے دھوکہ دیا ہو مثلاً وہ جانتا ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے لیکن محتال لہ کو خبر نہ کی اس صورت میں رجوع جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (وحیدی)

٢٢٨٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ

(٢٢٨٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قرض ادا کرنے میں) "مال دار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کا

فَلْيَتْبَعْ)). [طرفاه في:٢٢٨٨، ٢٤٠٠] [مسلم: ٤٠٠٢؛ ابوداود: ٣٣٤٥؛ نسائي: ٤٧٠٥] قرض کسی مالدار پر حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرے۔“

تشریح: اس سے یہی نکلتا ہے کہ حوالہ کے لئے محیل اور محتال لہ کی رضا مندی کافی ہے۔ محتال علیہ کی رضا مندی ضروری نہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے اور حنفیہ نے اس کی رضا مندی بھی شرط رکھی ہے۔

بَابٌ: إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ وَمَنْ اُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ

باب: جب قرض کسی مالدار کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا جائز نہیں اور جس کو کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو وہ اس سے مطالبہ کرے

مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ لِأَحَدٍ عَلَيْكَ شَيْءٌ فَأَحَلْتَهُ عَلَى رَجُلٍ مَلِيٍّ فَضَمِنَ ذَلِكَ مِنْكَ فَإِنْ أَفْلَسْتَ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ أَنْ يَتَّبِعَ صَاحِبَ الْحَوَالَةِ فَيَأْخُذُ عَنْهُ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ پر کسی کا کوئی قرض ہے اس کو آپ نے ایک ایسے آدمی کے سپرد کیا جو مالدار ہے اس نے آپ کی طرف سے ضمانت دے دی پس اگر آپ اس کے بعد مفلس ہو گئے تو قرض خواہ کو اس آدمی سے مطالبہ کرنا چاہیے جس کے اس کو سپرد کیا گیا ہے پس اس سے اپنا دیا ہوا لے لے۔

٢٢٨٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ اُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ)). [راجع:٢٢٨٧][ترمذي:١٣٠٨]

(٢٢٨٨) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ان سے ابن ذکوان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مالدار کی طرف سے (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور اگر کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی مالدار نے کسی کا قرض اگر اپنے سر لے لیا تو اسے ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہوگا۔ چاہیے کہ اسے فوراً ادا کر دے، نیز جس کا قرض حوالہ کیا گیا ہے اسے بھی چاہیے کہ اس کو قبول کر کے اس مالدار سے اپنا قرض وصول کر لے اور ایسے حوالہ سے انکار نہ کرے۔ ورنہ اس میں وہ خود نقصان اٹھائے گا۔

بَابٌ: إِذْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ

باب: اگر کسی میت کا قرض کسی (زندہ) شخص کے حوالہ کیا جائے تو جائز ہے

٢٢٨٩ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) فَقَالُوا: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ

(٢٢٨٩) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے اس پر آپ نے پوچھا ”کیا اس پر کوئی قرض ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:

شَيْئًا؟)) قَالُوْا: لَا. فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قِيْلَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ. فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوْا: صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ. قَالَ: ((صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ)). قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ. [نسائي: ۱۹٦۰]

''میت نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ان کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کسی کا قرض بھی میت پر ہے؟'' عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا: ''کیا کوئی مال ترکہ چھوڑا ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟'' لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا: ''پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔'' ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بولے، یارسول اللہ! آپ ان کی نماز پڑھا دیجئے، ان کا قرض میں ادا کردوں گا۔ تب آپ نے اس پر نماز پڑھائی۔

تشریح: ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا وہ اشرفیاں تجھ پر ہیں اور میت بری ہوگئی۔ جمہور علما نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ایسی کفالت صحیح ہے اور کفیل کو پھر میت کے مال میں رجوع نہیں پہنچتا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر رجوع کی شرط کر لے تو رجوع کر سکتا ہے۔ اور اگر ضامن کو یہ معلوم ہو کہ میت نادار ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میت بقدر قرض کے جائیداد چھوڑ گیا ہے تب تو ضمانت درست ہوگی ورنہ ضمانت درست نہ ہوگی۔ امام صاحب کا یہ قول صراحتاً حدیث کے خلاف ہے۔ (وحیدی)

اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وصیت ہے کہ حدیث نبوی کے خلاف میرا کوئی قول ہو اسے چھوڑ دو۔ جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس فرمان کے خلاف کرتے ہیں وہ سوچیں کہ قیامت کے دن امام موصوف رحمہ اللہ کو کیا منہ دکھلائیں گے۔

ہر مسلمان کو یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کے بعد جملہ ائمہ دین، مجتہدین، اولیائے کاملین، فقہائے کرام، بزرگان اسلام کا ماننا یہی ہے کہ ان کا احترام کامل دل میں رکھا جائے۔ ان کی عزت کی جائے، ان کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ نہ نکالا جائے اور ان کے کلمات و ارشادات جو کتاب وسنت سے نہ ٹکرائیں، وہ سرآنکھوں پر رکھے جائیں۔ ان کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے اور اگر خدانخواستہ ان کا کوئی فرمان ظاہر آیت قرآنی یا حدیث صحیح مرفوع کے خلاف معلوم ہو تو خود ان ہی کی وصیت کے تحت اسے چھوڑ کر قرآن وحدیث کی اتباع کی جائے۔ یہی راہ نجات اور صراط مستقیم ہے اگر ایسا نہ کیا گیا اور ان کے کلمات ہی کو بنیاد دین ٹھہرا لیا گیا تو یہ اس آیت کے تحت ہوگا: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (۴۲/الشوریٰ:۲۱) کیا ان کے ایسے بھی شریک ہیں (جو شریعت سازی میں خدا کی شرکت رکھتے ہیں۔ کیونکہ شریعت سازی دراصل محض ایک اللہ پاک کا کام ہے) جنھوں نے دین کے نام پر ان کے لئے ایسی ایسی چیزوں کو شریعت کا نام دے دیا ہے جن کا اللہ پاک نے کوئی اذن نہیں دیا۔

صد افسوس کہ امت اس مرض میں ہزار سال سے بھی زائد عرصہ سے گرفتار ہے اور ابھی تک اس وبا سے شفائے کامل کے آثار نظر نہیں آتے۔

اللهم ارحم على امة حبيبك ﷺ۔

خود ہندو پاکستان میں دیکھ لیجئے! کونے کونے میں نئی نئی بدعات، عجیب عجیب رسومات نظر آئیں گی۔ کہیں محرم میں تعزیہ سازی ہو رہی ہے تو کہیں کاغذی گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں، کہیں قبروں پر غلافوں کے جلوس نکل رہے ہیں تو کہیں علم اٹھائے جا رہے ہیں۔ تعجب مزید یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس طرح اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ علما ہیں کہ منہ میں لگام لگائے بیٹھے ہیں۔ کچھ جواز تلاش کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اس طرح آسانی ان کی دکان چل سکتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"زاد الحاكم في حديث جابر فقال هما عليك وفي مالك والميت منهما بريء قال نعم فصلى عليه فجعل رسول الله ﷺ اذا لقى ابا قتادة يقول ما صنعت الديناران حتى كان اخر ذالك ان قال قد قضيتهما يارسول الله! قال الان حين بردت عليه جلده وقد وقعت هذه القصة مرة اخرى فروى الدار قطني من حديث علي كان رسول ﷺ اذا اتى بجنازة لم يسأل عن شيء من عمل الرجل ويسأل عن دينه فان قبل عليه دين كف وان قيل ليس عليه دين صلى فاتى بجنازه فلما قام ليكبر سال هل عليه دين؟ فقالوا ديناران فعدل عنه فقال علي هما علي يارسول الله! هو بری منهما فصلى عليه ثم قال لعلي جزاك الله خيرا وفك الله رهانك۔" (فتح الباری)

یعنی حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں حاکم نے یوں زیادہ کیا ہے کہ میت کے قرض والے وہ دو دینار تیرے اوپر تیرے مال میں سے ادا کرنے واجب ہو گئے۔ اور میت ان سے بری ہو گئی۔ اس صحابی نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ واقعہ یہی ہے۔ پھر آپ نے اس میت پر نماز جنازہ پڑھائی۔ پس جب بھی رسول کریم ﷺ ابوقتادہ سے ملاقات فرماتے آپ دریافت کرتے تھے کہ اے ابوقتادہ! تمہارے ان دو دیناروں کا وعدہ کیا ہوا؟ یہاں تک کہ ابوقتادہ نے کہہ دیا کہ حضور ان کو میں ادا کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب تم نے اس میت کی کھال کو ٹھنڈا کر دیا ایسا ہی واقعہ ایک مرتبہ اور بھی ہوا ہے جسے دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا آپ اس کے کسی عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے مگر قرض سے متعلق ضرور پوچھتے۔ اگر اسے مقروض بتلایا جاتا تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھتے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو آپ جنازہ پڑھا دیتے۔ پس ایک دن ایک جنازہ لایا گیا۔ جب آپ نماز کی تکبیر کہنے لگے تو پوچھا کہ کیا یہ مقروض ہے؟ کہا گیا کہ ہاں دو دینار کا مقروض ہے۔ پس آپ جنازہ پڑھانے سے رک گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ میں ادا کر دوں گا اور یہ میت ان سے بری ہے۔ پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کہ اے علی! اللہ تم کو جزائے خیر دے، اللہ تم کو بھی تمہارے رہن سے آزاد کرے یعنی تم کو جنت عطا کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی میت مقروض ہو اور اس وجہ سے اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھائی جا رہی ہو تو اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اس کا قرضہ اپنے سر لے لے تو یہ بہت بڑا کار ثواب اور باعث رضائے الٰہی و رسول ہے۔ اور اس حدیث کے ذیل میں داخل ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا۔ خاص طور پر جب کہ وہ دنیا سے کوچ کر رہا ہے۔ ایسے وقت ایسی امداد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مگر بعض نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی امداد پر ایک کوڑی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ویسے نام و نمود کے لئے مردہ کی فاتحہ، تیجہ، چالیسواں من گھڑت رسموں پر کتنا ہی روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ رسوم ہیں جن کا قرآن و حدیث و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر شکم پرور علما نے ایسی رسموں کی حمایت میں ایک طوفان جدال کھڑا کر رکھا ہے۔ اور ان رسموں کو عین خوشنودی اللہ و رسول اللہ ﷺ قرار دیتے ہیں اور ان کے اثبات کے لئے آیات قرآنی و احادیث نبوی میں وہ وہ تاویلات فاسدہ کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے سچ ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

رسول کریم ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا: "مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" جو ہمارے امر دین میں ایسی نئی چیز نکالے جس کا ثبوت ہماری شریعت سے نہ ہو، وہ مردود ہے۔ ظاہر ہے کہ رسوم مروجہ نہ عہد رسالت میں تھیں نہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں جب کہ ان زمانوں میں بھی مسلمان وفات پاتے تھے، شہید ہوتے تھے مگر ان میں کسی کے بھی تیجہ چالیسویں کا ثبوت نہیں حتیٰ کہ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے

بھی ثبوت نہیں کہ ان کا تیجہ، چالیسواں کیا گیا ہو۔ نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تیجہ فاتحہ ثابت ہے جب حقیقت یہ ہے کہ اپنی طرف سے شریعت میں کمی بیشی کرنا خود لعنت خداوندی میں گرفتار ہونا ہے، اعاذنا الله منها۔ آمین

بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

باب: قرضوں کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کے بیان میں

تشریح: شریعت میں یہ دونوں درست ہیں۔ ضامن کو مدینہ والے زعیم اور مصر والے حمیل اور عراق والے کفیل کہتے ہیں۔

٢٢٩٠۔ وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ [جَلْدَةٍ] فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ. وَقَالَ جَرِيرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ: اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ. وَقَالَ حَمَّادٌ: إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَكَمُ: يَضْمَنُ.

(٢٢٩٠) اور ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی نے اور ان سے ان کے والد (حمزہ) نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہم بستری کر لی۔ حمزہ نے اس کی ایک شخص سے پہلے ضمانت لی یہاں تک کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس آدمی نے جو جرم اس پر لگا تھا، اس کو قبول کیا تھا لیکن جہالت کا عذر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معذور رکھا تھا۔ اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرتدوں کے بارے میں کہا کہ ان سے توبہ کرائیے اور ان کی ضمانت طلب کیجئے (کہ دوبارہ نہ ہوں گے) چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی اور ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دے دی۔ حماد نے کہا جس کا حاضر ضامن ہو اگر وہ مر جائے تو ضامن پر کچھ تاوان نہ ہوگا۔ لیکن حکم نے کہا کہ ذمہ کا مال دینا پڑے گا۔

٢٢٩١۔ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي

(٢٢٩١) اور لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ "انہوں نے بنی اسرائیل کے

إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ: ((أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَقَالَ: ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ فَقَالَ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا فَقَالَ: فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا قَالَ: صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا فَرَضِيَ بِكَ فَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا فَرَضِيَ بِكَ وَإِنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ

ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لا جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے۔ اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تا کہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جا رہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے۔ پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا، تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے۔ تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا۔ اور تو (جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہا دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کسی طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جا سکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی، وہی جس میں مال تھا انہوں نے وہ لکڑی اپنے گھر کے ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا (کچھ دنوں

دِينَارٍ رَاشِدًا)). [راجع: ١٤٩٨]

کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں۔ لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا۔ جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول جو یہاں مذکور ہوا ہے اس کو امام بیہقی نے وصل کیا۔ اور ایک قصہ بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ابن نواحہ کا مؤذن اذان میں یوں کہتا ہے أَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللهِ۔ انہوں نے ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ ابن نواحہ کی تو گردن ماردی اور اس کے ساتھیوں کے باب میں مشورہ لیا۔ عدی بن حاتم نے کہا قتل کرو۔ جریر اور اشعث نے کہا ان سے توبہ کراؤ اور ضمانت لو۔ وہ ایک سوستر آدمی تھے۔ ابن ابی شیبہ نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدود میں کفالت سے دیون میں بھی کفالت کا حکم ثابت کیا۔ لیکن حدود اور قصاص میں کوئی کفیل ہو اور اصل مجرم یعنی مکفول عنہ غائب ہو جائے تو کفیل پر حد یا قصاص نہ ہوگا اس پر اتفاق ہے لیکن قرضہ میں جو کفیل ہو اس کو قرض ادا کرنا ہوگا۔ (وحیدی)

حدیث میں بنی اسرائیل کے جن دو شخصوں کا ذکر ہے ان کی مزید تفصیلات جو حدیث ہذا میں نہیں ہیں تو اللہ کے حوالہ ہیں کہ وہ لوگ کون تھے؟ کہاں کے باشندے تھے؟ کون سے زمانہ سے ان کا تعلق ہے؟ بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اس قابل ہے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ اگرچہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اور یہاں ہر چیز ایک سبب سے وابستہ ہے۔ قدرت نے اس کارخانہ عالم کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے مگر کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی وجود پذیر ہو جاتی ہیں۔

ان ہر دو میں سے قرض لینے والے نے دل کی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کے ساتھ محض ایک اللہ پاک ہی کا نام بطور ضامن اور کفیل پیش کر دیا۔ کیونکہ اس کے دل میں قرض کے ادا کرنے کا یقینی جذبہ تھا۔ اور وہ قرض حاصل کرنے سے قبل عزم مصمم کر چکا تھا کہ اسے کسی نہ کسی صورت یہ قرض بالضرور واپس کرنا ہوگا۔ اسی عزم صمیم کی بنا پر اس نے یہ قدم اٹھایا۔ حدیث میں اسی لئے فرمایا گیا کہ جو شخص قرض لیتے وقت ادائیگی کا عزم صمیم رکھتا ہے اللہ پاک ضرور اس کی مدد کرتا اور اس کا قرض ادا کرا دیتا ہے۔ اسی لئے ادائیگی کے وقت وہ شخص کشتی کی تلاش میں ساحل بحریہ پر آیا کہ سوار ہو کر وقت مقررہ پر قرض ادا کرنے کے لئے قرض خواہ کے گھر حاضر ہو جائے۔ مگر اتفاق کہ تلاش بسیار کے باوجود اس کو سواری نہ مل سکی اور مجبوراً اس نے قرض کے دینار ایک لکڑی کے سوراخ میں بند کر کے اور اس کے ساتھ تعارفی پرچہ رکھ کر لکڑی کو دریا میں اللہ کے بھروسہ پر ڈال دیا، اس نے یہ عزم کیا ہوا تھا کہ لکڑی کی یہ رقم اگر اس قرض خواہ بھائی کو اللہ وصول کرا دے تو فبہا ورنہ وہ جب بھی وطن لوٹے گا اس کو دوبارہ یہ رقم ادا کرے گا۔ ادھر وہ قرض دینے والے ساحل بحریہ پر کسی آنے والی کشتی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ بھائی وقت مقررہ پر اس کشتی سے آئے گا اور رقم ادا کرے گا۔ مگر وہ بھی ناکام ہو کر جا ہی رہا تھا کہ اچانک

دریا میں اس بہتی ہوئی لکڑی پر نظر پڑی اور اس نے ایک عمدہ لکڑی جان کر ایندھن وغیرہ کے خیال سے اسے حاصل کرلیا۔ گھر لے جانے پر اس لکڑی کو کھولا تو حقیقت حال سے اطلاع پا کر اور اپنی رقم وصول کر کے مسرور ہوا چونکہ ادا کرنے والے حضرت کو وصول کرنے کی اطلاع نہ تھی وہ احتیاطاً وطن آنے پر دوبارہ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تفصیلات سے ہر دو کو علم ہوا اور دونوں بے انتہا مسرور ہوئے۔

یہ توکل علی اللہ کی وہ منزل ہے جو ہر کسی کو نہیں حاصل ہوتی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اپنے اونٹ رات کو خوب مضبوط باندھ کر اللہ پر بھروسہ رکھو کہ اسے کوئی نہیں چرائے گا۔

گفت پیغمبر با آواز بلند بر توکل زانوے اشتر بہ بند

آج بھی ضرورت ہے کہ قرض حاصل کرنے والے مسلمان اس عزم صمیم وتوکل علی اللہ کا مظاہرہ کریں کہ وہ اللہ کی توفیق سے ضرور ضرور قرض کی رقم جلد ہی واپس کریں گے۔ وہ ایسا کریں گے تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان سے ان کا قرض ادا کرا دے گا۔

ان دونوں شخصوں کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حافظ نے کہا محمد بن ربیع نے مسند صحابہ رضی اللہ عنہم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ قرض دینے والا نجاشی تھا۔ اس صورت میں اس کو بنی اسرائیل فرمانا اس وجہ سے ہوگا کہ وہ بنی اسرائیل کا تبع تھا نہ یہ کہ ان کی اولاد میں تھا۔ علامہ عینی نے اپنی عادت کے موافق حافظ صاحب پر اعتراض کیا اور حافظ صاحب کی وسعت نظر اور کثرت علم کی تعریف نہ کی۔ اور کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا حالانکہ حافظ صاحب نے خود فرما دیا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول ہے۔ (وحیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی الحدیث جواز الأجل فی القرض ووجوب الوفاء به وفیه التحدث عما کان فی بنی اسرائیل وغیرهم من العجائب للاتعاظ والائتساء وفیه التجارة فی البحر وجواز رکوبه وفیه بداءة الکاتب بنفسه وفیه طلب الشهود فی الدین وطلب الکفیل به وفیه فضل التوکل علی الله وان من صح توکله تکفل الله بنصره وعونه...... الخ۔“ (فتح)

یعنی اس حدیث میں جواز ہے کہ قرض میں وقت مقرر کیا جائے اور وقت مقررہ پر ادائیگی کا وجوب بھی ثابت ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے عجیب واقعات کا بیان کرنا بھی جائز ثابت ہوا تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے، اور ان کی اقتدا کی جائے اور اس سے دریائی تجارت کا بھی ثبوت ہوا اور دریائی سواریوں پر سوار ہونا بھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کاتب شروع میں اپنا نام لکھے اس سے قرض کے متعلق گواہوں کا طلب کرنا اور اس کے کفیل کا طلب بھی ثابت ہوا۔ اور اس سے توکل علی اللہ کی فضیلت بھی نکلی اور یہ بھی کہ جو حقیقی متوکل ہوگا اللہ پاک اس کی مدد اور نصرت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

خود قرآن پاک میں ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (٦٥/ الطلاق: ٣) جو اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ووافی ہے۔ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن مجید میں وارد ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہاتھ پیر چھوڑ کر بیٹھ جانے کا نام توکل نہیں ہے۔ بلکہ کام کو پوری قوت کے ساتھ انجام دینا اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا اور خیر کے لیے اللہ سے پوری پوری امید رکھنا یہ توکل ہے۔ جو ایک مسلمان کے لئے داخل ایمان ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا ہے: ”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ۔“ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے متعلق جو بھی گمان قائم کرے گا۔ مطلب یہ کہ بندہ اللہ پر جیسا بھی بھروسہ کرے گا اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا۔ اسرائیلی مؤمن نے اللہ پر پورا بھروسہ کر کے ایک ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم کو اللہ کے حوالہ کر دیا اللہ نے اس کے گمان کو صحیح کر کے دکھلا دیا۔

شروع میں ابوالزناد کی روایت سے جو واقعہ مذکور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی کو اپنا ہی مال سمجھ کر اس سے بوجہ نادانی صحبت کرلی۔ یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت عالیہ میں آیا تو آپ نے اس کی نادانی کے سبب اس پر رجم کی سزا معاف کر دی مگر بطور تعزیر سو کوڑے لگوائے۔ پھر جب حضرت حمزہ اسلمی وہاں زکوٰۃ وصول کرنے بطور تحصیلدار گئے، تو ان کے سامنے بھی یہ معاملہ آیا۔ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

فیصلے کا علم نہ تھا۔لوگوں نے ذکر کیا تب بھی ان کو یقین نہ آیا۔اس لئے قبیلہ والوں میں سے کسی نے اپنی ضمانت پیش کی کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی تصدیق فرمالیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ ضمانت قبول کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کی تصدیق چاہی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے حاضر ضمانت کو ثابت فرمایا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ:

﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾.

[النساء: ٣٣]

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورہ نساء میں) یہ ارشاد:

''جن لوگوں سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ہے، ان کا حصہ ان کو ادا کرو''

٢٢٩٢ـ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ [النساء: ٣٣] قَالَ: وَرَثَةً ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نَسَخَتْ ثُمَّ قَالَ: ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصَى لَهُ.

[طرفاه في: ٤٥٨٠، ٦٧٤٧] [ابو داود: ٢٩٢٢]

(۲۲۹۲) ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ادریس نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ (قرآن مجید کی آیت) ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ کے متعلق ابن عباس نے فرمایا کہ (موالی کے معنی) ورثہ کے ہیں۔اور ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (کا قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے۔اور انصاری کے ناطہ داروں کو کچھ نہ ملتا۔اس اپنے بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی کریم ﷺ نے قائم کیا تھا۔پھر جب آیت ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نازل ہوئی تو پہلی آیت ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ منسوخ ہوگئی۔سو امداد، تعاون اور خیر خواہی کے۔البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہوگیا۔اور وصیت جتنی چاہے کی جاسکتی ہے (جیسی اور شخصوں کے لیے بھی ہوسکتی ہے۔تہائی ترکہ میں سے وصیت کی جاسکتی ہے جس کا نفاذ کیا جائے گا)

تشریح: یعنی مولی الموالاۃ سے عرب لوگوں میں دستور تھا کسی سے بہت دوستی ہوجاتی تو اس سے معاہدہ کرتے اور کہتے کہ تیرا خون ہمارا خون ہے۔اور تو جس سے لڑے ہم اس سے لڑیں، تو جس سے صلح کرے ہم اس سے صلح کریں۔تو ہمارا وارث ہم تیرے وارث، تیرا قرضہ ہم سے لیا جائے گا ہمارا قرضہ تجھ سے، تیری طرف سے ہم دیت دیں تو ہماری طرف سے۔

شروع زمانہ اسلام میں ایسے شخص کو ترکہ کا چھٹا ملنے کا حکم ہوا تھا۔پھر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا: ﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ (۸/الانفال: ۷۵) ابن منیر نے کہا کفالت کے باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو اس لئے لائے کہ جب حلف سے جو ایک عقد تھا شروع زمانہ اسلام میں ترکہ کا استحقاق پیدا ہوگیا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ذمہ داری کفیل پر پیدا ہوگی کیونکہ وہ بھی ایک عقد ہے۔

عربوں میں جاہلی دستور تھا کہ بلاحق و ناحق دیکھے کسی اہم موقعہ پر محض قبائلی عصبیت کے تحت قسم کھا بیٹھتے کہ ہم ایسا ایسا کریں گے۔خواہ حق ہوتا یا ناحق، اسی کو حلف جاہلیت کہا گیا۔اور بتلایا کہ اسلام میں ایسی غلط قسم کی قسموں کا کوئی مقام نہیں۔اسلام سراسر عدل کی ترغیب دیتا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ (۵/المائدۃ: ۸) محض قومی عصبیت کی بنا پر ہرگز ظلم پر کمر نہ

باندھو۔ انصاف کرو کہ تقویٰ سے انصاف ہی قریب ہے۔

"قال الطبری ما استدل به انس علی اثبات الحلف لا ینافی حدیث جبیر بن مطعم فی نفیه فان الاخاء المذکور کان فی اول الهجرة و کانوا یتوارثون به ثم نسخ من ذلك المیراث وبقی مالم یبطله القرآن وهو التعاون علی الحق والنصر والاخذ علی ید الظالم کما قال ابن عباس النصر والنصیحة والرفادة ویوصی له وقد ذهب المیراث۔" (فتح)

یعنی طبری نے کہا کہ اثبات حلف کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو استدلال کیا وہ جبیر بن مطعم کی نفی کے خلاف نہیں ہے۔ اخاء مذکور یعنی اس قسم کا بھائی چارہ شروع ہجرت میں قائم کیا گیا تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد میں میراث کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہ گئی جس کو قرآن مجید نے باطل قرار نہیں دیا۔ اور وہ باہمی حق پر تعاون اور امداد کرنا اور ظالم کے ہاتھ پکڑنا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میراث تو چلی گئی مگر ایک دوسرے کی مدد کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا یہ چیز باقی رہ گئی ہیں۔ بلکہ اپنے بھائیوں کے لئے وصیت بھی کی جا سکتی ہے۔

واقعہ مؤاخات اسلامی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ مہاجر جو اپنے گھر بار وطن چھوڑ کر مدینہ شریف چلے آئے تھے اور ان کی دلجوئی بہت ضروری تھی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے باشندگان انصار میں ان کو تقسیم فرما دیا۔ انصاری بھائیوں نے جس خلوص اور رفاقت کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی ناممکن ہے۔ آخر یہی مہاجر مدینہ کی زندگی میں گھل مل گئے۔ اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر خود انصار کے لئے باعث تقویت ہو گئے رضی الله عنهم اجمعین۔

آج مدینہ طیبہ ہی میں بیٹھ کر انصار مدینہ اور مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کا یہ ذکر خیر لکھتے ہوئے دل پر ایک رقت آمیز اثر محسوس کر رہا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ انصار و مہاجر قصر اسلام کے دو اہم ترین ستون ہیں جن پر اس عظیم قصر کی تعمیر ہوئی ہے۔ آج بھی مدینہ کی فضا ان بزرگوں کے چھوڑے ہوئے تاثرات سے بھرپور نظر آ رہی ہے۔ مسجد نبوی حرم نبوی میں مختلف ممالک کے لاکھوں مسلمان جمع ہو کر عبادت الٰہی وصلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اور سب میں مؤاخات اور اسلامی محبت کی ایک غیر محسوس لہر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اگر مسلمان یہاں سے جانے کے بعد بھی باہمی مؤاخات کو ہر ہر جگہ قائم رکھیں تو دنیا انسانیت کے لئے وہ ایک بہترین نمونہ بن سکتے ہیں۔ ۴ صفر ۱۳۹۰ھ کو محترم بھائی حاجی عبدالرحمٰن سندی باب مجیدی مدینہ منورہ کے دولت کدہ پر یہ الفاظ نظر ثانی کرتے ہوئے لکھے گئے۔ بسلسلہ اشاعت بخاری شریف مترجم اردو حاجی صاحب موصوف کی مجاہدانہ کوششوں کے لئے امید ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا بھائی دعائے خیر کرے گا۔

٢٢٩٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ. [راجع: ٢٠٤٩]

(۲۲۹۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔

٢٢٩٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ)) فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي.

(۲۲۹۴) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عہد و پیمان نہیں ہیں۔" تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے خود انصار اور قریش کے درمیان

میرے گھر میں عہد و پیمان کرایا تھا۔ [طرفاه في: ٦٠٨٣، ٧٣٤٠] [مسلم: ٦٤٦٣؛ ابو داود: ٢٩٢٦]

تشریح: معلوم ہوا کہ عہد و پیمان اگر حق، انصاف اور عدل کی بنا پر ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ ضروری ہے مگر اس عہد و پیمان میں صرف باہمی مدد و خیر خواہی مدنظر ہوگی۔ اور ترکہ کا ایسے بھائی چارہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کہ وہ وارثوں کا حق ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ ایسے مواقع پر حسب قاعدہ شرعی مرنے والے کو وصیت کا حق حاصل ہے۔

بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ

باب: جو شخص کسی میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا۔

٢٢٩٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوْا: لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟)) قَالُوْا: نَعَمْ قَالَ: ((فَصَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ)) قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ. [راجع: ٢٢٨٩]

(۲۲۹۵) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں نماز پڑھنے کے لیے کسی کا جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس میت پر کسی کا قرض تھا؟'' لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''میت پر کسی کا قرض تھا؟'' لوگوں نے کہا ہاں تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''پھر اپنے ساتھی کی تم ہی نماز پڑھ لو۔'' ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ ضامن اپنی ضمانت سے رجوع نہیں کر سکتا۔ جب وہ میت کے قرضے کا ضامن ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی ضمانت کے سبب اس پر نماز پڑھ لی۔ اگر رجوع جائز ہوتا تو جب تک ابو قتادہ رضی اللہ عنہ یہ قرض ادا نہ کر دیتے آپ اس پر نماز نہ پڑھتے۔

٢٢٩٦ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا)) فَلَمْ يَجِيْءْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ

(۲۲۹۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن علی باقر سے سنا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر بحرین سے (جزیہ کا) مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا۔'' لیکن بحرین سے مال نبی کریم ﷺ کی وفات تک نہیں آیا پھر جب اس کے بعد وہاں سے مال آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جس سے بھی نبی کریم ﷺ کا کوئی وعدہ ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو وہ ہمارے یہاں آ جائے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ

قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا. [أطرافه في: ۲۵۹۸، ۲٦۸۳، ۳۱۲۷، ۳۱٦٤، ٤۳۸۳] [مسلم:٦۰۲۳، ٦۰۲٤]

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے یہ وہ باتیں فرمائی تھیں جسے سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا۔ میں نے اسے شمار کیا تو پانچ سو کی رقم تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے دوگنا اور لے لو۔

تشریح: سب تین لپ ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ نے تین لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا جیسے دوسری روایت میں ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے شہادات میں نکالا، اس کی تصریح ہے۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکلا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے تو گویا آپ کے سب معاملات اور وعدوں کے وہ کفیل ٹھہرے اور ان کو ان وعدوں کا پورا کرنا لازم ہوا۔ (قسطلانی)

بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (ایک مشرک کا) امان دینا اور اس کے ساتھ آپ کا عہد کرنا

تشریح: جو حدیث اس باب میں لائے اس کی مطابقت اس طرح ہے کہ پناہ دینے والے نے جس کو پناہ دی، گویا اس کی عدم ایذا کا متکفل ہوا۔ اس پر اس کفالت کا پورا کرنا لازم ہوا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ عدم ایذا دستی اور لسانی کی ضمانت کرنا درست ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ (وحیدی)

۲۲۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا

(۲۲۹۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیروکار پایا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا کہ ابو صالح سلیمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے، اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیروکار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جب رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک بن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابو بکر! کہاں کا ارادہ

أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ فَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَسِيْحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ فَطَافَ فِيْ أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوْا أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِأَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَأَرْسَلُوْا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَهُ: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ وَإِنَّهُ

ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلیے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔ لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں اور نہ اس کا اظہار کریں۔ کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ باتیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں۔ تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لیے ایک جگہ بنالی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا، مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے ہی رونے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ

جَاوَزَ ذَلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَائَنَا وَنِسَائَنَا فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللَّهِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **((قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ))** وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **((عَلَى رِسْلِكَ! فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي))** قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ تَرْجُوْ ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ؟ قَالَ: **((نَعَمْ))** فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ. [راجع: ٤٧٦]

رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش گھبرائے اور سب نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنہ ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس لیے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے۔ لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنا لی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لیے اب تم ان کے پاس جاؤ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑیں۔ لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں۔ میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں، رسول کریم ﷺ ان دنوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے، جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔'' جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا اظہار فرما دیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جلدی نہ کرو، امید ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اجازت مل جائے۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ

نے فرمایا: ''ہاں ضرور!'' چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے، تاکہ آپ کے ساتھ ہجرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے، انہیں چار مہینے تک وہ ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

تشریح: یہ حدیث واقعہ ہجرت سے متعلق بہت سی معلومات پر مشتمل ہے، نیز اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور توکل علی اللہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ اسی شہر مکہ میں (جہاں بیٹھ کر کعبہ مقدس میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کو انتہائی ایذائیں دی جارہی تھیں۔ جن سے مجبور ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ مقدس شہر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ اور ہجرت حبشہ کے ارادے سے برک الغماد نامی ایک مقام قریب مکہ میں پہنچ چکے تھے۔ کہ آپ کو قارہ قبیلے کا ایک سردار مالک بن دغنہ ملا۔ قارہ بنی اہون قبیلہ کی ایک شاخ تھی جو تیر اندازی میں مشہور تھے اس قبیلے کے سردار مالک بن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حالت سفر میں کوچ کرتے دیکھا، تو فوراً اس کے منہ سے نکلا کہ آپ جیسا شریف آدمی جو غریب پرور ہو، صلہ رحمی کرنے والا ہو، جو دوسروں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالیتا ہو اور جو مہمان نوازی میں بے نظیر خوبیوں کا مالک ہو، ایسا نیک ترین انسان ہرگز مکہ سے نہیں نکل سکتا، نہ وہ نکالا جاسکتا ہے۔ آپ میری پناہ میں ہو کر واپس مکہ تشریف لے چلئے اور وہیں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ مکہ واپس آگئے۔ اور ابن دغنہ نے مکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے امن دینے کا اعلان عام کردیا۔ جسے قریش نے بھی منظور کرلیا۔ مگر یہ شرط ٹھہرائی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علانیہ نماز نہ پڑھیں، نہ تلاوت قرآن فرمائیں، جسے سن کر ہمارے نوجوان بگڑ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر تنگی محسوس فرما کر باہر دالان میں بیٹھنا اور قرآن شریف پڑھنا شروع فرمادیا۔ اسی پر کفار قریش نے شکوہ شکایتوں کا سلسلہ شروع کرکے ابن دغنہ کو ورغلایا اور وہ پناہ واپس لینے پر تیار ہوگیا۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف فرمادیا کہ "انی ارد الیك جوارك وارضی بجوار الله۔" یعنی اے ابن دغنہ! میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور میں اللہ پاک کی امان پر راضی ہوں۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف ہی میں موجود تھے، آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی تو بتلایا کہ جلد ہی ہجرت کا واقعہ سامنے آنے والا ہے۔ اور اللہ نے مجھے تمہاری ہجرت کا مقام بھی دکھلا دیا ہے۔ جس سے آپ کی مراد مدینہ طیبہ سے تھی۔ اس بشارت کو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنیوں کو سفر کے لئے تیار کرنے کے خیال سے ببول کے پتے بکثرت کھلانے شروع کردیئے۔ تاکہ وہ تیز رفتاری سے ہجرت کے وقت سفر کرنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ آپ چار ماہ تک لگاتار ان سواریوں کو سفر ہجرت کے لئے تیار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہجرت کا وقت آگیا۔

اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے کہ ابن دغنہ نے گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضمانت کی تھی، کہ ان کو مالی اور بدنی ایذا نہ پہنچے۔ حافظ فرماتے ہیں: "والغرض من هذا الحديث هنا رضا ابی بکر بجوار ابن الدغنة وتقرير النبی صلی اللہ علیہ وسلم له علی ذلك ووجه دخوله فی الكفالة أنه لائق بكفالة الأبدان لان الذی اجاره كأنه تكفل بنفس المجاران لا يضام قاله ابن المنير۔" (فتح) یعنی یہاں اس حدیث کے درج کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کی پڑوس اور اس کی پناہ دینے پر راضی ہوگئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو ثابت رکھا۔ اور اس حدیث کو باب الکفالۃ میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ابدان کا کفالت میں دینا جائز ثابت ہوا۔ گویا جس نے ان کو پناہ دی وہ ان کی جان کے کفیل بن گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

اللہ کی شان ایک وہ وقت تھا اور ایک وقت آج ہے کہ مکہ معظمہ ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت میں دنیائے اسلام کے ستر کروڑ انسان کا قبلہ و کعبہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر سال بر تقریب حج ۲۰۔۲۵ لاکھ مسلمان جمع ہو کر صداقت اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔

الحمد لله الذی صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده فلا شیء بعده۔

آج ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو بعد مغرب مطاف مقدس میں بیٹھ کر یہ نوٹ حوالہ قلم کیا گیا۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

۲۲۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ (۲۲۹۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا،

عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ: ((هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟)) فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)) فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: ((أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ)). [أطرافه في: ٢٣٩٨، ٢٣٩٩، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣]

ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر کسی کا قرض ہوتا تو آپ فرماتے: "کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟" پھر اگر کوئی آپ کو بتا دیتا کہ ہاں اتنا مال ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کی نماز پڑھاتے، ورنہ آپ مسلمانوں ہی سے فرما دیتے کہ "اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔" پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتح کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے فرمایا: "میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔ اس لیے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور وہ مقروض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے۔ اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔"

[مسلم: ٤١٥٨؛ ترمذي: ١٠٧٠]

تشریح: معلوم ہوا کہ قرض داری بری بلا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھائی، اسی لئے قرض سے ہمیشہ بچنے کی دعا کرنا ضروری ہے۔ اگر مجبوراً قرض لینا پڑے تو اس کی ادائیگی کی کامل نیت رکھنا چاہیے، اس طرح اللہ پاک بھی اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر دل میں بے ایمانی ہو تو پھر اللہ بھی ایسے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔

تشریح: لغت میں وکالت کے معنی سپرد کرنا اور شریعت میں وکالت اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنا کوئی کام کسی کے سپرد کردے بشرطیکہ اس کام میں نیابت اور قائم مقامی ہوسکتی ہو۔ آج یوم عاشورا کو کعبہ شریف میں بوقت تہجد یہ نوٹ لکھا گیا۔

[بَابٌ] وَكَالَةُ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا.

باب: تقسیم وغیرہ کے کام میں ایک ساجھی کا اپنے دوسرے ساجھی کو وکیل بنا دینا

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کرلیا پھر انہیں حکم دیا کہ فقیروں کو بانٹ دیں۔

٢٢٩٩۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا. [راجع: ١٧٠٧]

(٢٢٩٩) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو میں خیرات کردوں جنہیں قربان کیا گیا تھا۔

تشریح: اس روایت میں گو شرکت کا ذکر نہیں، مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو کتاب الشرکۃ میں نکالا ہے۔ اس میں صاف یوں ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک کرلیا تھا۔ گویا نبی کریم ﷺ نے ان امور کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا۔ اسی سے وکالت کا جواز ثابت ہوا جو باب کا مقصد ہے۔

٢٣٠٠۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ضَحِّ بِهِ أَنْتَ)). [أطرافه في: ٢٥٠٠، ٥٥٤٧، ٥٥٥٥] [مسلم: ٥٠٨٤؛ ترمذي: ١٥٠٠؛

(٢٣٠٠) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید نے، ان سے ابوالخیر نے، اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کو تقسیم کردیں۔ ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا جب اس کا ذکر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا: ''اس کی تو قربانی کرلے۔''

نسائي: ٤٣٩١؛ ابن ماجه: ٣١٣٨]

تشریح: اس سے بھی وکالت ثابت ہوئی۔ اور یہ بھی کہ وکیل کے لئے ضروری ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو اس کی اپنے مؤکل سے تحقیق کرلے۔

بَابٌ: إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِيْ دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِيْ دَارِ الْإِسْلَامِ، جَازَ

باب: اگر کوئی مسلمان دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنائے تو جائز ہے

٢٣٠١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَحْفَظَنِيْ فِيْ صَاغِيَتِيْ بِمَكَّةَ، وَأَحْفَظَهُ فِيْ صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمٰنَ قَالَ: لَا أَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ، كَاتِبْنِيْ بِاسْمِكَ الَّذِيْ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَكَاتَبْتُهُ: عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا كَانَ فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِيْنَ نَامَ النَّاسُ فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ. فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيْقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ آثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِيْتُ أَنْ يَلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ، لِأُشْغِلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُوْنَا، وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا، فَلَمَّا أَدْرَكُوْنَا قُلْتُ لَهُ: ابْرُكْ. فَبَرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِيْ لِأَمْنَعَهُ، فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِيْ، حَتَّى قَتَلُوْهُ، وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِيْ بِسَيْفِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذَلِكَ الْأَثَرَ فِيْ

(٢٣٠١) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یوسف بن ماجشون نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے صالح کے دادا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوایا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے، حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے، حفاظت کروں۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمن کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمن کو کیا جانوں۔ تم اپنا وہی نام لکھواؤ جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوایا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پہاڑ کی طرف گیا، تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کرسکوں جبکہ لوگ سو رہے تھے لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر دشمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر بچ نکلا تو میری ناکامی ہوگی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے ہولی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آلیں گے، تو میں نے اس کے ایک لڑکے کو آگے کردیا تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے۔ لیکن لوگوں نے اسے قتل کردیا۔ اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آلیا تو میں نے اسے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر تلوار کی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی

ظَهْرِ قَدَمِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: سَمِعَ يُوسُفُ صَالِحًا وَإِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ. [طرفه في: ٣٩٧١]

تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے۔

تشریح: اس کا نام علی بن امیہ تھا۔ اس کی مزید شرح غزوہ بدر کے ذکر میں آئے گی۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ امیہ کافر حربی تھا اور دار الحرب یعنی مکہ میں مقیم تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے لیکن انہوں نے اس کو وکیل کیا۔ اور جب دار الحرب میں اس کو وکیل کرنا جائز ہوا، تو اگر وہ امان لے کر دار الاسلام میں آئے جب بھی اس کو وکیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ ابن منذر نے کہا اس پر علما کا اتفاق ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ کافر حربی مسلمان کو وکیل یا مسلمان کافر حربی کو وکیل بنائے، دونوں درست ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ اس نے آپ کو بے انتہا تکالیف دی تھیں، تاکہ آپ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آخر تک ثابت قدم رہے یہاں تک کہ بدر کا معرکہ ہوا۔ جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس ملعون کو دیکھ کر انصار کو بلایا۔ تاکہ ان کی مدد سے اسے قتل کیا جائے۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اور اس ملعون امیہ کی باہمی خط وکتابت تھی اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے بچانا چاہا۔ اور اس کے لڑکے کو انصار کی طرف دھکیل دیا۔ تاکہ انصار اسی کے ساتھ مشغول رہیں۔ مگر انصار نے اس لڑکے کو قتل کر کے امیہ پر حملہ آور ہونا چاہا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کے اوپر لیٹ گئے۔ تاکہ اس طرح اسے بچا سکیں مگر انصار نے اسے آخر قتل کر ہی دیا۔ اور اس جھڑپ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔ جس کے نشانات وہ بعد میں دکھلایا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر فرماتے ہیں: "ووجه اخذ الترجمة من هذا الحديث ان عبدالرحمن بن عوف وهو مسلم فی دار الاسلام فوض الی امية بن خلف وهو كافر فی دار الحرب ما يتعلق باموره والظاهر اطلاع النبی ﷺ ولم ينكره وقال ابن المنذر توكيل المسلم حربيا مستامنا و توكيل الحربی المستامن مسلما لاخلاف فی جوازه۔" یعنی اس حدیث سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو مسلمان تھے اور دار الاسلام میں تھے انہوں نے اپنا مال دار الحرب میں امیہ بن خلف کافر کے حوالہ کر دیا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے علم میں تھا۔ مگر آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے ابن منذر نے کہا ہے کہ مسلمان کا کسی امانت دار حربی کافر کو وکیل بنانا اور کسی حربی کافر کا کسی امانت دار مسلمان کو اپنا وکیل بنا لینا، ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيزَانِ

باب: صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

اور حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صرافی میں وکیل کیا تھا۔

تشریح: صرافی بیع صرف کو کہتے ہیں۔ یعنی روپوں، اشرفیوں کو بدلنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو سعید بن منصور نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو بھی انہیں نے وصل کیا ہے۔ حافظ نے کہا اس کی اسناد صحیح ہیں۔

٢٣٠٢، ٢٣٠٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِالْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي

(٢٣٠٢،٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور انہیں ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار بنایا۔ وہ عمدہ قسم کی کھجور

هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَائَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ قَالَ: ((أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا)). قَالَ: إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ. فَقَالَ: ((لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا)). وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذٰلِكَ. [راجع: ۲۲۰۱، ۲۲۰۲]

لائے۔ تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ''کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی ہیں۔'' انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا قسم کی) دوصاع کھجور کے بدل میں اور دوصاع، تین صاع کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ''ایسا نہ کیا کر، البتہ گھٹیا کھجوروں کو پیسوں کے بدلے بیچ کران سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔'' اور تولے جانے کی چیزوں میں بھی آپ نے یہی حکم فرمایا۔

تشریح: حافظ نے کہا کہ خیبر پر جس کو عامل مقرر کیا گیا تھا اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی جنس خواہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو وزن میں اسے بڑھیا کے برابر ہی وزن کرنا ہوگا۔ ورنہ وہ گھٹیا چیز الگ بیچ کر اس کے پیسوں سے بڑھیا جنس خرید لی جائے۔

بَابٌ: إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ الْفَسَادَ.

باب: چرانے والے نے یا کسی وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے یا کسی چیز کو خراب ہوتے دیکھ کر (بکری کو) ذبح کردیا یا جس چیز کے خراب ہوجانے کا ڈر تھا اسے ٹھیک کردیا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

تشریح: ابن منیر نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ نہیں ہے کہ وہ بکری حلال ہوگی یا حرام بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں چرواہے پر ضمان نہ ہوگا، اسی طرح وکیل پر۔ اور یہ مطلب اس باب کی حدیث سے نکلتا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سے مواخذہ نہیں کیا۔ بلکہ اس کا گوشت کھانے میں تردد کیا۔ مگر بعد میں رسول کریم ﷺ سے پوچھ کر وہ گوشت کھایا گیا۔

۲۳۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ، قَالَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَأْكُلُوْا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يَسْأَلُهُ. وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَاكَ، أَوْ أَرْسَلَ، فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ: فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ، وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ.

(۲۳۰۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے معتمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبیداللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے انہوں نے ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ جو سلع پہاڑی پر چرنے جاتا تھا (انہوں نے بیان کیا کہ) ہماری ایک باندی نے ہمارے ہی ریوڑ کی ایک بکری کو (جبکہ وہ چر رہی تھی) دیکھا کہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کردیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب تک میں نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھ نہ لوں اس کا گوشت نہ کھانا۔ یا (یوں کہا کہ) جب تک میں کسی کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لیے نہ بھیجوں، چنانچہ انہوں نے نبی

تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ. [أطرافه في: ٥٥٠١، ٥٥٠٢، ٥٥٠٤] [ابن ماجه: ٣١٨٢]

کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، یا کسی کو (پوچھنے کے لیے) بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت کھانے کے لیے حکم فرمایا۔ عبیداللہ نے کہا کہ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ باندی (عورت) ہونے کے باوجود اس نے ذبح کر دیا۔ اس روایت کی متابعت عبدہ نے عبداللہ کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: سند میں نافع کی سماعت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ مزی نے اطراف میں لکھا ہے کہ ابن کعب سے مراد عبداللہ ہیں۔ لیکن ابن وہب نے اس حدیث کو اسامہ بن زید سے روایت کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے۔ حافظ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ عبدالرحمٰن ہیں۔

اس حدیث سے کئی ایک مسائل کا ثبوت ملتا ہے کہ بوقت ضرورت مسلمان عورت کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور عورت اگر باندی ہو تب بھی اس کا ذبیحہ حلال ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ چاقو، چھری پاس نہ ہونے کی صورت میں تیز دھار پتھر سے بھی ذبیحہ درست ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی حلال جانور اگر اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو مرنے سے پہلے اس کا ذبح کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مسئلہ کی تحقیق مزید کر لینا بہر حال بہتر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ ریوڑ کی بکریاں سلع پہاڑی پر چرانے کے لئے ایک عورت (باندی) بھیجی جایا کرتی تھی۔ جس سے بوقت ضرورت جنگلوں میں پردہ اور ادب کے ساتھ عورتوں کا جانا بھی ثابت ہوا۔ عبیداللہ کے قول سے معلوم ہوا کہ اس دور میں بھی باندی عورت کے ذبیحہ پر اظہار تعجب کیا جایا کرتا تھا کیونکہ دستور عام ہر قرن میں مردوں ہی کے ہاتھ سے ذبح کرنا ہے۔ سلع پہاڑی مدینہ طیبہ کے متصل دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ ابھی ابھی مسجد فتح و بئر عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ پر جانا ہوا تو ہماری موٹر سلع پہاڑی ہی کے دامن سے گزری تھی۔ الحمد للہ کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم کے صدقہ میں عمر کے اس آخری حصہ میں پھر ان مقامات مقدسہ کی دید سے مشرف فرمایا، فلہ الحمد والشکر۔

بَابٌ: وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

باب: حاضر اور غائب دونوں کو وکیل بنانا جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے وکیل کو جوان سے غائب تھا یہ لکھا کہ چھوٹے بڑے ان کے تمام گھر والوں کی طرف سے وہ صدقہ فطر نکال دیں۔

تشریح: ابن بطال نے کہا جمہور علما کا یہی قول ہے کہ جو شخص شہر میں موجود ہو اور اس کو کوئی عذر نہ ہو وہ بھی وکیل کر سکتا ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بیماری کے عذر یا سفر کے عذر سے ایسا کرنا درست ہے یا فریق مقابل کی رضا مندی سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس شخص کو وکیل کرنا درست نہیں جس کی فریق مقابل سے دشمنی ہو۔ اور طحاوی نے جمہور کے قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاضر کو وکیل کرنا بلا شرط بالاتفاق جائز رکھا ہے اور غائب کی وکالت وکیل کے قبول پر موقوف رہے گی بالاتفاق۔ اور جب قبول پر موقوف رہی تو حاضر اور غائب ہر دو کا حکم برابر ہے۔ (فتح الباری)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اثر کے بارے میں حافظ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے نکالا۔ لیکن یہ کہا کہ مجھ کو اس وکیل کا نام معلوم نہیں ہوا۔

٢٣٠٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،

(۲۳۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَائَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: ((أَعْطُوْهُ)). فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا. فَقَالَ: ((أَعْطُوْهُ)). فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَى اللَّهُ بِكَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [أطرافه في: ٢٣٠٦، ٢٣٩٠، ٢٣٩٢، ٢٣٩٣، ٢٤٠١، ٢٦٠٦، ٢٦٠٩] [مسلم: ١١١٠؛ ترمذي: ١٣١٦، ١٣١٧؛ نسائي: ٤٦٣٢، ٤٧٠٧؛ ابن ماجه: ٢٤٢٣]

ثوری نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا: "ادا کردو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل سکا) آپ نے فرمایا: "یہی انہیں دے دو۔" اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کردیتے ہیں۔"

تشریح: مستحب ہے کہ قرض ادا کرنے والا قرض سے بہتر اور زیادہ مال قرض دینے والے کو ادا کرے، تاکہ اس کے احسان کا بدلہ ہو۔ کیونکہ اس نے قرض حسنہ دیا۔ اور بلاشرط جو زیادہ دیا جائے وہ سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (۵۵/ الرحمٰن: ۶۰) کے تحت ہے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِيْ قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

باب: قرض ادا کرنے کے لیے کسی کو وکیل کرنا

٢٣٠٦۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ، فَأَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا)). ثُمَّ قَالَ: ((أَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ)). قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ. فَقَالَ: ((أَعْطُوْهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ٢٣٠٥]

(۲۳۰۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے (اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا)۔ اور سخت سست کہنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غصہ ہو کر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ کہنے سننے کا بھی حق رکھتا ہے۔" پھر آپ نے فرمایا: "اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ نے فرمایا: "اسے وہی دے دو۔ کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کردے۔"

تشریح: یہیں سے باب کا مطلب نکلتا ہے کیونکہ آپ نے جو حاضر تھے دوسروں کو اونٹ دینے کے لئے وکیل کیا۔ اور جب حاضر کو وکیل کرنا جائز ہوا حالانکہ وہ خود کام کرسکتا ہے تو غائب کو بطریق اولیٰ وکیل کرنا جائز ہوگا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اور علامہ عینی پر تعجب ہے کہ انہوں نے ناحق حافظ صاحب پر اعتراض جمایا کہ حدیث سے غائب کی وکالت نہیں نکلتی، اولیت کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ اولیت کی وجہ خود حافظ صاحب کے کلام

میں مذکور ہے۔ حافظ صاحب نے انتقاض الاعتراض میں کہا جس شخص کے فہم کا یہ حال ہو اس کو اعتراض کرنا کیا زیب دیتا ہے؟ نعوذ باللہ من التعصب وسوء الفهم (وحیدی)

اس حدیث سے اخلاق محمدی ﷺ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ قرض خواہ کی سخت گوئی کا مطلق اثر نہیں لیا، بلکہ اس وقت سے پہلے ہی اس کا قرض احسن طور پر ادا کرا دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ اخلاق حسنہ عطا کرے۔ آمین

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ

باب: اگر کوئی چیز کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو ہبہ کی جائے تو درست ہے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِينَ سَأَلُوهُ الْمَغَانِمَ فَقَالَ: ((نَصِيبِي لَكُمْ)).

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے وفد سے فرمایا، جب انہوں نے غنیمت کا مال واپس کرنے کے لیے کہا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میرا حصہ تم لے سکتے ہو۔"

تشریح: حافظ نے کہا یہ حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نکالا ہے۔ ہوازن قیر کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ ابن منیر نے کہا گو بظاہر یہ ہبہ ان لوگوں کے لئے تھا، جو اپنی قوم کی طرف سے وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے۔ مگر درحقیقت سب کے لئے ہبہ تھا، جو حاضر تھے ان کے لئے بھی اور جو غائب تھے ان کے لئے بھی۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلتا ہے کہ وکیل کا اقرار مؤکل پر نافذ ہوگا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وکیل کا اقرار مؤکل پر نافذ نہ ہوگا۔ (وحیدی)

اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور آپ کی انسان پروری پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے ازراہ مہربانی جملہ سیاسی قیدیوں کو معافی دے کر سب کو آزاد فرما دیا۔ اور اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار اور اطاعت رسول ﷺ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی مرضی معلوم کر کے ایثار کا بے مثال نمونہ پیش کر دیا کہ اس زمانہ میں غلام قیدی بڑی دولت سمجھے جاتے تھے۔ مگر نبی کریم ﷺ کا اشارہ پا کر وہ سب اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور دنیاوی نفع نقصان کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کیا۔

حضرت امام الدنیا فی الحدیث کا منشائے باب یہ ہے کہ جب کوئی اجتماعی معاملہ درپیش ہو تو انفرادی طور پر بات چیت کرنے کی بجائے اجتماعی طور پر قوم کے نمائندے طلب کرنا اور ان سے بات چیت کرنا مناسب ہے۔ کسی قوم کا کوئی بھی قومی مسئلہ ہو اسے ذمہ دار نمائندوں کے ذریعہ حل کرنا مناسب ہوگا۔ وہ نمائندے قومی وکیل ہوں گے اور کوئی قومی امانت وغیرہ ہو تو وہ ایسے ہی نمائندوں کے حوالہ کی جائے گی۔

٢٣٠٧، ٢٣٠٨۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى

(٢٣٠٧، ٨) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ عروہ یقین کے ساتھ بیان کرتے تھے اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (غزوہ حنین کے بعد) جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا، تو انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ تمہیں اپنے دو مطالبوں میں سے صرف کسی

الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)). وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ، وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ مِنْكُمْ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا.

[أطرافه في: ٢٥٣٩، ٢٥٨٤، ٢٦٠٧، ٣١٣١، ٤٣١٨، ٧١٧٦] [أطرافه في: ٢٥٤٠، ٢٥٨٣، ٢٦٠٨، ٣١٣٢، ٤٣١٩، ٧١٧٧]

[ابو داود: ٢٦٩٣]

ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ یا قیدی واپس لے لو، یا مال لے لو۔ میں اس پر غور کرنے کی وفد کو مہلت بھی دیتا ہوں۔'' چنانچہ رسول کریم ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (جعرانہ میں) تقریباً دس رات تک انتظار کیا پھر جب قبیلہ ہوازن کے وکیلوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ان کا مطالبہ کا صرف ایک ہی حصہ تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے ان لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا: ''پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''امابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ اس لیے میں نے مناسب جانا کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گزرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہم اس کے اس حصہ کو (قیمت کی شکل میں) اس وقت واپس کر دیں جب اللہ تعالیٰ (آج کے بعد) سب سے پہلا مال غنیمت کہیں سے دلا دے تو اسے بھی کر گزرنا چاہیے۔'' یہ سن کر سب لوگ بول پڑے کہ ہم بخوشی رسول کریم ﷺ کی خاطر ان کے قیدیوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح ہم اس کی تمیز نہیں کر سکتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لیے تم سب (اپنے اپنے ڈیروں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے وکیل تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔'' چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کے سرداروں نے (جو ان کے نمائندے تھے) اس صورت حال پر بات کی۔ پھر وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ سب نے بخوشی دل سے اجازت دے دی ہے۔

تشریح: غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں واقع ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ان لفظوں میں ذکر ہے: ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِيْنَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَى رَسُوْلِهِ...... ﴾ إلى آخر الآيات (۹/التوبۃ: ۲۵-۲۶)

یعنی حنین کے دن بھی ہم نے تمہاری مدد کی، جب تمہاری کثرت نے تم کو گھمنڈ میں ڈال دیا تھا۔ تمہارا گھمنڈ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم منہ پھیر کر بھاگنے لگے۔ مگر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے دل پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی اور ایمان

والوں پر بھی، اور ایسا لشکر نازل کیا جسے تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کافروں کو اللہ نے عذاب کیا۔ اور کافروں کا یہی بدلہ مناسب ہے۔

ہوا یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ عرب میں ہر طرف اسلامی پرچم لہرا رہا ہے اب کون ہے جو ہمارے مقابلے پر آ سکے۔ ان کا یہ غرور اللہ کو ناپسند آیا۔ ادھر حنین کے بہادر لوگ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے مقابلہ پر آ گئے۔ اور میدان جنگ میں انہوں نے بے تحاشا تیر برسانے شروع کئے تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بڑی تعداد میں راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کے رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

میں اللہ کا سچا نبی ہوں جس میں مطلق جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں عبدالمطلب جیسے نامور بہادر قریش کا بیٹا ہوں۔ پس میدان چھوڑنا میرا کام نہیں ہے۔

ادھر بھاگنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو آواز دی گئی تو وہ ہوش میں آئے۔ اور اس طرح جوش و خروش کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کو واپس لوٹے۔ کہ میدان جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور مسلمان بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئے اور ساتھ میں کافی تعداد میں لونڈی، غلام اور مال حاصل کر کے لائے۔ بعد میں لڑنے والوں میں سے قبیلہ ہوازن نے اسلام قبول کر لیا اور یہ لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے اموال اور لونڈی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور طائف میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں شرف باریابی حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا، کہ ہر دو مطالبات میں سے ایک پر غور کیا جا سکتا ہے۔ یا تو اپنے آدمی واپس لے لو یا اپنے اموال حاصل کر لو۔ آپ نے ان کو جواب کے لئے مہلت دی۔ اور آپ دس روز تک جعرانہ میں ان کا انتظار کرتے رہے۔ یہی جعرانہ نامی مقام ہے۔ جہاں سے آپ اسی اثنا میں احرام باندھ کر عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تھے۔ جعرانہ حد حرم سے باہر ہے۔

اس دفعہ کے حج ۱۳۸۹ھ میں اس حدیث پر پہنچا تو خیال ہوا کہ ایک دفعہ جعرانہ جا کر دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ جانا ہوا۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ شریف واپسی ہوئی۔ اور عمرہ کر کے احرام کھول دیا۔ یہاں اس مقام پر اب عظیم الشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور پانی وغیرہ کا معقول انتظام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے مطالبہ کے سلسلہ میں اپنے حصہ کے قیدی واپس کر دیئے اور دوسرے جملہ مسلمانوں سے بھی واپس کرا دیئے۔ اسلام کی یہی شان ہے کہ وہ ہر حال میں انسان پروری کو مقدم رکھتا ہے، آپ نے یہ معاملہ قوم کے وکلاء کے ذریعہ طے کرایا۔ اسی سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ اجتماعی قومی معاملات کو حل کرنے کے لئے قوم کے نمائندگان کا ہونا ضروری ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں ان کو چودھری پنچ ممبر کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانے سے دنیا کی ہر قوم میں ایسے اجتماعی نظام چلے آ رہے ہیں کہ ان کے چودھری پنچ جو بھی فیصلہ کر دیں وہی قومی فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اسلام ایسی اجتماعی تنظیموں کا حامی ہے بشرطیکہ معاملات حق و انصاف کے ساتھ حل کئے جائیں۔

بَابٌ: إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي، فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

باب: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنا دے، اور وکیل نے لوگوں کے جانے ہوئے دستور کے مطابق دے دیا

۲۳۰۹۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، وَغَيْرِهِ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَمْ

(۲۳۰۹) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح اور کئی لوگوں نے ایک دوسرے کی روایت میں زیادتی کے ساتھ۔ ان سب راویوں نے اس حدیث کو جابر رضی اللہ عنہ

يُبَلِّغْهُ كُلُّهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ، إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) فَقُلْتُ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ. فَقَالَ: ((مَا لَكَ؟)) فَقُلْتُ إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ. قَالَ: ((أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَعْطِنِيهِ)). فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ، فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ قَالَ: ((بِعْنِيهِ)). قُلْتُ: بَلَى هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: ((بَلْ بِعْنِيهِ قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ، وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ)). فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ. قَالَ: ((أَيْنَ تُرِيدُ؟)) قُلْتُ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا قَالَ: ((فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟)) قُلْتُ: إِنَّ أَبِي قَدْ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ وَخَلَا مِنْهَا. قَالَ: ((فَذَلِكَ)). فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ: ((يَا بِلَالُ! اقْضِهِ وَزِدْهُ)). فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ، وَزَادَهُ قِيرَاطًا. قَالَ جَابِرٌ: لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ قِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ.

[راجع: ٤٤٣] [مسلم: ٤١٠٧]

تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ ایک راوی نے ان میں مرسلا روایت کیا۔ وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور میں ایک سست اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ سب سے آخر میں رہتا تھا۔ اتفاق سے نبی کریم ﷺ کا گزر میری طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا: ''یہ کون صاحب ہیں؟'' میں نے عرض کیا، جابر بن عبداللہ! آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہوئی۔'' (کہ اتنے پیچھے رہ گئے ہو) میں بولا کہ ایک نہایت سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے؟'' میں نے کہا کہ جی ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے دے دے۔'' میں نے آپ کی خدمت میں وہ پیش کردی۔ آپ نے اس چھڑی سے اونٹ کو مارا اور ڈانٹا تو اس کے بعد وہ سب سے آگے رہنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: ''یہ اونٹ مجھے فروخت کردے۔'' میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے، لیکن آپ نے فرمایا: ''اسے مجھے فروخت کردے۔'' یہ بھی فرمایا: ''چار دینار میں اسے میں خریدتا ہوں ویسے تم مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر چل سکتے ہو۔'' پھر جب مدینہ کے قریب ہم پہنچے تو میں (دوسری طرف) جانے لگا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کہاں جارہے ہو؟'' میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرلی ہے آپ نے فرمایا: ''کسی باکرہ سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔'' میں نے عرض کیا کہ والد شہادت پاچکے ہیں اور گھر میں کئی بہنیں ہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو بیوہ اور سلیقہ شعار ہو۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تو ٹھیک ہے۔'' پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا: ''بلال! ان کی قیمت ادا کردو اور کچھ بڑھا کر دے دو۔'' چنانچہ انہوں نے چار دینار بھی دیئے، اور فالتو ایک قیراط بھی دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ انعام میں اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا، چنانچہ نبی کریم کا وہ قیراط جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی تھیلی میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صاف یہ نہیں فرمایا کہ اتنا زیادہ دے دو۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے زمانہ کے رواج کے مطابق ایک قیراط جھکتا ہوا سونا زیادہ دیا۔ الفاظ ((فلم یکن القیراط یفارق قراب جابر بن عبداللہ)) کا ترجمہ بعض نے یوں کیا کہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب حرہ کے دن یزید کی طرف سے شام والوں کا بلوہ

مدینہ منورہ پر ہوا تو انہوں نے یہ سونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چھین لیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی اپنے کسی بزرگ کے عطیہ کو یا اس کی اور کسی حقیقی یادگار کو تاریخی طور پر اپنے پاس محفوظ رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث سے آیت قرآنی: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ (۹/التوبۃ:۱۲۸) کی تفسیر بھی سمجھ میں آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کی ادنی تکلیف کو بھی دیکھنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جب دیکھا کہ وہ اس ست اونٹ کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے ہیں تو آپ کو خود اس کا احساس ہوا۔ اور آپ نے اللہ کا نام لے کر اونٹ پر جو چھڑی ماری اس سے وہ اونٹ تیز رفتار ہو گیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مزید دل جوئی کے لئے آپ نے اسے خرید بھی لیا۔ اور مدینہ تک اس پر سواری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شادی کی بابت بھی گفتگو فرمائی معلوم ہوا کہ اس قسم کی گفتگو معیوب نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت محمدی نے ان کے اخلاق کو کس قدر بلندی بخش دی تھی کہ محض بہنوں کی خدمت کی خاطر بیوہ عورت سے شادی کو ترجیح دی اور باکرہ کو پسند نہیں فرمایا جب کہ عام جوانوں کا رجحان طبع ایسا ہی ہوتا ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

مسلم شریف کتاب البیوع میں یہ حدیث مزید تفصیلات کے ساتھ موجود ہے جس پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فيه حديث جابر وهو حديث مشهور احتج به احمد ومن وافقه فى جواز بيع الدابة ويشترط البائع لنفسه ركوبها۔" یعنی حدیث مذکور جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے موافقین نے دلیل پکڑی ہے کہ جانور کا بیچنا اور بیچنے والے کا اس کی وقتی سواری کے لئے شرط کر لینا جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ جواز اس وقت ہے جب کہ مسافت قریب ہو اور یہ حدیث اس معنی پر محمول ہے، اسی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے ذیل علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"واعلم ان فى حديث جابر هذا فوائد كثيرة احداها هذه المعجزة الظاهرة لرسول الله ﷺ فى انبعاث جمل جابر واسراعه بعد اعيائه الثانية جواز طلب البيع لمن لم يعرض سلعته للبيع۔ الثالثة جواز المماكسة فى البيع۔ الرابعة استحباب سوال الرجل الكبير اصحابه عن احوالهم والاشارة عليهم بمصالحهم۔ الخامسة استحباب نكاح البكر۔ السادسة استحباب ملاعبة الزوجين۔ السابعة فضيلة جابر فى انه ترك حظ نفسه من نكاح البكر واختار مصلحة اخواته بنكاح ثيب تقوم بمصالحهن۔ الثامنة استحباب الابتداء بالمسجد وصلاة ركعتين فيه عند القدوم من السفر۔ التاسعة استحباب الدلالة على الخير۔ العاشرة استحباب ارجاح الميزان فيما يدفعه۔ الحادية عشرة ان اجرة وزن الثمن على البائع۔ الثانية عشرة التبرك بآثار الصالحين لقوله لا تفارقنى زيادة رسول الله ﷺ الثالثة عشرة جواز تقدم بعض الجيش الراجعين باذن الامير۔ الرابعة عشرة جواز الوكالة فى اداء الحقوق ونحوها وفيه غير ذالك مما سبق والله اعلم۔" (نووی)

یعنی یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ ایک تو اس میں ظاہر معجزہ نبوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فضل سے تھکے ہوئے اونٹ کو چست و چالاک بنا دیا۔ اور وہ خوب خوب چلنے لگ گیا۔ دوسرا امر یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی شخص اپنا سامان نہ بیچنا چاہے تو بھی اس سے اسے بیچنے کے لئے کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ بیچنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو یہ اونٹ بیچ دینے کے لئے فرمایا۔ تیسرے بیع میں شرط کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ چوتھے یہ استحباب ثابت ہوا کہ بڑا آدمی اپنے ساتھیوں سے ان کے خانگی احوال دریافت کر سکتا ہے اور ان کے حسب مقتضائے وقت ان کے فائدے کے لئے مشورے بھی دے سکتا ہے۔ پانچویں کنواری عورت سے شادی کرنے کا استحباب ثابت ہوا۔ چھٹے میاں بیوی کا خوش طبعی کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ساتویں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ انہوں نے اپنی بہنوں کے فائدے کے لئے اپنی شادی کے لئے ایک بیوہ عورت کو پسند کیا۔ آٹھواں یہ امر بھی ثابت ہوا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جانا اور دو رکعت شکرانہ کی ادا کرنا مستحب ہے۔ نواں امر یہ ثابت ہوا کہ نیک کام کرنے کے لئے رغبت دلانا بھی مستحب ہے۔ دسواں امر یہ ثابت ہوا کہ کسی حق کا ادا کرتے وقت ترازو کو جھکا کر

زیادہ (یا بصورت نقد کچھ زیادہ) دینا مستحب ہے۔ گیارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ تولنے والے کی اجرت بیچنے والے کے سر ہے۔ بارہواں امر یہ ثابت ہوا کہ آثار صالحین کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھنا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطابق زیادہ پایا ہوا سونا اپنے پاس عرصہ دراز تک محفوظ رکھا۔ تیرہواں امر یہ ثابت ہوا بعض اسلامی لشکر کو مقدم رکھا جا سکتا ہے جو امیر کی اجازت سے مراجعت کرنے والے ہوں۔ چودھواں امر ادائے حقوق کے سلسلہ میں وکالت کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور بھی کئی امور ثابت ہوئے جو گزر چکے ہیں۔

آثار صالحین کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا، یہ نازک معاملہ ہے۔ پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ حقیقتاً صحیح طور پر آثار صالحین ہوں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یقیناً معلوم تھا کہ یہ قیراط مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود از راہ کرم فالتو دلایا ہے۔ ایسا یقین کامل حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ غیر ثابت شدہ اشیاء کو صالحین کی طرف منسوب کر کے ان کو بطور تبرک رکھنا یہ کذب اور افترا بھی بن سکتا ہے۔ اکثر مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے کچھ بال محفوظ کر کے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے پھر ان سے تبرک حاصل کرنا شرک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ ایسی مشکوک چیز وں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ حقیقت کے خلاف ہیں تو یہ منسوب کرنے والے زندہ دوزخی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا افترا کرنے والوں کو زندہ دوزخی بتلایا ہے بصورت دیگر اگر ایسی چیز تاریخ سے صحیح ثابت ہے تو اسے چومنا چاٹنا، اس کے سامنے سر جھکانا، اس پر نذر و نیاز چڑھانا، اس کی تعظیم میں حد اعتدال سے آگے گزر جانا یہ جملہ امور ایک مسلمان کو شرک جیسے قبیح گناہ میں داخل کر دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بلاشبہ اس کو ایک تاریخی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھا۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ اس کو چوما چاٹا ہو، اسے نذر و نیاز کا حق دار گردانا ہو۔ اس پر پھول ڈالے ہوں یا اس کو وسیلہ بنایا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی امر ہرگز ہرگز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ پس اس بارے میں بہت سوچ سمجھ کی ضرورت ہے۔ شرک ایک بدترین گناہ ہے اور باریک بھی اس قدر کہ کتنے ہی دینداری کا دعویٰ کرنے والے امور شرکیہ کے مرتکب ہو کر عنداللہ دوزخ میں خلود کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ہر قسم کے شرک خفی و جلی، صغیر و کبیر سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

باب: کوئی عورت اپنا نکاح کرنے کے لیے بادشاہ کو وکیل کر دے

۲۳۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِيْ. فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: ((قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ)).

[أطرافه في: ٥٠٢٩، ٥٠٣٠، ٥٠٨٧، ٥١٢١، ٥١٢٦، ٥١٣٢، ٥١٣٥، ٥١٤١، ٥١٤٩، ٥١٥٠، ٥٨٧١، ٧٤١٧] [ابوداود: ٢١١١؛ ترمذي: ١١١٤؛ نسائي: ٣٣٥٩]

(۲۳۱۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابو حازم نے، انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خود کو آپ کو بخش دیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ آپ میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہارا نکاح ان سے اس مہر کے ساتھ کیا جو تمہیں قرآن یاد ہے۔''

تشریح: یہ وکالت امام بخاری رحمہ اللہ نے عورت کے اس قول سے نکالی کہ میں نے اپنی جان آپ کو بخش دی۔ داؤدی نے کہا حدیث میں وکالت کا ذکر

نہیں ہے۔ اور نبی کریم ﷺ ہر مؤمن اور مؤمنہ کے ولی ہیں بموجب آیت: ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الخ (۳۳/الاحزاب:٦) اور اسی ولایت کی وجہ سے آپ نے اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہر میں تعلیم قرآن بھی داخل ہو سکتی ہے اور کچھ اس کے پاس مہر میں پیش کرنے کے لئے نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دختر حضرت شعیب علیہ السلام کے مہر میں اپنی جان کو دس سال کے لئے بطور خادم پیش فرمایا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

بَابٌ: إِذَا وَكَّلَ رَجُلاً

فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا، فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ، فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ.

باب: کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا

پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی، اور بعد میں خبر ہونے پر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کے لیے قرض دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

٢٣١١ـ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ. قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ. قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ)). فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ سَيَعُوْدُ)). فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُوْدُ، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالاً،

(٢٣١١) اور عثمان بن ہیثم ابو عمرو نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اس کے اظہار معذرت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: "اے ابو ہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کہا تھا؟" میں نے کہا، یارسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا، اس لیے مجھے اس پر رحم آ گیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ ابھی وہ پھر آئے گا۔" رسول کریم ﷺ کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لیے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آ کے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں، بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے، اب میں کبھی نہیں آؤں گا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟" میں نے کہا، یارسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور

فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ)). فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ. قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا. قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ [البقرة: ٢٥٥] حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ، يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. قَالَ: ((مَاهِيَ؟)) قَالَ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((ذَاكَ شَيْطَانٌ)). [طرفاه في: ٣٢٧٥، ٥٠١٠]

بال بچوں کا رونا رویا۔ جس پر مجھے رحم آ گیا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ تیسری مرتبہ پھر میں اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آ کر غلہ اٹھانا شروع کیا، تو میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا، وہ کلمات کیا ہے؟ اس نے کہا، جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی ﴿اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم﴾ پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک نگراں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس بھی نہیں آ سکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''گزشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟'' میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو، شروع ﴿اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم﴾ سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک نگراں فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آ سکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے آگے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا: ''اگرچہ وہ جھوٹا تھا۔ لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''وہ شیطان تھا۔''

تشریح: ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجور میں ہاتھ کا نشان دیکھا تھا۔ جیسے اس میں سے کوئی اٹھا کر لے گیا ہو۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس کو پکڑنا چاہتا ہے؟ تو یوں کہہ: " سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ " ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ (وحیدی)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور امن الرسول سے اخیر سورہ تک۔ اس میں یوں ہے کہ صدقہ کی کھجور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حفاظت میں دی تھی۔ میں جو دیکھوں تو روز بروز وہ کم ہو رہی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا، آپ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے پھر میں اس کو تاکتا رہا۔ وہ ہاتھی کی صورت میں نمودار ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو دراڑوں میں سے صورت بدل کر اندر چلا آیا اور کھجوروں کے پاس آ کر اس کے لقمے لگانے لگا میں نے اپنے کپڑے مضبوط باندھے اور اس کی کمر پکڑی، میں نے کہا اللہ کے دشمن تو نے صدقہ کی کھجور اڑا دی۔ دوسرے لوگ تجھ سے زیادہ اس کے حقدار تھے۔ میں تو تجھ کو پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ وہاں تیری خوب فضیحت ہوگی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے پوچھا تو میرے گھر میں کھجور کھانے کے لئے کیوں گھسا۔ کہنے لگا میں بوڑھا محتاج، عیالدار ہوں۔ اور نصیبین سے آ رہا ہوں۔ اگر مجھے کہیں اور کچھ مل جاتا تو میں تیرے پاس نہ آتا۔ اور ہم تمہارے ہی شہر میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے پیغمبر صاحب ہوئے۔ جب ان پر یہ دو آیتیں اتریں تو ہم بھاگ گئے۔ اگر تو مجھ کو چھوڑ دے تو میں وہ آیتیں تجھ کو سکھلا دوں گا۔ میں نے کہا اچھا۔ پھر اس نے آیت الکرسی اور آمن الرسول سے سورہ بقرہ کے اخیر تک بتلائی۔ (فتح)

نسائی کی روایت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے۔ میرے پاس کھجور کا ایک تھیلا تھا۔ اس میں سے روز کھجور کم ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا، ایک جوان خوبصورت لڑکا وہاں موجود ہے۔ میں نے پوچھا تو آدمی ہے یا جن ہے؟ وہ کہنے لگا میں جن ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ہم تم سے کیسے بچیں؟ اس نے کہا آیت الکرسی پڑھ کر۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس خبیث نے سچ کہا۔ معلوم ہوا جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتے ہیں اور شیطان کا دیکھنا ممکن ہے جب وہ اپنی خلقی صورت بدل لے۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں: "وفی الحدیث من الفوائد غیر ما تقدم ان الشیطان قد یعلم ما ینتفع به المؤمن وان الحکمة قد یتلقاها الفاجر فلا ینتفع بها وتؤخذ عنه فینتفع بها وان الشخص قد یعلم الشیء ولا یعمل به وان الکافر قد یصدق ببعض ما یصدق به المؤمن ولا یکون بذالك مؤمنا وبان الکذاب قد یصدق وبان الشیطان من شانه ان یکذب وان من اقیم فی حفظ شیء سمی وکیلا وان الجن یاکلون من طعام الانس وانهم یظهرون للانس لکن بالشرط المذکور و انهم یتکلمون بکلام الانس وانهم یسرقون ویخدعون وفیه فضل آیة الکرسی وفضل آخر سورة البقرة ان الجن یصیبون من الطعام الذی لا یذکر اسم الله علیه الخ۔" (فتح الباری)

یعنی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ شیطان ایسی باتیں بھی جانتا ہے جن سے مؤمن فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کبھی حکمت کی باتیں فاجر کے منہ سے بھی نکل جاتی ہیں۔ وہ خود تو ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا مگر دوسرے اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں اور نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بعض آدمی کچھ اچھی بات جانتے ہیں، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور بعض کافر ایسی قابل تصدیق بات کہہ دیتے ہیں جیسی اہل ایمان مگر وہ کافر اس سے مؤمن نہیں ہو جاتے۔ اور بعض دفعہ جھوٹوں کی بھی تصدیق کی جا سکتی ہے اور شیطان کی شان ہی یہ ہے کہ اسے جھوٹا کہا جائے اور یہ کہ جسے کسی چیز کی حفاظت پر مقرر کیا جائے اسے وکیل کہا جاتا ہے اور یہ کہ جنات انسانی غذائیں کھاتے ہیں اور وہ انسانوں کے سامنے ظاہر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ جو مذکور ہوئی اور یہ بھی کہ وہ انسانی زبانوں میں کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہ چوری بھی کر سکتے ہیں اور وہ دھوکہ بازی بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس میں آیت الکرسی کی اور آخر سورۂ بقرہ کی بھی فضیلت ہے۔ اور یہ بھی کہ شیطان اس غذا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔

آج ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ میں بوقت مغرب مقام ابراہیم کے پاس یہ نوٹ لکھا گیا ہے۔ نیز آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو مدینہ طیبہ حرم نبوی میں بوقت فجر اس پر نظر ثانی کی گئی۔ ربنا تقبل منا واغفر لنا ان نسینا او اخطانا۔ آمین

بَابٌ: إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا
باب: اگر وکیل کوئی ایسی چیز بیع کرے جو فاسد ہو تو

فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ وہ بیع واپس کی جائے گی

تشریح: باب کی حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ وہ واپس ہوگی۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نکالا۔ اس میں یوں ہے: یہ سود ہے اس کو پھیر دے۔ (وحیدی)

٢٣١٢۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ۔ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ۔ عَنْ يَحْيَى قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِالْغَافِرِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِنْ أَيْنَ هَذَا؟)) قَالَ بِلَالٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَاءِ عَيْنُ الرِّبَا، لَا تَفْعَلْ ذَلِكَ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)). [مسلم: ٤٠٨٣؛ نسائي: ٤٥٧١]

(۲۳۱۲) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہ میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہاں سے لائے ہو؟'' انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی۔ اس کی دو صاع، اس کی ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم اسے لائے ہیں۔ تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں آپ نے فرمایا: ''توبہ! توبہ! یہ تو سود ہے، بالکل سود۔ ایسا نہ کیا کر البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خریدا کر۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ ایک ہی جنس میں کمی وبیشی سے لین دین سود میں داخل ہے۔ اس کی صورت یہ بتلائی گئی کہ گھٹیا جنس کو الگ نقد بیچ کر اس کے روپوں سے وہی بڑھیا جنس خرید لی جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ بیع فاسد تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے واپس کرا دیا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

حضرت مولانا وحید الزماں نے مسلم شریف کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ باب الربا میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے منقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں:

"فقال رسول الله ﷺ هذا الربا فردوه ۔ الحديث یعنی یہ سود ہے لہٰذا اس کو واپس لوٹا دو۔ اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "هذا دليل على ان المقبوض ببيع فاسد يجب رده على بائعه واذا رده استرد الثمن. فان قيل فلم يذكر في الحديث السابق انه ﷺ امر برده فالجواب ان الظاهر انها قضية واحدة وامر فيها برده فبعض الرواة حفظ ذالك وبعضهم لم يحفظه فقبلنا زيادة الثقة ولو ثبت انهما قضيتان لحملت الاولى على انه ايضا امر به وان لم يبلغنا ذالك ولو ثبت انه لم يامر به مع انهما قضيتان فحملناها على انه جهل بائعه ولا يمكن معرفته فصار مالا ضائعا لمن عليه دين بقيمته وهو التمر الذى قبضه فحصل انه لا اشكال في الحديث ولله الحمد." (نووی)

یعنی یہ اس امر پر دلیل ہے کہ ایسی قبضہ میں لی ہوئی بیع بھی فاسد ہوگی۔ جس کا بائع پر لوٹا لینا واجب ہے اور جب وہ بیع رد ہو گئی تو اس کی قیمت خود رد ہو گئی۔ اگر کہا جائے کہ حدیث سابق میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے رد کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ قضیہ ایک ہی ہے اور اس میں آپ نے واپسی کا حکم فرمایا۔ بعض راویوں نے اس کو یاد رکھا اور بعض نے یاد نہیں رکھا۔ پس ہم نے ثقہ راویوں کی

زیادتیوں کو قبول کیا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دو قضیے ہیں۔ تو پہلے کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے ہی حکم فرمایا تھا اگر چہ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا باوجود یکہ یہ دو قضیے ہیں۔ تو ہم اس پر محمول کریں گے کہ اس کا بائع مجہول ہو گیا اور وہ بعد میں پہچانا نہ جا سکا۔ تو اس صورت میں وہ مال ضائع ہو گیا اس شخص کے لئے جس نے اس کی قیمت کا بوجھ اپنے سر پر رکھا اور یہ وہی کھجور ہیں جو اس نے قبضہ میں لی ہیں۔ پس حاصل ہوا کہ حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

الحمد للہ آج ۵ صفر ۱۳۹۰ھ کو حرم نبوی مدینہ طیبہ میں بوقت فجر بسلسلہ نظر ثانی یہ نوٹ لکھا گیا۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ

باب: وقف کے مال میں وکالت اور وکیل کا خرچہ اور وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی دستور کے موافق کھانا

٢٣١٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ: فِي صَدَقَةِ عُمَرَ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِي لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ. [أطرافه في: ٢٧٣٧، ٢٧٦٤، ٢٧٧٢، ٢٧٧٣، ٢٧٧٧]

(۲۳۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے باب میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یوں ہے کہ صدقے کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوست کو کھلا سکتا ہے۔ لیکن روپیہ نہ جمع کرے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقے کے متولی تھے۔ وہ مکہ والوں کو اس میں سے تحفہ بھیجتے تھے۔ جہاں آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: یہاں وکیل سے ناظر، متولی مراد ہے اگر واقف کی اجازت ہے تو وہ اس میں سے اپنے دوستوں کو بوقت ضرورت کھلا بھی سکتا ہے۔ اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ

باب: حد لگانے کے لیے کسی کو وکیل کرنا

٢٣١٤، ٢٣١٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا)). [أطرافه في: ٢٦٤٩، ٢٦٩٦، ٢٧٢٥، ٦٦٣٤، ٦٨٢٨، ٦٨٣١، ٦٨٣٦، ٦٨٤٣، ٦٨٦٠، ٧١٩٤، ٧٢٥٩، ٧٢٧٩؛ ٢٦٩٥، ٢٧٢٤، ٦٦٣٣، ٦٨٢٧، ٦٨٣٣،

(۲۳۱۴، ۱۵) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ نے، انہیں زید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے (ابن ضحاک اسلمی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ''اے انیس! اس خاتون کے یہاں جا اگر وہ زنا کا اقرار کر لے، تو اسے سنگسار کر دے۔''

۶۸۳۵، ۶۸۴۲، ۶۸۵۹، ۷۱۹۳، ۷۲۵۸، ۷۲۶۰، ۷۲۷۸] [مسلم: ۴۴۳۵؛ ابوداود: ۴۴۴۵؛ ترمذي: ۱۴۳۳؛ نسائي: ۵۴۲۵، ۵۴۲۶؛ابن ماجه: ۲۵۴۹]

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انیس کو حد لگانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اس سے قانونی پہلو یہ بھی نکلا کہ مجرم خود اگر جرم کا اقرار کرلے تو اس پر قانون لاگو ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اور زنا پر حد شرعی سنگساری بھی ثابت ہوئی۔

۲۳۱۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوْا قَالَ: فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ، فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ. [طرفاه في: ۶۷۷۴، ۶۷۷۵]

(۲۳۱۶) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، انہیں ایوب نے، انہیں ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ابن نعیمان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ انہوں نے شراب پی لی تھی۔ جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں سے انہیں مارنے کے لیے حکم فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا میں بھی مارنے والوں میں تھا۔ ہم نے جوتوں اور چھڑیوں سے انہیں مارا تھا۔

تشریح: نعیمان یا ابن نعیمان کے بارے میں راوی کو شک ہے۔ اسماعیلی کی روایت میں نعمان یا نعیمان مذکور ہے۔ حافظ نے کہا اس کا نام نعیمان بن عمرو بن رفاعہ انصاری تھا۔ بدر کی لڑائی میں شریک تھا۔ اور بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔ رسول کریم ﷺ نے گھر والوں کو حد مارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ آپ نے گھر کے موجود لوگوں کو حد مارنے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ اسی سے حدود میں وکالت ثابت ہوئی اور یہی ترجمۃ الباب ہے۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا

باب: قربانی کے اونٹوں میں وکالت اور ان کی نگرانی کرنے میں وکالت

تشریح: وکالت تو اس سے ثابت ہوئی کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ قربانیاں روانہ کردیں، اور نگرانی اس سے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ہار ڈالے۔

۲۳۱۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: أَنَا فَتَلْتُ، قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ،

(۲۳۱۷) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان جانوروں کو یہ قلادے اپنے ہاتھ سے پہنائے تھے۔ آپ نے وہ جانور میرے والد کے ساتھ (مکہ میں قربانی کے لیے) بھیجے۔

فَلَم يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ. [راجع: ١٦٩٦]

ان کی قربانی کی گئی۔ لیکن (اس بھیجنے کی وجہ سے) آپ پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔

تشریح: رسول کریم ﷺ کے قربانی کے اونٹوں کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلادہ بٹنے میں آپ کی وکالت فرمائی۔

عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ۱۰ نبوی میں مکہ شریف ہی میں ہوئی۔ شوال ۲ھ میں ہجرت سے ۱۸ ماہ بعد رخصتی عمل میں آئی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ۹ سال رہی ہیں۔ کیونکہ وصال نبوی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فصیحہ فقیہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ نبی کریم ﷺ سے بکثرت احادیث آپ نے نقل کی ہیں۔ وقائع عرب ومحاربات واشعار کی زبردست واقف کار تھیں۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ایک بڑے طبقہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں منگل کی شب آپ کا انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق شب میں بقیع غرقد میں آپ کو دفن کیا گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جو ان دنوں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مدینہ میں مروان کے ماتحت تھے۔

بقیع غرقد مدینہ کا پرانا قبرستان ہے، جو مسجد نبوی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ آج کل اس کی جانب مسجد نبوی ﷺ سے ایک وسیع سڑک نکال دی گئی ہے۔ قبرستان کو چاروں طرف ایک اونچی فصیل سے گھیر دیا گیا ہے۔ اندر پرانی قبریں بیشتر نابود ہو چکی ہیں، اہل بدعت نے پہلے دور میں یہاں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ودیگر بزرگان دین کے ناموں پر بڑے بڑے قبے بنا رکھے تھے۔ اور ان پر غلاف، پھول ڈالے جاتے اور وہاں نذر و نیاز یں چڑھائی جاتی تھیں۔ سعودی حکومت نے حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ان سب کو مسمار کر دیا ہے۔ پختہ قبریں بنانا شریعت اسلامیہ میں قطعاً منع ہے اور ان پر چادر پھول محدثات وبدعات ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی بدعات سے بچائے۔ (آمین)

بَابٌ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ: ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ: قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

باب: اگر کسی نے اپنے وکیل سے کہا کہ جہاں مناسب جانو اسے خرچ کرو اور وکیل نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا

تشریح: یعنی وکیل نے اپنی رائے سے اس مال کو کسی کام میں خرچ کیا تو یہ جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وکیل کیا کہ بیرحاء کو آپ جس کار خیر میں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے ان کو یہ رائے دی کہ اپنے ہی ناطہ داروں کو بانٹ دیں۔ (وحیدی)

٢٣١٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾. [آل عمران:

(۲۳۱۸) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے امام مالک کے سامنے قرأت کی بواسطہ اسحاق بن عبداللہ کے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار کے سب سے مالدار لوگوں میں سے تھے''بیرحاء'' (ایک باغ) ان کا سب سے زیادہ محبوب مال تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول کریم ﷺ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا نہایت میٹھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پھر جب قرآن کی آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ اتری (تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکتے جب تک نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں وہ چیز

۱۹۲ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ: ((بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ. قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ)). قَالَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَالِكٍ: ((رَابِحٌ)). [راجع: ١٤٦١]

جو تمہیں زیادہ پسند ہو) تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ اور مجھے اپنے مال مین سب سے زیادہ پسندیدہ مال یہی باغ بیرحاء ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور ذخیرہ ثواب کی امید میں صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں۔ پس آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا، واہ! واہ! یہ تو بڑا ہی نفع والا مال ہے۔ بہت ہی مفید ہے۔ اس کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا۔ اب میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کردے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ یہ کنواں انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کردیا۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل نے مالک سے کی ہے۔ اور روح نے مالک سے (لفظ رائح کے بجائے) رابح نقل کیا ہے۔

تشریح: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحاء کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو وکیل ٹھہرایا اور آپ نے اسے انہی کے رشتہ داروں میں تقسیم کردینے کا حکم فرمایا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ چونکہ رشتہ داروں کا حق مقدم ہے اور وہی صاحب میراث بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان ہی کو ترجیح دی۔ جو رسول کریم ﷺ کی بہت ہی بڑی دوراندیشی کا ثبوت ہے۔ یہ کنواں مدینہ شریف میں حرم نبوی کے قریب اب بھی موجود ہے اور میں نے بھی وہاں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ والحمدللہ علی ذالک۔

بَابُ وَكَالَةِ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

باب: خزانچی کا خزانہ میں وکیل ہونا

۲۳۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُنْفِقُ۔ وَرُبَّمَا قَالَ: الَّذِي يُعْطِي۔ مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبًا نَفْسُهُ، إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ، أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ)).

[راجع: ١٤٣٨]

(۲۳۱۹) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوبردہ نے بیان کیا اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''امانت دار خزانچی جو خرچ کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ فرمایا کہ جو دیتا ہے حکم کے مطابق کامل اور پوری طرح جس چیز (کے دینے) کا اسے حکم ہوا اور اسے دیتے وقت اس کا دل بھی خوش ہو، تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔''

تشریح: یعنی اس کو مالک کے برابر ثواب ملے گا کہ وہ بخوشی مالک کا حکم بجالایا اور صدقہ کردیا۔ اور مالک کی طرف سے مالک کے حکم کے مطابق وہ مال خرچ کرنے میں وکیل ہوا۔ یہی منشائے باب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَبْوَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ وَمَا جَاءَ فِيهِ

کھیتی باڑی اور اس سے متعلقہ مسائل کا بیان

بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

باب: کھیت بونے اور درخت لگانے کی فضیلت جس میں سے لوگ کھائیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُونَ ٥ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ٥ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا﴾. [الواقعة: ٦٣، ٦٥]

اور (سورۂ واقعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "یہ تو بتاؤ، جو تم بوتے ہو، کیا اسے تم اگاتے ہو، یا اس کے اگانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا بنا دیں۔"

تشریح: مزارعہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا ماخذ "زرع" ہے، امام المجتہدین وسید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی فضائل زراعت کے سلسلہ میں پہلے قرآن پاک کی آیت نقل فرمائی۔ جس میں ارشاد باری ہے: ﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُونَ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٦٣، ٦٤) یعنی "اے کاشتکارو! تم جو کھیتی کرتے ہو، کیا تم کھیتی کرتے ہو یا درحقیقت کھیتی کرنے والے ہم ہیں۔ ہم چاہیں تو تیار کھیتی کو برباد کر کے رکھ دیں۔ پھر تم ہکا بکا ہو کر رہ جاؤ۔" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولا شك ان الاية تدل على اباحة الزرع من جهة الامتنان به والحديث يدل على فضله بالقيد الذى ذكره المصنف وقال ابن المنير اشار البخارى الى اباحة الزرع وان من نهى عنه كما ورد عن عمر فمحله ما اذا شغل الحرث عن الحرب ونحوه من الامور المطلوبة وعلى ذالك يحمل حديث ابى امامة المذكور فى الباب الذى بعده۔" یعنی کوئی شک وشبہ نہیں کہ آیت قرآنی کھیتی کے مباح ہونے پر دلالت کر رہی ہے اس طور پر بھی کہ یہ خدا کا بڑا بھاری کرم ہے اور حدیث بھی اس کی فضیلت پر دال ہے، اس قید کے ساتھ جسے مصنف نے ذکر کیا ہے۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کھیتی کے مباح ہونے پر اشارہ کیا ہے۔ اور اس سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کا محل جب ہے کہ کھیتی مسلمان کو جہاد اور امور شرع سے غافل کر دے۔ ابوامامہ کی حدیث جو بعد میں کھیتی کی مذمت میں آ رہی ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت: ﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ﴾ سے یہ ثابت کیا ہے کہ کھیتی کرنا مباح ہے اور جس حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی میں ایسا مشغول ہونا منع ہے کہ آدمی جہاد سے باز رہے یا دین کے دوسرے کاموں سے۔ (وحیدی)

٢٣٢٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ

(٢٣٢٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا، ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا

يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)). وَقَالَ مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

لگائے یا کھیت میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔" مسلم نے بیان کیا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔

[طرفه في: ٦٠١٢]

[مسلم: ٣٩٧٣؛ ترمذي: ١٣٨٢]

تشریح: اس حدیث کا شان ورود امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے کہ "ان النبی ﷺ رای نخلا لام مبشر امراة من الانصار فقال من غرس هذا النخل امسلم ام كافر فقالوا: مسلم فقال: لا يغرس مسلم غرسا فيأكل منه انسان او طير او دابة الا كان له صدقة۔" یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت ام مبشر نامی کا لگایا ہوا کھجور کا درخت دیکھا، آپ نے پوچھا کہ یہ درخت کسی مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مسلمان کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے پھر اس سے آدمی یا پرندے یا جانور کھائیں تو یہ سب کچھ اس کی طرف سے صدقہ میں لکھا جاتا ہے۔

حدیث انس روایت کردہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں مزید وسعت کے ساتھ لفظ ((اویزرع زرعا)) بھی موجود ہے یعنی باغ لگائے یا کھیتی کرے۔ تو اس سے جو بھی آدمی، جانور فائدہ اٹھائیں اس کے مالک کے ثواب میں بطور صدقہ لکھا جاتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں: "وفی الحديث فضل الغرس والزرع والحض على عمارة الارض۔" یعنی اس حدیث میں باغبانی اور زراعت اور زمین کو آباد کرنے کی فضیلت مذکور ہے۔

فی الواقع کھیتی کی بڑی اہمیت ہے کہ انسان کی شکم پری کا بڑا ذریعہ کھیتی ہے اگر کھیتی نہ کی جائے تو غلہ کی پیداوار نہ ہو سکے۔ اسی لئے قرآن وحدیث میں اس فن کا ذکر بھی آیا۔ مگر جو کاروبار یادِ الٰہی اور فرائض اسلام کی ادائیگی میں حارج ہو۔ وہ الٹا وبال بھی بن جاتا ہے۔ کھیتی کا بھی یہی حال ہے کہ بیشتر کھیتی باڑی کرنے والے یادِ الٰہی سے غافل اور فرائض اسلام میں سست ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کھیتی اور اس کے آلات کی مذمت بھی وارد ہے۔ بہرحال مسلمان کو دنیاوی کاروبار کے ساتھ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنا اور فرائض اسلام کو ادا کرنا ضروری ہے۔ والله هو الموفق۔

الحمد للہ حدیث بالا کے پیش نظر میں نے بھی اپنے کھیتوں واقع موضع رہپوہ میں کئی درخت لگوائے ہیں۔ جو جلد ہی سایہ دینے کے قابل ہونے والے ہیں۔ امسال عزیزی نذیر احمد رازی نے ایک بڑا پودا نصب کیا ہے۔ جسے وہ دہلی سے لے گئے تھے۔ اللہ کرے کہ وہ پروان چڑھ کر صدہا سالوں کے لئے ذخیرہ حسنات بن جائے اور عزیزان خلیل احمد ونذیر احمد کو توفیق دے کہ وہ کھیتی کا کام ان ہی احادیث کی روشنی میں کریں جس سے ان کو برکات دارین حاصل ہوں گی۔

آج یوم عاشورا محرم ۱۳۹۰ کو بیت اللہ میں یہ درخواست رب کعبہ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْإِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ أَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ

باب: کھیتی کے سامان میں بہت زیادہ مصروف رہنا یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا، اس کا انجام برا ہے

٢٣٢١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا

(۲۳۲۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سالم حمصی نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد الہانی نے بیان کیا، ان سے ابو

مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الذُّلَّ)). قَالَ مُحَمَّدٌ وَاسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

امام باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، آپ کی نظر پھالی اور کھیتی کے بعض دوسرے آلات پر پڑی۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جس قوم کے گھر میں یہ چیز داخل ہو جاتی ہے تو اپنے ساتھ ذلت بھی لاتی ہے۔'' محمد نے کہا کہ ابوامامہ کے باپ کا نام صدی بن عجلان ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منعقدہ باب میں احادیث آمدہ در مدح زراعت و در ذم زراعت میں تطبیق پیش فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ کہ کھیتی باڑی اگر حد اعتدال میں کی جائے، کہ اس کی وجہ سے فرائض اسلام کی ادائیگی میں کوئی تساہل نہ ہو تو وہ کھیتی قابل تعریف ہے۔ جس کی فضیلت حدیث وارده میں نقل ہوئی ہے۔ اور اگر کھیتی باڑی میں اس قدر مشغولیت ہو جائے کہ ایک مسلمان اپنے دینی فرائض سے بھی غافل ہو جائے تو پھر وہ کھیتی قابل تعریف نہیں رہتی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے:

"هذا من اخباره ﷺ بالمغيبات لان المشاهد الان ان اكثر الظلم انما هو على اهل الحرث وقد اشار البخاري بالترجمة الى الجمع بين حديث ابى امامة والحديث الماضى فى فضل الزرع والغرس وذالك باحد امرين اما ان يحمل ماورد من الذم على عاقبة ذالك ومحله ما اذا اشتغل به فضيع بسببه ما امر بحفظه واما ان يحمل على ما اذا لم يضيع الا انه جاوز الحد فيه والذى يظهر ان كلام ابى امامة محمول على من يتعاطى ذالك بنفسه اما من له عمال يعملون له وادخل داره الالة المذكورة لتحفظ لهم فليس مرادا ويمكن الحمل على عمومه فان الذل شامل لكل من ادخل نفسه ما يستلزم مطالبة آخرله ولا سيما اذا كان المطالب من الولاة وعن الداودى هذا لمن يقرب من العدو فانه اذا اشتغل بالحرث لا يشتغل بالفروسية فيتاسد عليه العدو فحقهم ان يشتغلوا بالفروسية وعلى غيرهم امدادهم بما يحتاجون اليه۔" (فتح البارى)

یعنی یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی ان خبروں میں سے ہے جن کو مشاہدہ نے بالکل صحیح ثابت کر دیا۔ کیونکہ اکثر مظالم کا شکار کاشتکار ہی ہوتے چلے آ رہے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب سے حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ اور حدیث سابقہ بابت فضیلت زراعت و باغبانی میں تطبیق پر اشارہ فرمایا ہے اور یہ دو امور میں سے ایک ہے۔ اول تو یہ کہ جو مذمت وارد ہے اسے اس کے انجام پر محمول کیا جائے، اگر انجام میں اس قدر مشغولیت ہوگئی کہ اسلامی فرائض سے بھی غافل ہونے لگا۔ دوسرے یہ بھی کہ فرائض کو تو ضائع نہیں کیا مگر حد اعتدال سے آگے تجاوز کر کے اس میں مشغول ہو گیا تو یہ پیشہ اچھا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ایسے ہی شخص پر وارد ہوگی جو خود اپنے طور پر اس میں مشغول ہو اور اس میں حد اعتدال سے تجاوز کر جائے۔ اور جس کے نوکر چاکر کام انجام دیتے ہوں اور حفاظت کے لئے آلات زراعت اس کے گھر میں رکھے جائیں تو ذم سے وہ شخص مراد نہ ہوگا۔ حدیث ذم عموم پر بھی محمول کی جا سکتی ہے کہ کاشتکاروں کو بسا اوقات ادائے مالیہ کے لئے حکام کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ اور داؤدی نے کہا کہ یہ ذم اس کے لئے ہے جو دشمن سے قریب ہو، کہ وہ کھیتی باڑی میں مشغول رہ کر دشمن سے بے خوف ہو جائے گا اور ایک دن دشمن ان کے اوپر چڑھ بیٹھے گا۔ پس ان کے لئے ضروری ہے کہ سپاہ گری میں مشغول رہیں اور حاجت کی اشیاء سے دوسرے لوگ ان کی مدد کریں۔

زراعت باغبانی ایک بہترین فن ہے۔ بہت سے انبیاء، اولیاء، علما زراعت پیشہ رہے ہیں۔ زمین میں قدرت نے اجناس اور پھلوں سے جو نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں ان کا نکالنا یہ زراعت پیشہ اور باغبان حضرات ہی کا کام ہے۔ اور جاندار مخلوق کے لئے جو اجناس اور چارے کی ضرورت ہے اس کا مہیا کرنے والا بعونہ تعالیٰ ایک زراعت پیشہ کاشتکار ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف پہلوؤں سے ان فنون کا ذکر آیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہل جوتنے

والے بیل کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس فن کی شرافت میں کوئی شبہ نہیں ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ زراعت پیشہ قوم میں زیادہ تر مسکینی، غربت اور ذلت کا شکار رہتی ہیں۔ پھر ان کے سروں پر مالیانے کا پہاڑ ایسا خطرناک ہوتا ہے کہ بسا اوقات ان کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ احادیث متعلقہ مذمت میں یہی پہلو ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ فن بہت قابل تعریف اور باعث رفع درجات دارین ہے۔ آج کے دور میں اس فن کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کہ آج غذائی مسئلہ بنی نوع انسان کے لئے ایک اہم ترین اقتصادی مسئلہ بن گیا ہے۔ ہر حکومت زیادہ سے زیادہ اس فن پر توجہ دے رہی ہے۔

ذلت سے مراد یہ ہے کہ حکام ان سے پیسہ وصول کرنے میں ان پر طرح طرح کے ظلم توڑیں گے۔ حافظ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے جیسا فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ اکثر ظلم کا شکار کاشتکار لوگ ہی بنتے ہیں۔ بعض نے کہا ذلت سے یہ مراد ہے کہ جب رات دن کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو سپاہ گری اور فنون جنگ بھول جائیں گے اور دشمن ان پر غالب ہو جائے گا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ احادیث زراعت کے ذیل فرماتے ہیں:

"فی هذه الاحاديث فضيلة الغرس وفضيلة الزرع وان اجرهما على ذالك مستمر مادام الغراس والزرع وما تولد منه الى يوم القيامة وقد اختلف العلماء فى اطيب المكاسب وافضلها فقيل التجارة وقيل الصنعة باليد و قيل الزراعة وهو الصحيح وقد بسطت ايضاحه فى اخر باب الاطعمة من شرح المهذب وفى هذه الاحاديث ايضاً ان الثواب والاجر فى الاخرة مختص بالمسلمين وان الانسان يثاب على ماسرق من ماله اواتلفته دابة او طائر ونحوهما." (نووی)

یعنی ان احادیث میں درخت لگانے اور کھیتی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔ اور یہ کہ کاشتکار اور باغبان کا ثواب ہمیشہ جاری رہتا ہے جب تک بھی اس کی وہ کھیتی یا درخت رہتے ہیں۔ ثواب کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ علما کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ بہترین کسب کون سا ہے؟ کہا گیا ہے کہ تجارت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دستکاری بہترین کسب ہے۔ اور کہا گیا کہ بہترین کسب کھیتی باڑی ہے اور یہی صحیح ہے اور میں نے باب الاطعمة شرح مہذب میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ آخرت کا اجر و ثواب مسلمانوں ہی کے لئے خاص ہے اور یہ بھی ہے کہ کاشتکار کی کھیتی میں سے کچھ چوری ہو جائے یا جانور پرندے کچھ اس میں نقصان کر دیں تو ان سب کے بدلے کاشتکار کو ثواب ملتا ہے۔

یا اللہ! مجھ کو اور میرے بچوں کو ان احادیث کا مصداق بنا۔ جب کہ اپنا آبائی پیشہ کاشتکاری ہی ہے، اور یا اللہ! اپنی برکتوں سے ہمیشہ نواز اور ہر قسم کی ذلت، مصیبت، پریشانی، تنگ حالی سے بچا۔ آمین ثم آمین

بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ باب: کھیتی کے لئے کتا پالنا

تشریح: اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے کھیتی کی اباحت ثابت کی کیونکہ جب کھیت کے لئے کتا رکھنا جائز ہوا تو کھیتی کرنا بھی درست ہوگا۔ حدیث باب سے کھیت یا شکار کی حفاظت کے لئے کتا پالنے کا جواز نکلا۔ حافظ نے کہا اسی قیاس پر اور کسی ضرورت سے بھی کتے کا رکھنا جائز ہوگا۔ لیکن بلا ضرورت جائز نہیں۔

٢٣٢٢۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَأَبُو صَالِحٍ عَنْ

(٢٣٢٢) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی کتا رکھا، اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی۔ البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کے لئے) کتے اس سے الگ ہیں۔" ابن سیرین اور ابو صالح نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا بحوالہ نبی

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ)). وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ)). [طرفه في: ٣٣٢٤] [مسلم: ٤٠٤٣]

کریم ﷺ کہ ''بکری کے ریوڑ، کھیتی اور شکار کے کتے الگ ہیں۔'' ابو حازم نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ ''شکاری اور مویشی کے کتے'' (الگ ہیں)۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کی حفاظت کے لئے بھی کتا پالا جا سکتا ہے جس طرح سے شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔ محض شوقیہ کتا پالنا منع ہے۔ اس لئے کہ اس سے بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ بڑا خطرہ یہ کہ ایسے کتے موقع پاتے ہی برتنوں میں منہ ڈال کر ان کو گندا کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ آنے جانے والوں کو ستاتے بھی ہیں۔ ان کے کاٹنے کا ڈر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس میں یہ موذی جانور رکھا گیا ہو۔ ایسے مسلمان کی نیکیوں میں سے ایک قیراط نیکیاں کم ہوتی رہتی ہیں جو بے منفعت کتے کو پالتا ہو۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"قيل سبب نقصان امتناع الملائكة من دخول بيته او ما يلحق المارين من الاذى اولان بعضها شياطين او عقوبة لمخالفة النهى أو لولوغها فى الأوانى عند غفلة صاحبها فربما يتنجس الطاهر منها فاذا استعمل فى العبادة لم يقع موقع الطاهر...... الخ۔"

"وفى الحديث الحث على تكثير الاعمال الصالحة والتحذير من العمل بما ينقصها والتنبيه على اسباب الزيادة فيها والنقص منها لتجتنب او ترتكب وبيان لطف الله تعالى بخلقه فى اباحة مالهم به نفع وتبليغ نبيهم ﷺ امور معاشهم ومعادهم وفيه ترجيح المصلحة الراجحة على المفسدة لوقوع استثناء ما ينتفع به مما حرم اتخاذه۔" (فتح البارى)

یعنی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہونے کا سبب ایک تو یہ کہ رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، یا یہ کہ اس کتے کی وجہ سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے یا اس لئے بھی کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ باوجود نہی کے کتا رکھا گیا، اس سے نیکی کم ہوتی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ برتنوں میں منہ ڈالتے رہتے ہیں۔ جہاں گھر والے سے ذرا غفلت ہوتی اور کتے نے فوراً پاک پانی کو ناپاک کر ڈالا۔ اب اگر عبادت کے لئے وہ استعمال کیا گیا، تو اس سے پاکی حاصل نہ ہوگی۔ الغرض یہ جملہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے شوقیہ کتا پالنے والوں کی نیکیاں روزانہ ایک ایک قیراط کم ہوتی رہتی ہیں۔ مگر تہذیب مغرب کا برا ہو آج کل کی نئی تہذیب میں کتا پالنا بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ امیر گھرانوں میں محض شوقیہ پلنے والے کتوں کی اس قدر خدمت کی جاتی ہے کہ ان کے نہلانے دھلانے کے لئے خاص ملازم ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ استغفر اللہ! مسلمانوں کو ایسے فضول بیہودہ فضول خرچی کے کاموں سے بہر حال پرہیز لازم ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا بہت سے فوائد پر مشتمل ہے جن میں سے اعمال صالحہ کی کثرت پر رغبت دلانا بھی ہے اور ایسے اعمال بد سے ڈرانا بھی جن سے نیکی برباد گناہ لازم آئے۔ حدیث ہذا میں ہر دو امور کے لئے تنبیہ ہے کہ نیکیاں بکثرت کی جائیں اور برائیوں سے بکثرت پرہیز کیا جائے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کی اپنی مخلوق پر مہربانی ہے کہ جو چیز اس کے لئے نفع بخش ہے وہ مباح قرار دی ہے اور اس حدیث میں تبلیغ نبوی بابت امور معاش و معاد بھی مذکور ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض چیزیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ کتا پالنا، مگر ان کے نفع بخش ہونے کی صورت میں ان کو مصلحت کی بنا پر مستثنیٰ بھی کر دیا جاتا ہے۔

٢٣٢٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ السَّائِبَ ابْنَ يَزِيْدَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ رَجُلًا مِنْ أَزْدِشَنُوْءَةَ وَكَانَ مِنْ

(۲۳۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا، کہ سفیان بن زہیر نے ازدشنوہ قبیلے کے ایک بزرگ سے سنا، جو نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے

أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا، نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ)). قُلْتُ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: إِيْ وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ. [طرفه في: ٣٣٢٥] [مسلم: ٤٠٣٦، ٤٠٣٧؛ نسائي: ٤٢٩٦؛ ابن ماجه: ٣٢٠٦]

نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ ''جس نے کتا پالا، جو نہ کھیتی کے لئے ہے اور نہ مویشی کے لئے، تو اس کی نیکیوں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔'' میں نے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم! میں نے ضرور آپ سے یہ سنا ہے۔

تشریح: قیراط یہاں عند اللہ ایک مقدار معلوم ہے۔ مراد یہ کہ بے حد نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجوہ بہت ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، دوسرے یہ کہ ایسا کتا گزرنے والوں اور آنے جانے والے مہمانوں پر حملہ کے لئے دوڑتا ہے جس کا گناہ کتا پالنے والے پر ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ گھر کے برتنوں کو منہ ڈال ڈال کر ناپاک کرتا رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ نجاستیں کھا کھا کر گھر آتا اور بدبو اور دیگر امراض اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور بھی بہت سی وجوہ ہیں۔ اس لئے شریعت اسلامی نے گھر میں بے کار کتا رکھنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ شکاری کتے اور تربیت دیئے ہوئے دیگر محافظ کتے اس سے الگ ہیں۔

بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

باب: کھیتی کے لئے بیل سے کام لینا

٢٣٢٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ. فَقَالَتْ: لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا، خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ؟ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ؟ قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ)). قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ: وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ. [أطرافه في: ٣٤٧١، ٣٦٦٣، ٣٦٩٠] [مسلم: ٦١٨٦؛ ترمذي: ٣٦٧٧]

(٢٣٢٤) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، انہوں نے ابو سلمہ سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سوار سے کہا کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا ہوا ہوں، میری پیدائش تو کھیت جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر بھی ایمان لائے۔ اور ایک دفعہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی تھی تو گڈریے نے اس کا پیچھا کیا۔ بھیڑیا بولا، آج تو تو اسے بچاتا ہے۔ اس دن میرے سوا کون بکریوں کا چرانے والا ہوگا آپ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر و عمر بھی۔'' ابو سلمہ نے کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت اس حدیث کو درج فرمایا۔ جس میں ایک اسرائیلی مرد کا اور ایک بیل کا مکالمہ مذکور ہوا ہے۔ وہ اسرائیلی

بیل کو سواری کے کام میں استعمال کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیل کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت دی اور وہ کہنے لگا کہ میں کھیتی کے لئے پیدا ہوا ہوں، سواری کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ چونکہ یہ بولنے کا واقعہ خرق عادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ بیل جیسے جانور کو انسانی زبان میں گفتگو کی طاقت بخش دے۔ اس لئے اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺ نے اس پر اظہار ایمان فرمایا بلکہ ساتھ ہی حضرات شیخین کو بھی شامل فرمالیا کہ آپ کو ان پر اعتماد کامل تھا حالانکہ وہ ہر دو وہاں اس وقت موجود بھی نہ تھے: "وانما قال ذالك رسول اللہ ﷺ ثقة بهما لعلمه بصدق ايمانهما وقوة يقينهما و كمال معرفتهما بقدرة الله تعالى۔" (عینی) یعنی نبی کریم ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کو ان ہر دو پر اعتماد تھا۔ آپ ان کے ایمان اور یقین کی صداقت اور قوت سے واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو بھی قدرت الٰہی کی معرفت بدرجہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے اس ایمان میں ان کو بھی شریک فرمالیا۔ رضی الله عنهما و ارضاهما۔

حدیث کا دوسرا حصہ بھیڑیے سے متعلق ہے جو ایک بکری کو پکڑ کر لے جا رہا تھا کہ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اللہ نے بھیڑیے کو انسانی زبان میں بولنے کی طاقت عطا فرمائی اور اس نے چرواہے سے کہا کہ آج تو تم نے اس بکری کو مجھ سے چھڑا لیا۔ مگر اس دن ان بکریوں کو ہم سے کون چھڑائے گا جس دن مدینہ اجاڑ ہو جائے گا اور بکریوں کا چرواہا ہمارے سوا کوئی نہ ہوگا۔

"قال القرطبی كانه يشير الى حديث ابی هريرة المرفوع يتركون المدينة علی خير ما كانت لا يغشاها الا العرافی يريد السباع والطير۔" قرطبی نے کہا کہ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ مدینہ کو خیریت کے ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ واپسی پر دیکھیں گے کہ وہ سارا شہر درندوں، چرندوں اور پرندوں کا مسکن بنا ہوا ہے۔ اس بھیڑیے کی آواز پر بھی نبی کریم ﷺ نے اظہار ایمان فرماتے ہوئے حضرات صاحبین کو بھی شریک فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب منعقد فرمایا تھا وہ حدیث میں بیل کے مکالمہ والے حصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان جب سے عالم شعور میں آ کر زراعت کی طرف متوجہ ہوا تو زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے اس نے زیادہ تر بیل ہی کا استعمال کیا ہے۔ اگرچہ گدھے، گھوڑے، اونٹ، بھینسے بھی بعض بعض ملکوں میں ہلوں میں جوتے جاتے ہیں۔ مگر عموم کے لحاظ سے بیل ہی کو قدرت نے اس خدمت جلیلہ کا اہل بنایا ہے۔ آج اس مشینی دور میں بھی بیل بغیر چارہ نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَؤُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

باب: باغ والا کسی سے کہے کہ تو سب درختوں وغیرہ کی دیکھ بھال کر، تو اور میں پھل میں شریک رہیں گے

تشریح: چونکہ مسائل زراعت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے ایک صورت کاشتکاری کی یہ بھی ہے جو باب میں بتلائی گئی کہ کھیت یا باغ والا کسی کو شریک کرے اس شرط پر کہ اس کے کھیت یا باغ میں کل محنت وہ صرف کرے گا اور پیداوار نصفا نصف تقسیم ہو جائے گی۔ یہ صورت شرعاً جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے از راہ ہمدردی و اخوت اپنی زمینوں، باغوں کو مہاجرین میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے اس صورت کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ شرکت کار کی تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ مہاجرین ہمارے کھیتوں یا کھجور کے باغوں میں کام کریں اور پیداوار تقسیم ہو جایا کرے۔ اس پر سب نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ اور سمعنا و اطعنا سے اظہار رضامندی فرمایا باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابتدائے اسلام ہی سے عام طور پر مسلمانوں کا یہ رجحان طبع رہا ہے کہ وہ خود اپنے بل بوتے پر زندگی گزاریں اور اللہ کے سوا اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ اور رزق حلال کی تلاش کے لئے ان کو جو بھی دشوار سے دشوار راستہ اختیار کرنا پڑے، وہ اسی کو اختیار

کرلیں۔مسلمانوں کا یہی جذبہ تھا جو بعد کے زمانوں میں بشکل تجارت اشاعت اسلام کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوا۔اور اہل اسلام نے تجارت کے لئے دنیا کے کونے کونے کو چھان مارا اس کے ساتھ ساتھ وہ جہاں گئے اسلام کی زندہ جیتی جاگتی تصویر بن کر گئے اور دنیا کے لئے پیغام رحمت ثابت ہوئے۔صد افسوس کہ آج یہ باتیں خواب وخیال بن کر رہ گئی ہیں۔الا ماشاء الله ، رحم الله علينا۔آمین۔

ان حقائق پر ان مغرب زدہ نوجوانوں کو بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جو اسلام کو محض ایک خانگی معاملہ کہہ کر سیاست معیشت سے الگ سمجھ بیٹھے ہیں جو بالکل غلط ہے۔اسلام نے نوع انسانی کی ہر شعبہ زندگی میں پوری پوری رہنمائی کی ہے،اسلام فطری قوانین کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

٢٣٢٥۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ. قَالَ: ((لَا)). فَقَالُوْا: فَتَكْفُوْنَا الْمَؤُوْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا. [طرفاه في: ٢٧١٩، ٣٧٨٢]

(٢٣٢٥) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔آپ نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو، ہم تم میوے میں شریک رہیں گے انہوں نے کہا: اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔

تشریح: معلوم ہوا یہ صورت جائز ہے کہ باغ یا زمین ایک شخص کی ہو اور کام اور محنت دوسرا شخص کرے، دونوں پیداوار میں شریک ہوں۔اس کو مساقات کہتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے جو انصار کو زمین تقسیم کردینے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی ترقی بہت ہوگی، بہت سی زمینیں ملیں گی۔تو انصار کی زمین انہی کے پاس رہنا آپ نے مناسب سمجھا۔

بَابٌ: قَطْعُ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ

باب: میوہ دار درخت اور کھجور کے درخت کاٹنا

وَقَالَ أَنَسٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیے گئے۔

تشریح: یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو باب المساجد میں اوپر موصولاً گزر چکی ہے۔معلوم ہوا کہ کسی ضرورت سے یا دشمن کا نقصان کرنے کے لئے جب اس کی حاجت ہو تو میوہ دار درخت کاٹنا یا کھیتی یا باغ جلا دینا درست ہے۔

٢٣٢٦۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

[أطرافه في: ٣٠٢١، ٤٠٣١، ٤٠٣٢، ٤٨٨٤]

(٢٣٢٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنی نضیر کے کھجوروں کے باغ جلا دیے اور کاٹ دیے۔ان ہی کے باغات کا نام بویرہ تھا۔اور حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر اسی کے متعلق ہے۔بنی لوی (قریش) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنادیا جو ہر طرف پھیلتی ہی جارہی تھی۔

تشریح: ((بنی لوی)) قریش کو کہتے ہیں۔ اور ((سراة)) کا ترجمہ عمائد اور معززین۔ ((بویرة)) ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی نضیر یہودیوں کے باغات تھے۔ ہوا یہ تھا کہ قریش ہی کے لوگ اس تباہی کے باعث ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کو بھڑکا کر نبی کریم ﷺ سے عہد شکنی کرائی۔ بعض نے کہا آپ نے یہ درخت اس لئے جلوائے کہ جنگ کے لئے صاف میدان کی ضرورت تھی۔ تاکہ دشمنوں کو چھپ رہنے کا اور کمین گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ بحالت جنگ بہت سے امور سامنے آتے ہیں جن میں قیادت کرنے والوں کو بہت سوچنا پڑتا ہے۔ کھیتوں اور درختوں کا کاٹنا اگرچہ خود انسانی اقتصادی نقصان ہے مگر بعض شدید ضرورتوں کے تحت یہ بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آج کے نام نہاد مہذب لوگوں کو دیکھو گے کہ جنگ کے دنوں میں وہ کیا کیا حرکات کر جاتے ہیں۔ بھارت کے غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جو مظالم یہاں ڈھائے وہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔ جنگ عظیم میں یورپی اقوام نے کیا کیا حرکتیں کیں۔ جن کے تصور سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور آج بھی دنیا میں اکثریت اپنی اقلیتوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے، وہ دنیا پر روشن ہے۔ بہرحال حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابٌ

باب

تشریح: اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے گویا یہ باب پہلے باب کی ایک فصل ہے اور مناسبت یہ ہے کہ جب بٹائی ایک میعاد کے لئے جائز ہوئی تو مدت گزرنے کے بعد زمین کا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا درخت یا کھیتی اکھاڑ لے جاؤ پس درخت کا کاٹنا ثابت ہوا۔ اگلے باب کا یہی مطلب تھا۔

۲۳۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ، سَمِعَ رَافِعَ ابْنَ خَدِيْجٍ قَالَ: كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ، وَمِمَّا تُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ، فَنُهِيْنَا، وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ. [راجع: ۲۲۸٦] [مسلم: ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳؛ ابوداود: ۳۳۹۲، ۳۳۹۳؛ نسائي: ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۰۱، ۳۹۱۱؛ ابن ماجه: ۲٤٥٨]

(۲۳۲۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں حنظلہ بن قیس انصاری نے، انہوں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمارے پاس کھیت اوروں سے زیادہ تھے۔ ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جوتنے اور بونے کے لئے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک مقررہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور سارا کھیت سلامت رہتا۔ اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور یہ خاص حصہ بچ جاتا۔ اس لئے ہمیں اس طرح معاملہ کرنے سے روک دیا گیا۔ اور سونا اور چاندی کے بدل ٹھیکہ دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔

تشریح: اس صورت مذکورہ میں مالک اور کاشتکار ہر دو کے لئے نفع کے ساتھ نقصان کا بھی ہر وقت احتمال تھا۔ اس لئے اس صورت سے اس معاملہ کو منع کر دیا گیا۔

بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

باب: آدھی یا کم و بیش پیداوار پر بٹائی کرنا

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ:

اور قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابوجعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں

مَا بِالْمَدِيْنَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ. وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ، وَإِنْ جَاؤُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ أَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا، وَرَأَى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ: لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: لَا بَأْسَ أَنْ تُكْرَى الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى.

مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود، اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابوبکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں، اور اگر بیج وہ لوگ لائیں جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدھی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لئے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے، تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

تشریح: باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں جن کی تفصیل یہ کہ ابوجعفر مذکور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے جو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے اثروں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبدالرزاق نے اور عروہ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے امام محمد باقر سے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ ان سے بٹائی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ابوبکر اور عمر اور علی رضی اللہ عنہم کے سب خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے۔ اور ابن سیرین کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور عبدالرحمٰن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسائی نے وصل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور طحاوی نے وصل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ مزارعت اور مخابرہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کہا جب تخم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا تخم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ مخابرہ ہے۔ بہر حال مزارعت اور مخابرہ امام احمد اور خزیمہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور باقی علما نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابوبکر اثرم نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء اور قتادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انہوں ہی نے وصل کیا۔ (خلاصہ از وحیدی)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً فی بیگھہ لگان بصورت روپیہ مقرر کر لیا جائے، یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ ایک صورت یہ کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لئے خاص کر لے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہوگی یا مالک غلہ طے کر لے کہ پیداوار کچھ بھی ہو، میں اتنا غلہ لوں گا۔ یہ

صورتیں اس لئے ناجائز ہیں کہ معاملہ کرتے وقت دونوں فریق ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو کے لئے نفع ونقصان کا احتمال ہے۔ اس لئے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والحق ان البخاری انما اراد بسیاق هذه الاثار الاشارة الی ان الصحابة لم ینقل عنهم خلاف فی الجوار خصوصاً اهل المدینة فیلزم من یقدم عملهم علی الاخبار المرفوعة ان یقولوا بالجواز علی قاعدتهم۔" (فتح الباری)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والوں سے۔

٢٣٢٨۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ أَوْ ثَمَرٍ وَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ، وَقَسَمَ عُمَرُ [خَيْبَرَ]، فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ. [راجع: ٢٢٨٥]

(٢٣٢٨) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھیتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدھے حصے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ اس میں سے اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کھجور ہوتی اور بیس وسق جو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) جب خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انہیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پہلی صورت باقی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لینا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لینا پسند کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین ہی لینا پسند کیا تھا۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر والوں سے نصف پیداوار پر معاملہ کیا۔ رسول کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے فی نفر سو وسق غلہ مقرر فرمایا تھا۔ یہی طریقہ عہد صدیقی میں رہا۔ مگر عہد فاروقی میں یہودیوں سے معاملہ ختم کر دیا گیا۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کو غلہ یا زمین ہر دو کا اختیار دے دیا تھا۔ ایک وسق چار من اور بارہ سیر وزن کے برابر ہوتا ہے۔

بذیل حدیث ((ان النبی ﷺ عامل خیبر بشطر ما یخرج منها)) حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"هذا الحدیث هو عمدة من اجاز المزارعة والمخابرہ لتقریر النبی ﷺ کذالك واستمرارہ علی عهد ابی بکر الی ان اجلاهم عمر کما سیاتی بعد ابواب استدل به علی جواز المساقات فی النخل والکرم وجمیع الشجر الذی من شانه ان یثمر بجزء معلوم یجعل للعامل من الثمرة وبه قال الجمهور۔" (فتح الباری)

یعنی یہ حدیث عمدہ دلیل ہے اس کی جو مزارعت اور مخابرہ کو جائز قرار دیتا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طریق کار کو قائم رکھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا۔ آپ نے بعد میں ان یہود کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا۔ کھیتی کے علاوہ جملہ پھل وار درختوں میں بھی یہ معاملہ جائز قرار دیا گیا کہ کارکنان کے لئے مالک پھلوں کا کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جمہور کا یہی فتویٰ ہے۔

اس میں کھیت اور باغ کے مالک کا بھی فائدہ ہے کہ وہ بغیر محنت کے پیداوار کا ایک حصہ حاصل کر لیتا ہے اور محنت کرنے والے کے لئے بھی سہولت ہے کہ وہ زمینوں سے اپنی محنت کے نتیجہ میں پیداوار لے لیتا ہے۔ محنت کش طبقہ کے لئے یہ وہ اعتدال کا راستہ ہے جو اسلام نے پیش کر کے ایسے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ توڑ پھوڑ، فتنہ، فساد، تخریب کاری کا وہ راستہ جو آج کل بعض جماعتوں کی طرف سے محنت کش لوگوں کو ابھارنے کے لئے دنیا میں جاری ہے، یہ راستہ شرعاً بالکل غلط اور قطعاً ناجائز ہے۔

بَابٌ: إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: اگر بٹائی میں سالوں کی تعداد مقرر نہ کرے؟

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ صراحت نہیں کی کہ وہ جائز ہے یا ناجائز۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ مزارعت میں جب میعاد نہ ہو تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ ابن بطال نے کہا کہ امام مالک، ثوری، شافعی اور ابوثور رحمہم اللہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور دلیل ان کی یہی حدیث ہے۔ ایسی صورت میں زمین کے مالک کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے کاشتکار کو نکال دے۔ (وحیدی)

٢٣٢٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عَامَلَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ. [راجع: ٢٢٨٥]

[مسلم: ٣٩٦٢؛ ابوداود: ٣٤٠٨؛ ترمذي: ١٣٨٣، ابن ماجه: ٢٤٦٧]

(٢٣٢٩) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے پھل اور اناج کی آدھی پیداوار پر وہاں کے رہنے والوں سے معاملہ کیا تھا۔

بَابٌ

باب

٢٣٣٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: قُلْتُ لِطَاوُسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُ. قَالَ: أَيْ عَمْرُو، إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُعِينُهُمْ، وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي- يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ- أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا)). [طرفاه في: ٢٣٤٢، ٢٦٣٤]

[مسلم: ٣٩٥٧، ٣٩٥٨، ٣٩٥٩؛ ابوداود: ٣٣٨٩؛ ترمذي: ١٣٨٥؛ نسائي: ٣٨٨٢؛ ابن

(٢٣٣٠) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا، کاش! آپ بٹائی کا معاملہ چھوڑ دیتے، کیوں کہ ان لوگوں (رافع بن خدیج اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) کا کہنا ہے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس پر طاؤس نے کہا کہ میں تو لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں۔ اور صحابہ میں جو بڑے عالم تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے۔ آپ کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے نہیں روکا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو (اپنی زمین) مفت دے دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا محصول لے۔

ماجه: ٢٤٥٦، ٢٤٦٤]

تشریح: امام طحاوی رحمہ اللہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نکالا۔ انہوں نے کہا، اللہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو بخشے، میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ تھا کہ دو انصاری آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لڑتے آئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا یہ حال ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ رافع رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ سن لیا کہ کھیتوں کو کرایہ پر مت دیا کرو۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایہ پر دینے کو منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے یہ برا سمجھا کہ اسکے سبب سے لوگوں میں فساد اور جھگڑا پیدا ہو۔ ہاں یہ مفہوم بھی درست ہے کہ اگر کسی کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہوتی ہے تو بہتر ہے کہ وہ اپنے کسی بھائی کو بطور بخشش دے دے کہ وہ اس زمین سے فائدہ حاصل کر سکے۔ ویسے قانونی حیثیت میں بہرحال وہ اس کا مالک ہے۔ اور بٹائی یا کرایہ پر بھی دے سکتا ہے۔

لفظ مخابرہ بٹائی پر کسی کے کھیت کو جوتنے اور بونے کو کہتے ہیں۔ جب کہ بیج بھی کام کرنے والے ہی کا ہو۔ عام اصطلاح میں اسے بٹائی کہا جاتا ہے۔ خبرہ حصہ کو بھی کہتے ہیں، اسی سے مخابرہ نکلا ہے بعض نے کہا کہ یہ لفظ خیبر سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے یہی معاملہ کیا تھا کہ آدھی پیداوار وہ لے لیں آدھی آپ کو دیں۔ بعض نے کہا کہ یہ لفظ خبار سے نکلا ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ فدفعنا فی خبار من الارض یعنی ہم نرم زمین میں پھینک دیئے گئے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ مخابرہ اور مزارعہ میں یہ فرق ہے کہ مخابرہ میں تخم عامل کا ہوتا ہے نہ کہ مالک زمین کا۔ اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا ہوتا ہے۔

بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ

باب: یہود کے ساتھ بٹائی کا معاملہ

تشریح: اس باب کے لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ مزارعت جیسی مسلمانوں میں آپس میں درست ہے ویسی ہی مسلمان اور کافر میں بھی درست ہے اور چونکہ حدیث میں صرف یہود کا ذکر تھا۔ لہٰذا ترجمہ باب میں آن ہی کو بیان کیا۔ اور جب یہود کے ساتھ مزارعت کرنا جائز ہوا تو ہر ایک غیر مسلم کے ساتھ جائز ہوگا۔ اس قسم کے دنیاوی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی معاملات میں اسلام نے مذہبی تنگ نظری سے کام نہیں لیا ہے۔ بلکہ ایسے جملہ امور میں صرف مفاد انسانی کو سامنے رکھ کر مسلم اور غیر مسلم ہر دو کا باہمی معاملہ جائز رکھا ہے ہاں عدل ہر جگہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ (٥/ المائدة: ٨) کا یہی مفہوم ہے کہ عدل کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ عدل کا مطالبہ مسلم اور غیر مسلم سب سے یکساں ہے آج کے زمانہ میں اہل اسلام زمین کے ہر حصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بسا اوقات غیر مسلم لوگوں سے ان کے دنیاوی معاملات لین دین وغیرہ کا تعلق رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آج سے چودہ سو سال قبل ایسے حالات کا اندازہ تھا۔ اس لئے دنیاوی امور میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا گیا۔

٢٣٣١۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا خَرَجَ مِنْهَا. [راجع: ٢٢٨٥]

(٢٣٣١) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں عبیداللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر سونپی تھی کہ اس میں محنت کریں اور جوتیں بوئیں اور اس کی پیداوار کا آدھا حصہ لیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: بٹائی میں کون سی شرطیں لگانا مکروہ ہے؟

٢٣٣٢۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا

(٢٣٣٢) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان بن عیینہ

ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى، سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ، عَنْ رَافِعٍ قَالَ: كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلاً، وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ، فَيَقُولُ: هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

[راجع: ٢٢٨٦]

نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے، انہوں نے حنظلہ زرقی سے سنا کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے یہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ اس حصہ کی پیداوار تو میری رہے گی۔ اور اس حصہ کی تمہاری رہے گی پھر کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرما دیا۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک فاسد شرط ہے کہ یہاں کی پیداوار میں لوں گا وہاں کی تو لے۔ یہ سراسر نزاع کی صورت ہے اس لئے ایسی شرطیں لگانا مکروہ قرار دیا گیا۔

بَابٌ: إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ

باب: جب کسی کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر ہی کاشت کی اور اس میں ان کا ہی فائدہ رہا ہو

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں وہی تین آدمیوں کی حدیث بیان کی جو اوپر ذکر ہو چکی ہے اور ترجمہ باب تیسرے شخص کے بیان سے نکالا کہ اس نے مزدور کی بلا اجازت اس کے مال کو کام میں لگایا اور اس کے لئے فائدہ کمایا، اور اگر ایسا کرنا گناہ ہوتا تو یہ شخص اس کام کو دفع بلا کا وسیلہ کیوں بناتا۔ (وحیدی)

٢٣٣٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالاً عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ. قَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ

(٢٣٣٣) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابوضمرہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے کہ بارش نے ان کو آ لیا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی، اچانک اوپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آ گری، اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو۔ اور اسی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے۔ چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لئے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس ہوتا

عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ، حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ. فَفَرَجَ اللَّهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ. وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَاللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً. فَفَرَجَ. وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي. فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ، فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاتَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ. فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرِعَاتِهَا فَخُذْ. فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي. فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ. فَأَخَذَهُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللَّهُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((فَسَعَيْتُ)) [راجع: ۲۲۱۵]

تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے، اپنی اولاد سے بھی پہلے، میں والدین ہی کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہوگئی اور رات گئے تک گھر واپس آیا۔ اس وقت میرے ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلانا مجھے پسند نہیں تھا۔ بچے صبح تک میرے قدموں پر پڑے تڑپتے رہے، پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لئے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں، مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا۔ لیکن وہ سو دینار دینے کی صورت میں راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی مہر کو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہوگیا۔ اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضا ہی کے لئے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کا منہ کچھ اور کھلا۔ اب تیسرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر مقرر کیا تھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دے دے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برابر اس کی اجرت پر کاشت کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں بڑھنے سے بیل اور چرواہے میرے پاس جمع ہوگئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا، اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں (یہ سب تیرا ہی ہے) اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الٰہی! اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لئے کیا تھا تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابن عقبہ نے نافع سے (اپنی روایت میں فبغیت کے بجائے)

فَسَعَيْتُ نقل کیا ہے۔

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی میں نے محنت کر کے سو اشرفیاں جمع کیں۔ ابن عقبہ کی روایت کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں وصل کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث طویل کے ذیل میں حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں: "اورد فيه حديث الثلاثة الذين انطبق عليهم الغار وسياتي القول في شرحه في احاديث الانبياء والمقصود منه هنا قول احد الثلاثة ((**فعرضت عليه اى على الاجير حقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منها بقرا ورعاتها**)) فان الظاهر انه عين له اجرته فلما تركها بعد ان تعينت له ثم تصرف فيها المستاجر بعينها صارت من ضمانه قال ابن المنير مطابقةالترجمة انه قدعين له حقه ومكنه منه فبرئت ذمته بذلك فلما تركه وضع المستاجر يده عليه وضعا مستانفاثم تصرف فيه بطريق الاصلاح لابطريق التضييع فاغتفر ذلك ولم يعد تعد يا ولذالك توسل به الى الله عزوجل وجعله من افضل اعماله واقر على ذالك ووقعت له الاجابة...... الخ۔" (فتح الباری)

یعنی اس جگہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تین اشخاص والی حدیث کو نقل فرمایا جن کو غار نے چھپا لیا تھا۔ اس کی پوری شرح کتاب احادیث الانبیاء میں آئے گی۔ یہاں مقصود ان تینوں میں سے ایک شخص کا قول ہے۔ جس نے کہا تھا کہ میں نے اپنے مزدور کو اس کا پورا حق دینا چاہا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پس اس نے اس کی کاشت شروع کر دی، یہاں تک کہ اس نے اس کی آمد سے بیل اور اس کے لئے ہالی خرید لئے۔ پس ظاہر ہے کہ اس نے اس مزدور کی اجرت مقرر کر رکھی تھی مگر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس مالک نے اپنی ذمہ داری پر اسے کاروبار میں لگا دیا۔ ابن منیر نے کہا کہ مطابقت یوں ہے کہ اس باغ والے نے اس کی اجرت مقرر کر دی اور اس کو دی۔ مگر اس مزدور نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اس شخص نے اصلاح اور ترقی کی نیت سے اسے بڑھانا شروع کر دیا۔ اسی نیت خیر کی وجہ سے اس نے اسے اپنا افضل عمل سمجھا اور بطور وسیلہ دربار الٰہی میں پیش کیا اور اللہ نے اس کے اس عمل خیر کو قبول فرمایا اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

اس سے اعمال خیر کو بطور وسیلہ بوقت دعا دربار الٰہی میں پیش کرنا بھی ثابت ہوا۔ یہی وہ وسیلہ ہے جس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (5/المائدۃ:35) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (اعمال خیر سے) اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اور اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد محنت کوشش بصورت جہاد وغیرہ جاری رکھو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اعمال خیر کو چھوڑ کر بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اسی خیال باطل کے تحت ان کو اٹھتے بیٹھتے پکارتے ہیں وہ لوگ شرک کا ارتکاب کر کے عند اللہ زمرۂ مشرکین میں لکھے جاتے ہیں۔ ابلیس علیہ اللعنۃ کا یہ وہ فریب ہے جس میں نام نہاد اہل اسلام کی کثیر تعداد گرفتار ہے۔ اسی خیال باطل کے تحت بزرگان دین کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات پر تقریبات کی جاتی ہیں۔ قربانیاں دی جاتی ہیں۔ عرس کئے جاتے ہیں۔ ان کے ناموں پر نذریں نیازیں ہوتی ہیں۔ یہ جملہ امور مشرکین قوموں سے سیکھے گئے ہیں اور جو مسلمان ان میں گرفتار ہیں ان کو اپنے دین و ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

بَابٌ: أَوْقَافُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

باب: نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف اور خراب زمین اور اس کی بٹائی کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ ((تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ)).

اور نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: (جب وہ اپنا ایک کھجور کا باغ للہ وقف کر رہے تھے) ''اصل زمین کو وقف کر دے، اس کو کوئی بیچ نہ سکے۔

البتہ اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے۔'' چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

ابن بطال نے کہا اس باب کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کے اوقاف میں اسی طرح مزارعت کرتے رہے جیسے خیبر کے یہودی کیا کرتے تھے۔

تشریح: یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوصایا میں نکالا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک باغ جس کو ثمغ کہتے تھے، صدقہ کر دیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میں نے کچھ مال کمایا ہے، میں چاہتا ہوں اس کو صدقہ کروں۔ وہ مال بہت عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی اصل صدقہ کر دے نہ وہ بیع ہو سکے نہ ہبہ، نہ اس میں ترکہ ہو بلکہ اس کا میوہ خیرات ہوا کرے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی طرح اللہ کی راہ یعنی مجاہدین اور مساکین اور غلاموں کے آزاد کرانے اور مہمانوں اور مسافروں اور ناطے والوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ اور یہ اجازت دی کہ جو اس کا متولی ہو وہ اس میں سے دستور کے موافق کھائے، اپنے دوستوں کو کھلائے۔ لیکن اس میں سے دولت جمع نہ کرے۔ باب میں اور حدیث باب میں بنجر زمین کی آبادکاری کا ذکر ہے۔ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بنجر وہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو، نہ شہر اور نہ بستی کے متعلق ہو۔ آج کے حالات کے تحت اس تعریف سے کوئی زمین ایسی بنجر نہیں رہتی جو اس باب یا حدیث کے ذیل آسکے۔ اس لئے کہ آج زمین کا ایک ایک چپہ خواہ وہ بنجر در بنجر ہی کیوں نہ ہو وہ حکومت کی ملکیت میں داخل ہے۔ یا کسی گاؤں بستی سے متعلق ہے تو اس کی ملکیت میں شامل ہے۔

بہرصورت مفہوم حدیث اور باب اپنی جگہ بالکل آج بھی جاری ہے کہ بنجر زمینوں کے آباد کرنے والوں کا حق ہے اور موجودہ حکومت یا اہل قریہ کا فرض ہے کہ وہ زمین اسی آباد کرنے والے کے نام منتقل کر دیں۔ اسی سے زمین کی آبادکاری کے لئے ہمت افزائی مقصود ہے۔ اور یہ ہر زمانہ میں انسانیت کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ جس قدر زمین زیادہ آباد ہوگی بنی نوع انسان کو اس سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ لفظ "ارضا مواتا" اس بنجر زمین پر بولا جاتا ہے جس میں کھیتی نہ ہوتی ہو۔ اس کے آباد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پانی لایا جائے۔ پھر اس میں باغ لگائے جائیں یا کھیتی کی جائے تو اس کا حق ملکیت اس کے آباد کرنے والے کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکومت یا اہل بستی اگر زمین کو اس سے چھین کر کسی اور کو دیں تو وہ عنداللہ ظالم ٹھہریں گے۔

٢٣٣٤۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ. [أطرافه في: ٣١٢٥، ٤٢٣٥، ٤٢٣٦] [ابوداود: ٣٠٢٠]

(٢٣٣٤) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالرحمن بن مہدی نے خبر دی، انہیں امام مالک نے، انہیں زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جتنے شہر بھی فتح کرتا، انہیں فتح کرنے والوں میں ہی تقسیم کرتا جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم فرما دی تھی۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایسے بہت سے مسلمان لوگ پیدا ہوں گے جو محتاج ہوں گے۔ اگر میں تمام مفتوحہ ممالک کو غازیوں میں تقسیم کرتا چلا جاؤں، تو آئندہ محتاج مسلمان محروم رہ جائیں گے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا جب سواد کا ملک فتح ہوا۔

بَابٌ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

باب: اس شخص کا بیان جس نے بنجر زمین کو آباد کیا

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ. وَقَالَ عُمَرُ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لئے یہی حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی بنجر زمین کو آباد کرے، وہ اسی

وَيُرْوَى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: ((فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ)). وَيُرْوَى فِيهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

کی ہو جاتی ہے۔ اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ البتہ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ ''بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی مسلمان کی نہ ہو، اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔'' اور اس سلسلے میں جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نبی کریم ﷺ سے ایک ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ)). قَالَ عُرْوَةُ: قَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ.

(۲۳۳۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حق دار ہے۔'' عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔

تشریح: حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایسی بنجر زمینوں کی آباد کاری، پھر ان کی ملکیت، یہ جملہ امور حکومت وقت کی اجازت سے وابستہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا آج بھی بیشتر ممالک میں یہی قانون نافذ ہے۔ جو غیر آباد زمینوں کی آباد کاری کے لئے بے حد ضروری ہے۔ عروہ کے اثر کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں وصل کیا۔ اور اس کی دوسری روایت میں مذکور ہے جس کو ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں نکالا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زمینوں کو روکنے لگے، تب آپ نے یہ قانون نافذ کیا کہ جو کوئی ناآباد زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔ مطلب یہ تھا کہ محض قبضہ کرنے یا روکنے سے ایسی زمین پر حق ملکیت ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس کو آباد نہ کرے۔ حافظ صاحب نے بحوالہ طحاوی نقل فرمایا ہے کہ ''خرج رجل من اهل البصرة يقال له ابو عبد الله الى عمر فقال ان بارض البصرة ارضا لا تضر باحد من المسلمين وليست بارض خراج فان شئت ان تقطعنيها اتخذها قضبا وزيتونا فكتب عمر الى ابى موسى ان كانت كذلك فاقطعها اياه۔'' (فتح) یعنی بصرہ کا باشندہ ابو عبد اللہ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بتلایا کہ بصرہ میں ایک ایسی زمین پڑی ہوئی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کو کوئی ضرر نہیں ہے۔ نہ وہ خراجی ہے۔ اگر آپ اسے مجھے دے دیں تو میں اس میں زیتون وغیرہ کے درخت لگالوں گا۔ آپ نے عامل بصرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جا کر اس زمین کو دیکھیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو اسے اس شخص کو دے دیں۔ معلوم ہوا کہ فالتو زمینوں کو آباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی اجازت ضروری ہے۔

بَابٌ

باب

تشریح: اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی کی ایک فصل ہے۔ اور مناسبت باب کی حدیث سے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ کی زمین میں یہ حکم نہیں دیا کہ جو کوئی اس کو آباد کرے تو وہ اس کی ملک ہے۔ کیونکہ ذوالحلیفہ لوگوں کے اترنے کی جگہ ہے۔ ثابت ہوا کہ غیر آباد زمین اگر پڑاؤ وغیرہ کے کام آتی ہو تو وہ کسی کی ملک نہیں، وہاں ہر شخص اتر سکتا ہے۔ وادی عقیق کے لئے بھی یہی حکم لگایا۔ حدیث ذیل کے یہاں وارد کرنے کا یہی مقصد ہے۔

۲۳۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ

(۲۳۳۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن

جَعْفَرٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ. فَقَالَ مُوْسَى: وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُاللَّهِ يُنِيْخُ بِهِ، يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ. [راجع: ٤٨٣]

جعفر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (مکہ کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے) جب ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا تو آپ سے خواب میں کہا گیا کہ آپ اس وقت ایک مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ سالم (بن عبداللہ بن عمر) نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا۔ جہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بٹھایا کرتے تھے، تاکہ اس جگہ قیام کر سکیں جہاں نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد سے نالہ کی نشیب میں ہے۔ وادی عقیق اور راستے کے درمیان میں۔

٢٣٣٧- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِيْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اللَّيْلَةَ أَتَانِيْ آتٍ مِنْ رَبِّيْ وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ أَنْ صَلِّ فِيْ هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ)). [راجع: ١٥٣٤]

(٢٣٣٧) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا۔ آپ اس وقت وادی عقیق میں قیام کئے ہوئے تھے (اور اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ) اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور کہا کہ کہہ دیجئے! عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔''

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں کہ بنجر اور غیر آباد زمین پر جو کسی کی بھی ملکیت نہ ہو، ہل چلانے والا اس کا مالک بن جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وادی عقیق میں قیام فرمایا جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔ اس لئے یہ وادی رسول کریم ﷺ کے قیام کرنے کی جگہ بن گئی، بالکل اسی طرح غیر آباد اور نا ملکیت زمین کا آباد کرنے والا اس کا مالک بن جاتا ہے۔ آج کل چونکہ زمین کا چپہ چپہ ہر ملک کی حکومت کی ملکیت مانا گیا ہے اس لئے ایسی زمین کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ: أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا مَعْلُوْمًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا

باب: اگر زمین کا مالک کاشتکار سے یوں کہے میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تجھ کو رکھے اور کوئی مدت مقرر نہ کرے تو معاملہ ان کی خوشی پر رہے گا (جب چاہیں فسخ کر دیں)

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہ ثابت فرمایا کہ فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین اسلامی ملکیت میں آ گئی تھی۔ آپ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر فریقین رضامند ہوں تو بٹائی کا معاملہ تعیین مدت کے بغیر بھی جائز ہے۔ مگر یہ فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے۔ خیبر کی زمین کا معاملہ کچھ ایسا تھا

کہ اس کا بیشتر حصہ تو جنگ کے بعد فتح ہو گیا تھا۔ جو حسب قاعدہ شرع اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ کچھ حصہ صلح کے بعد فتح ہوا۔ پھر وہ بھی حسب قاعدہ جنگ مسلمانوں کی ملک قرار دیا گیا۔ تیماء اور اریحاء دو مقاموں کے نام ہیں جو سمندر کے کنارے بنی طے کے ملک پر واقع ہیں۔ ملک شام کی راہ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

۲۳۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؛ ح: وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ وَلِلْمُسْلِمِينَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا عَلَى أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ، وَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا)). فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيحَاءَ. [راجع: ۲۲۸۵] [مسلم: ۳۹۶۷]

(۲۳۳۸) ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہیں نافع نے خبر دی، اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (دوسری سند) اور عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سر زمین حجاز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم ﷺ نے خیبر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا۔ لیکن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیبر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا جب تک ہم چاہیں تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔'' چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے۔ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

تشریح: کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشیں کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

باب: نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھیتی باڑی میں ایک دوسرے کی مدد کس طرح کرتے تھے

تشریح: کھیتی کا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں باہمی اشتراک و امداد کی بے حد ضرورت ہے۔ اس بارے میں انصار و مہاجرین کا باہمی اشتراک بہت ہی قابل تحسین ہے۔ انصار نے اپنے کھیت اور باغ مہاجرین کے حوالے کر دیئے۔ اور مہاجرین نے اپنی محنت سے ان کو گل و گلزار بنا دیا۔ (رضی اللہ عنہم)

۲۳۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا

(۲۳۳۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک

عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّهِ، ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ: لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا. قُلْتُ: مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ حَقٌّ. قَالَ: دَعَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ)). قُلْتُ: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ. قَالَ: ((لَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا وَأَزْرِعُوْهَا وَأَمْسِكُوْهَا)). قَالَ رَافِعٌ: قُلْتُ: سَمْعًا وَطَاعَةً. [طرفاه في: ٢٣٤٦، ٤٠١٢] [مسلم: ٣٩٤٥؛ نسائي: ٣٩٣٣؛ ابن ماجه: ٢٤٥٩]

نے خبردی، انہیں امام اوزاعی نے خبردی، انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ابونجاشی نے۔ انہوں نے رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا، اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ سے، ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور دریافت فرمایا: ''تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟'' میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیتوں کو (بونے کے لئے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھجور اور جو کے چند وسق پر۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، یا خود اس میں کھیتی کیا کرو یا دوسروں سے کراؤ، ورنہ اسے یوں ہی خالی چھوڑ دو۔'' رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا (آپ کا یہ فرمان) میں نے سنا اور مان لیا۔

تشریح: روایتوں میں لفظ ''علی الربع'' کی بجائے علی الربیع آیا ہے۔ اربعاء اسی کی جمع ہے۔ ربیع نالی کو کہتے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں علی الربع ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔ یعنی چوتھائی پیداوار پر۔ لیکن حافظ نے کہا صحیح ''علی الربیع'' ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ وہ زمین کا کرایہ یہ ٹھہراتے کہ نالیوں پر جو پیداوار ہو وہ تو زمین والا لے گا اور باقی پیداوار محنت کرنے والے کی ہوگی اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کرو۔ یا تو خود کھیتی کرو یا کراؤ یا اسے خالی پڑا رہنے دو۔ یا کاشت کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی کو بخش دو۔ زمین کا کوئی خاص قطعہ کھیت والا اپنے لئے مخصوص کرلے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس میں کاشتکار کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ بلکہ ایک طرح سے کھیت والے کے لئے بھی۔ کیونکہ ممکن ہے اس خاص ٹکڑے سے دوسرے ٹکڑوں میں پیداوار بہتر ہو۔ پس نصف یا تہائی چوتھائی بٹائی پر اجازت دی گئی اور یہی طریقہ آج تک ہر جگہ مروج ہے۔ بصورت نقد روپیہ وغیرہ محصول لے کر زمین کاشتکار کو دے دینا، یہ طریقہ بھی اسلام نے جائز رکھا۔ آگے آنے والی احادیث میں یہ جملہ تفصیلات مذکور ہو رہی ہیں۔

٢٣٤٠ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ)). [طرفه في: ٢٦٣٢] [مسلم: ٣٩١٨؛ نسائي: ٣٨٨٥؛ ابن ماجه: ٢٤٥١]

(٢٣٤٠) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام اوزاعی نے خبردی اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ تہائی، چوتھائی یا نصف پر بٹائی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔''

٢٣٤١ـ وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُوْ تَوْبَةَ،

(٢٣٤١) اور ربیع بن نافع ابوتوبہ نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے

حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، إِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ)). [مسلم: ۳۹۳۱؛ ابن ماجه: ۲۴۵۲]

بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو بخش دے، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔"

۲۳۴۲۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ: ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ: يُزْرِعُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ: ((أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُوْمًا)). [راجع: ۲۳۳۰]

(۲۳۴۲) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے اس کا (یعنی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کا) ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (بٹائی وغیرہ پر) کاشت کرا سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا: "اپنے کسی بھائی کو زمین بخشش کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس سے کوئی محصول لے۔" (اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو)۔

۲۳۴۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ. [طرفه في: ۲۳۴۵]

(۲۳۴۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔

۲۳۴۴۔ ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ. [راجع: ۲۲۸۶]

(۲۳۴۴) پھر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم اپنی کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔

تشریح: قانون الگ ہے اور ایثار الگ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے قانون نہیں بلکہ احسان اور ایثار کے طریقہ کو بتلایا ہے اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جواز اور عدم جواز کی صورت بیان فرما رہے ہیں۔ جس کا مقصد یہ کہ مدینہ میں جو یہ طریقہ رائج تھا کہ نہر کے قریب کی پیداوار زمین کا مالک لے لیتا اس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ مطلق بٹائی سے منع نہیں فرمایا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بطور ہمدردی کاشت

کے لئے اپنے کسی بھائی کو دے دے۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرز عمل کی بڑے شاندار لفظوں میں رغبت دلائی ہے۔

٢٣٤٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى. ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُاللَّهِ أَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ. [راجع: ٢٣٤٣]

(٢٣٤٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بٹائی پر دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں ڈر ہوا کہ ممکن ہے نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

تشریح: پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ بیشتر مہاجرین انصار کی زمینوں پر بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ پس بٹائی پر دینا بلاشبہ جائز ہے۔ یوں احتیاط کا معاملہ الگ ہے۔

بَابُ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

باب: نقدی لگان پر سونے اور چاندی کے بدل زمین دینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُوْنَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنے خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

٢٣٤٦، ٢٣٤٧۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، حَدَّثَنِي عَمَّايَ، أَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ أَوْ بِشَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ. [وَقَالَ اللَّيْثُ] وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذُوْ الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوْهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ:

(٢٣٤٦،٤٧) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے حنظلہ بن قیس نے بیان کیا، ان سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے دونوں چاچا (ظہیر اور مہیر رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمین کو بٹائی پر نہر (کے قریب کی پیداوار) کی شرط پر دیا کرتے۔ یا کوئی بھی ایسا خطہ ہوتا جسے مالک زمین (اپنے لئے) چھانٹ لیتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ حنظلہ نے کہا کہ اس پر میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر درہم و دینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور لیث نے کہا نبی کریم ﷺ نے جس طرح کی بٹائی سے منع فرمایا تھا، وہ ایسی صورت ہے کہ حلال و حرام کی تمیز رکھنے والا کوئی بھی شخص اسے جائز نہیں قرار دے سکتا۔

مِنْ هَاهُنَا قَوْلُ اللَّيْثِ وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ . [راجع: ٢٣٣٩] [طرفه في: ٤٠١٣]

[مسلم: ٣٩٣٨، ٣٩٣٩؛ ابوداود: ٣٣٩٥، ٣٣٩٦؛ نسائي: ٣٩٠٤، ٣٩٠٥، ٣٩٠٦، ٣٩٠٧، ٣٩١٨، ٣٩١٩؛ ابن ماجه: ٢٤٦٥]

کیونکہ اس میں کھلا دھوکہ ہے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہاں جولیث کا قول ہے اس سے روکا گیا ہے۔

تشریح: اس سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ جس مزارعت میں دھوکہ نہ ہو مثلاً روپیہ وغیرہ کے بدل ہو یا پیداوار کے نصف یا ربع پر ہو تو وہ جائز ہے۔ منع وہی مزارعت ہے جس میں دھوکہ ہو مثلاً کسی خاص مقام کی پیداوار پر۔

بَابٌ

باب

٢٣٤٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ ((أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ؟ قَالَ: بَلَى وَلَكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ)) قَالَ: ((فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللهُ: دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ)). فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ. فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ.

[طرفه في: ٧٥١٩]

(٢٣٤٨) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعامر نے بیان کیا، ان سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن بیان فرما رہے تھے جبکہ ایک دیہاتی بھی مجلس میں حاضر تھا کہ "اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا۔ پلک جھپکنے میں وہ اگ بھی آیا، پک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔" یہ سن کر دیہاتی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو کوئی قریشی یا انصاری ہی ہوگا۔ کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں۔ تم تو کھیتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول کریم ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

تشریح: حقیقت میں آدمی ایسا ہی حریص ہے۔ کتنی بھی دولت اور راحت ہو، وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔ زیادہ طلبی اس کے خمیر میں ہے۔ اسی طرح تلون مزاجی، حالانکہ جنت میں سب کچھ موجود ہوگا پھر بھی کچھ لوگ کھیتی کی خواہش کریں گے، اللہ پاک اپنے فضل سے ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا جیسا کہ روایت مذکورہ میں ہے۔ جو اپنے معانی اور مطالب کے لحاظ سے حقائق پر مبنی ہے۔

بَابٌ: مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

باب: درخت بونے کا بیان

٢٣٤٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّا كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُوْلِ سِلْقٍ لَنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ، إِلَيْنَا فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيْلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [راجع: ٩٣٨]

(٢٣٤٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ جمعہ کے دن ہمیں خوشی (اس بات کی) ہوتی تھی کہ ہماری ایک بوڑھی عورت تھی جو اس چقندر کو اکھاڑ لاتیں جسے ہم اپنے باغ کی مینڈیروں پر بو دیا کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی ہانڈی میں پکاتیں اور اس میں تھوڑے سے جو بھی ڈال دیتیں۔ ابو حازم نے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ سہل نے یوں کہا نہ اس میں چربی ہوتی نہ چکنائی۔ پھر جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ اپنا پکوان ہمارے سامنے کر دیتیں۔ اور اس لئے ہمیں جمعہ کے دن کی خوشی ہوتی تھی۔ ہم دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے۔

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے باغوں کی مینڈیروں پر چقندر لگانا مذکور ہے۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا نیز اس بوڑھی اماں کا جذبہ خدمت قابل صد رشک ثابت ہوا۔ جو اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے اتنا اہتمام کرتی۔ اور ہر جمعہ کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں مدعو فرماتی تھی۔ چقندر اور جو، ہر دو کا مخلوط دلیہ جو تیار ہوتا اس کی لذت اور لطافت کا کیا کہنا۔ بہر حال حدیث سے بہت سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ یہ بھی کہ جمعہ کے دن مسنون ہے کہ دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کی نماز کے بعد کیا جائے۔ خواتین کا بوقت ضرورت اپنے کھیتوں پر جانا بھی ثابت ہوا۔ مگر پردہ شرعی ضروری ہے۔

٢٣٥٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ. وَاللَّهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُوْلُوْنَ: مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ أَحَادِيْثِهِ؟ وَإِنَّ إِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِيْ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَلَى مِلْءِ بَطْنِيْ، فَأَحْضُرُ

(٢٣٥٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیث بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے (میں غلط بیانی کیسے کر سکتا ہوں) یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار آخر اس کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے بات یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے اور میرے بھائی انصار کو ان کی جائیداد (کھیت اور باغات وغیرہ) مشغول رکھا کرتی تھی۔ صرف میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہی میں برابر حاضر رہا کرتا۔ جب یہ سب حضرات

حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ وَأَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا: ((لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ، فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا أَبَدًا)). فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا، حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِيْ، فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِيْ هَذَا، وَاللَّهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى﴾ إِلَى [قَوْلِهِ] ﴿الرَّحِيْمُ﴾. [البقرة: ١٥٩، ١٦٠] [راجع: ١١٨]

غیر حاضر رہتے تو میں حاضر ہوتا۔ اس لئے جن احادیث کو یہ یاد نہیں کر سکتے تھے، میں انہیں یاد رکھتا تھا۔ اور ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ”تم میں سے جو شخص بھی اپنے کپڑے کو میری اس تقریر کے ختم ہونے تک پھیلائے رکھے پھر (تقریر ختم ہونے پر) اسے اپنے سینے سے لگا لے تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔“ میں نے اپنی کملی کو پھیلا دیا۔ جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگا لی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا! آج تک میں آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے (آپ کی کوئی حدیث) نہیں بھولا۔ اللہ گواہ ہے کہ اگر قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تم سے کوئی حدیث کبھی بیان نہ کرتا۔ (آیت) ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد الرحیم تک۔ (جس میں اس دین کے چھپانے والے پر، جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے، سخت لعنت کی گئی ہے)۔

تشریح: یہ حدیث کئی جگہ نقل ہوئی ہے، اور مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بہت سے مسائل کا اخراج فرمایا ہے، یہاں اس حدیث کے لانے کا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ انصار مدینہ عام طور پر کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھیتوں اور باغوں کو ذریعہ معاش بنانا کوئی امر معیوب نہیں ہے بلکہ باعث اجر وثواب ہے کہ جتنی مخلوق ان سے فائدہ اٹھائے گی اس کے لئے اجر وثواب میں زیادتی کا موجب ہوگا۔ والحمد لله علی ذالك۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

کھیتوں اور باغوں کو پانی پلانے کا بیان

تشریح: مساقات درحقیقت مزارعت کی ایک قسم ہے۔ فرق یہ ہے کہ مزارعت زمین میں ہوتی ہے اور مساقات درختوں میں، یعنی ایک شخص کے درخت ہوں وہ دوسرے سے یوں کہے، تم ان کو پانی دیا کرو، ان کی خدمت کرتے رہو، پیداوار ہم تم بانٹ لیں گے، اسی بارے کے مسائل بیان ہوں گے، مساقات سقی سے مشتق ہے جس کے معنی سیراب کرنا ہے۔ اصطلاح میں یہی کہ باغ یا کھیت کا مالک اپنا باغ یا کھیت اس شرط پر کسی کو دے دے کہ اس کی آبپاشی اور محنت اس کے ذمہ ہوگی اور پیداوار میں دونوں شریک رہیں گے۔

بَابٌ: فِي الشُّرْبِ

باب: کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الانبياء: ٣٠] وَقَوْلِهِ: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾ [الواقعه: ٦٨، ٧٠] وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً، مَقْسُومًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُومٍ. ﴿ثَجَّاجًا﴾: مُنْصَبًّا ﴿الْمُزْنِ﴾: السَّحَابُ، وَالْأُجَاجُ: الْمُرُّ، فُرَاتًا: عَذْبًا. وَقَالَ عُثْمَانُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ دَلْوُهُ فِيهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ؟)) فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں فرمایا ''اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔ اب بھی تم ایمان نہیں لاتے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''دیکھا تم نے اس پانی کو جس کو تم پیتے ہو، کیا تم نے بادلوں سے اسے اتارا ہے، یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں۔ ہم اگر چاہتے تو اس کو کھاری بنادیتے۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے۔'' اور جو کہتا ہے پانی کا حصہ خیرات کرنا اور ہبہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے وہ پانی بٹا ہوا ہو یا بن بٹا ہوا۔ ثجاجا: موسلا دھار بارش، المزن: بادل، وَالْأُجَاجُ کھارا پانی، فُرَاتًا میٹھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ہے جو بیر رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کنواں) کو خرید لے اور اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور مسلمان ڈالیں۔'' (یعنی اسے وقف کردے) آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا۔

تشریح: بئر رومہ مدینہ کا مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ مسلمان اس سے خرید کر پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے اسے خریدنے اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کردینے کی ترغیب دلائی جس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔

کنواں، نہر، تالاب وغیرہ پانی کے ذخائر کسی بھی فرد کی ملکیت میں آسکتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان سب کی خرید وفروخت وہبہ اور وصیت وغیرہ جائز رکھی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ کنواں بحمد اللہ آج بھی موجود ہے۔ حکومت سعودیہ نے اس پر ایک بہترین فارم قائم کیا ہوا ہے اور مشینوں سے یہاں آبپاشی کی جاتی ہے۔ الحمد للہ کہ ۱۳۸۹ھ کے حج وزیارت کے موقع پر یہاں بھی جانے کا موقع ملا۔ جو جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے اور حرم مدینہ سے ہر وقت موٹریں ادھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہاں کا ماحول بے حد خوشگوار ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ ماحول دیکھنا نصیب کرے۔ آمین

٢٣٥١۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ: ((يَا غُلَامُ! أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ؟)) قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِفَضْلِيْ مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. [أطرافه في: ٢٣٦٦، ٢٤٥١، ٢٦٠٢، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠] [مسلم: ٥٢٩٢، ٥٢٩٣]

(۲۳۵۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کو پیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک نوعمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دوں۔'' اس پر اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا۔

تشریح: یہ نوعمر لڑکے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور اتفاق سے یہ اس وقت مجلس میں دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ دیگر شیوخ اور بزرگ بائیں جانب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جب باقی ماندہ مشروب کو تقسیم فرمانا چاہا تو یہ تقسیم دائیں طرف سے شروع ہوئی تھی اور اس کا حق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو پہنچتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بائیں جانب والے بزرگوں کا خیال فرما کر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت چاہی لیکن وہ اس لئے تیار نہ ہوئے کہ اس طور پر نبی کریم ﷺ کا بچایا ہوا پانی کہاں اور کب نصیب ہونا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس ایثار سے صاف انکار کر دیا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ پانی کی تقسیم ہو سکتی ہے اور اس کے حصے کی ملک جائز ہے۔ ورنہ آپ اس لڑکے سے اجازت کیوں طلب فرماتے۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ تقسیم میں پہلے داہنی طرف والوں کا حصہ ہے، پھر بائیں طرف والوں کا۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنا بچا ہوا پانی اس لڑکے پر ہبہ فرما دیا۔ اس سے پانی کا ہبہ کر دینا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حق اور ناحق کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ حق بہر حال حق ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹے آدمی کو پہنچتا ہے تو بڑوں کا فرض ہے کہ بہ رضا ورغبت اسے اس کے حق میں منتقل ہونے دیں۔ اور اپنی بڑائی کا خیال چھوڑ دیں۔ لیکن آج کے دور میں ایسے ایثار کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ ایثار اور قربانی ایمان کا تقاضا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ توفیق بخشے۔ آمین

٢٣٥٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهِيَ فِيْ دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِيْ دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَأَعْطَى

(۲۳۵۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے گھر میں پلی ہوئی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں پلی تھی۔ پھر اس کے دودھ میں اس کنویں کا پانی ملا کر جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا، آنحضرت ﷺ کی

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ، حَتّٰى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ مِنْ فِيْهِ، وَعَلٰى يَسَارِهِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: عُمَرُ وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَكَ. فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ)). [أطرافه في: ٢٥٧١، ٥٦١٢، ٥٦١٩] [مسلم: ٥٢٩٠]

خدمت میں اس کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ جب اپنے منہ سے پیالہ آپ نے جدا کیا تو بائیں طرف ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ آپ یہ پیالہ دیہاتی کو نہ دے دیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیجئے۔ آپ نے پیالہ اسی دیہاتی کو دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا۔ اور فرمایا: ''دائیں طرف والا زیادہ حق دار ہے۔ پھر وہ جو اس کی داہنی طرف ہو۔''

تشریح: اس حدیث سے بھی پانی کا تقسیم یا ہبہ کرنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام میں حق کے مقابلہ پر کسی کے لئے رعایت نہیں ہے۔ کوئی کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو۔ حق اس سے بھی بڑا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی میں کس کو شک ہو سکتا ہے مگر نبی کریم ﷺ نے آپ کو نظر انداز فرما کر دیہاتی کو وہ پانی دیا اس لیے کہ قانون دیہاتی ہی کے حق میں تھا۔ امام عادل کی یہی شان ہونی چاہیے۔ اور ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (٥/ المائدة: ٨) کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں اس دیہاتی سے اجازت بھی نہیں لی گئی جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لی گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ کہیں دیہاتی بددل نہ ہو جائے۔

بَابٌ: مَنْ قَالَ: إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰى يَرْوِيَ

باب: اس کے بارے میں جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے یہاں تک کہ وہ (اپنا کھیت باغات وغیرہ) سیراب کر لے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ)).

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو پانی ہو اس سے کسی کو نہ روکا جائے۔

٢٣٥٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ)). [طرفاه في: ٢٣٥٤، ٦٩٦٢] [مسلم: ٤٠٠٦؛ ترمذي: ١٢٧٢]

(٢٣٥٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچے ہوئے پانی سے کسی کو اس لیے نہ روکا جائے کہ اس طرح جو ضرورت سے زیادہ گھاس ہو وہ بھی رکی (بچ) رہے۔''

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا کنواں ایک مقام پر ہو، اس کے اردگرد گھاس ہو جس میں عام طور پر سب کو چرانے کا حق ہو۔ مگر کنویں والا کسی کے جانوروں کو پانی نہ پینے دے اس غرض سے کہ جب پانی پینے کو نہ ملے گا تو لوگ اپنے جانور بھی وہاں چرانے کو نہ لائیں گے اور گھاس محفوظ رہے گی۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث محمول ہے اس کنویں پر جو ملکی زمین میں ہو یا ویران زمین میں بشرطیکہ ملکیت کی نیت سے کھودا گیا ہو اور جو کنواں خلق اللہ کے آرام کے لئے ویران زمین میں کھودا جائے اس کا پانی ملک نہیں ہوتا۔ لیکن کھودنے والا جب تک وہاں سے کوچ نہ کرے اس پانی کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور ضرورت سے یہ مراد ہے کہ اپنے اور بال بچوں اور زراعت اور مویشی کے لئے جو پانی درکار ہو۔ اسکے بعد جو فاضل ہو اس کا روکنا جائز نہیں۔

خطابی نے کہا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے مگر اسکی دلیل کیا ہے پس ظاہر یہی ہے کہ نہی تحریمی ہے اور پانی کو نہ روکنا واجب ہے۔ اب اختلاف ہے کہ فاضل پانی کی قیمت لینا اس کو روکنا ہے یا نہیں، ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ فاضل پانی کی قیمت نہ لی جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک طرح اس کا روکنا ہی ہے۔

٢٣٥٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ)). [راجع: ٢٣٥٣]

(٢٣٥٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب اور ابو سلمہ نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فالتو پانی سے کسی کو اس غرض سے نہ روکو کہ جو گھاس ضرورت سے زیادہ ہو اسے بھی روک لو۔''

بَابٌ: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

باب: جس نے اپنی ملک میں کوئی کنواں کھودا، اس میں کوئی گر کر مر جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کے یہ قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں اہل کوفہ کے ساتھ متفق ہیں کہ اگر یہ کنواں اپنی ملک میں کھودا ہو تب کنویں والے پر ضمان نہ ہوگا۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ کسی حال میں ضمان نہ ہوگا خواہ اپنی ملک میں ہو یا غیر ملک میں مزید تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

٢٣٥٥ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)). [راجع: ١٤٩٩]

(٢٣٥٥) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبیداللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں ابو حصین نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کان (میں مرنے والے) کا تاوان نہیں، کنویں (میں گر کر مر جانے والے) کا تاوان نہیں۔ اور کسی کا جانور (اگر کسی آدمی کو مار دے تو اس کا) تاوان نہیں۔ گڑھے ہوئے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ہوگا۔''

بَابٌ: الْخُصُومَةُ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيهَا

باب: کنویں کے بارے میں جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا

٢٣٥٦، ٢٣٥٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِاللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ

(٢٣٥٦، ٥٧) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حمزہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی ایسی جھوٹی قسم کھائے جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ غضب ناک ہوگا۔'' اور پھر اللہ تعالیٰ نے (سورۂ آل عمران کی یہ) آیت نازل فرمائی کہ ''جو

ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الْآيَةَ. [آل عمران: ٧٧] فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِالرَّحْمَنِ؟ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ، كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي فَقَالَ لِي: ((شُهُودَكَ)). قُلْتُ: مَا لِي شُهُودٌ. قَالَ: ((فَيَمِينُهُ)). قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِذَنْ يَحْلِفَ. فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ.

[أطرافه في: ٢٤١٦، ٢٤١٧، ٢٥١٥، ٢٥١٦، ٢٦٦٦، ٢٦٦٧، ٢٦٦٩، ٢٦٧٠، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٢٦٧٧، ٤٥٤٩، ٤٥٥٠، ٦٦٥٩، ٦٦٦٠، ٦٦٧٦، ٦٦٧٧، ٧١٨٣، ٧١٨٤، ٧٤٤٥] [مسلم: ٣٥٥]

لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں'' آخر آیت تک۔ پس اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک کنواں میرے چچازاد بھائی کی زمین میں تھا۔ (پھر جھگڑا ہوا تو) آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تو اپنے گواہ لا''میں نے عرض کیا کہ گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر فریق مخالف سے قسم لے لے۔''اس پر میں نے کہا، یارسول اللہ! یہ تو قسم کھا بیٹھے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں یہ آیت نازل فرما کر اس کی تصدیق کی۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ

باب: اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی سے روک دیا

تشریح: یعنی جو پانی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جیسے حدیث میں اس کی تصریح ہے اور ضرورت کے موافق جو پانی ہو اس کا مالک زیادہ حق دار ہے بہ نسبت مسافر کے۔

٢٣٥٨ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ فِي الطَّرِيقِ، فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهُ

(٢٣٥٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابوصالح سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین طرح کے لوگ وہ ہوں گے جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر بھی نہیں اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے کسی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا۔ دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے بیعت صرف دنیا کے لیے کرے کہ اگر وہ حاکم اسے کچھ دے تو وہ راضی رہے ورنہ خفا ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنا (بیچنے کا) سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، مجھے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی مل رہی

رَجُلٌ)) ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران: ۷۷] [أطرافه في: ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴٦] [مسلم: ۲۹۷]

تھی۔ اس پر ایک شخص نے اسے سچ سمجھا۔'' (اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر اس سامان کو خرید لیا) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ''جو لوگ اللہ کے درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا تھوڑا سا مال مول لیتے ہیں۔'' آخر تک۔

تشریح: حدیث میں جن تین ملعون آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اول فالتو پانی سے روکنے والا، خاص طور پر پیاسے مسافر کو محروم رکھنے والا۔ وہ انسانیت کا مجرم ہے، اخلاق کا باغی ہے، ہمدردی کا دشمن ہے۔ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ ایک پیاسے مسافر کو دیکھ کر دل نرم ہونا چاہیے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ اس کی بقا کے لئے اسے پانی پلانا چاہیے نہ کہ اسے پیاسا لوٹا دیا جائے۔ دوسرا وہ انسان جو اسلامی تنظیم میں محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے گھس بیٹھا ہے اور خلاف مفاد ذرا سی بات بھی برداشت کرنے کے لئے نہیں۔ یہی وہ بدترین انسان ہے جو ملی اتحاد کا دشمن قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے غدار کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی مدارس و دیگر تنظیموں میں بکثرت ایسے ہی لوگ برسر اقتدار ہیں۔ جو محض ذاتی مفاد کے لئے ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اگر کسی وقت ان کے وقار پر ذرا بھی چوٹ پڑی تو وہ اسی مدرسہ کے، اسی تنظیم کے انتہائی دشمن بن کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں حاکم اسلام سے بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر ہر اسلامی تنظیم کو اسی پر سمجھا جاسکتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں کتنے ہی ایسے غدار ملتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی نقصان کا خیال کر کے اسلامی حکومت کو سازشوں کی آماجگاہ بنا کر آخر میں اس کو تہہ و بالا کرا دیا۔ تیسرا وہ تاجر ہے جو مال نکالنے کے لئے جھوٹ فریب کا ہر ہتھیار استعمال کرتا ہے اور جھوٹ بول بول کر خوب بڑھا چڑھا کر اپنا مال نکالتا ہے۔

الغرض بغور دیکھا جائے تو یہ تینوں مجرم انتہائی مذمت کے قابل ہیں۔ اور حدیث ہذا میں جو کچھ ان کے متعلق بتلایا گیا ہے وہ اپنی جگہ پر بالکل صدق اور صواب ہے۔

بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ

باب: نہر کا پانی روکنا

۲۳۵۹، ۲۳٦۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ)). فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ:

(۲۳۵۹، ٦۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کے نالے میں جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے، اپنے جھگڑے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری رضی اللہ عنہ زبیر سے کہنے لگا پانی کو آگے جانے دو لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''(پہلے اپنا باغ) سینچ لے پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لیے جلدی جانے دے۔'' اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کہا، ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بس رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے زبیر! تم

((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ، حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ: قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، إِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ. [النساء: ٦٥] [أطرافه في: ٢٣٦١، ٢٣٦٢، ٢٧٠٨، ٤٥٨٥] [مسلم: ٦١١٢؛ ابوداود: ٣٦٣٧؛ ترمذي: ١٣٦٣، ٣٠٢٧؛ نسائي: ٥٤٣١؛ ابن ماجه: ١٥]

سیراب کرلو۔ پھر پانی کو اتنی دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے۔'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے ''ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ تسلیم کرلیں۔'' آخر تک۔ محمد بن عباس کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ عروہ نے عبداللہ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی صرف لیث سے کی۔

تشریح: یہ حدیث اور آیت کریمہ اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اس امر پر بھی کہ جو لوگ صاف صریح واضح ارشاد نبوی سن کر اس کی تسلیم میں پس و پیش کریں وہ ایمان سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات میں اس اصول کو بیان کیا گیا ہے۔
ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾ (۳۳/ الاحزاب: ۳۶) کسی بھی مؤمن مرد اور عورت کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ سن لے تو پھر اس کے لئے اس بارے میں کچھ اور اختیار باقی رہ جائے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔
اب ان لوگوں کو خود فیصلہ کرنا چاہیے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے خلاف اپنی رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ اپنے اماموں، پیروں، مرشدوں کے فتاویٰ جات کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال دیتے ہیں۔ ان کو خود سوچنا چاہیے کہ ایک انصاری مسلمان صحابی رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قطعی فیصلہ کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا تو اللہ پاک نے کس غضبناک لہجہ میں اسے ڈانٹا اور اطاعت نبوی کے لئے حکم فرمایا۔ جب ایک انصاری صحابی کے لئے یہ قانون ہے، تو اور کسی مسلمان کی کیا وقعت ہے کہ وہ کھلے لفظوں میں قرآن و حدیث کی مخالفت کرے۔ اور پھر بھی ایمان کا ٹھیکیدار بنا رہے۔ اس آیت مبارکہ میں منکرین حدیث کو بھی ڈانٹا گیا ہے۔ اور ان کو بتلایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی امور دینی میں ارشاد فرمائیں آپ کا وہ ارشاد بھی وحی الٰہی میں داخل ہے جس کا تسلیم کرنا اسی طرح واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید کا تسلیم کرنا واجب ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن مجید کے بھی منکر ہیں، قرآن و حدیث میں باہمی طور پر جسم اور روح کا تعلق ہے۔ اس حقیقت کا انکاری اپنی عقل و فہم سے دشمنی کا اظہار کرنے والا ہے۔

بَابُ شُرْبِ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

باب: جس کا کھیت بلندی پر ہو پہلے وہ اپنے کھیتوں کو پانی پلائے

تشریح: جو نہر نالہ کسی کی ملک نہ ہو اس سے پانی لینے میں پہلے بلند کھیت والے کا حق ہے۔ وہ اتنا پانی اپنے کھیت میں دے سکتا ہے کہ اب زمین پانی نہ پیئے۔ اور کھیت کی منڈیروں تک پانی چڑھ آئے۔ پھر نشیبی کھیت والے کی طرف پانی کو چھوڑ دے۔

٢٣٦١۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا

(۲۳۶۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی،

مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ)). فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَقَالَ: ﷺ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ يَبْلُغُ الْمَاءُ الْجَدْرَ، ثُمَّ أَمْسِكْ)). فَقَالَ الزُّبَيْرُ: فَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾. [راجع: ۲۳۵۹]

انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، کہ زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری کا جھگڑا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! پہلے تم (اپنا باغ) سیراب کرلو، پھر پانی آگے کے لیے چھوڑ دینا۔'' اس پر انصاری نے کہا کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! اپنا باغ اتنا سیراب کرلو کہ پانی اس کی منڈیروں تک پہنچ جائے اتنی دیر روک رکھو۔'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت ''ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ تسلیم کرلیں۔'' اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ فیصلہ نبوی ﷺ کے سامنے بلاچوں وچرا سرتسلیم خم کردینا ہی ایمان کی دلیل ہے اگر اس بارے میں ذرہ برابر بھی دل میں تنگی محسوس کی تو پھر ایمان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ان مقلدین جامدین کو سوچنا چاہیے جو صحیح حدیث کے مقابلہ پر محض اپنے مسلکی تعصب کی بنا پر خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فیصلہ نبوی کو رد کردیتے ہیں، حوض کوثر پر نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ لوگ کیا منہ لے کر جائیں گے۔

بَابُ شُرْبِ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ

باب: بلند کھیت والا ٹخنوں تک پانی بھر لے

۲۳٦۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ الْحَرَّانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ! أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَسْقِي بِهَا النَّخْلَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ۔ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ۔ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ)). قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ)). وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذَلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ [النساء:٦٩]. فَقَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ:

(۲۳٦۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کی ندی کے بارے میں جس سے کھجوروں کے باغ سیراب ہوا کرتے تھے، جھگڑا کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! تم سیراب کرلو۔ پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لیے جلد پانی چھوڑ دینا۔'' اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں ناں۔ رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے زبیر! تم سیراب کرو، یہاں تک کہ پانی کھیت کی منڈیروں تک پہنچ جائے۔'' اس طرح آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوادیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی ''ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! اس وقت تک یہ ایمان والے نہیں ہوں گے۔ جب تک اپنے جملہ اختلافات میں آپ کو حکم نہ تسلیم کریں۔'' ابن شہاب نے کہا کہ انصار اور تمام لوگوں نے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے پاس اس ارشاد کی بنا پر کہ ''سیراب کرو اور پھر اس وقت تک رک جاؤ، جب تک پانی منڈیروں تک

((اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ)). نہ پہنچ جائے'' ایک اندازہ لگایا، یعنی پانی ٹخنوں تک بھر جائے۔
فَكَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. [راجع: ٢٣٥٩]

تشریح: گویا قانونی طور پر یہ اصول قرار پایا کہ کھیت میں ٹخنوں تک پانی کا بھر جانا اس کا سیراب ہونا ہے۔

بَابٌ: فَضْلُ سَقْيِ الْمَاءِ

باب: پانی پلانے کے ثواب کا بیان

٢٣٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي فَنَزَلَ بِئْرًا فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)). [راجع: ١٧٣][مسلم: ٥٨٥٩؛ ابوداود: ٢٥٥٠]

(٢٣٦٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابوصالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہر جاندار میں ثواب ہے۔''

تشریح: ثابت ہوا کہ کسی بھی جاندار کو پانی پلا کر اس کی پیاس رفع کر دینا ایسا عمل ہے کہ جو مغفرت کا سبب بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اس شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا اور اسی عمل کی وجہ سے بخشا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ تو بظاہر عام ہے، ہر جانور کو شامل ہے۔ بعض نے کہا مراد اس سے حلال چوپائے جانور ہیں۔ اور کتے اور سور وغیرہ میں ثواب نہیں کیونکہ ان کے مار ڈالنے کا حکم ہے۔ میں (مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں، حدیث کو مطلق رکھنا بہتر ہے۔ کتے اور سور کو بھی یہ کیا ضروری ہے، کہ پیاسا رکھ کر مارا جائے۔ پہلے اس کو پانی پلا دیں پھر مار ڈالیں۔ ابوعبدالملک نے کہا، یہ حدیث بنی اسرائیل کے لوگوں سے متعلق ہے۔ ان کو کتوں کو مارنے کا حکم نہ تھا (وحیدی) حدیث میں لفظ ((في كل كبد رطبة)) عام ہے جس میں ہر جاندار داخل ہے اس لحاظ سے مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح خوب ہے۔

٢٣٦٤ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ، فَقَالَ: ((دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيْ رَبِّ، وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ ـ حَسِبْتُ

(٢٣٦٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا: ''(ابھی ابھی) دوزخ مجھ سے اتنی قریب آ گئی تھی کہ میں نے چونک کر کہا: اے رب! کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر

أَنَّهُ قَالَ: تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ. قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا)).

[راجع: ٧٤٥]

ایک عورت پر پڑی۔ (اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا) مجھے یاد ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ) اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مرگئی۔"

تشریح: اس حدیث کو یہاں لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی بھی جاندار کو باوجود قدرت اور آسانی کے اگر کوئی شخص کھانا پانی نہ دے اور وہ جاندار بھوک پیاس کی وجہ سے مرجائے تو اس شخص کے لئے یہ جرم دوزخ میں جانے کا سبب بن سکتا ہے: " ان هذه المراة لما حبست هذه الهرة الى ان ماتت بالجوع والعطش فاستحقت هذه العذاب فلو كانت سقتها لم تعذب ومن ههنا يعلم فضل سقى الماء وهو مطابق للترجمة ۔" (عینی)

٢٣٦٥۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا، حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ قَالَ: فَقَالَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ: لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِيهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)).

[طرفاه في: ٣٣١٨، ٣٤٨٢]

(٢٣٦٥) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک عورت کو عذاب ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا...... اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے...... کہ جب تو نے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کچھ کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔"

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ بلی کو پانی نہ پلانے سے عذاب ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ پانی پلانا ثواب ہے۔ ابن منیر نے کہا اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ بلی کا قتل کرنا درست نہیں۔

لطیفہ: تفہیم البخاری میں ((خشاش الارض)) کا ترجمہ گھانس پھونس کرتے ہوئے بلی کے لئے لکھا ہے کہ نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین سے گھانس پھونس ہی کھا سکے۔ عام طور پر بلی گوشت خور جانور ہے نہ چرندہ کہ وہ گھانس پھونس کھاتی ہو۔ شاید فاضل مترجم کی نظر میں گھانس پھونس والی بلیاں موجود ہوں ورنہ عموماً بلیاں گوشت خور ہوتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے مترجمین بخاری ((خشاش الارض)) کا ترجمہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کرتے ہیں۔
"خشاش بفتح الخاء اشهر الثلاثة وهى هوام وقيل ضعاف الطير۔" (مجمع البحار لغات الحديث لفظ (خ) ص٤٨)

بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ

باب: جن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

٢٣٦٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ:

(٢٣٦٦) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، هُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ. فَقَالَ: ((يَا غُلَامُ! أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ)). فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. [راجع: ٢٣٥١] [مسلم: ٥٢٩٣]

کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا اور آپ نے اسے نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ بڑی عمر والے صحابہ آپ کی بائیں طرف تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس پیالے کا بچا ہوا پانی بوڑھوں کو دوں؟'' اس نے جواب دیا: یارسول اللہ! میں تو آپ کا جھوٹا اپنے حصہ کا کسی کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر آپ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا۔

تشریح: ترجمہ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ حوض اور مشک کو پیالے پر قیاس کیا۔ ابن منیر نے کہا وجہ مناسبت یہ ہے کہ جب داہنی طرف بیٹھنے والا پیالہ کا زیادہ حق دار ہوا صرف داہنی طرف بیٹھنے کی وجہ سے تو جس نے حوض بنایا، مشک تیار کیا، وہ بطریق اولیٰ اس کے پانی کا حق دار ہوگا۔

٢٣٦٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَأَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِيْ كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ)) تَذُوْدَانِ: تَمْنَعَانِ [مسلم: ٥٩٩٤]

(۲۳۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح ہانک دوں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض سے ہانک دیئے جاتے ہیں۔''

تشریح: یہیں سے باب کا مطلب نکلتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس حوض والے پر انکار نہیں کیا، اس امر پر کہ وہ جانوروں کو اپنے حوض سے ہانک دیتا ہے۔

٢٣٦٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ. أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ. لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِيْنًا، وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوْا: أَتَأْذَنِيْنَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوْا: نَعَمْ)). [أطرافه في: ٢٣٦٢، ٣٣٦٣، ٣٣٦٤، ٣٣٦٥]

(۲۳۶۸) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب اور کثیر بن کثیر نے، دونوں کی روایتوں میں ایک دوسرے کی بہ نسبت کمی اور زیادتی ہے، اور ان سے سعید بن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) پر اللہ رحم فرمائے کہ اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا، یا یوں فرمایا کہ اگر وہ زمزم سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک بہتا چشمہ ہوتا۔ پھر جب قبیلہ جرہم کے لوگ آئے اور (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے) کہا کہ آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں، تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اس شرط پر کہ پانی پر ان کا کوئی حق نہ ہوگا۔ قبیلہ والوں نے یہ شرط مان لی تھی۔''

تشریح: حدیث ہذا میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جب کہ وہ ابتدائی دور میں مکہ شریف میں سکونت پذیر ہوئی تھیں۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حوالہ بخدا کر کے واپس ہو چکے تھے اور وہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور مروہ کا چکر کاٹ رہی تھیں کہ اچانک ان کو زمزم کا

چشمہ نظر آیا۔ اور وہ دوڑ کر اس کے پاس آئیں اور اس کے پانی کے ارد گرد منڈیر لگانا شروع کر دیا۔ اسی کیفیت کا یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

مجتہد مطلق اس حدیث کو یہاں یہ مسئلہ بیان فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ کنویں یا تالاب کا اصل مالک اگر موجود ہے تو بہر حال اس کی ملکیت کا حق اس کے لئے ثابت ہے۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اس قول پر کہ پانی پر تمہارا (قبیلہ بنو جرہم کا) کوئی حق نہ ہوگا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ خطابی نے کہا اس سے یہ نکلا کہ جنگل میں جو کوئی پانی نکالے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور دوسرا کوئی اس میں اس کی رضامندی کے بغیر شریک نہیں ہو سکتا۔

ہاجرہ علیہا السلام ایک فرعون مصر کی بیٹی تھی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی کرامات دیکھ کر اس نے اس مبارک خاندان میں شرکت کا فخر حاصل کرنے کی غرض سے ان کے حوالہ کر دیا تھا۔ اس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

٢٣٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَتِهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَائِهِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ: الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي، كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ)). قَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ. [راجع: ٢٣٥٨] [مسلم: ٢٩٩]

(٢٣٦٩) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اس لیے کھائی کہ اسکے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔'' علی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو سے کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے ابو صالح سے سنا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کی سند پہنچاتے تھے۔

تشریح: حدیث میں بیان کردہ مضمون سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ پانی روکنے پر یہ سزا ملی تو معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت اس کو روکنا جائز تھا۔ اور وہ اس کا حق رکھتا تھا۔ بعض نے کہا یہ جو فرمایا جو تیرا بنایا ہوا نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ پانی اس نے اپنی محنت سے نکالا ہوتا، جیسے کنواں کھودا ہوتا یا مشک میں بھر کر لایا ہوتا تو وہ اس کا حق دار ہوتا۔ (وحیدی)

بَابٌ: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ﷺ

باب: اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور چراگاہ محفوظ نہیں کر سکتا

٢٣٧٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ

(٢٣٧٠) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عتبہ

عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ، قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ)). وَقَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيْعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ. [طرفه في: ۱۰۱۳] [ابوداود: ۳۰۸۳]

نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چراگاہ اللہ اور اس کا رسول ہی محفوظ کر سکتا ہے۔'' (ابن شہاب نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ بھی پہنچا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نقیع میں چراگاہ بنوائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چراگاہ بنایا۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جنگل میں چراگاہ روکنا، گھاس اور شکار بند کرنا یہ کسی کو نہیں پہنچتا، سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ امام اور خلیفہ بھی رسول کا قائم مقام ہے۔ اس کے سوا اور لوگوں کو چراگاہ روکنا اور محفوظ کرنا درست نہیں۔ شافعیہ اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ نقیع ایک مقام ہے مدینہ سے بیس میل پر، اور سرف اور ربذہ بھی مقاموں کے نام ہیں۔

بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

باب: نہروں میں سے آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ جو نہریں راستے پر واقع ہوں۔ ان میں آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں۔ وہ کسی کے لئے خاص نہیں ہو سکتیں۔

۲۳۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَتْ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، فَهِيَ لِذٰلِكَ أَجْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَلَا

(۲۳۷۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابو صالح سمان نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑا ایک شخص کے لیے باعث ثواب ہے، دوسرے کے لیے بچاؤ ہے۔ اور تیسرے کے لیے وبال ہے۔ جس کے لیے گھوڑا اجر و ثواب ہے، وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لیے اس کو پالے، وہ اسے کسی ہریالے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں۔ تو جس قدر بھی وہ اس سرسبز میدان یا باغ میں چرے گا۔ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گھوڑا ایک یا دو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا۔ تو اس کے آثار قدم اور لید بھی مالک کی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گزرے اور اس کا پانی پیے۔ خواہ مالک نے اسے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پالا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بچنے کے لیے

ظُهُورِهَا، فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ)). وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ: ((مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾)). [الزلزال: ٧-٨] [أطرافه في: ٢٨٦٠، ٣٦٤٦، ٤٩٦٢، ٤٩٦٣، ٧٣٥٦]

[مسلم: ٢٢٩٠، ٢٢٩١]

گھوڑا پالے، پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے پردہ ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لیے وبال ہے۔'' رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوا اس جامع آیت کے: جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا۔''

تشریح: باب کا مضمون حدیث کے جملہ ((ولو انها مرت بنهر)) الخ سے نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر جانوروں کو نہر سے پانی پی لینا جائز نہ ہوتا تو اس پر ثواب کیوں ملتا۔ اور جب بغیر پلانے کے قصد کے ان کے خود بخود پانی پی لینے سے ثواب ملا، تو قصداً پلانا بطریق اولیٰ جائز بلکہ موجب ثواب ہوگا۔

٢٣٧٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: ((مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)). [راجع: ٩١]

(٢٣٧٢) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقطہ (راستے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پالی ہو) کے متعلق پوچھا تو فرمایا: ''اس کی تھیلی اور اس کے بندھن کی خوب جانچ کرلو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آجائے (تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔'' سائل نے پوچھا: اور گمشدہ بکری؟ آپ نے فرمایا: ''وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیے کی ہے۔'' سائل نے پوچھا، اور گمشدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ سیراب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا گھر ہے۔ پانی پر بھی وہ جا سکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے۔''

بَابٌ: بَيْعُ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

باب: لکڑی اور گھاس بیچنا

تشریح: اس باب کی مناسبت کتاب الشرب سے یہ ہے کہ لکڑی پانی گھاس وغیرہ یہ سب مشترک چیزیں ہیں۔ جن سے ہر ایک آدمی نفع اٹھا سکتا ہے۔ حدیث میں جو لکڑی اور گھاس بیان کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ جو غیر ملکی زمین میں واقع ہو۔

٢٣٧٣- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ،

(٢٣٧٣) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللَّهُ بِهِ عَنْ وَجْهِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَوْ مُنِعَ)). [راجع:١٤٧١]

کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص رسی لے کر لکڑی کا گٹھا لائے، پھر اسے بیچے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور (بھیک) اسے دی جائے یا نہ دی جائے۔ اس کی بھی کوئی امید نہ ہو۔''

تشریح: بڑے ہی ایمان افروز انداز میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلائی گئی ہے خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے پیمانے پر ہو۔ بہرحال سوال کرنے سے بہتر ہے خواہ اس کو پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے سر پر لاد کر لانی پڑیں۔ اور ان کی فروخت سے وہ گزران کر سکے۔ بیکاری سے یہ بھی بدرجہا بہتر ہے۔ روایت میں صرف لکڑی کا ذکر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے گھاس کو بھی باب میں شامل فرمالیا ہے۔ گھاس جنگل سے کھود کر لانا اور بازار میں فروخت کرنا، یہ بھی عند اللہ بہت ہی محبوب ہے کہ بندہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ آگے حدیث میں گھاس کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

٢٣٧٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ)). [راجع:١٤٧٠]

(٢٣٧٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابو عبید نے، اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (بیچنے کے لیے) لیے پھرے تو اس سے اچھا ہے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر خواہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔''

تشریح: اس سے بھی لکڑیاں بیچنا ثابت ہوا۔

٢٣٧٥ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيعَهُ، وَمَعِي صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى

(٢٣٧٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہیں زین العابدین علی بن حسین بن علی نے، ان سے ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی تھی۔ اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا کہ ان کی پیٹھ پر اذخر (عرب کی ایک خوشبودار گھاس جسے سنار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا (جن سے

وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ:

أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ؟ قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عَلِيٌّ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي؟ فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ. [راجع: ٢٠٨٩]

میں نکاح کرنے والا تھا اِن) کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی (انصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرعہ پڑھا ''ہاں، اے حمزہ! اٹھو فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف'' (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہ جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان چیر دیئے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کی کلیجی نکال لی (ابن جریج نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شہاب سے پوچھا، کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان کاٹ لیے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی نے فرمایا: مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔ زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ نے خفگی ظاہر فرمائی، تو حضرت حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا ''تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔'' حضور ﷺ الٹے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

تشریح: حدیث ہذا میں بیان کردہ واقعات اس وقت سے متعلق ہیں جب کہ اسلام میں شراب، گانا سننا حرام نہ ہوا تھا۔ بدر کے اموال غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور مال غنیمت ملی تھی۔ اور ایک اور اونٹنی نبی کریم ﷺ نے ان کو بطور صلہ رحمی اپنے خاص حصہ میں سے مرحمت فرمادی تھی۔ چنانچہ ان کا ارادہ ہوا کہ کیوں نہ ان اونٹنیوں سے کام لیا جائے۔ اور ان پر جنگل سے اذخر گھاس جمع کر کے لاد کر لائی جائے اور اسے بازار میں فروخت کیا جائے۔ تاکہ ضروریات شادی کے لئے جو ہونے ہی والی تھی کچھ سرمایہ جمع ہو جائے۔ اس کاروبار میں ایک دوسرے انصاری بھائی اور ایک بنی قینقاع کے سنار بھی شریک ہونے والے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی عزائم کے ساتھ اپنی ہر دو سواریوں کو لے کر اس انصاری مسلمان کے گھر پہنچے۔ اور اس کے دروازے پر جا کر ہر دو اونٹنیوں کو باندھ دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس انصاری کے اسی گھر میں اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب نوشی اور گانا سننے میں محو تھے۔ گانے والی نے جب ان اونٹنیوں کو دیکھا اور ان کی فربہی اور جوانی پر نظر ڈالی اور ان کا گوشت بہت ہی لذیذ تصور کیا، تو اس نے اس عالم مستی میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو گاتے گاتے یہ مصرع بھی بنا کر سنا دیا جو روایت میں مذکور ہے۔ (پورا شعر یوں ہے)

الا یاحمز للشرف النواء وھن معقلات بالفناء

حمزہ! اٹھو یہ عمر والی موٹی اونٹنیاں جو مکان کے صحن میں بندھی ہوئی ہیں، ان کو کاٹو اور ان کا گوشت بھون کر کھاؤ اور ہم کو کھلاؤ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر مستی سوار تھی، شعر سنتے ہی فوراً تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور عالم بے ہوشی میں ان ہر دو اونٹنیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے کلیجے نکال کر، کوہان کاٹ کر گوشت کا بہترین حصہ کباب کے لئے لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جگر خراش منظر دیکھا تو اپنے محترم چچا کا احترام سامنے رکھتے ہوئے وہاں ایک لفظ زبان پر نہ لائے بلکہ سیدھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔

چنانچہ آپ نے سارا واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا اور اپنی اس پریشانی کو تفصیل سے بیان کیا۔ جسے سن کر نبی کریم ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور آپ کو ہمراہ لے کر فوراً ہی موقع پر معائنہ فرمانے کے لئے چل کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ابھی تک شراب اور کباب کے نشہ میں چور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر اظہار خفگی فرمایا مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہوش وحواس شراب و کباب میں گم تھے۔ وہ صحیح غور نہ کر سکے بلکہ الٹا اس پر خود ہی اظہار خفگی فرمایا۔ اور وہ الفاظ کہے جو روایت میں مذکور ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت نشہ میں تھے۔ اس لئے ایسا کہنے سے وہ گناہگار نہیں ہوئے دوسرے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب دونوں ان کے لڑکے تھے اور لڑکا گویا اپنے باپ کا غلام ہی ہوتا ہے۔ یہ حالات دیکھ کر نبی کریم ﷺ خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔ اس وقت یہی مناسب تھا۔ شاید حمزہ رضی اللہ عنہ کچھ اور کہہ بیٹھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نشہ اترنے کے بعد آپ نے ان سے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوائی۔ باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ ان پر اذخر لاد کر لاؤں، اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے۔ (وحیدی)

بَابُ الْقَطَائِعِ — باب: قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان

تشریح: اصل کتاب میں قطائع کا لفظ ہے۔ وہ مقطعہ اور جاگیر دونوں کو شامل ہے۔ شافعیہ نے کہا، آباد زمین کو جاگیر میں دینا درست نہیں۔ ویران زمین میں امام جس کو لائق سمجھے جاگیر دے سکتا ہے۔ مگر جاگیردار یا مقطعہ دار اس کا مالک نہیں ہو جاتا، محب طبری نے اسی کا یقین کیا ہے۔ لیکن قاضی عیاض نے کہا کہ اگر امام اس کو مالک بنا دے تو وہ مالک ہو جاتا ہے۔ (وحیدی)

٢٣٧٦ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الأَنْصَارُ: حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِيْ تُقْطِعُ لَنَا قَالَ: ((سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِيْ)). [أطرافه في: ٢٣٧٧، ٣١٦٣، ٣٧٩٤]

(٢٣٧٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔"

تشریح: نبی کریم ﷺ نے انصار کو بحرین میں کچھ جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا، اسی سے قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا جواز ثابت ہوا۔ حکومت کے پاس اگر کچھ زمین فالتو ہو تو وہ پبلک میں کسی کو بھی اس کی ملی خدمات کے صلہ میں دے سکتی ہے۔ یہی مقصد باب ہے۔ مستقبل کے لئے آپ نے انصار کو ہدایت فرمائی کہ وہ فتنوں کے دور میں جب عام حق تلفی دیکھیں خاص طور پر اپنے بارے میں ناسازگار حالات ان کے سامنے آئیں تو ان کو چاہیے کہ صبر وشکر سے کام لیں۔ ان کے رفع درجات کے لئے یہ بڑا بھاری ذریعہ ہوگا۔

بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ — باب: قطعات اراضی بطور جاگیر دیکر انکی سند لکھ دینا

٢٣٧٧ـ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ

(٢٣٧٧) اور لیث نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلا کر بحرین میں انہیں قطعات اراضی بطور

لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِي)). [راجع: ٢٣٧٦]

جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کو بھی اسی طرح کے قطعات کی سند لکھ دیجئے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے پاس اتنی زمین ہی نہ تھی۔ اس لیے آپ نے ان سے فرمایا: ''میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کیے رہنا۔''

تشریح: حکومت اگر کسی کو بطور انعام جاگیر عطا کرے تو اس کی سند لکھ دینا ضروری ہے تاکہ وہ آئندہ ان کے کام آئے اور کوئی ان کا حق نہ مار سکے۔ ہندوستان میں شاہان اسلام نے ایسی کتنی سندیں تانبے کے پتروں پر کندہ کر کے بہت سے مندروں کے پجاریوں کو دی ہیں، جن میں ان کے لئے زمینوں کا ذکر ہے پھر بھی تعصب کا برا ہو کہ آج ان کی شاندار تاریخ کو مسخ کر کے مسلمانوں کے خلاف فضا تیار کی جا رہی ہے۔ اللھم انصر الاسلام والمسلمین۔ آمین

بَابُ حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

باب: اونٹنی کو پانی کے پاس دوہنا

٢٣٧٨ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ هِلَالِ ابْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ)). [راجع: ١٤٠٢]

(٢٣٧٨) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے بلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پاس دوہا جائے۔''

بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ

باب: باغ میں سے گزرنے کا حق یا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ)). وَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتَّى يَرْفَعَ وَكَذَلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص نے پیوندی کرنے کے بعد کھجور کا کوئی درخت بیچا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوتا ہے۔'' اور اس باغ میں سے گزرنے اور سیراب کرنے کا حق بھی اسے حاصل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا پھل توڑ لیا جائے۔ صاحب عریہ کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسے ہی ہے۔ اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے کہ اگر بائع نے اس غلام کو کسی مال کا مالک بنا دیا تھا تو وہ مال خریدار کا ہو گیا، مگر یہ کہ بائع شرط کر لے۔

باب کی مناسبت اس طرح سے ہے کہ جب عریہ کا دینا جائز ہوا تو خواہ مخواہ عریہ والا باغ میں جائے گا اپنے پھلوں کی حفاظت کرنے کو۔ یہ جو فرمایا کہ اندازہ کر کے اس کے برابر خشک کھجور کے بدل بیچ ڈالنے کی اجازت دی اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دو تین درخت کھجور کے بطور عریہ کے لے۔ وہ ایک اندازہ کرنے والے کو بلائے وہ اندازہ کر دے کہ درخت پر جو تازی کھجور ہے وہ سوکھنے کے بعد اتنی رہے گی اور یہ عریہ والا اتنی سوکھی کھجور کسی

شخص سے لے کر درخت کا میوہ اس کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یہ درست ہے حالانکہ یوں کھجور کو کھجور کے بدل اندازہ کر کے بیچنا درست نہیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے مگر عریہ والے اکثر محتاج بھوکے لوگ ہوتے ہیں تو ان کو کھانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے، اس لئے ان کے لئے یہ بیع آپ نے جائز فرما دی۔

۲۳۷۹۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ ابْتَاعَ نَخْلاً بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِيْ بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)). وَعَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ [راجع: ۲۲۰۳] [مسلم: ۳۹۰۵؛ ترمذي: ۱۲۴٤؛ ابن ماجه: ۲۲۱۱]

(۲۳۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا تھا: ''پیوند کاری کے بعد اگر کسی شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچا تو (اس سال کی فصل کا) پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے (کہ پھل بھی خریدار ہی کا ہوگا) تو یہ صورت الگ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی مال والا غلام بیچا تو وہ مال بیچنے والے کا ہوتا ہے ہاں اگر خریدار شرط لگا دے تو یہ صورت الگ ہے۔'' یہ حدیث امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اس میں صرف غلام کا ذکر ہے۔

۲۳۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا. [راجع: ۲۱۷۳]

(۲۳۸۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے عریہ کے سلسلہ میں اس کی رخصت دی تھی کہ اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے بیچا جاسکتا ہے۔

۲۳۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُخَابَرَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَأَنْ لَا يُبَاعَ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا. [راجع: ۱٤۸۷]

(۲۳۸۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ، اور مزابنہ سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح پھل کو پختہ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا، اور یہ کہ میوہ یا غلہ جو درخت پر لگا ہو، دینار و درہم ہی کے بدلے بیچا جائے۔ البتہ عرایا کی اجازت دی ہے۔

تشریح: الفاظ مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ کے معانی پیچھے تفصیل سے لکھے جا چکے ہیں۔

۲۳۸۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي

(۲۳۸۲) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابو احمد کے غلام ابو سفیان

سُفْيَانَ، مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ. [راجع: ٢١٩٥]

نے اوران سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع عریہ کی اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے پانچ وسق سے کم یا (یہ کہا کہ) پانچ وسق کے اندر اجازت دی ہے اس میں شک داؤد بن حصین کو ہوا۔ (بیع عریہ کا بیان پیچھے مفصل ہو چکا ہے)۔

٢٣٨٣، ٢٣٨٤۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ، حَدَّثَاهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ. قَالَ [أَبُو عَبْدِ اللَّهِ:] وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ مِثْلَهُ. [راجع: ٢١٩١]

(۲۳۸۳،۸۴) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو اسامہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی، کہا کہ مجھے بنی حارثہ کے غلام بشیر بن یسار نے خبر دی، ان سے رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہا رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ یعنی درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، عریہ کرنے والوں کے علاوہ کہ انہیں آپ نے اجازت دے دی تھی۔ ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے بشیر نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی۔ (یہ تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کو نہیں پایا۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو یہ تعلیق موصولاً نہیں ملی)۔

تشریح: تشریحات مفیدہ از خطیب الاسلام فاضل علام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ناظم جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال ادام اللہ فیوضھم۔

کتاب المزارعۃ اور کتاب المساقاۃ کے خاتمہ پر اپنے ناظرین کرام کی معلومات میں مزید اضافہ کے لئے ہم ایک فاضلانہ تبصرہ درج کر رہے ہیں جو فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے۔ فاضل علامہ نے اپنے اس مقالہ میں مسائل مزارعت کو مزید احسن طریق پر ذہن نشین کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ جس کے لئے مولانا موصوف نہ صرف میرے بلکہ جملہ قارئین کرام صحیح بخاری کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک اس عظیم خدمت ترجمہ وتشریحات صحیح بخاری میں اس علمی تعاون واشتراک پر محترم مولانا موصوف کو برکات دارین سے نوازے اور آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔

مولانا خود بھی ایک کامیاب زمیندار ہیں۔ اس لئے آپ کی بیان کردہ تفصیلات کس قدر جامع ہوں گی، شائقین مطالعہ سے خود ان کا اندازہ کر سکیں گے۔ محترم مولانا کی تشریحات مفیدہ کا متن درج ذیل ہے۔ (مترجم)

زمین کی آبادکاری کا اہتمام: ① ملک کی تمام خام پیداوار اور اشیائے خوردنی کا دارومدار زمین کی کاشت پر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی زمین کے آباد وگلزار رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "من اشتری قریة یعمرها کان حقا علی الله عونه۔" یعنی جو شخص کسی گاؤں کو خرید کر اس کو آباد کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔

(منتخب کنز العمال جلد دوم ص ۱۲۸)

اسی طرح کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے: " فمن احیا ارضا میتا فهی له ولیس بمحتجر حق بعد ثلث۔" یعنی جس شخص نے کسی بنجر وافتادہ زمین کی کاشت کر لی تو وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور بلا کاشت کئے ہوئے روک

رکھنے والے کا تین سال کے بعد حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (کتاب الخراج ص:۷۲)

② امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہو جانے کی خبر مل جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی شاخ اور پودا ہو۔ تو اسے ضائع نہ کرے۔ بلکہ اسے زمین میں گاڑ اور بٹھا کر دم لے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

ایک روایت اس طرح وارد ہے کہ اگر تم سن لو کہ دجال کا نا نکل چکا ہے اور قیامت کے دوسرے سب آثار و علامات نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور تم کوئی نرم و نازک پودا زمین میں بٹھانا اور لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگا دو۔ اور اس کی دیکھ بھال اور نشو ونما کے انتظامات میں سستی نہ کرو۔ کیونکہ وہ بہر حال زندگی کے گزران کے لئے ایک ضروری کوشش ہے۔ (الادب المفرد ص ۶۹)

انتباہ: ان روایات میں غور کرنے سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمین کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے اور پھل دار درختوں اور غلہ والے پودوں کو لگانے کے لئے کس قدر عملی اہتمام مقصود ہے کہ مرتے مرتے اور قیامت ہوتے ہوئے بھی انسان زراعتی کاروبار اور زمینی پیداوار کے معاملہ میں ذرا بھی بے فکری اور سستی و لا پرواہی نہ برتے۔

کیا زراعت کا پیشہ ذلیل ہے؟: ان حالات کی موجودگی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زراعت کا پیشہ ذلیل ہے۔ حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہل اور کھیتی کے بعض آلات دیکھ کر فرمایا کہ "لا یدخل ھذا بیت قوم الا ادخلہ اللہ الذل۔" یعنی جس گھر میں یہ داخل ہوگا اس میں ذلت داخل ہو کر رہے گی۔

لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کی توجیہ کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھیتی کا پیشہ اس قدر ہمہ وقتی مشغولیت کا طالب ہے کہ جو اس میں منہمک ہوگا وہ اسلامی زندگی کے سب سے اہم کام جہاد کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس سے بے پرواہ رہے گا اور ظاہر ہے کہ ترک جہاد، شوکت و قوت کے اعتزال کے مترادف ہے۔ بہر حال اگر کھیتی کی مذمت ہے تو اس کی ہمہ گیر مصروفیت کے سبب کہ وہ اپنے ساتھ بے حد مشغول رکھ کر دوسرے تمام اہم مقاصد سے غافل و بے نیاز کر دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اسی فلسفہ کے ماتحت لکھتے ہیں: "فاذا ترکوا الجهاد واتبعوا اذناب البقر احاط بهم الذل وغلبت علیهم اهل سائر الادیان۔" (حجة الله البالغة، جلد: ثانی، ص :۱۷۳) یعنی کاشتکار بیلوں کی دم میں لگ کر جہاد وغیرہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان پر ذلت محیط ہو جاتی ہے۔ اور جہاد سے کاشتکاروں اور زمینداروں کی غفلت ان کی رہی سہی شوکت و قوت کو ختم کر دیتی ہے۔ اور ان پر تمام ادیان اور مذاہب اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔ لیکن اگر جہاد یا دین کے دوسرے اہم مقاصد سے صرف نظر نہ ہو تو آبادی زمین اور کاشتکاری خود اہم مقاصد میں سے ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے خود بھی لوگوں کو مختلف زمینوں کو بطور جاگیر عطا فرمایا کہ اسے آباد و گلزار رکھیں اور خلق اللہ اور خود اس سے مستفید ہوں۔

زمین کا آباد رہنا اور عوامی ہونا اصل مقصد ہے: ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب زراعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تو کچھ لوگوں نے ایسی جاگیروں کے بعض افتادہ حصص کو آباد کر لیا تو اصل مالکان زمین نالش کے لئے دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے اب تک غیر آباد چھوڑے رکھا۔ اب ان لوگوں نے جب اسے آباد کر لیا تو تم ان کو ہٹانا چاہتے ہو۔ مجھے اگر اس امر کا احترام پیش نظر نہ ہوتا کہ تم سب کو نبی کریم ﷺ نے جاگیریں عنایت کی تھیں تو تم لوگوں کو کچھ نہ دلاتا۔ لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی آبادکاری اور صلاح کاری کا معاوضہ اگر تم دے دو گے تو زمین تمہارے حوالہ ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو زمین کے غیر آباد حالت کی قیمت دے کر وہ لوگ اس کے مالک بن جائیں گے۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ ہیں: " وان شئتم ردوا علیکم ثمن ادیم الارض ثم هی لهم۔" (کتاب الاموال، ص: ۳۸۹)

اس کے بعد عام حکم دیا کہ جس نے کسی زمین کو تین برس تک غیر آباد رکھا تو جو شخص بھی اس کے بعد اسے آباد کرے گا، اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے گی۔ (کتاب الخراج ص ۷۲)

اس حکم کا خاطر خواہ اثر ہوا اور بکثرت بیکار و مقبوضہ محض زمینیں آباد ہو گئیں۔

② رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لمبی زمین جاگیر کے طور پر عطا فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے آباد کیے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ غیر آباد زمین اس سے واپس لے لی۔ (کتاب الخراج،ص:۷۸)

③ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو (قطیعہ) ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور چند اشخاص کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا۔ گواہوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب دستخط لینے کی غرض سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "اهذا كله لك دون الناس۔" کیا یہ پوری جائیداد تنہا تم کو مل جائے گی اور دوسرے لوگ محروم رہ جائیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: "والله لا اذري انت الخليفة ام عمر۔" میں نہیں جانتا کہ اس وقت آپ امیر المؤمنین ہیں یا عمر؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عمرو لكن الطاعة لي۔" ہاں ان شاء اللہ العزیز آئندہ عمر فاروق ہی امیر المؤمنین ہوں گے۔ البتہ اطاعت میری ہوگی۔ الغرض سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی بنا پر وہ جاگیر نہ پا سکے۔

(منتخب کنز العمال جلد چہارم/ص:۳۹۰ و کتاب الاموال،ص:۲۷۶)

④ اس طرح حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک جاگیر عطا فرمائی۔ جب دستخط کرانے کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دستخط کرنے سے انکار ہی پر بس نہ کیا بلکہ تحریر شدہ سطروں کو مٹا دیا۔ عیینہ رضی اللہ عنہ دوبارہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ دوسرا حکم نامہ ارقام فرما دیا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برملا فرمایا: "والله لا اجدد شيئا رده عمر۔" قسم اللہ کی وہ کام دوبارہ نہیں کروں گا جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے رد کیا ہو۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چہارم/ص:۲۹۱)

اسی سلسلہ میں ابن الجوزی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی تیزی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ یہ جاگیر واراضی جو آپ ان کو دے رہے ہیں، یہ آپ کی ذاتی زمین ہے یا سب مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ سب کی چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو پھر آپ نے کسی خاص شخص کے لئے اتنی بڑی جاگیر کو مخصوص کیوں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان حضرات سے جو میرے پاس بیٹھے ہیں، مشورہ لے کر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ سب کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔

(سیرت عمر بن الخطاب،ص:۴۰ و اصابہ لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جلد: ثالث/ص:۵۶)

بہر حال ان کے اس شدید انکار کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں تلاش کی جا سکتی ہے: "اهذا كله لك دون الناس۔" کیا دیگر افراد کو محروم کر کے یہ سب کچھ تمہیں کو مل جائے گا۔ (منتخب کنز العمال، جلد: چہارم/ص:۱۷۳ و کتاب الاموال،ص:۲۷۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفاد عامہ کی چیز کسی شخص واحد کے لئے قانوناً مخصوص نہیں کی جا سکتی، کوئی جاگیر یا جائیداد شخص واحد کو صرف اسی قدر ملے گی جتنا وہ سرسبز و شاداب اور آباد رکھ سکے۔ درحقیقت رسول پاک ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کا منشا یہ تھا کہ قطعات لوگوں کو دے کر زمینوں کو زیر کاشت لایا جائے تاکہ خلق اللہ کے لئے زیادہ سے زیادہ غلہ مہیا ہو سکے۔ مگر یہ بات ہر وقت ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ زمین صرف امرا کے ہاتھوں میں پڑ کر عیش کوشی اور عشرت پسندی کا سبب نہ بن سکے۔ یا بیکار نہ پڑی رہے۔ اس لئے احتیاط ضروری تھی کہ زمین صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اہل تھے اور صرف اسی قدر دی جائے جتنی وہ بارآور کر سکتے ہوں۔ بہر حال پبلک کے فائدہ کے لئے بیکار اور زائد کاشت زمین حکومت اسلامی اپنے نظم میں لے لیتی ہے تاکہ اس کو مستحقین میں تقسیم کیا جا سکے۔

انگریزی دور حکومت میں رواج تھا کہ لوگ زمینوں پر سیر خود کاشت لکھا کر اور فرضی ناموں سے اندراج کرا کے زمینوں پر قابض رہتے تھے۔ اور اس سے دوسرے لوگوں کا نفع اٹھانا شخص واحد کی نامزدگی کی وجہ سے ناممکن تھا۔ ملک میں زرعی زمینوں پر قبضہ الحض ہونے اور ساری زمینوں کے زیر کاشت نہ آ سکنے کے باعث قحط اور پیداوار کی کمی برابر چلی آتی رہی۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ جتنی کاشت تم خود کر سکو اتنی ہی اراضی پر قابض رہو۔ یا جتنی آبادی مزدوروں اور بلواہوں کے ذریعہ زیر کاشت لا سکتے ہو بس اسی پر تصرف رکھو باقی حکومت کے حوالہ کر دو۔ اسلامی حکومت کو حق ہے کہ مالک اور زمیندار کو یہ نوٹس دے

دے کہ: "ان عجزت عن عمارتها عمرنا ها وزرعناها۔" اگر اس زمین کے آباد کرنے کی صلاحیت تجھ میں نہیں ہے تو ہم اس زمین کو آباد کریں گے۔'' حکومت کے نوٹس کے ان الفاظ کو نقل کر کے علامہ ابوبکر جصاص نے لکھا ہے: "كذالك يفعل الامام عندنا باراضی العاجز عن عمارتها۔" اپنی زمین کی آبادی سے جو معذور ہوں، ان کی زمینوں کے متعلق امام کو یہی کرنا چاہیے۔ (احکام القرآن، جلد: ۳/ص: ۵۳۲)

اور اس قسم کے فرامین حکومت کی طرف سے جاری بھی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے الفاظ اسی سلسلہ میں کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں کہ اپنے گورنروں کو لکھا کرتے تھے۔" لا تدعوا الارض خرابا۔" زمین کو ہرگز غیر آباد نہ چھوڑنا۔ (محلی ابن حزم، جلد: ۸/ص: ۲۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے اپنے عمال کو بار بار تاکید کے ساتھ لکھا کرتے تھے کہ نصف محاصل پر کسان کو زمینوں کا بندوبست کرو۔ اگر تیار نہ ہوں تو "فاعطوها بالثلث فان لم يزرع فاعطوها حتى يبلغ العشر۔" تہائی پر بندوبست کر دو۔ اگر پھر بھی آباد نہ ہو تو دسویں حصہ کی شرط پر دے دو اور آخر میں یہ بھی اجازت دے دی جاتی "فان لم يزرعها احد فامنحها" یعنی پھر بھی کوئی کسی زمین کو آباد نہ کرے تو لوگوں کو یونہی مفت آباد کرنے کو دے دو۔ اور اگر زمین کو مفت لینے پر بھی کوئی آمادہ نہ ہو، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا حکم یہ تھا: "فان لم يزرع فاتفق عليها من بيت مال المسلمين" یعنی حکومت کے خزانہ سے خرچ کر کے غیر آباد زمینوں کو آباد کرو۔ بہرحال زمین کی آبادکاری کیلئے کوئی ممکن صورت ایسی باقی نہیں رہی جو چھوڑ دی گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے سودخوار سرمایہ داروں کو معاوضہ دے کر زرعی زمینوں کو حاصل کر کے مقامی کاشتکاروں کے ساتھ بندوبست کر دیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے: "ان جاؤوا بالبقر والحديد من عندهم فلهم الثلثان ولعمر الثلث وان جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر" (فتح الباری، جلد: ۵/ ص: ۹) اگر بیل اور لوہا (ہل بیل) کسانوں کی طرف سے مہیا کیا جائے تو ان کی پیداوار کا دو تہائی ملے گا۔ اور عمر (حکومت) کو تہائی اور بیج کا بندوبست اگر عمر (کی حکومت) کرے تو کسانوں کو نصف حصہ ملے گا۔ اس واقعہ سے آبادی زمین اور انصاف ورعایت بحق رعایا کا حال خوب واضح ہوا۔

⑤ ایک زمین قبیلہ مزینہ کے کچھ افراد کو ملی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس جاگیر کو یونہی چھوڑ رکھا تھا۔ تو دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا۔ مزینہ کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسکی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص تین برس تک زمین یونہی چھوڑ رکھے گا اور دوسرا کوئی شخص اسے آباد کرے تو یہ دوسرا ہی اس زمین کا حقدار ہو جائے گا۔ (الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۸۲)

⑥ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فخذ منها ما قدرت على عمارتها۔" یعنی جو زمین تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے اس میں سے جس قدر تم آباد رکھ سکتے ہو اسے اپنے پاس رکھو۔ لیکن جب وہ پوری اراضی کو آباد نہ کر سکے تو باقی ماندہ زمین کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اراضی اس مقصد کے پیش نظر دی تھی کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ تم خواہ مخواہ قابض ہی رہو۔ (تعلیق کتاب الاموال ص ۲۹۰ بحوالہ ابوداؤد و مستدرک حاکم وخلاصۃ الوفاء ص ۳۳۷)

نوٹ: اس بلال سے بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول مراد نہیں ہیں بلکہ بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ہیں۔ (استیعاب)

⑦ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے زمین کو غیر آباد سمجھ کر اس کو آباد کر لیا۔ زمین والے کو اس کی اطلاع ملی تو نالش لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جو کچھ زمین کے سلسلہ محنت مزدوری صرف کی ہے اس کا معاوضہ تم ادا کر دو۔ گویا اس نے یہ کام تمہارے لئے کیا ہے۔ اس نے کہا اس کے مصارف ادا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ تو آپ نے مدعی علیہ سے فرمایا: "ادفع اليه ثمن ارضه۔" یعنی تم اس کی قیمت ادا کر کے اس کے مالک بن جاؤ اور اب کھیت کو سرسبز و شاداب رکھو۔ (کتاب الاموال ص ۲۸۹)

یہ فیصلے بتلاتے ہیں کہ ان حضرات کا منشا یہ تھا کہ زمین کبھی غیر آباد اور بیکار نہ رہنے پائے اور ہر شخص کے پاس اتنی ہی رہے جتنی خود کاشت کر سکے

یا کرا سکے۔ ان واقعات کی روشنی میں اب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے وہ بڑے بڑے ٹکڑے جو ایسے زمینداروں کے قبضے میں ہوں جن کی کاشت نہ وہ خود کرتے ہیں، نہ مزدوروں کے ذریعہ ہی کراتے ہیں۔ بلکہ فرضی سیر و فرضی خود کاشت کے فرضی اندراجات کے ذریعہ ان جاگیروں پر قابض رہنا چاہتے ہوں۔ ایسے زمینداروں کے اس ظالمانہ قبضہ کے لئے شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ زمینداروں، جاگیرداروں کے نظام میں پہلے عموماً جاگیردار اور تعلقہ دار ایسی ایسی زمینوں پر قابض رہتے تھے اور پٹواری کے کھاتوں میں سیر خود کاشت کا فرضی اندراج کراتے تھے، حالانکہ درحقیقت ان کی کاشت نہ ہوتی تھی۔

زمین کی آبادکاری کے لئے بلاسودی قرضہ کا انتظام: آج کے دور میں حکومت کاشتکاروں کے سدھارے کے لئے بیج وغیرہ سوسائٹی کھول کر سودی قرضہ پر کھیتی کے آلات، زراعت اور بیج وغیرہ تقسیم کرتی ہے۔ لیکن خلافت راشدہ میں یہ بات نہ تھی۔ بلکہ وہ غیر مسلم رعایا کو بھی کھیتی کی ضروریات وفراہمی آلات کے لئے بلاسودی رقم دیتی تھی۔

⑧ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عراق، کوفہ و بصرہ کے حکام کے نام فرمان بھیجا تھا کہ بیت المال کی رقم سے ان غیر مسلم رعایا کی امداد کرو جو ہمیں جزیہ دیتے ہیں۔ اور کسی تنگی و پریشانی کے سبب اپنی زمینوں کو آباد نہیں کر سکتے تو ان کی ضروریات کے مطابق ان کو قرض دو۔ تاکہ وہ زمین آباد کرنے کا سامان کرلیں۔ بیل خرید لیں، اور تخم ریزی کا انتظام کرلیں۔ اور یہ بھی بتادو کہ ہم اس قرض کو اس سال نہیں لیں گے بلکہ دو سال بعد لیں گے۔ تاکہ وہ اچھی طرح اپنا کام سنبھال لیں۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۱، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۶۷)

زمین کی آبادکاری اور پیداوار کے اضافہ کے لئے پانی کا اہتمام: غلہ کی پیداوار پانی کی فراہمی اور مناسب آب پاشی پر موقوف ہے۔ جب زمین کو چشموں اور نہروں کے ذریعہ پانی کی فراوانی حاصل ہوتی ہے۔ تو غلہ سرسبز و شاداب ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کاشتکار کی اس اہم ضرورت کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں اسلامی فوجوں نے سواد عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان بھیجا کہ جائیداد منقولہ گھوڑے ہتھیار وغیرہ اور نقد کو لشکر میں تقسیم کرو، اور جائیداد غیر منقولہ کو مقامی باشندوں ہی کے قبضے میں رہنے دو، تاکہ اس کی مال گزاری اور خراج سے اسلامی ضروریات اور سرحدی افواج کے مصارف اور آئندہ عسکری تنظیموں کے ضروری اخراجات فراہم ہوتے رہیں۔ اس موقع پر آپ نے زمینوں کی شادابی کے خیال سے فرمایا: "الارض والانھار لعمالھا۔" زمین اور اس کے متعلقہ نہروں کو موجودہ کاشتکاروں ہی کے قبضہ میں رہنے دو۔ (کتاب الاموال ص ۵۹، سیرت عمر لابن الجوزی ص ۸۰ مشاہیر الاسلام جلد اول ص ۳۱۷)

غلہ کی پیداوار اور آبپاشی کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا۔ محمد بن مسلمہ، ابن ضحاک کو اپنی زمین میں سے نہر لے جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کو اجازت دے دینی چاہیے، کیونکہ تمہاری زمین سے ہو کر ان کی زمین میں جائے گی، تو اول و آخر اس سے تم بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے فریق مدعی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "واللہ لیمرن بہ لو علی بطنك۔" قسم اللہ کی وہ نہر بنائی جائے گی چاہے تمہارے پیٹ پر سے ہو کر کیوں نہ گزرے۔ حتیٰ کہ نہر جاری کرنے کا حکم دے دیا اور انہوں نے نہر نکالی۔ (مؤطا امام محمد ص: ۳۸۲)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک دور میں زمین کی آبپاشی اور پیداوار کے اضافہ ہی کے لئے پانی وغیرہ کے بہم رسانی کا ہر ممکن طور سے انتظام واہتمام ہوتا رہا۔

⑨ **بلا مرضی کاشت:** زمین آبادکاری کے سلسلہ میں بلا اجازت کاشت، بٹائی، دخل کاری وغیرہ سے متعلق چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اب سب سے پہلے سنیے کہ زمین والے کی بلا مرضی کاشت کی حقیقت شریعت میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے: "من زرع ارضا بغیر اذن اھلھا لیس لہ من الزرع شیء۔" یعنی جس نے کسی کی زمین کو بلا اجازت جوت لیا، تو اس کو اس کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین والے کی حیثیت عرفی کا احترام شریعت میں مدنظر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس کے غیر افتادہ اور آباد زمین پر یونہی قبضہ کرے گا تو اس کا تصرف قطعاً باطل ہے۔ لیکن بنجر و غیر آباد پرتی زمین جو مسلسل تین سال تک اگر مالک زمین اپنی تصرف و کاشت میں نہ لا سکے،

اس کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

دخل کاری: اسی طرح دخل کاری کا موجودہ سسٹم بھی قطعاً باطل ہے۔ اسلام کبھی کاشتکار کو یہ اجازت نہ دے گا کہ وہ اصل مالک زمین کی زمین پر پٹواری وغیرہ کی فرضی کاروائیوں کی بنا پر قبضہ جمالے۔ کاشتکار کی محنت وشرکت زمین کی پیداوار اور زمین کے منافع میں ہے نہ کہ اصل زمین کی ملکیت میں۔ اگر عدالت سے اس کے حق میں فیصلہ بھی ہوجائے، اور فرضی دلائل وشواہد اور پٹواریوں کے اندراجات وکاغذات کے بنا پر کوئی حاکم فیصلہ بھی کردے تو وہ شرعاً باطل ہے۔ احادیث میں اس سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:" وانما تختصمون الى ولعل بعضكم يكون الحن بحجته من بعض فاقضى له على نحوما اسمع فمن قضيت له بحق اخيه فلا ياخذه فانا اقطع له قطعة من النار ـ"(مشكوة جلد ثانى باب الاقضية)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حاکم کے ایسے کاغذات پٹواری وغیرہ کے فراہم کردہ شواہد کی بنا پر اگر کسی شخص کے لئے ایسی زمین کی ملکیت کا بنام دخل کاری فیصلہ ہو بھی جائے جو درحقیقت اس کی مملوکہ وزرخرید نہ تھی۔ تو اس حاکم کا فیصلہ ہرگز اس زمین کو دخل کار کے لئے حلال نہیں قرار دے سکتا۔ پٹواری سے ساز باز کرکے ایسی زمینوں پر قبضہ لکھانا یا اپنی ملکیت دکھلانا جو درحقیقت زمیندار کی زرخرید ہے، اولاً حرام ہے اور ان اکاذیب وشہادات کاذبہ کی بنیاد پر اسے حلال سمجھنا حرام درحرام ہے۔

⑩ بٹائی: نبی کریم ﷺ نے خیبر کو فتح کرکے وہاں کی زمین کو خیبر کے کسانوں کے سپرد فرمایا۔ بٹائی کے سلسلہ میں طے ہوا کہ نصف کاشتکار لیں گے اور نصف نبی کریم ﷺ لیں گے۔ جب کھجور پک کر تیار ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کھجوروں کا تخمینہ کرنے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فراخدلی کے ساتھ ایسا تخمینہ نکالا کہ اس منصفانہ تقسیم پر یہودی کاشتکار پکار اٹھے:"بهذا قامت السموات والارض" کہ آسمان وزمین اب تک اسی قسم کے عدل وانصاف کی بنا پر قائم ہیں۔ انہوں نے پوری پیداوار کو چالیس ہزار وسق ٹھہرایا۔ اور پورے باغ کا دو مساوی حصہ بنادیا اور ان کو اختیار دے دیا کہ اس میں سے جس حصہ کو چاہیں لے لیں۔ راوی کا بیان کہ پھل توڑنے کے بعد ایک نصف کی پیداوار دوسرے نصف پر ذرہ برابر بھی زیادہ نہ نکلی۔ (کتاب الاموال ص۴۸۲) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بٹائی کو جائز لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"والمزارعة جائزة فى اصح قول العلماء وهى عمل المسلمين على عهد نبيهم وعهد خلفاء الراشدين وعليها عمل آل ابى بكر وآل عمر و آل عثمان وآل على وغيرهم وهى قول اكابر الصحابة وهى مذهب فقهاء الحديث واحمد بن حنبل وابن راهويه والبخارى وابن خزيمة وغيرهم وكان النبى ﷺ قد عامل اهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر وزرع حتى مات۔" (الحسبة فى الاسلام، ۲۰:)

اس کا حاصل یہ ہے کہ بٹائی پر کھیتی جائز ہے عہد نبوی ﷺ وعہد خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس طرح کا تعامل موجود ہے۔ زمین سے شریعت کو پیداوار حاصل کرنا مقصود ہے۔ زمین کبھی معطل وبیکار ہاتھوں میں پڑی نہ رہے۔ اس لئے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے اپنی زمین فروخت کرنے لگے تو اپنے دوسرے پڑوسی کاشتکار سے سب سے پہلے پوچھے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس زمین یا کھجور کے باغات ہوں اور ان کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہو تو اس کو سب سے پہلے اپنے شریک پر پیش کرے۔ (مسند احمد جلد۳ ص۳۰۷)

اسی طرح اگر شرکت میں کھیتی ہو اور کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے اپنے شریک کو پیش کرے اس لئے کہ وہ اول حق دار ہے۔ (مسند احمد جلد۳ ص۳۸۱)

یہاں یہ مقصد ہے کہ دوسرا آدمی آلات حرث وانتظامات اور وسائل فراہم کرے گا۔ ممکن ہے جلد مہیا نہ ہو اور اس کے پڑوسی کے پاس جب کہ تمام آلات واسباب فراہم ہیں تو زمین کے بارآور وزیر کاشت ہوجانے کے لئے یہاں زیادہ اطمینان بخش صورت موجود ہے۔ اس لئے پہلے یہ زمین اس پڑوسی کو پیش کرنا لازم ہے۔

کاشتکاری کے لئے ترغیب: ① زمینی پیداوار کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ یمن سے آئے

ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا،تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم لوگ متوکل علی اللہ ہیں۔فرمایا،تم لوگ ہرگز متوکل علی اللہ نہیں ہو سکتے:
"انما المتوکل رجل القی فی الارض و توکل علی الله متوکل۔"وہ شخص ہے جو زمین میں ہل چلا کے اسے ملائم کر کے اس میں بیج ڈالے، پھر اس کے نشوونما برگ وبار کے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دے۔(منتخب کنز العمال، جلد:۲/ص:۲۱۶)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ عمل کریں اور نتیجہ عمل کو اللہ کے سپرد کر دیں وہی لوگ دراصل متوکل ہیں۔کاشتکار کی تمثیل ترغیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ حقیقی توکل کی مثال کاشتکاروں کی زندگی وسپردگی میں ملاحظہ کی جاتی ہے۔بیج کی پرورش ہوا، پانی میں آسمان کی طرف نظر، آفتاب و ماہتاب سے مناسب تمازت وٹھنڈک کی ملی جلی کیفیتوں کا جس قدر احتیاج کسان (کاشتکار) کو ہے اور جس طرح قلبہ رانی کے بعد کسان اپنے تمام معاملات از اول تا آخر اللہ کے سپرد کرتا ہے۔یہ بات کسی شعبہ میں اس حد تک نہیں ہے۔

علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کھیتی باڑی، تجارت وزراعت وغیرہ سے الگ ہونا اور متعلقہ امور معاش کا اہتمام چھوڑ دینا حرام ہے۔اور اس کا توکل نام رکھنا غلط ہے۔(احیاء العلوم جلد رابع ص ۲۶۵)

② زمین کی آبادی وکاشتکاری کا حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دیا ہے۔ابوظبیان نامی ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ تم کو کس قدر وظیفہ بیت المال سے ملتا ہے؟انہوں نے جواب دیا کہ ڈھائی ہزار درہم۔آپ نے فرمایا کہ "یا ابا ظبیان اتخذ من الحرث۔"یعنی اے ابوظبیان!کھیتی کا سلسلہ قائم رکھو۔وظیفہ پر بھروسہ کر کے کاشتکاری سے غفلت نہ کرو۔(الادب المفرد ص۸۴)

③ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ تحقیقات کر کے کاشتکار وزراعت پیشہ افراد کو سب سے پہلے رہا کرو۔حکم کے الفاظ یہ ہیں:
"خلوا کل اکار و زارع۔"(منتخب کنز العمال جلد۲ ص ۳۱۳)

یہ عام قیدیوں سے صرف کاشتکار کی فوری رہائی کا بندوبست اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ملک کے عوامی فلاح کا دارومدار غلہ واجناس کی عام پیداوار پر ہے۔ہمارے یہاں نیپال میں تمام مقدمات کی کھیتی کے زمانہ میں لمبی تاریخیں دے کر ملتوی کر دی جاتی ہیں تا کہ کاشتکار اپنے مکان پر واپس جا کر فراغت سے کھیتی سنبھال سکیں۔

لے اڑی طرزِ فغاں بلبلِ نالاں ہم سے گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

④ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن مسلمہ کو دیکھا کہ زمین کو آباد کر رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" اصبت استغن عن الناس یکن اصون لدینك واکرم لك علیهم۔"یعنی یہ تم بہت اچھا کر رہے ہو۔اسی طرح وجہ معاش کا انتظام ہو جانے سے دوسروں سے تم کو استغنا حاصل ہو جائے گا اور تمہارے دین کی حفاظت ہوگی اور اس طرح لوگوں میں تمہاری عزت بھی ہوگی۔یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا:

فلن ازال علی الزوراء اعمرها ان الکریم علی الخوان ذومال

(احياء العلوم جلد٢ ص٦٤)

⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب وظائف پر بھروسہ ہونے لگا،تو آپ نے بھی حکم دیا:" ومن کان له منکم ضرع فلیلحق بضرعه ومن له زرع فلیلحق بزرعه فانا لا نعطی مال الله الا لمن غزافی سبیله۔" (الامامة والسياسية جلد اول ص:۳۳) یعنی جس کے پاس دودھ والے جانور ہوں وہ اپنے ریوڑ کی پرورش سے اپنے معاش کا انتظام کرے۔اور جس کے پاس کھیت ہو وہ کھیتی میں لگ کر اپنی ضرورتوں کا انتظام کر لے۔وظیفہ پر بھروسہ کرنے کے سبب سے سارا نظام معطل ہو جائے گا۔اس لئے اب یہ مال صرف مجاہد وغازی سپاہیوں کے لئے مخصوص رہے گا۔چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سخ نامی مقام میں اپنی زمین داری کا کاروبار کرتے تھے۔اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی کاشت کراتے تھے۔(بخاری کتاب المزارعۃ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی مختلف جاگیروں کو بٹائی پر دے رکھا تھا۔(کتاب الخراج ص۷۳)۔

تشریح: حجر کا معنی لغت میں روکنا، منع کرنا اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا: یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنا مال تباہ کرتا ہو۔ یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے۔ مثلاً مدیون مفلس پر حجر کرنا، قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے یا راہن پر یا مرتہن پر یا مریض پر اور وارث کا حق بچانے کے لئے۔ تفلیس لغت میں کسی آدمی کا محتاجگی کے ساتھ مشہور ہو جانا۔ یہ لفظ فلوس سے ماخوذ ہے اور یہ پیسہ کے معنی میں ہے۔ شرعاً جسے حاکم وقت دیوالیہ قرار دے کر اس کو بقایا املاک میں تصرف سے روک دے تاکہ جو بھی ممکن ہو اس کے قرض خواہوں وغیرہ کو دے کر ان کے معاملات ختم کرائے جائیں۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ، أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

باب: جو شخص کوئی چیز قرض کے طور پر خریدے اور اس کے پاس قیمت نہ ہو یا اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

٢٣٨٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟ أَتَبِيعُنِيهِ)). قُلْتُ: نَعَمْ. فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ. [راجع: ٤٤٣] [مسلم: ٤٠٩٨، ٤٠٩٩، ٤١٠٠؛ ابوداود: ٣٥٠٥؛ نسائي: ٤٦٥١، ٤٦٥٢]

(٢٣٨٥) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنے اونٹ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اسے بیچو گے؟'' میں نے کہا ہاں، چنانچہ اونٹ میں نے آپ کو بیچ دیا۔ اور جب آپ مدینہ پہنچے۔ تو صبح اونٹ کو لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔

تشریح: ثابت ہوا کہ معاملہ ادھار کرنا بھی درست ہے مگر شرط یہ کہ وعدہ پر رقم ادا کر دی جائے۔

٢٣٨٦ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي

(٢٣٨٦) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ابراہیم کی خدمت میں ہم نے بیع سلم میں رہن کا ذکر کیا، تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اسود

الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ. [راجع: ٢٠٦٨]

نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ایک خاص مدت (کے قرض پر) خریدا، اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت کوئی اپنی چیز رہن بھی رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن آج کل الٹا معاملہ ہے کہ رہن کی چیز از قسم زیور وغیرہ پر بھی مہاجن لوگ سود لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ زیور جلدی واپس نہ لیا جائے تو ایک نہ ایک دن سارا سود کی نذر ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے جس طرح سود لینا حرام ہے ویسے ہی سود دینا بھی حرام ہے۔ لہٰذا ایسا گروی معاملہ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

بَابُ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلَافَهَا

باب: جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو ہضم کرنے کی نیت سے لے

٢٣٨٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ)). [ابن ماجه: ٢٤١١]

(۲۳۸۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید نے، ان سے ابوغیث نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔''

تشریح: حدیث نبوی اپنے مطلب میں واضح ہے۔ جس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ پاک بھی ضرور اس کے لئے کچھ نہ کچھ اسباب و وسائل بنا دیتا ہے۔ جن سے وہ قرض ادا کرا دیتا ہے اور جن کی نیت ادا کرنے کی ہی نہ ہو، اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ اس صورت میں قرض لینا گویا لوگوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنا ہے پھر ایسے لوگوں کی ساکھ بھی ختم ہو جاتی ہے اور سب لوگ اس کی بے ایمانی سے واقف ہو کر اس سے لین دین ترک کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرض لیتے وقت ادا کرنے کی نیت اور فکر ضروری ہے۔

بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ

باب: قرضوں کا ادا کرنا

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾. [النساء: ٥٨]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) فرمایا: ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی ہی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے۔''

٢٣٨٨ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ،

(۲۳۸۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے ابو

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أَبْصَرَ- يَعْنِيْ أُحُدًا- قَالَ: ((مَا أُحِبُّ أَنَّهُ يُحَوَّلُ لِيْ ذَهَبًا يَمْكُثُ عِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا دِيْنَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ)). ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الْأَكْثَرِيْنَ هُمُ الْأَقَلُّوْنَ، إِلَّا مَنْ قَالَ: بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا)). وَأَشَارَ أَبُوْ شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ((وَقَلِيْلٌ مَا هُمْ)) وَقَالَ: ((مَكَانَكَ)). وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ، وَسَمِعْتُ صَوْتًا، فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ مَكَانَكَ حَتّٰى آتِيَكَ، فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الَّذِيْ سَمِعْتُ أَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ؟ قَالَ: ((وَهَلْ سَمِعْتَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). قُلْتُ: وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). [راجع: ۱۲۳۷] [مسلم: ۲۳۰۴، ۲۳۰۵؛ ترمذي: ۲٦٤٤]

ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے جب دیکھا، آپ کی مراد احد پہاڑ (کو دیکھنے) سے تھی، تو فرمایا: ''میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو اس میں سے میرے پاس ایک دینار کے برابر بھی تین دن سے زیادہ باقی رہے۔ سوا اس دینار کے جو میں کسی کا قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔'' پھر فرمایا'' (دنیا میں) دیکھو جو زیادہ (مال) والے ہیں وہی محتاج ہیں۔ سوا ان کے جو اپنے مال و دولت کو یوں خرچ کریں۔'' ابوشہاب راوی نے اپنے سامنے اور دائیں طرف اور بائیں طرف اشارہ کیا۔ ''لیکن ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''یہیں ٹھہرے رہو۔'' اور آپ تھوڑی دور آگے کی طرف بڑھے۔ میں نے کچھ آواز سنی۔ (جیسے آپ کسی سے باتیں کر رہے ہوں) میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ لیکن پھر آپ کا فرمان یاد آیا کہ ''یہیں اس وقت تک ٹھہرے رہنا جب تک میں نہ آ جاؤں۔'' اس کے بعد جب آپ تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ابھی میں نے کچھ سنا تھا، یا (راوی نے یہ کہا کہ) میں نے کوئی آواز سنی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے بھی سنا!'' میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو شخص بھی اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' میں نے پوچھا کہ اگرچہ وہ اس اس طرح (کے گناہ) کرتا رہا ہو؟ تو آپ نے کہا: ''ہاں۔''

۲۳۸۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا يَسُرُّنِيْ أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ)). رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفاه في: ٦٤٤٥، ٧٢٢٨] [مسلم:

(۲۳۸۹) ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے سوا اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔'' اس کی روایت صالح اور عقیل نے زہری سے کی ہے۔

۲۳۰۲؛ ابن ماجه: ٤١٣٢]

تشریح: باب کا مطلب اس فقرے سے نکلتا ہے۔ مگر وہ دینار تو رہے جس کو میں نے قرضہ ادا کرنے کے لئے رکھ لیا ہو۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی فکر ہر شخص کو کرنا چاہیے۔ اور اس کا ادا کرنا خیرات کرنے پر مقدم ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ خیرات کرنے کے لئے کوئی شخص بلا ضرورت قرض لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ادا کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے، بلکہ ثواب ہے۔ عبداللہ بن جعفر بے ضرورت قرض لیا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا، انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا قرض ادا کردے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ رہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وجہ سے قرض دار ہو جائے تو پروردگار اس کا قرض غیب سے ادا کرا دیتا ہے۔ مگر ایسی کیمیا صفت شخصیتیں آج کل نایاب ہیں۔ بہ حالات موجودہ قرض کسی حال میں بھی اچھا نہیں ہے۔ یوں مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مگر خیر خیرات کرنے کے لئے قرض نکالنا تو آج کل کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ کیونکہ ادائیگی کا معاملہ بہت ہی پریشان کن بن جاتا ہے۔ پھر ایسا مقروض آدمی دین اور دنیا ہر لحاظ سے گر جاتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو قرض سے بچائے۔ اور مسلمان قرض داروں کا غیب سے قرض ادا کرائے۔ آمین۔

بَابُ اسْتِقْرَاضِ الْإِبِلِ

۲۳۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلاً، تَقَاضَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: ((دَعُوْهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً. وَاشْتَرُوْا لَهُ بَعِيْرًا، فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ)). قَالُوْا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ. قَالَ: ((اشْتَرُوْهُ فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

باب: اونٹ قرض لینا

(۲۳۹۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا، وہ منیٰ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ نے فرمایا: ''اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔'' لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے، جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔''

بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي

۲۳۹۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيْلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ: كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ، وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ، فَغُفِرَ لَهُ)). قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۲۰۷۷]

باب: تقاضے میں نرمی کرنا

(۲۳۹۱) ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک نے، ان سے ربعی بن حراش نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''ایک شخص کا انتقال ہوا (قبر میں) اس سے سوال ہوا۔ تمہارے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ (اور جب کسی پر میرا قرض ہوتا) تو میں مالداروں کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اسی پر اس کی بخشش ہو گئی۔'' ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان

کیا کہ میں نے یہی نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح: اس سے تقاضے میں نرمی کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۰) یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو ڈھیل دینا بہتر ہے اور اگر اس پر صدقہ ہی کر دو تو یہ اور بھی بہتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ عمل عند اللہ بہت ہی پسندیدہ ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ؟

باب: کیا بدلہ میں قرض والے اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ دیا جا سکتا ہے؟

تشریح: مراد یہ ہے کہ قرض میں معاملہ کی رو سے کم عمر والا اونٹ دینا ہے۔ مگر وہ نہ ملا اور بڑی عمر والا مل گیا تو اسی کو دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ دینے والے کو اس میں نقصان بھی ہے۔

۲۳۹۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَعْطُوْهُ)). فَقَالُوا: مَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ. قَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللّٰهُ. فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَعْطُوْهُ فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

(۲۳۹۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے سفیان ثوری نے، کہ مجھ سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ سے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: ''اسے اس کا اونٹ دے دو۔'' صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ اس پر اس شخص (قرض خواہ) نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے وہی اونٹ دے دو۔ کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔''

بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

باب: قرض اچھی طرح سے ادا کرنا

۲۳۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: ((أَعْطُوْهُ)). فَطَلَبُوْا سِنَّهُ، فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا. فَقَالَ: ((أَعْطُوْهُ)). فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي، أَوْفَى اللّٰهُ لَكَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

(۲۳۹۳) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص آپ سے تقاضا کرنے آیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے اونٹ دے دو۔'' صحابہ نے تلاش کیا لیکن ایسا ہی اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''وہی دے دو۔'' اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا اللہ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ قرض خواہ کو اس کے حق سے زیادہ دے دینا بڑا کارِ ثواب ہے۔

٢٣٩٤۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ. قَالَ: مِسْعَرٌ أُرَاهُ قَالَ: ضُحًى. فَقَالَ: ((صَلِّ رَكْعَتَيْنِ)). وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي. [راجع: ٤٤٣]

(۲۳۹۴) ہم سے خلاد نے بیان کیا، ان سے مسعر نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ مسعر نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے چاشت کے وقت کا ذکر کیا۔ (کہ اس وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوا) پھر آپ نے فرمایا: ''دو رکعت نماز پڑھ لو۔'' میرا آپ پر قرض تھا، آپ نے اسے ادا کیا، بلکہ زیادہ بھی دے دیا۔

تشریح: ایسے لوگ بہت ہی قابل تعریف ہیں جو خوش خوش قرض ادا کر کے سبکدوشی حاصل کرلیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑے پیارے بندے ہیں۔ اچھی ادائیگی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ واجب حق سے کچھ زیادہ ہی دے دیں۔

بَابٌ: إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: اگر مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے (جبکہ قرض خواہ اسی پر راضی بھی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے

٢٣٩٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ حَائِطِي، وَقَالَ: ((سَنَغْدُو عَلَيْكَ)). فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ بِالنَّخْلِ، وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا. [راجع: ٢١٢٧]

(۲۳۹۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے بیان کیا، ان سے کعب بن مالک نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) احد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان پر قرض چلا آ رہا تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں سختی اختیار کی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ان سے دریافت فرمالیا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں۔ اور میرے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں میرے باغ کا میوہ نہیں دیا۔ اور فرمایا: ''ہم صبح کو تمہارے باغ میں آئیں گے۔'' چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ ہمارے باغ میں تشریف لائے۔ آپ درختوں میں پھرتے رہے اور اس کے میوے میں برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر میں نے کھجور توڑی اور ان کا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بھی کھجور باقی بچ گئی۔

تشریح: مضمون باب اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہید صحابی رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کے لئے فرمایا۔ جب وہ لوگ تیار نہ ہوئے، تو رسول کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں دعائے برکت فرمائی۔ جس کی وجہ سے سارا قرض پورا ادا ہونے کے بعد بھی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

بَابٌ: إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ فَهُوَ جَائِزٌ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

باب: اگر قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدل اتنی ہی کھجور یا اور کوئی میوہ یا اناج کے بدل برابر ناپ تول کر یا اندازہ کر کے دے تو درست ہے

٢٣٩٦ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ، فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّتِي لَهُ فَأَبَى، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّخْلَ، فَمَشَى فِيهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ: ((جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ)). فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ، فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ: ((أَخْبِرْ ذَاكَ ابْنَ الْخَطَّابِ)). فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشَى فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا. [راجع٢١٢٧] [ابوداود: ٢٨٨٤؛ نسائي: ٣٦٤٢؛ ابن ماجه: ٢٤٣٤]

(۲۳۹۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جب ان کے والد شہید ہوئے تو ایک یہودی کا تیس وسق قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی، لیکن وہ نہیں مانا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ اس یہودی (ابوشحم) سے (مہلت دینے کی) سفارش کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہودی سے یہ فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھل (جو بھی ہوں) اس قرض کے بدلے میں لے لے، جو ان کے والد کے اوپر اس کا ہے، اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا: "باغ کا پھل توڑ کے اس کا قرض ادا کرو۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو انہوں نے باغ کی کھجوریں توڑیں اور یہودی کا تیس وسق ادا کر دیا۔ سترہ وسق اس میں سے بچ بھی رہا۔ جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ کو بھی یہ اطلاع دیں۔ آپ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: "اس کی خبر ابن خطاب کو بھی کردو۔" چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہوگی۔

تشریح: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ عرب لوگوں کو کھجور کا جو درختوں پر ہو ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ توڑ کر تولیں ناپیں تو اندازہ بالکل صحیح نکلتا ہے۔ سیر دو سیر کی کمی بیشی ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ڈیوڑھے سے زیادہ کا فرق نکلے۔ اگر کھجور پہلے ہی سے زیادہ ہوتی تو یہودی خوشی سے باغ کا سب میوہ اپنے قرض کے بدل قبول کر لیتا۔ مگر وہ تیس وسق سے بھی کم معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے وہاں پھرنے اور دعا کرنے کی برکت سے وہ ۴۷ وسق ہو گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے معجزات مکرر سہ کر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ

٢٣٩٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)). فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ [يَا رَسُولَ اللَّهِ] مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)). [راجع: ٨٣٢]

باب: قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا

(۲۳۹۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، ان سے محمد بن ابی عتیق نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے "اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ قرض سے اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔"

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

٢٣٩٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا)). [راجع: ٢٢٩٨] [مسلم: ٤١٦١، ٤١٦٢؛ ابوداود: ٢٩٥٥]

باب: قرض دار کی نماز جنازہ کا بیان

(۲۳۹۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص (اپنے انتقال کے وقت) مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ اور جو قرض چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔"

٢٣٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [الاحزاب: ٦] فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ)). [راجع: ٢٢٩٨]

(۲۳۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر نے بیان کیا، ان سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ "نبی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔" اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ورثا اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں، اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔"

تشریح: یعنی اس کے بال بچوں کو پرورش کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی بیت المال میں سے یہ خرچہ دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ شفقت اور عنایت کیا ہوگی۔ جو رسول کریم ﷺ کو اپنی امت سے تھی۔ باپ بھی بیٹے پر اتنا مہربان نہیں ہوتا جتنی نبی کریم ﷺ کی مسلمانوں پر مہربانی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان بھی سب آپ پر جان و دل سے فدا تھے۔ مسلمانوں کی حکومت کیا تھی ایک جمہوریت تھی۔ ملک کے انتظام اور آمدنی میں مسلمان سب برابر کے شریک تھے۔ اور بیت المال یعنی خزانہ ملک سارے مسلمانوں کا حصہ تھا۔ یہ نہیں کہ وہ بادشاہ کا ذاتی سمجھا جائے کہ جس طرح چاہے، اپنی خواہشوں میں اس کو اڑائے اور مسلمان فاقوں مرتے رہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں عموماً مسلمان رئیسوں اور نوابوں کا حال ہے۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (۳۳/الاحزاب:۶) یعنی جتنا ہر مؤمن خود اپنی جان پر آپ مہربان ہوتا ہے اس سے زیادہ نبی کریم ﷺ اس پر مہربان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی گناہ اور کفر کر کے اپنے آپ کو ہلاکت ابدی میں ڈالنا چاہتا ہے اور نبی کریم ﷺ اس کو بچانا چاہتے ہیں اور فلاح ابدی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ ہر مؤمن پر خود اس کے نفس سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو نادار غریب مسلمان بحالت قرض انتقال کر جائیں، بیت المال سے ان کے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔

بیت المال سے وہ خزانہ مراد ہے جو اسلامی خلافت کی تحویل میں ہوتا ہے۔ جس میں اموال غنائم، اموال زکوٰۃ اور دیگر قسم کی اسلامی آمدنیاں جمع ہوتی ہیں۔ اس بیت المال کا ایک مصرف نادار اور غریب مساکین کے قرضوں کی ادائیگی بھی ہے۔

بَابٌ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

باب: ادائیگی میں مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

۲۴۰۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَخِي وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)). [راجع: ۲۲۸۷]

(۲۴۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام بن منبہ، وہب بن منبہ کے بھائی نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "مالدار کی طرف سے (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔"

بَابٌ: لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

باب: جس شخص کا حق نکلتا ہو وہ تقاضا کر سکتا ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوْبَتَهُ)). قَالَ سُفْيَانُ: عِرْضُهُ يَقُوْلُ: مَطَلْتَنِيْ، وَعُقُوْبَتُهُ: الْحَبْسُ.

اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ "قرض کے ادا کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا، اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔" سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے "تم صرف ٹال مٹول کر رہے ہو" اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔

۲۴۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ. فَقَالَ: ((دَعُوْهُ

(۲۴۰۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص قرض مانگنے آیا اور سخت تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی گوشمالی کرنی چاہی تو نبی کریم ﷺ

فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً)). [راجع: ۲۳۰۵] نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، حق دار ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حقوق العباد کے معاملہ میں اسلام نے کس قدر ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔ مذکورہ قرض خواہ وقت مقررہ سے پہلے ہی تقاضا کرنے آ گیا تھا۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس کی سخت کلامی کو برداشت کیا بلکہ اس کی سخت کلامی کو روا رکھا۔

بَابٌ: إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

باب: اگر بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہ دیوالیہ شخص کے پاس مل جائے تو جس کا وہ مال ہے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ اس کا حق دار ہوگا

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ، وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ. وَقَالَ سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: قَضَى عُثْمَانُ: مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور اس کا (دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں) واضح ہو جائے تو نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا اور نہ اس کی خرید و فروخت صحیح مانی جائے گی۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے لے تو وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور جو کوئی اپنا ہی سامان اسکے ہاں پہچان لے تو وہی اس کا مستحق ہوتا ہے۔

تشریح: مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا امانت رکھا یا اس کے ہاتھ ادھار بیچا، یا قرض دیا، اب عمرو نادار ہو گیا، گھوڑا جوں کا توں عمرو کے پاس ملا۔ تو زید اس کو لے لے گا دوسرے قرض خواہوں کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔

۲۴۰۲ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: هَذَا الْإِسْنَادُ كُلُّهُمْ كَانُوا عَلَى الْقَضَاءِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

(۲۴۰۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، انہوں سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی، انہیں عمر بن عبدالعزیز نے خبر دی، انہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جو شخص ہو بہو اپنا مال کسی شخص کے پاس پا لے جب کہ وہ شخص دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو۔ تو صاحب مال ہی اس کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہے۔'' ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سند میں جتنے راوی ہیں یہ سارے کے سارے قضا کے عہدے پر تھے۔ یحییٰ بن سعید، ابوبکر بن محمد، عمر بن عبدالعزیز، ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوہریرہ یہ سب کے سب مدینہ میں قاضی تھے۔

مُحَمَّدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ وَأَبُوهُرَيْرَةَ كَانُوْا كُلُّهُمْ عَلَى الْمَدِيْنَةِ . [مسلم: ٣٩٨٧، ٣٩٨٨؛ ابوداود: ٣٥١٩، ٣٥٢٠، ٣٥٢١، ٣٥٢٢؛ ترمذي: ١٢٦٢؛ نسائي: ٤٦٩٠، ٤٦٩١؛ ابن ماجه: ٢٣٥٨، ٢٣٥٩]

تشریح: اگر وہ چیز بدل گئی، مثلاً سونا خریدا تھا، اس کا زیور بناڈالا تو اب سب قرض خواہوں کا حق اس میں برابر ہوگا۔ حنفیہ نے اس حدیث کے خلاف اپنا مذہب قرار دیا ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ وہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ قیاس کو حدیث کے مخالف ترک کر دینا چاہیے۔

حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے کہ جب کسی شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن قیمت نہیں ادا کی تھی کہ وہ دیوالیہ ہو گیا۔ پس اگر وہ اصل سامان اس کے پاس موجود ہے تو اس کا مستحق بیچنے والا ہی ہوگا اور دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے جو حدیث ہذا سے ظاہر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

بَابُ مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيْمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلاً

باب: اگر کوئی مالدار ہو کر کل پرسوں تک قرض ادا کرنے کا وعدہ کرے تو یہ ٹال مٹول کرنا نہیں سمجھا جائے گا

وَقَالَ جَابِرٌ: اشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ فِي دَيْنِ أَبِي فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمِ الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَقَالَ: ((سَأَغْدُوْ عَلَيْكُم غَدًا)). فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَضَيْتُهُمْ.

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد کے قرض کے سلسلے میں جب قرض خواہوں نے اپنا حق مانگنے میں شدت اختیار کی، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کر لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے باغ نہیں دیا اور نہ پھل تڑوائے بلکہ فرمایا: ''میں تمہارے پاس کل آؤں گا۔'' چنانچہ دوسرے دن صبح ہی آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور میں نے (اسی باغ سے) ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ

باب: دیوالیہ یا محتاج کا مال بیچ کر قرض خواہوں کو بانٹ دینا یا خود اس کو ہی دے دینا کہ اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي

(۲۴۰۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان

رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّي؟)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، فَأَخَذَ ثَمَنَهُ، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ. [راجع: ٢١٤١]

کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت کے ساتھ آزاد کرنے کے لیے کہا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟'' نعیم بن عبداللہ نے اسے خرید لیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی قیمت (آٹھ سو درہم) وصول کر کے اس کے مالک کو دے دی۔

تشریح: اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ شخص مذکور مفلس تھا، صرف وہی غلام اس کا سرمایہ تھا اور اس کے لئے اس نے اپنے مرنے کے بعد آزادی کا اعلان کر دیا تھا جس سے دیگر مستحقین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اسے اس کی حیات ہی میں فروخت کرا دیا۔

بَابٌ: إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

باب: ایک معین مدت کے وعدہ پر قرض دینا یا بیع کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ، مَا لَمْ يَشْتَرِطْ. وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی مدت معین تک کے لیے قرض میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے درہموں سے زیادہ کھرے درہم اسے ملیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا کہ قرض میں، قرض لینے والا اپنی مقررہ مدت کا پابند ہوگا۔

٢٤٠٤ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ١٤٩٨]

(۲۴۰۴) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے کسی اسرائیلی شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے دوسرے اسرائیلی شخص سے قرض مانگا تھا۔ اور اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اسے قرض دے دیا تھا۔ (جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)۔

بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

باب: قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنا

٢٤٠٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى، حَدَّثَنِي أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أُصِيْبَ عَبْدُاللّٰهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَضَعُوْا بَعْضًا فَأَبَوْا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، فَقَالَ: ((صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ

(۲۴۰۵) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے، ان سے عامر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (میرے والد) عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے ان کے پاس سفارش کروائی۔ انہوں نے اس کے

عَلَى حِدَةٍ، عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، وَاللِّينَ عَلَى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ)). فَفَعَلْتُ، ثُمَّ جَاءَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ. [راجع: ٢١٢٧]

باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ "(اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کرلو۔ عذق بن زید الگ، لین الگ اور عجوہ الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اور اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاؤ اور میں بھی آؤں گا۔" چنانچہ میں نے ایسا کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ان کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور ہر قرض خواہ کے لیے ماپ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہو گیا اور کھجور اسی طرح باقی بچ رہی جیسے پہلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوا تک نہیں ہے۔

٢٤٠٦ـ وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ خَلْفِهِ، قَالَ: ((بِعْنِيهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ)). فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ. قَالَ: ((فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟)) قُلْتُ: ثَيِّبًا، أُصِيبَ عَبْدُاللَّهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: ((ائْتِ أَهْلَكَ)). فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ، وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ. [راجع: ٤٤٣]

(٢٤٠٦) اور ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ اونٹ تھک گیا۔ اس لیے میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے اسے پیچھے سے مارا اور فرمایا: "یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ مدینہ تک اس پر سواری کی تمہیں اجازت ہے۔" پھر جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابھی نئی شادی کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: "کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟" میں نے کہا کہ بیوہ سے، میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے کئی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے بیوہ سے کی تاکہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھاتی رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔" چنانچہ میں گھر گیا۔ میں نے جب اپنے ماموں سے اونٹ بیچنے کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اس لیے میں نے ان سے اونٹ کے تھک جانے اور نبی کریم ﷺ کے واقعہ کا بھی ذکر کیا۔ اور آپ کے اونٹ مارنے کا بھی۔ جب نبی کریم ﷺ مدینے پہنچے تو میں بھی صبح کے وقت اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی اور وہ اونٹ بھی مجھ کو واپس بخش دیا اور قوم کے ساتھ میرا (مال غنیمت کا) حصہ بھی مجھ کو بخش دیا۔

تشریح: ماموں نے اس وجہ سے ملامت کی ہوگی کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اونٹ بیچنا کیا ضروری تھا۔ یوں ہی آپ کو دے دیا ہوتا۔ بعض نے کہا اس بات پر کہ ایک ہی اونٹ ہمارے پاس تھا۔ اس سے گھر کا کام کاج نکلتا تھا، وہ بھی تو نے بیچ ڈالا۔ اب تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا ماموں سے جد بن قیس مراد ہے وہ منافق تھا۔

بَابُ مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

باب: مال کو تباہ کرنا یعنی بے جا اسراف منع ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [البقره: ٢٠٥] ﴿لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾. [یونس: ٨١] وَقَالَ: ﴿أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِيْ أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ﴾[هود: ٨٧]وَقَالَ: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ [النساء: ٥] وَالْحَجْرِ فِيْ ذَلِكَ، وَمَا يُنْهَى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' (اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۂ یونس میں کہ) ''اللہ فسادیوں کا منصوبہ چلنے نہیں دیتا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ ہود میں) فرمایا ہے: ''کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنے طبیعت کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) ارشاد فرمایا: ''اپنا روپیہ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دو'' اور بے وقوفی کی حالت میں ان سے روپیہ پیسہ روک دیا گیا ہے اور بیع وغیرہ میں دھوکہ کھانے سے بھی ان کو منع کیا گیا ہے۔

تشریح: بے وقوفوں سے مراد نادان ہیں جو مال کو سنبھال نہ سکیں بلکہ اس کو تباہ اور برباد کر دیں۔ جیسے عورت، بچے، کم عقل جوان بوڑھے وغیرہ۔ حجر کا معنی لغت میں روکنا، منع کرنا۔ اور شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ حاکم اسلام کسی شخص کو اس کے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔ اور یہ دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو وہ شخص بے وقوف ہو، اپنا مال تباہ کرتا ہو یا دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے۔ مثلاً مدیون مفلس پر حجر کرنا، قرض خواہوں کے حقوق بچانے کے لئے۔ یا راہن پر یا مریض پر، مرتہن اور وارث کا حق بچانے کے لئے اس روکنے کو شرعی اصطلاح میں حجر کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حلال طور پر کمایا ہوا مال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا ضائع کرنا یا ایسے نادانوں کو اسے سونپنا جو اس کی حفاظت نہ کر سکیں باوجود یہ کہ وہ اس کے حق دار ہیں۔ پھر بھی ان کو ان کے گزارے سے زیادہ دینا اس مال کو گویا ضائع کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہ ہوگا۔

٢٤٠٧ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّيْ أُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ. فَقَالَ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ)) فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُه. [راجع: ٢١١٧] [مسلم: ٣٨٦٠]

(٢٤٠٧) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ خرید وفروخت میں مجھے دھوکا دے دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تو خرید وفروخت کیا کرے، تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔'' چنانچہ پھر وہ شخص اسی طرح کہا کرتا تھا۔

تشریح: ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے اور مجھ کو تین دن تک اختیار ہے۔ یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مال کو تباہ کرنا برا جانا۔ اس لیے اس کو یہ حکم دیا کہ بیع کے وقت یوں کہا کرو۔ دھوکہ فریب کا کام نہیں ہے۔

٢٤٠٨ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ

(٢٤٠٨) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے غلام وراد نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں (اور باپ) کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (واجب حقوق کی) ادائیگی نہ کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے، اور کثرت سے

الْمَالِ)). [راجع: ٨٤٤]

سوالات کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔''

لفظ ((منعاوهات)) کا ترجمہ بعض نے یوں کیا ہے اپنے اوپر جو حق واجب ہے جیسے زکوٰۃ، بال بچوں، ناتے والوں کی پرورش، وہ نہ دینا۔ اور جس کا لینا حرام ہے یعنی پرایا مال وہ لے لینا ((قيل وقال)) کا مطلب خواہ مخواہ اپنا علم جتانے کے لئے لوگوں سے سوالات کرنا۔ یا بےضرورت حالات پوچھنا، کیونکہ یہ لوگوں کو برا معلوم ہوتا ہے۔ بعض بات وہ بیان کرنا نہیں چاہتے۔ اسکے پوچھنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔

تشریح: ترجمہ باب لفظ ((اضاعة المال)) سے نکلتا ہے یعنی مال ضائع کرنا مکروہ ہے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ کھانے پینے لباس وغیرہ میں بےضرورت تکلف کرنا۔ برتن وغیرہ پر سونے چاندی کا ملمع کرانا۔ دیوار چھت وغیرہ سونے چاندی سے رنگنا۔ سعید بن جبیر نے کہا مال برباد کرنا یہ ہے کہ حرام کاموں میں خرچ کرلے اور صحیح یہی ہے کہ خلاف شرع جو خرچ ہو، خواہ دینی یا دنیاوی کام میں وہ برباد کرنے میں داخل ہے۔ بہرحال جو کام شرعاً منع ہیں جیسے پتنگ بازی، مرغ بازی، آتش بازی، ناچ رنگ ان میں تو ایک پیسہ بھی خرچ کرنا حرام ہے۔ اور جو کام ثواب کے ہیں مثلاً محتاجوں، مسافروں، غریبوں، بیماروں کی خدمت، قومی کام جیسے مدرسے، پل، سرائے، مسجد محتاج خانے، شفاخانے بنانا، ان میں جتنا خرچ کرے وہ ثواب ہی ثواب ہے۔ اس کو برباد کرنا نہیں کہہ سکتے۔ رہ گیا اپنے نفس کی لذت میں خرچ کرنا تو اپنی حیثیت اور حالت کے موافق اس میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی عزت یا آبرو بچانے کے لئے یا کسی آفت کو روکنے کے لئے۔ اس کے سوا بےضرورت نفسانی خواہشوں میں مال خرچ کرنا مثلاً بےفائدہ بہت سے کپڑے بنالینا، یا بہت سے گھوڑے رکھنا، یا بہت سا سامان خریدنا یہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

بَابٌ: الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

باب: غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کرے

٢٤٠٩ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). قَالَ: وَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيْهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ،

(۲۴۰۹) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [راجع: ٨٩٣]

تشریح: یہ حدیث ایک بہت بڑے تمدنی اصل الاصول پر مشتمل ہے۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کی کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں نہ ہوں۔ ان ذمہ داریوں کو محسوس کر کے صحیح طور پر ادا کرنا عین شرعی مطالبہ ہے۔ ایک حاکم بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے، گھر میں مرد جملہ اہل خانہ پر حاکم ہے۔ عورت گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔ ایک غلام اپنے آقا کے مال میں ذمہ دار ہے۔ ایک مرد اپنے والد کے مال کا ذمہ دار ہے الغرض اسی سلسلہ میں تقریباً دنیا کا ہر انسان بندھا ہوا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ حاکم کا فرض ہے اپنے حکومت کے ہر چھوٹے بڑے پر نظر شفقت رکھے۔ ایک مرد کا فرض ہے کہ اپنے جملہ اہل خانہ پر توجہ رکھے۔ ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کے گھر کی ہر طرح سے پوری پوری حفاظت کرے۔ اس کی دولت اور اولاد اور عزت میں کوئی خیانت نہ کرے۔ ایک غلام، نوکر، مزدور کا فرض ہے کہ اپنے فرائض متعلقہ کی ادائیگی میں اللہ کا خوف کر کے کوتاہی نہ کرے۔ یہی باب کا مقصد ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[كِتَابٌ] فِي الْخُصُومَاتِ

نالشوں اور جھگڑوں کا بیان

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِيِّ

باب: قرضدار کو پکڑ کر لے جانا اور مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہونے کا بیان

٢٤١٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ، أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلاً قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ)). قَالَ شُعْبَةُ، أَظُنُّهُ قَالَ: ((لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا)). [أطرافه في: ٣٤٠٨، ٣٤١٤، ٣٤٧٦، ٤٨١٣، ٥٠٦٣، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٧]

(۲۴۱۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عبدالملک بن میسرہ نے مجھے خبر دی، کہا کہ میں نے نزال بن سبرہ سے سنا، اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس کے خلاف سنا تھا۔ اس لیے میں ان کا ہاتھ تھامے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا: ''تم دونوں درست پڑھتے ہو۔'' شعبہ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''اختلاف نہ کیا کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔''

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس شخص کو پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ جب قرآن غلط پڑھنے پر پکڑ کر لے جانا درست ٹھہرا تو اپنے حق کے بدل بھی لے جانا درست ہوگا۔ جیسے پہلا امر ایک مقدمہ ہے ویسا ہی دوسرا بھی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ایسی چھوٹی باتوں میں لڑنا جھگڑنا، جنگ و جدل کرنا برا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لازم تھا کہ اس سے دوسری طرح پڑھنے کی وجہ پوچھتے۔ جب وہ کہتا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے تو آپ سے دریافت کرتے۔

اس حدیث سے ان متعصب مقلدوں کو نصیحت لینا چاہیے، جو آمین اور رفع الیدین اور اسی طرح کی باتوں پر لوگوں سے فساد اور جھگڑا کرتے ہیں۔ اگر دین کے کسی کام میں شبہ ہو تو کرنے والے سے نرمی اور اخلاق کے ساتھ اس کی دلیل پوچھے۔ جب وہ حدیث یا قرآن سے کوئی دلیل بتلا دے بس سکوت کرے۔ اب اس سے معترض نہ ہو۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حدیث پر چاہے عمل کرے۔ بشرطیکہ وہ حدیث بالاتفاق منسوخ نہ ہو۔ اس

حدیث سے یہ بھی نکلا کہ اختلاف یہ نہیں ہے کہ ایک رفع الیدین کرے، دوسرا نہ کرے۔ ایک پکار کر آمین کہے ایک آہستہ۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ناحق جھگڑے، اس کو ستائے کیونکہ آپ نے ان دونوں کی قراءتوں کو اچھا فرمایا۔ اور لڑنے جھگڑنے کو برا کہا۔

”وقال المظهری الاختلاف فی القرآن غیر جائز لان کل لفظ منه اذا جاز قراء ته علی وجهین او اکثر فلو انکر احد واحدا من ذینك الوجهین او الوجوه فقد انکر القرآن و لا یجوز فی القرآن القول بالرای لان القرآن سنة متبعة بل علیهما ان یسالا عن ذالك ممن هو اعلم منهما۔“ (قسطلانی)

یعنی مظہری نے کہا کہ قرآن مجید میں اختلاف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس کا ہر لفظ جب اس کی قراءت دونوں طریقوں پر جائز ہو تو ان میں سے ایک قراءت کا انکار کرنا یا دونوں کا انکار یہ سارے قرآن کا انکار ہوگا۔ اور قرآن شریف کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ قرآن مجید مسلسل طور پر نقل ہوتا چلا آ رہا ہے، پس ان اختلاف کرنے والوں کو لازم تھا کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے سے تحقیق کر لیتے۔

الغرض اختلاف جو موجب اشقاق وافتراق وفساد ہو وہ اختلاف سخت مذموم ہے اور طبعی اختلاف مذموم نہیں ہے۔

حدیث باب سے یہ بھی نکلا کہ دعویٰ اور مقدمات میں ایک مسلمان کسی بھی غیر مسلم پر اور کوئی بھی غیر مسلم کسی بھی مسلمان پر اسلامی عدالت میں دعویٰ کر سکتا ہے۔ انصاف چاہنے کے لئے مدعی اور مدعا علیہ کا ہم مذہب ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

٢٤١١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، وَعَبْدِالرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ)).

(۲۴۱۱) ہم یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمن اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی، ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے طمانچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا اور ان سے واقعہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ کو اس کی تفصیل بتا دی۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا: ”مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیے جائیں گے۔ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کو عرش الٰہی کا کنارہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آ جائے گا، یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں رکھا ہے جو بے ہوشی سے مستثنیٰ ہیں۔“

[مسلم: ٦١٥٣؛ ابو داود: ٤٦٧١]

تشریح: ایک روایت میں یوں ہے اس یہودی نے کہا یا رسول اللہ! میں ذمی ہوں اور آپ کی امان میں ہوں۔ اس پر بھی اس مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا۔ آپ غصے ہوئے اور مسلمان سے پوچھا تو نے اس کو کیوں تھپڑ مارا؟ اس پر اس مسلمان نے یہ واقعہ بیان کیا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ کسی نبی کی شان میں ایک رائی برابر بھی تنقیص کا کوئی پہلو اختیار کیا جائے۔

٢٤١٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ! ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ. فَقَالَ: ((مَنْ؟)) قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ((ادْعُوهُ)). فَقَالَ: ((أَضَرَبْتَهُ؟)) قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَحْلِفُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ. قُلْتُ: أَيْ خَبِيثُ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي كَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُولَى)).

[أطرافه في: ٣٣٩٨، ٤٦٣٨، ٦٩١٦، ٦٩١٧، ٧٤٢٧] [مسلم: ٦١٥٥، ٦١٥٦؛ ابو داود: ٤٦٦٨]

(۲۴۱۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہا اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کس نے؟'' اس نے کہا کہ ایک انصاری نے۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں بلاؤ۔'' وہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے اسے مارا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سنا۔ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا او خبیث! کیا محمد ﷺ پر بھی؟ مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو انبیا میں باہم ایک دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت میں بے ہوش ہو جائیں گے۔ اپنی قبر سے سب سے پہلے نکلنے والا میں ہی ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے یا انہیں پہلی بے ہوشی (جو طور پر ہو چکی ہے وہی) کافی ہوگی۔''

تشریح: اس حدیث کے ذیل میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ''ومطابقة الحديث للترجمة فى قوله عليه الصلوة والسلام ادعوه فان المراد به اشخاصه بين يديه ﷺ۔'' یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بلاؤ۔ گویا نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کی حاضری ہی اس کے حق میں سزا تھی۔ اس حدیث کو اور بھی کئی مقامات پر امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرما کر اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی فضیلت جملہ انبیا و رسل علیہم السلام پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت چاند کو آسمان کے سارے ستاروں پر حاصل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود آپ نے پسند نہیں فرمایا کہ لوگ آپ کی فضیلت بیان کرنے کے سلسلے میں کسی دوسرے نبی کی تنقیص شروع کر دیں۔ آپ نے خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا اعتراف فرمایا۔ بلکہ ذکر بھی فرمادیا کہ قیامت کے دن میرے ہوش میں آنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ نہ معلوم آپ ان میں سے ہیں جن کا اللہ نے استثنا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ (۳۹/الزمر: ۶۸) یعنی قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے گا بے ہوش نہ ہوں گے۔ یا پہلے طور پر جو بے ہوشی ان کو لاحق ہو چکی ہے وہ یہاں کام دے دے گی یا آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ پاک نے محاسبہ سے بری قرار دے دیا ہوگا۔ بہرحال آپ نے اس جزوی فضیلت کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افضلیت کا اعتراف فرمایا۔ اگرچہ یہ سب کچھ محض بطور اظہار انکساری ہی ہے۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا درجہ بخشا ہے جملہ انبیاء علیہم السلام پر آپ کی افضلیت کے لئے یہ عزت کم نہیں ہے۔

٢٤١٣۔ حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ يَهُودِيًّا، رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، قِيلَ مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ؟ أَفُلَانٌ، أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.
[أطرافه في: ٢٧٤٦، ٥٢٩٥، ٦٨٧٦، ٦٧٧٧، ٦٨٨٤، ٦٨٨٥] [مسلم: ٤٣٦٥؛ ابوداود: ٤٥٢٧؛ ترمذي: ١٣٩٤؛ ابن ماجه: ٢٦٦٥]

(۲۴۱۳) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا (اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) یہودی پکڑا گیا اور اس نے بھی جرم کا اقرار کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

تشریح: علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مقتولہ لڑکی انصار سے تھی: "وعند الطحاوی عدا یهودی فی عهد رسول الله ﷺ علی جارية فاخذ اوضاحا كانت عليها ورضح راسها والا وضاح نوع من الحلی يعمل من القضة ولمسلم فرضخ راسها بين حجرين وللترمذی خرجت جارية عليها او ضاح فاخذها یهودی فرضخ راسها واخذما عليها من الحلی قال فادركت وبها رمق فاتی بها النبی ﷺ الخدیث." یعنی زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا، جو چاندی کے کڑے پہنے ہوئے تھی۔ یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے چنانچہ وہ بچی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا۔ اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کیا گیا۔

"احتج به المالكية والشافعية والحنابلة والجمهور علي ان من قتل بشيء يقتل بمثله۔" (قسطلانی) یعنی مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ اور جمہور نے اس سے دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے گا اسی کے مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہاں جو مذکور ہے اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں۔ قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمادیا ہے: اذا صح الحديث فهو مذهبی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ

باب: ایک شخص نادان یا کم عقل ہو گو حاکم اس پر

وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ

پابندی نہ لگائے مگر اس کا کیا ہوا معاملہ رد کیا جائے گا

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ. وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ، وَلَهُ عَبْدٌ، لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ، فَأَعْتَقَهُ، لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ. وَمَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهِ فَدَفَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ، وَأَمَرَهُ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَأْنِهِ، فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَقَالَ لِلَّذِي يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ)). وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ ﷺ مَالَهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا صدقہ رد کر دیا پھر اس کو ایسی حالت میں صدقہ کرنے سے منع فرما دیا، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر کسی کا کسی دوسرے پر قرض ہو اور مقروض کے پاس صرف ایک ہی غلام ہو۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی جائیداد نہ ہو تو اگر مقروض اپنے اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کی آزادی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے کسی کم عقل کی کوئی چیز بیچ کر اس کی قیمت اسے دے دی اور اس سے اپنی اصلاح کرنے اور اپنا خیال رکھنے کے لیے کہا۔ لیکن اس نے اس کے باوجود مال برباد کر دیا تو اسے اس کے خرچ کرنے سے حاکم روک دے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس شخص سے جو خریدتے وقت دھوکہ کھا جایا کرتا تھا، فرمایا تھا کہ ''جب تو کچھ خرید و فروخت کرے تو کہا کر کہ کوئی دھوکے کا کام نہیں ہے۔'' رسول پاک ﷺ نے اس کا مال اپنے قبضے میں نہ لیا۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث کو عبد بن حمید نے نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک شخص ایک مرغی کے انڈے کے برابر سونے کا ایک ڈلا لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت شریف میں آیا اور کہنے لگا کہ آپ بطور صدقہ اسے میری طرف سے قبول فرمائیے۔ واللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر یہی کہا۔ آخر آپ نے وہ ڈلا اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا تم میں کوئی نادار ہوتا ہے اور اپنا مال جس کے سوا اس کے پاس کچھ اور نہیں ہوتا خیرات کرتا ہے۔ پھر خالی ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے۔ یہ خیرات کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ خیرات اس وقت کرنی چاہیے جب آدمی کے پاس خیرات کرنے کے بعد بھی مال باقی رہ جائے۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن خزیمہ نے نکالا ہے۔

یہ حدیث اسلام کی ایک جامع اصل الاصول کو ظاہر کر رہی ہے کہ انسان کا دنیا میں محتاج اور تنگ دست بن کر رہنا عند اللہ کسی حال میں بھی محبوب نہیں ہے۔ اور خیرات وصدقات کا یہ نظریہ بھی صحیح نہیں کہ ایک آدمی اپنے سارے اثاثہ حیات کو خیرات کر کے پھر خود خالی ہاتھ بن کر بیٹھ جائے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہے۔ آیت قرآنی: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل:۲۹) الآیۃ اس پر واضح دلیل ہے۔ ہاں بلا شک اگر کوئی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ایمان ویقین اور توکل کا مالک ہو تو اس کے لئے سب کچھ جائز ہے۔ مگر یہ قطعاً ناممکن ہے کہ امت میں کوئی قیامت تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مثیل پیدا ہو سکے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارکہ ہمیشہ آب زر سے لکھے جائیں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیا خیرات لے کر آئے اور کیا گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ترکت اللہ ورسولہ میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں اور باقی سب کچھ لا کر حاضر کر دیا ہے۔ زبان حال سے گویا آپ نے

فرمایا تھا: ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (٦/ الانعام: ١٦٢) رضی الله عنه وارضاه۔

امت کے ان بدترین لوگوں پر ہزار نفرین جو ایسے فخر اسلام عاشق رسول کریم ﷺ کی شان میں تبرابازی کرتے اور بے حیائی کی حد ہو گئی کہ اس تبرابازی کو کار ثواب جانتے ہیں۔ سچ ہے ﴿فَاَضَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾

اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں: "واشار البخاری بما ذکر من احادیث الباب الی التفصیل بین من ظهرت منه الاضاعة فیرد تصرفه فیما اذا کان فی الشیء الکثیر او المستغرق وعلیه تحمل قصة المدبر وبین ما اذا کان فی الشیء الیسیر او جعل له شرطا یامن به من افساد ماله فلا یرد۔" (فتح الباری) یعنی باب میں مندرجہ احادیث سے مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب مال کثیر ہو یا کوئی اور چیز جو خاص اہمیت رکھتی ہو اور صاحب مال کی طرف سے اس کے ضائع کر دینے کا خطرہ ہو تو اس کا تصرف حکومت کی طرف سے اس میں رد کر دیا جائے گا۔ مدبر کا واقعہ اسی پر محمول ہے اور اگر تھوڑی چیز ہو یا کوئی ایسی شرط لگا دی گئی ہو جس سے اس مال کے ضائع ہونے کا ڈر نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف قائم رہے گا اور وہ رد نہ کیا جا سکے گا۔ اصل مقصد مال کی حفاظت اور قرض خواہ وغیرہ اہل حقوق کو ان کے حقوق کا ملنا ہے۔ یہ جس صورت ممکن ہو۔ یہ سلطان اسلام کی صوابدید سے متعلق چیز ہے۔

٢٤١٤۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ)). فَكَانَ يَقُولُهُ. [راجع: ٢١١٧]

(٢٤١٤) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک صحابی کوئی چیز خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ "جب تو خریدا کرے تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔" پس وہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے کم تجربہ ہونے کے باوجود اس شخص پر کوئی پابندی نہیں لگائی، حالانکہ سامان خریدنا ان سے نہیں آتا تھا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

٢٤١٥۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ، لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ ابْنُ النَّحَّامِ. [راجع: ٢١٤١]

(٢٤١٥) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کیا۔ لیکن اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے اس کا غلام واپس کرا دیا۔ اور اسے نعیم بن نحام نے خرید لیا۔

تشریح: دوسری روایات میں ہے کہ یہ شخص مقروض تھا اور قرض کی ادائیگی کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف یہی غلام تھا اور اسے بھی اس نے مدبر کر دیا تھا۔ آپ نے جب تفصیلات کو معلوم کر لیا تو اس کی آزادی کو رد کر کے اس غلام کو نیلام کرا دیا اور اس حاصل شدہ رقم سے اس کا قرض ادا کرا دیا۔ (والله اعلم)

بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ

باب: مدعی یا مدعی علیہ ایک دوسرے کی نسبت جو

فِي بَعْضٍ کہیں

تشریح: باب کے ذیل حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ای فیما لا یوجب حدا ولا تعزیرا فلا یکون ذالك من الغیبة المحرمة ذكر فیه اربع احادیث."یعنی مدعی اور مدعی علیہ آپس میں ایسا کلام کریں جس پر حد واجب نہ ہوتی ہو اور نہ تعزیر۔ پس ایسا کلام غیبت محرمہ میں شمار نہیں کیا جائے گا۔اس باب کے ذیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی اور دوسری حدیث ابن مسعود اور اشعث رضی اللہ عنہما کی ہے:"والغرض منه قوله قلت یارسول الله اذا یحلف ویذهب بما لی فانه نسبه الی الحلف الكاذب ولم یواخذ بذالك لانه اخبر بما یعلمه منه فی حال التظلم منه."یعنی غرض حدیث اشعث رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدعی علیہ کے بارے میں یہ بیان دیا کہ وہ جھوٹی قسم کھا کر میرا مال لے اڑے گا۔ آپ نے مدعی کے اس بیان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ تیسری حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جس میں فارتفعت اصواتهما کے الفاظ ہیں۔ اور بعض طرق میں فتلاحیا کا لفظ بھی آیا ہے کہ وہ دونوں باہمی طور پر جھگڑنے لگے۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوتا ہے۔ چوتھی حدیث ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت ہشام رضی اللہ عنہ پر انکار فرمایا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ دوران مقدمہ میں عین عدالت میں مدعی اور مدعی علیہ آپس میں بعض دفعہ کچھ سخت کلامی کر گزرتے ہیں اور بعض اوقات عدالت ان پر کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ ہاں اگر حد کے باہر کوئی شخص عدالت کا احترام بالائے طاق رکھ کر سخت کلامی کرے گا تو یقیناً وہ قابل سزا ہوگا۔

٢٤١٦، ٢٤١٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)).

(۲۴۱۶، ۱۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کوئی جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی تاکہ کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر حاصل کر لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہوگا کہ اللہ پاک اس پر نہایت ہی غضبناک ہوگا۔''

قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللّٰهِ! كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ وَبَيْنِي أَرْضٌ فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟)) قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: ((احْلِفْ)). قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذًا يَحْلِفُ، وَيَذْهَبَ بِمَالِي. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾. إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

[آل عمران: ۷۷] [راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

راوی نے بیان کہ اس پر اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ سے ہی متعلق ایک مسئلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ اس نے انکار کیا تو میں نے مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟'' میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ ''پھر تو قسم کھا'' اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پھر تو یہ جھوٹی قسم کھا لے گا اور میرا مال اڑا لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے

تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔'' آخر آیت تک۔

تشریح: مدعی یعنی اشعث رضی اللہ عنہ نے عدالت عالیہ نبویہ میں یہودی کی خامی کو صاف لفظوں میں ظاہر کردیا۔ باب کا یہی مقصد ہے کہ مقدمہ سے متعلق مدعی اور مدعی علیہ عدالت میں اپنے اپنے دلائل واضح کردیں، اس کا نام غیبت نہیں ہے۔

٢٤١٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا، حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: ((يَا كَعْبُ!)) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: ((ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا)). وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، أَيِ الشَّطْرَ. قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)). [راجع: ٤٧٥]

(۲۴۱۸) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اور دونوں کی آواز اتنی بلند ہوگئی کہ رسول کریم ﷺ نے بھی گھر میں سن لی۔ آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر پکارا ''اے کعب!'' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے قرض میں سے اتنا کم کردے۔'' اور آپ نے آدھا قرض کم کردینے کا اشارہ فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کم کردیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اٹھ اب قرض ادا کردے۔''

تشریح: جھگڑا طے کرانے کا ایک بہترین راستہ آپ نے فرمایا۔ اور بے حد خوش قسمت ہیں وہ دونوں فریق جنہوں نے دل وجان سے آپ کا یہ فیصلہ منظور کرلیا۔ مقروض اگر تنگ دست ہے تو ایسی رعایت دینا ضروری ہوجاتا ہے اور صاحب مال کو بہر صورت صبر اور شکر کے ساتھ جو ملے وہ لے لینا ضروری ہوجاتا ہے۔

٢٤١٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَقْرَأَنِيهَا، وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ:

(۲۴۱۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے، انہیں عبدالرحمن بن عبدالقاری نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان ایک دفعہ اس قراءت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قراءت خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ نماز سے فارغ ہولیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ سے کہا

إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لِي: ((أَرْسِلْهُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اقْرَأْ)). فَقَرَأَ. فَقَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ)). ثُمَّ قَالَ لِي: ((اقْرَأْ)). فَقَالَ: ((هَكَذَا أُنْزِلَتْ. إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ)). [أطرافه في: ٤٩٩٢، ٥٠٤١، ٦٩٣٦، ٧٥٥٠] [مسلم: ١٨٩٩، ١٩٠٠، ١٩٠١؛ ابوداود: ١٤٧٥؛ ترمذي: ٢٩٤٣؛ نسائي: ٩٣٥، ٩٣٦، ٩٣٧]

کہ میں نے انہیں اس قراءت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''پہلے انہیں چھوڑ دے۔'' پھر ان سے فرمایا: ''اچھا اب تم قراءت سناؤ۔'' انہوں نے وہی اپنی قراءت سنائی۔ آپ نے فرمایا: ''اسی طرح نازل ہوئی تھی۔'' اس کے بعد مجھ سے آپ نے فرمایا: ''اب تم بھی پڑھ کے سناؤ۔'' آپ نے اس پر بھی فرمایا: ''اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قراءتوں میں نازل ہوا ہے تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو۔''

تشریح: یعنی عرب کے ساتوں قبیلوں کے محاورے اور طرز پر اور کہیں کہیں اختلاف حرکات یا اختلاف حروف سے کوئی ضرر نہیں بشرطیکہ معانی اور مطالب میں فرق نہ آئے۔ جیسے سات قراءتوں کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ علما نے کہا ہے کہ قرآن مجید مشہور سات قراءتوں میں سے ہر قراءت کے موافق پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن شاذ قراءت کے ساتھ پڑھنا اکثر علما نے درست نہیں رکھا۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت ''حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ۔'' یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت: ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهُنَّ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى''۔

بَابُ إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُومِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

باب: جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑے والوں کو گھر سے نکال دینا

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ.

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں (ان کے گھر سے) نکال دیا۔

تشریح: تا کہ اس حرکت سے روح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو۔ اور تجہیز وتکفین کے کام میں خلل نہ آئے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جلال نوحہ جیسے ناجائز کام کو کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ ام فروہ رضی اللہ عنہا والی روایت کو ابن سعد نے طبقات میں نکالا ہے۔

٢٤٢٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ

(٢٤٢٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے حمید بن عبدالرحمن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تو یہ ارادہ کرلیا تھا کہ نماز کی جماعت قائم کرنے حکم دے کر خود ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان

قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ)). کے گھروں کو جلا دوں۔''

[راجع: ٦٤٤]

اس سے بھی ثابت ہوا کہ خطا کاروں پر کس حد تک تعزیر کا حکم ہے۔ خصوصاً نماز باجماعت میں تساہل برتنا اتنی بڑی غلطی ہے۔ جس کے ارتکاب کرنے والوں پر آپ نے اپنے انتہائی غیظ و غضب کا اظہار فرمایا۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔

تشریح: حدیث میں لفظ ((فاحرق علیهم)) سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب گھر جلائے جائیں گے تو وہ نکل بھاگیں گے۔ پس گھر سے نکالنا جائز ہوا۔ ہمارے شیخ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اور کئی حدیثوں سے دلیل لی ہے کہ شریعت میں تعزیر بالمال درست ہے یعنی حاکم اسلام کسی جرم کی سزا میں مجرم کو مالی تاوان کر سکتا ہے۔

پچھلے باب میں مدعی اور مدعی علیہ کے باہمی ناروا کلام کے بارے میں کچھ نرمی تھی۔ مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب منعقد فرما کر اشارہ کیا کہ اگر حد سے باہر کوئی حرکت ہو تو ان پر سخت گرفت بھی ہو سکتی ہے۔ ان کو عدالت سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے استدلال فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر خود ان کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا کو جب نوحہ کرتے دیکھا تو ان کو گھر سے نکلوا دیا۔ بلکہ بعض دوسری نوحہ کرنے والی عورتوں کو درے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔

''فثبت مشروعية الاقتصار على اخراج اهل المعصية من باب الأولىٰ ومحل اخراج الخصوم اذا وقع منهم من المراء واللدد ما يقتضى ذالك۔'' (فتح الباری)

بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ باب: میت کا وصی اس کی طرف سے دعویٰ کر سکتا ہے

تشریح: اس باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں: ''ای عن المیت فی الاستلحاق وغیره من الحقوق ذکر فیه حدیث عائشة فی قصة سعد وابن زمعة قال ابن المنیر ما ملخصه دعوی الوصی عن الموصی علیه لا نزاع فیه وکان المصنف اراد بیان مستند الاجماع وسیاتی مباحث الحدیث المذکور فی کتاب الفرائض۔'' (فتح) یعنی مرنے والا جس کو وصیت کر جائے وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دعویٰ کر سکتا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اشارہ فرمایا ہے کہ اس پر جمیع علمائے امت کا اجماع ہے۔

٢٤٢١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ، فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي. فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ

(۲۴۲۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ زمعہ کی ایک باندی کے لڑکے کے بارے میں عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرے بھائی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) آؤں اور زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھوں تو اسے اپنی پرورش میں لے لوں۔ کیونکہ وہ انہی کا لڑکا ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا، کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ میرے والد ہی کے ''فراش'' میں اس کی پیدائش ہوئی ہے، نبی کریم ﷺ نے بچے۔۔۔

زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ))۔ [راجع: ۲۰۵۳] [مسلم: ۳۶۱٤؛ ابوداود: ۲۲۷۳؛ نسائي: ۳٤۸۷؛ ابن ماجه: ۲۰۰٤]

اندر عتبہ کی واضح مشابہت دیکھی۔ لیکن فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہاری ہی پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ لڑکا ''فراش'' کے تابع ہوتا ہے۔ اور سودہ! تو اس لڑکے سے پردہ کیا کر۔''

تشریح: حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے کافر بھائی کی طرف سے وصی تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کی طرف سے دعویٰ کیا۔ جس میں کچھ اصلیت تھی۔ مگر قانون کی رو سے وہ دعویٰ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ اسلامی قانون یہ ہے "الولد للفراش وللعاهر الحجر۔" اس لیے آپ نے ان کا دعویٰ خارج کر دیا۔ مگر "اتقوا الشبهات" کے تحت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ بعض دفعہ حاکم کے سامنے کچھ ایسے حقائق آ جاتے ہیں کہ ان کو جملہ دلائل سے بالا ہو کر اپنے صوابدید پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

باب: اگر شرارت کا ڈر ہو تو ملزم کا باندھنا درست ہے

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن و حدیث اور دین کے فرائض سیکھنے کے لیے قید کیا۔

۲٤۲۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟)) قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ! خَيْرٌ. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: ((أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ))۔ [راجع: ٤٦۲]

(۲٤۲۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے چند سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور جو اہل یمامہ کا سردار تھا، پکڑ لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے پوچھا: ''ثمامہ! تو کس خیال میں ہے؟'' انہوں نے کہا: اے محمد! میں اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ آپ نے فرمایا تھا: ''ثمامہ کو چھوڑ دو۔''

تشریح: کئی دفعہ کی گفتگو میں ثمامہ اخلاق نبوی سے حد درجہ متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے آپ سے ہر بار کہا تھا کہ آپ اگر میرے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو میں اس کی ناقدری نہیں کروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ نے اسے بخوشی اعزاز و اکرام کے ساتھ آزاد فرما دیا۔ وہ فوراً ہی ایک کنویں پر گیا اور غسل کر کے آیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ پس ترجمۃ الباب ثابت ہوا کہ بعض حالات میں کسی انسان کا کچھ وقت کے لئے مقید کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوتا ہے۔

عہد نبوی انسانی تمدن کا ابتدائی دور تھا۔ کوئی جیل خانہ الگ نہ تھا۔ لہٰذا مسجد ہی سے یہ کام بھی لیا گیا۔ اور اس لئے بھی کہ ثمامہ کو مسلمانوں کے دیکھنے کا بہت ہی قریب سے موقع دیا جائے اور وہ اسلام کی خوبیوں اور مسلمانوں کے اوصاف حسنہ کا بغور معائنہ کر سکے۔ خصوصاً اخلاق محمد ﷺ نے اسے بہت ہی زیادہ متاثر کیا۔ سچ ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمۃ الباب الفاظ ((فربطوه بسارية من سواری المسجد)) سے نکلتا ہے۔ شریح قاضی جب کسی پر کچھ حکم کرتے اور اس کے بھاگ

جانے کا ڈر ہوتا تو مسجد میں اس کو حراست میں رکھنے کا حکم دیتے۔ جب مجلس برخاست کرتے، اگر وہ اپنے ذمے کا حق ادا کر دیتا تو اس کو چھوڑ دیتے ورنہ قید خانے میں بھجوا دیتے۔

دوسری روایت میں یوں ہے آپ ہر صبح کو ثمامہ کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کا مزاج اور حالات دریافت فرماتے۔ وہ کہتا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کرا دیں گے تو میرا بدلہ لینے والے لوگ بہت ہیں۔ اور اگر آپ مجھ کو چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا بہت بہت احسان مند رہوں گا۔ اور اگر آپ میری آزادی کے عوض روپیہ چاہتے ہیں تو جس قدر آپ فرمائیں گے آپ کو روپیہ دوں گا۔ کئی روز تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔ آخر ایک روز رحمۃ للعالمین ﷺ نے ثمامہ کو بلا شرط آزاد کرا دیا۔ جب وہ چلنے لگا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو خیال ہوا کہ شاید یہ فرار اختیار کر رہا ہے۔ مگر ثمامہ ایک درخت کے نیچے گیا جہاں پانی موجود تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا۔ اور پاک صاف ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ! اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ فوراً ہی اس نے کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله پڑھا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ (رضی الله عنه وارضاه)۔

بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ

باب: حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِالْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَلَى أَنَّ عُمَرَ إِنْ رَضِيَ بِالْبَيْعِ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَإِنْ لَمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُمِاءَةِ دِينَارٍ. وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

اور نافع بن عبدالحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیع پوری ہوگی۔ ورنہ صفوان کو جواب آنے تک چار سو دینار تک کرایہ دیا جائے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں لوگوں کو قید کیا۔

تشریح: مکۃ المکرمہ سارا ہی حرم میں داخل ہے۔ لہٰذا حرم میں جیل خانہ بنانا اور مجرموں کا قید کرنا ثابت ہوا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن سعد وغیرہ نے نکالا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو دار الندوہ میں سجن عارم میں قید کیا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگ گئے۔

٢٤٢٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. [راجع: ٤٦٢]

(۲۴۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ جو بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

تشریح: مدینہ بھی حرم ہے تو حرم میں قید کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ یہ باب لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رد کیا جو ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کیا کہ وہ مکہ میں کسی کو قید کرنا برا جانتے تھے۔

بَابُ الْمُلَازَمَةِ

باب: قرض دار کے ساتھ رہنے کا بیان

تشریح: اس طرح کہ قرض خواہ ارادہ کرے کہ جب تک مقروض میرا روپیہ ادا نہ کرے میں اس کے ساتھ چمٹا ہی رہوں گا اور اس کا پیچھا کبھی نہ چھوڑوں گا۔

٢٤٢٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ!)) وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ: النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا. [راجع: ٤٥٧]

(۲۴۲۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ نے بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے، ان سے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے، اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا۔ پھر دونوں کی گفتگو تیز ہونے لگی اور آواز بلند ہوگئی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا، اور آپ نے فرمایا: ''اے کعب!'' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے گویا یہ فرمایا کہ آدھے قرض کی کمی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے آدھا لے لیا اور آدھا قرض معاف کر دیا۔

تشریح: لفظ حدیث ((فلزمه)) سے ترجمہ نکلا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے قرض وصول کرنے کے لئے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چمٹے اور کہا کہ جب تک میرا قرض ادا نہ کرے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ اور جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا اور اس طرح چمٹنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے چمٹنے کا جواز نکلا۔ نبی کریم ﷺ نے آدھا قرض معاف کرنے کی سفارش فرمائی، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقروض اگر تنگ دست ہے تو قرض خواہ کو چاہیے کہ کچھ معاف کر دے۔ نیک کام کے لئے سفارش کرنا بھی ثابت ہوا۔

بَابُ التَّقَاضِي

باب: تقاضا کرنے کا بیان

٢٤٢٥ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ ابْنِ حَازِمٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ! ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا، ثُمَّ أَقْضِيَكَ. فَنَزَلَتْ: ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ

(۲۴۲۵) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا، انہیں اعمش نے، انہیں ابوالضحیٰ نے، انہیں مسروق نے، اور ان سے خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہے کا کام کرتا تھا۔ اور عاص بن وائل (کافر) پر میرے کچھ روپے قرض تھے۔ میں اس کے پاس تقاضا کرنے گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک تو محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں حضرت محمد ﷺ کا انکار کبھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے اور پھر تم کو اٹھائے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مجھ سے بھی تقاضا نہ کر۔ میں مر کے دوبارہ زندہ ہوں گا اور مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد دی جائے گی تو تمہارا قرض بھی ادا

﴿لَأُوتَيَنَّ مَالاً وَّوَلَدًا﴾. [راجع: ۲۰۹۱]

کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد ضروری دی جائے گی۔'' آخر آیت تک۔

تشریح: حضرت خباب رضی اللہ عنہ، عاص بن وائل غیر مسلم کے ہاں اپنی مزدوری وصول کرنے کا تقاضا کرنے گئے۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ عاص نے جو جواب دیا وہ انتہائی نامعقول جواب تھا۔ جس پر قرآن مجید میں نوٹس لیا گیا۔ اس حدیث سے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ اس لئے متعدد مقامات پر یہ حدیث نقل کی گئی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ وقوت اجتہاد کی بین دلیل ہے۔ ہزار افسوس ان اہل جبہ ودستار پر جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ امت کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کی فہم ودرایت سے منکر ہو کر خود اپنی نافہمی کا ثبوت دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان ابواب کے خاتمہ پر فرماتے ہیں:

"اشتمل كتاب الاستقراض ومامعه من الحجر والتفليس وما اتصل به من الاشخاص والملازمة على خمسين حديثا المعلق منها ستة المكرر منها فيه وفيما مضى ثمانية وثلاثون حديثا والبقية خالصة ، وافقه مسلم على جميعها سوى حديث ابى هريرة: ((من اخذ اموال الناس يريد اتلافها)) وحديث:((ما احب ان لى احدا ذهبا)) وحديث (ليّ الواجد) وحديث ابن مسعود فى الاختلاف فى القراء ة وفيه من الاثار عن الصحابة ومن بعدهم اثنا عشر اثرا والله اعلم." (فتح البارى)

یعنی یہ کتاب الاستقراض والملازمۃ پچاس احادیث پر مشتمل ہے جن میں احادیث معلقہ صرف چھ ہیں۔ مکرر احادیث اڑتیس ہیں۔ اور باقی خالص ہیں۔ امام مسلم نے بجز چند احادیث کے جو یہاں مذکور ہیں سب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے موافقت کی ہے۔ اور ان ابواب میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے بارہ (۱۲) آثار مذکور ہوئے ہیں۔

سند میں مذکور بزرگ حضرت مسروق، ابن الاجدع ہیں۔ جو ہمدانی اور کوفی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل مشرف بالاسلام ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے صدر اول جیسے ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔ سرکردہ علما اور فقہا میں سے تھے۔ مرہ بن شرحبیل نے فرمایا کہ کسی ہمدانی عورت نے مسروق جیسا نیک سپوت نہیں جنا۔

شعبی نے فرمایا، اگر کسی گھرانے کے لوگ جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو وہ یہ ہیں اسود، علقمہ اور مسروق۔

محمد بن منتشر نے فرمایا کہ خالد بن عبداللہ بصرہ کے عامل (گورنر) تھے۔ انہوں نے بطور ہدیہ تیس ہزار روپوں کی رقم حضرت مسروق کی خدمت میں پیش کی۔ یہ ان کے فقر کا زمانہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں ان کو چرالیا گیا تھا۔ پھر مل گئے تو ان کا نام مسروق ہو گیا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ ۶۲ھ میں بمقام کوفہ وفات پائی۔ (رحمة الله عليه رحمة واسعة)

شہر کوفہ کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ اس وقت آپ نے وہاں فرمایا تھا: "تكوفوا فى هذا الموضع۔" یہاں پر جمع ہو جاؤ۔ اسی روز اس شہر کا نام کوفہ پڑ گیا۔ بعض نے اس کا پرانا نام کوفان بتایا ہے۔ یہ شہر عراق میں واقع ہے۔ عرصہ تک علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیزوں کے بارے میں احکام

بَابٌ: إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

باب: اور جب لقطہ (گم شدہ چیز) کا مالک اس کی صحیح نشانی بتادے تو اسے اس کے حوالے کردے

تشریح: لفظ لقطة کا مصدر لقط ہے جس کے معنی چن لینا، زمین پر سے اٹھالینا، سینا، رفو کرنا، انتخاب کرنا، چونچ سے اٹھانا ہے۔ اسی سے لفظ ملاقطة اور التقاط ہیں۔ جن کے معانی برابر ہونا ہیں۔ اور تلقط اور التقاط کے معنی ادھر ادھر سے جمع کرنا چننا ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(فی اللقطة) بضم اللام وفتح القاف ویجوز اسكانها والمشهور عند المحدثين فتحها قال الازهری وهو الذی سمع من العرب واجمع عليه اهل اللغة والحديث ويقال لقاطة بضم اللام ولقط بفتحها بلاهاء وهی فی اللغة الشيء الملقوط وشرعا ما وجد من حق ضائع محترم غير محرز ولا ممتنع بقوته ولا يعرف الواجد مستحقه وفی الالتقاط معنى الامانة والولاية من حيث ان الملتقط امين فيما التقطه والشرع ولاه حفظه كالولى فی مال الطفل وفيه معنى الاكتساب من حيث ان له التملك بعد التعريف۔" (قسطلانی)

مختصر یہ کہ لفظ لقطہ لام کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محدثین اور لغت والوں کے ہاں فتحہ کے ساتھ ہی مشہور ہے عرب کی زبانوں سے ایسا ہی سنا گیا ہے۔ لغت میں لقطہ کسی گری پڑی چیز کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائی جائے اور وہ کسی بھی آدمی کے حق ضائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔ اور لفظ التقاط میں امانت اور ولایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔ اس لئے کہ ملتقط امین ہے جو اس نے پایا ہے اور شرعاً وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جیسے بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ اعلان کے بعد اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس چیز میں اس کو حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔

٢٤٢٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلًا)). فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ

(٢٤٢٦) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر نے، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے سو دینار کی ایک تھیلی (کہیں راستے میں پڑی ہوئی) پائی۔ میں اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ "ایک سال

أَتَيْتُهُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلاً)) فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَالِثًا فَقَالَ: ((احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلاَّ فَاسْتَمْتِعْ بِهَا)). فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ قَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلاً وَاحِدًا. [طرفه في: ٢٤٣٧]

[مسلم: ٤٥٠٦، ٤٥٠٧، ٤٥٠٨؛ ابوداود: ١٧٠٢، ١٧٠٣؛ ترمذی: ١٣٧٤؛ ابن ماجه: ٢٥٠٦]

تک اس کا اعلان کرتا رہ۔'' میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا۔لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اسے پہچان سکتا۔ اس لیے میں پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔'' میں پھر (سال بھر) اعلان کیا۔لیکن ان کا مالک نہیں ملا۔تیسری مرتبہ حاضر ہوا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس تھیلی کی بناوٹ، دینار کی تعداد اور تھیلی کے بندھن کو ذہن میں محفوظ رکھ۔اگر اس کا مالک آ جائے (تو علامت پوچھ کے) اسے واپس کر دینا، ورنہ اپنے خرچ میں اسے استعمال کر لے۔'' چنانچہ میں اسے اپنے اخراجات میں لایا۔ (شعبہ نے بیان کیا کہ) پھر میں نے سلمہ سے اس کے بعد مکہ میں ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رسول کریم ﷺ نے (حدیث میں) تین سال تک (اعلان کرنے کے لیے فرمایا تھا) یا صرف ایک سال کے لیے۔

تشریح: روایت کے آخری الفاظ تین سال یا ایک سال کے متعلق حضرت علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولم يقل احد بان اللقطة تعرف ثلاثة احوال والشك يوجب سقوط المشكوك فيه وهو الثلاثة فوجب العمل بالجزم وهو رواية العام الواحد ......الخ۔" (قسطلانی) یعنی کسی نے نہیں کہا کہ لقطہ کا تین سال تک اعلان کیا جائے۔اور شک سے مشکوک فیہ خود ہی ساقط ہو جاتا ہے جو یہاں تین سال ہے۔ پس پختہ چیز پر عمل واجب ہوا اور وہ ایک ہی سال کے لئے ہے۔بعض اور روایتوں میں بھی تین سال کا ذکر آیا ہے مگر وہ مزید احتیاطا اور تورع پر مبنی ہے۔

اگر پانے والا غریب اور محتاج ہے تو مقررہ مدت تک اعلان کے بعد مالک کو نہ پانے کی صورت میں اسے وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر سکتا ہے اور اگر کسی محتاج کو بطور صدقہ دے دے تو اور بھی بہتر ہوگا۔اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مالک مل جائے تو بہر صورت اسے وہ چیز واپس لوٹانی پڑے گی، خواہ ایک مدت تک اعلان کرتے رہنے کے بعد اسے اپنی ضروریات میں خرچ ہی کیوں نہ کر چکا ہو۔امانت و دیانت سے متعلق اسلام کی یہ وہ پاک ہدایات ہیں، جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔آج بھی ارض حرم میں ایسی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں کہ ایک چیز لقطہ ہے مگر دیکھنے والے ہاتھ تک نہیں لگاتے بلکہ وہ چیز اپنی جگہ پڑی رہتی ہے۔خود ۱۳۸۹ھ کے حج میں میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھے۔کیونکہ اٹھانے والا سوچ رہا تھا کہ کہاں اعلان کرتا پھرے گا۔بہتر ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ لگائے۔اللہ پاک آج کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ وہ حقائق اسلام کو سمجھ کر اسلام جیسی نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے راستے کو اپنائیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں۔یہ کاتب وحی تھے۔اور ان چھ خوش نصیب اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے عہد رسالت ہی میں پورا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، اور ان فقہائے اسلام میں سے ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن شریف کے اچھے قاری مشہور تھے۔نبی کریم ﷺ نے ان کو سید الانصار کا خطاب بخشا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید المسلمین کے خطاب سے نوازا تھا۔ آپ کی وفات مدینہ طیبہ ہی میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔آپ سے کثیر مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ

باب: بھولے بھٹکے اونٹ کا بیان

٢٤٢٧ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا

(۲۴۲۷) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن

عَبْدُالرَّحْمنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ: ((لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)) قَالَ: ضَالَّةُ الإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ)). [راجع: ٩١] [مسلم: ٤٤٩٨، ٤٤٩٩؛ ابوداود: ١٧٠٤، ١٧٠٥، ١٧٠٧، ١٧٠٨؛ ترمذی: ١٣٧٢؛ ابن ماجه: ٢٥٠٤]

مہدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ربیعہ نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کے اٹھانے کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ۔ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک ٹھیک بتا دے (تو اسے اس کا مال واپس کر دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔'' صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! ایسی بکری کا کیا کیا جائے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ''وہ یا تو تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیے کا لقمہ بنے گی۔'' صحابی نے پھر پوچھا اور اس اونٹ کا کیا کیا جائے جو راستہ بھول گیا ہو؟ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر ہیں۔ (جس سے وہ چلے گا) اس کا مشکیزہ ہے، پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا اور درخت کے پتے وہ خود کھالے گا۔''

تشریح: عرب میں اونٹوں کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا تھا۔ راستوں کے جاننے میں وہ خود بہت ماہر ہوا کرتے تھے گم ہونے کی صورت میں عام طور پر کسی نہ کسی دن خود گھر پہنچ جاتے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ایسا فرمایا۔ یعنی اونٹ کو پکڑنے کی حاجت نہیں۔ اس کو بھیڑیئے وغیرہ کا ڈر نہیں، نہ چارے پانی کے لئے اس کو چرواہے کی ضرورت ہے۔ وہ آپ پانی پر جا کر پانی پی لیتا ہے۔ بلکہ آٹھ آٹھ روز کا پانی اپنے پیٹ میں یک وقت جمع کر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم جنگل کے لئے ہے۔ اگر بستی میں اونٹ ملے تو اسے پکڑ لینا چاہیے تاکہ مسلمان کا مال ضائع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو وہ کسی چور ڈاکو کے ہاتھ لگ جائے۔ اونٹ کے حکم میں وہ جانور بھی ہیں جو اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہیں۔ جیسے گھوڑا بیل وغیرہ۔

مترجم کہتا ہے کہ آج کے حالات میں جنگل اور بستی کہیں بھی امن نہیں ہے۔ ہر جگہ چور ڈاکوؤں کا خطرہ ہے، لہٰذا جہاں بھی کسی بھائی کا گم شدہ اونٹ، گھوڑا نظر آئے بہتر ہے کہ حفاظت کے خیال سے اسے پکڑ لیا جائے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کے حوالہ کیا جائے۔ آج عرب اور عجم ہر جگہ چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں کی کثرت ہے۔ ایک اونٹ ان کے لئے بڑی قیمت رکھتا ہے۔

عہد رسالت میں عرب کا ماحول جو تھا وہ اور تھا۔ اس ماحول کے پیش نظر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا۔ آج کا ماحول دوسرا ہے۔ پس بہتر ہے کہ کسی گم شدہ اونٹ، گھوڑے وغیرہ کو بھی پکڑ کر بحفاظت رکھا جائے یہاں تک کہ اس کا مالک آئے اور اسے لے جائے۔

الحمدللہ ۱۳۹۰ھ کو کعبہ شریف میں اس پارے کا متن بعد فجر یہاں تک لفظ بہ لفظ غور و تدبر کے ساتھ ان دعاؤں سے پڑھا گیا کہ اللہ پاک اس اہم ذخیرۂ حدیث نبوی کو سمجھنے کے لئے توفیق بخشے۔ اور ہر مشکل مقام کے حل کے لئے اپنی رحمت سے راہنمائی فرمائے۔ اور اس خدمت کو قبول فرما کر قبول عام عطا کرے اور سارے قدردان حضرات کو شفاعت رسول پاک ﷺ سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ

٢٤٢٨۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ يَقُولُ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً)). يَقُولُ يَزِيدُ: إِنْ لَمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا وَكَانَتْ وَدِيعَةً، عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهٰذَا الَّذِي لَا أَدْرِي أَفِي حَدِيثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ؟ ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ يَزِيدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا. ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: ((دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَائَهَا وَسِقَائَهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا)). [راجع: ٩١]

باب: گمشدہ بکری کے بارے میں

(۲۴۲۸) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال تیمی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، انہوں نے زید بن خالد سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔'' یزید بیان کرتے تھے کہ اگر اسے پہچاننے والا (اس عرصہ میں) نہ ملے تو پانے والے کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا چاہیے۔ اور یہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگا۔ یحییٰ نے کہا: اس آخری ٹکڑے (کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگا) کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے یا خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ بات کہی ہے۔ پھر پوچھا، راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے پکڑ لو۔ وہ یا تمہاری ہوگی (جب کہ اصل مالک نہ ملے) یا تمہارے بھائی (مالک) کے پاس پہنچ جائے گی، یا پھر اسے بھیڑیا اٹھا لے جائے گا۔'' یزید نے بیان کیا کہ اس کا بھی اعلان کیا جائے گا۔ پھر صحابی نے پوچھا، راستہ بھولے ہوئے اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''اسے آزاد رہنے دو، اس کے ساتھ اس کے کھر بھی ہیں اور اس کا مشکیزہ بھی۔ خود پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔''

تشریح: یحییٰ کی دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگا۔ حدیث میں داخل ہے۔ اس کو امام مسلم اور اسماعیلی نے نکالا۔ امانت سے مطلب یہ ہے کہ جب اس کا مالک آ جائے تو پانے والے کو یہ مال ادا کرنا لازم ہوگا۔ بکری اگر مل جائے تو اس کے بارے میں بھی اس کے مالک کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جب تک مالک نہ ملے پانے والا اپنے پاس رکھے۔ اور اس کا دودھ پیئے کیونکہ اس پر وہ کھلانے پر خرچ بھی کرے گا۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

باب: پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال تک نہ ملے تو وہ پانے والے کی ہو جائے گی

تشریح: جمہور علما یہ کہتے ہیں کہ مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو تصرف کرنا جائز ہوگا، لیکن جب مالک آ جائے تو وہ چیز یا اس کا بدل دینا لازم ہوگا۔ حنفیہ کہتے ہیں اگر پانے والا محتاج ہے، تو اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو خیرات کر دے۔ پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ اس خیرات کو جائز رکھے خواہ اس سے تاوان لے۔

جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے اسلام نے گرے پڑے اموال کی بڑی حفاظت کی ہے اور ان کے اٹھانے والوں کو اسی حالت میں اٹھانے کی اجازت دی ہے کہ وہ خود ہضم کر جانے کی نیت سے ہرگز ہرگز ان کو نہ اٹھائیں۔ بلکہ ان کے اصل مالکوں تک پہنچانے کی نیت سے ان کو اٹھا سکتے ہیں۔ اگر مالک فوری طور پر نہ مل سکے تو موقع بہ موقع سال بھر اس مال کا اعلان کرتے رہیں۔ آج کل اعلان کے ذرائع بہت وسیع ہو چکے ہیں، اخبارات اور ریڈیو کے ذرائع سے اعلانات ہر کس و ناکس تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح متواتر اعلانات پر سال گزر جائے اور کوئی اس کا مالک نہ مل سکے تو پانے والا اپنے مصرف میں اسے لے سکتا ہے۔ مگر یہ شرط اب بھی ضروری ہے کہ اگر کسی دن بھی اس کا اصل مالک آ گیا تو وہ مال اسے معہ تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اگر اصل مال وہ ختم کر چکا ہے تو اس کی جنس بالمثل ادا کرنی ہوگی۔ یا پھر جو بھی بازاری قیمت ہو ادا کرنی ضروری ہوگی۔ ان تفصیلات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لقطہ کے متعلق اسلام کا قانونی نظریہ کس قدر ٹھوس اور کتنا نفع بخش ہے۔ کاش اسلام کے معاندین ان قوانین اسلامی کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے دلوں کو عناد سے پاک کر کے قلب سلیم کے ساتھ صداقت کو تسلیم کر سکیں۔

٢٤٢٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيْدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ. فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: ((هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)).

[راجع: ٩١]

(۲۴۲۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، انہیں منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے لقطہ (گمشدہ چیز) کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں یاد رکھ کر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر مالک مل جائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔'' انہوں نے پوچھا اور اگر راستہ بھولی بکری ملے؟ آپ نے فرمایا کہ ''وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہو گی، ورنہ پھر بھیڑیا اسے اٹھا لے جائے گا۔'' صحابی نے پوچھا: اور اونٹ جو راستہ بھول جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کا مشکیزہ ہے، اس کے کھر ہیں۔ پانی پر وہ خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے خود پائے گا۔''

تشریح: ((فان جاء صاحبها)) یعنی اگر اس کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دے۔ جیسے امام احمد، ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی گنتی اور تھیلی اور سر بندھن کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے تو اس کو دے دے۔ معلوم ہوا کہ صحیح طور پر اسے پہچان لینے والے کو وہ مال دے دینا چاہیے۔ گواہ، شاہد کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس روایت میں دو سال تک بتلانے کا ذکر ہے اور آگے والی احادیث میں صرف ایک سال تک کا بیان ہوا ہے۔ اور تمام علما نے اب اسی کو اختیار کیا ہے اور دو سال والی روایت کے حکم کو ورع اور احتیاط پر محمول کیا۔ یوں محتاط حضرات اگر ساری عمر بھی اسے اپنے استعمال میں نہ لائیں اور آخر میں چل کر بطور صدقہ خیرات دے کر اسے ختم کر دیں تو اسے نور علی نور ہی کہنا مناسب ہوگا۔

بَابٌ: إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

باب: اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا ڈنڈا یا اور کوئی ایسی ہی چیز پائے تو کیا حکم ہے؟

٢٤٣٠ـ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ- وَسَاقَ الْحَدِيثَ- ((فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ)).

[راجع: ١٤٩٨]

(۲۴۳۰) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو اس سے پہلے گزر چکی ہے) کہ ''(قرض دینے والا) باہر یہ دیکھنے کے لیے نکلا کہ ممکن ہے کوئی جہاز اس کا روپیہ لے کر آیا ہو۔ (دریا کے کنارے جب وہ پہنچا) تو اسے ایک لکڑی ملی جسے اس نے اپنے گھر کے ایندھن کے لیے اٹھالیا۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں روپیہ اور خط پایا۔''

تشریح: ثابت ہوا کہ دریا میں سے ایسی چیزوں کو اٹھایا جاسکتا ہے۔ بعد میں جو کیفیت سامنے آئے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اسرائیلی مرد کی حسن نیت کا ثمرہ تھا کہ پائی ہوئی لکڑی کو چیرا تو اسے اس کے اندر اپنی امانت کی رقم مل گئی۔ اسے ہر دو نیک دل اسرائیلیوں کی کرامت ہی کہنا چاہیے، ورنہ عام حالات میں یہ معاملہ بے حد نازک ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کچھ بندگان الٰہی ادائیگی امانت اور عہد کی پاسداری کا کس حد تک خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ بہت ہی کم ہیں۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "وموضع الترجمة قوله ((فاخذ ها)) وهو مبنى على ان شرع من قبلنا شرع لنا مالم يات فى شرعنا ما يخالفه لا سيما اذا ورد بصورة الثناء على فاعله۔" یعنی یہاں مقام ترجمۃ الباب راوی کے یہ الفاظ ہیں۔ فاخذھا یعنی اس کو اس نے لے لیا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ کیونکہ ہمارے پہلے والوں کی شریعت بھی ہمارے لئے شریعت ہے۔ جب تک وہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خاص طور پر جب کہ اس کے فاعل پر ہماری شریعت میں تعریف کی گئی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ان ہر دو اسرائیلیوں کی تعریف فرمائی۔ ان کا عمل اس وجہ سے ہمارے لئے قابل اقتدا بن گیا۔

بَابٌ: إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ

باب: کوئی شخص راستے میں کھجور پائے؟

٢٤٣١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ قَالَ: ((لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا)). [راجع: ٢٠٥٥]

(۲۴۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے، ان سے طلحہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی راستے میں ایک کھجور پر نظر پڑی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں خود اسے کھالیتا۔''

٢٤٣٢ـ وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي

(۲۴۳۲) اور یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے

مَنْصُورٌ؛ ح وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ الْيَامِي حَدَّثَنَا أَنَسٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيَهَا)). [مسلم: ٢٤٧٦، ٢٤٧٧]

بیان کیا، کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور زائدہ بن قدامہ نے بھی منصور سے بیان کیا، اور ان سے طلحہ نے، کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ اور ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لیے اٹھا لیتا ہوں۔ لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔''

تشریح: آپ کو شاید یہ خیال آیا ہوگا کہ شاید صدقہ کی کھجور جس کو آپ تقسیم کیا کرتے تھے۔ باہر سے کپڑے میں لگ کر چلی آئی ہوگی۔ ان حدیثوں سے یہ نکلا کہ کھانے پینے کی کم قیمت چیز اگر راستے میں یا گھر میں ملے تو اس کا کھا لینا درست ہے۔ اور آپ نے جو اس سے پرہیز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ صدقہ آپ پر اور سب بنی ہاشم پر حرام تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی حقیر چھوٹی چیزوں کے لئے مالک کا ڈھونڈنا اور اس کا اعلان کرانا ضروری نہیں ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ؟

باب: اہل مکہ کے لقطہ کا کیا حکم ہے؟

تشریح: مکہ کے لقطہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا مکہ کا لقطہ ہی اٹھانا منع ہے۔ بعض نے کہا اٹھانا تو جائز ہے لیکن ایک سال کے بعد بھی پانے والے کی ملک نہیں بنتا، اور جمہور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اور ملکوں کے لقطہ کی طرح ہے۔ حافظ نے کہا، شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اٹھانا جائز ہے۔ اور یہ باب لا کر انہوں نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ حاجیوں کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا منع ہے۔ (وحیدی)

وَقَالَ طَاوُسٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا)). وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ)).

اور طاؤس نے کہا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھائے جو اعلان کرے۔'' اور خالد نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مکہ کے لقطہ کو اٹھانا صرف اسی کے لیے درست ہے جو اس کا اعلان بھی کرے۔''

٢٤٣٣ـ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا،

(٢٤٣٣) اور احمد بن سعید نے کہا، ان سے روح نے بیان کیا، ان سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ کے درخت نہ کاٹے جائیں، وہاں کے شکار نہ چھیڑے جائیں، اور وہاں کے

وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا)). فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ. قَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). [راجع: ١٣٤٩] [نسائي: ٢٨٩٢]

لقطہ کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرے، اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اذخر کی اجازت دے دیجیے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ لقطہ کے متعلق مکہ شریف اور دوسرے مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

٢٤٣٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ ﷺ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ، وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ)). فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). فَقَامَ أَبُوْ شَاهٍ ـ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ـ فَقَالَ: اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اكْتُبُوْا لِأَبِي شَاهٍ)). قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ: اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [مسلم: ٣٣٠٥؛ ابوداود: ٢٠٧١، ٣٦٤٩، ٣٦٥٠،

(٢٤٣٤) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کرا دیا، تو آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مسلمانوں کو اسے فتح کرا دیا۔ دیکھو! یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا (یعنی وہاں لڑنا) اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں درست ہوا۔ اب میرے بعد کسی کے لیے درست نہیں ہوگا۔ پس اس کے شکار نہ چھیڑے جائیں اور نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں۔ یہاں کی گری ہوئی چیز صرف اسی کے لیے حلال ہو گی جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا (قاتل سے) فدیہ (مال) لے لے، یا جان کے بدلے جان لے۔'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اذخر کاٹنے کی اجازت ہو۔ کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''اچھا اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔'' پھر ابوشاہ یمن کے ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرے لیے یہ خطبہ لکھوا دیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ ''ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔'' میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ ''میرے لیے اسے لکھوا دیجیے۔'' تو انہوں نے کہا کہ وہی خطبہ مراد ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مکہ میں) سنا تھا۔

ترمذی: ٢٦٦٧؛ نسائی: ٤٧٩٩، ٤٨٠٠، ٤٨٠١؛ ابن ماجہ: ٢٦٢٤]

تشریح: روایت میں ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لے آیا تھا۔ جس کا سورۂ فیل میں ذکر ہے۔ اس حدیث سے عہد نبوی میں کتابت حدیث کا بھی ثبوت ملا جو منکرین حدیث کی ہفوات باطلہ کی تردید کے لئے کافی وافی ہے۔

بَابٌ: لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ

باب: کسی جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

٢٤٣٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ)).

(٢٤٣٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرا لائے؟ لوگوں کے مویشیوں کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں۔ اس لیے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

[ابو داود: ٢٦٢٣؛ ابن ماجہ: ٤٤٨٦]

تشریح: اضطراری حالت میں اگر جنگل میں کوئی ریوڑ مل جائے اور مضطر اپنی جان سے پریشان ہو اور بھوک اور پیاس سے قریب المرگ ہو تو وہ اس حالت میں مالک کی اجازت کے بغیر بھی اس ریوڑ میں سے کسی جانور کا دودھ نکال کر اپنی جان بچا سکتا ہے۔ یہ مضمون دوسری جگہ بیان ہوا ہے۔

بَابٌ: إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

باب: پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال بعد آئے تو اسے اس کا مالک واپس کر دے کیونکہ پانے والے کے پاس وہ امانت ہے

٢٤٣٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: ((عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ

(٢٤٣٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر، اس

رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ)). فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: ((خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ- أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ- ثُمَّ قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)). [راجع: ۹۱]

کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پکڑ لو، کیونکہ وہ یا تمہاری یا تمہارے بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ اس پر غصہ ہو گئے اور چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا (یا راوی نے وجنتاہ کے بجائے) احمر وجھہ کہا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔''

بَابٌ: هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ، حَتَّى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ؟

باب: پڑی ہوئی چیز کا اٹھا لینا بہتر ہے ایسا نہ ہو وہ خراب ہو جائے یا کوئی غیر مستحق اس کو لے بھاگے؟

تشریح: مال کی حفاظت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ کوئی نااہل اٹھا لے جائے گا، اور وہ اسے ہضم کر بیٹھے گا۔ مضمون حدیث سے باب کا مطلب ظاہر ہے کہ تھیلی کے اٹھا لینے والے شخص پر نبی کریم ﷺ نے اظہار خفگی نہیں فرمایا بلکہ یہ ہدایت ہوئی کہ اس کا سال بھر اعلان کرتے رہو۔ اگر وہ چیز کوئی زیادہ قیمتی نہیں ہے تو، اس کے متعلق احمد وابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قال رخص لنا رسول الله ﷺ فی العصا والسوط والحبل واشباهه یلتقطه الرجل ینتفع به رواه احمد وابو داود۔" یعنی نبی کریم ﷺ نے ہم کو لکڑی ڈنڈے اور رسی اور اس قسم کی معمولی چیزوں کے بارے میں رخصت عطا فرمائی جن کو انسان پڑا ہوا پائے۔ ان سے نفع اٹھائے۔ اس پر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فیه دلیل علی جواز الانتفاع بما یوجد فی الطرقات من المحقرات ولا یحتاج الی التعریف وقیل انه یجب التعریف بها ثلاثة ایام لما اخرجه احمد والطبرانی والبیهقی والجوز جانی۔" (نیل الاوطار) یعنی اس میں دلیل ہے کہ حقیر چیزیں جو راستے میں پڑی ہوئی ملیں ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ ان کے لئے اعلان کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ تین دن تک اعلان کرنا واجب ہے۔ احمد، طبرانی، بیہقی اور جوز جانی میں ایسا منقول ہے۔

۲۴۳۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَزَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ فِيْ غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا. فَقَالَا لِيْ: أَلْقِهِ. قُلْتُ: لَا، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ، وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ

(۲۴۳۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا (اور اس کو اٹھا لیا) دونوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے مجھے اس کا مالک مل جائے (تو اس کو دے دوں گا) ورنہ خود اس

بِهِ. فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلًا)). فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلًا)). فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا حَوْلًا)). ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: ((اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا)).

سے نفع اٹھاؤں گا۔ جہاد سے واپس ہونے کے بعد ہم نے حج کیا۔ جب میں مدینے گیا تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مجھ کو ایک تھیلی مل گئی تھی، جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔'' میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ مالک ابھی تک نہیں ملا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سال تک اور اعلان کر۔'' میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر۔'' میں پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''رقم کے عدد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دے دے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔''

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، بِهَذَا قَالَ: فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا. [راجع: ٢٤٢٦]

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے اور انہیں سلمہ نے یہی حدیث، شعبہ نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد میں مکہ میں سلمہ سے ملا، تو انہوں نے کہا مجھے خیال نہیں (اس حدیث میں سوید نے) تین سال تک بتلانے کا ذکر کیا تھا، یا ایک سال کا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کسی پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لینا ہی ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط آدمی کے حوالہ نہ پڑ جائے۔ اٹھا لینے کے بعد حدیث مذکور کی روشنی میں عمل درآمد ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

باب: لقطہ کا بتلانا لیکن حاکم کے سپرد نہ کرنا

تشریح: اس باب سے امام اوزاعی کے قول کا رد منظور ہے۔ انہوں نے کہا اگر لقطہ بیش قیمت ہو تو بیت المال میں داخل کردے۔

٢٤٣٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا، سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: ((عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا

(۲۴۳۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ربیعہ سے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو اس کی بناوٹ اور بندھن کے بارے میں

وَوِكَائَهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا)). وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا)). وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ. فَقَالَ: ((هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ)). [راجع: ۹۱]

صحیح صحیح بتائے (تو اسے دے دے) ورنہ اپنی ضروریات میں اسے خرچ کر۔" انہوں نے جب ایسے اونٹ کے متعلق بھی پوچھا، جو راستہ بھول گیا ہو۔ تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ نے فرمایا: "تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور اس کے کھر موجود ہیں۔ وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ سکتا ہے۔" انہوں راستہ بھولی ہوئی بکری کے بارے میں بھی پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ "یا وہ تمہاری ہوگی، یا تمہارے بھائی (اصل مالک) کو مل جائے گی، ورنہ اسے بھیڑیا اٹھا لے جائے گا۔"

بَابٌ　باب

تشریح: اس باب میں کوئی ترجمہ مذکور نہیں ہے۔ گویا پہلے باب ہی سے متعلق ہے، اس حدیث کی مناسبت باب اللقطة سے یہ ہے کہ جنگل میں اس دودھ کا پینے والا کوئی نہ تھا۔ تو وہ بھی پڑی ہوئی چیز کے مثل ہوا۔ اور چرواہا گو موجود تھا، مگر یہ دودھ اس کی ضرورت سے زائد تھا۔

بعض نے کہا مناسبت یہ ہے کہ اگر لقطہ میں کوئی کم قیمت کھانے پینے کی چیز ملے تو اس کا کھا پی لینا درست ہے جیسے اوپر کھجور کی حدیث گزری، اور یہ دودھ بھی۔ جب اس کا مالک وہاں موجود نہ تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا اور استعمال کیا۔ اسے کھجور پر قیاس کیا گیا۔ گو چرواہا موجود تھا۔ مگر وہ دودھ کا مالک نہ تھا اس وجہ سے گویا اس کا وجود اور عدم برابر ہوا۔ اور وہ دودھ مثل لقطہ کے ٹھہرا۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ ابوسعید سے مرفوعاً مروی ہے: "اذا اتیت علی راع فناده ثلاث مرات فان اجابك والا فاشرب من غیر ان تفسد واذا اتیت علی حائط بستان فناده ثلاث مرات فان اجابك والا فكل من غیر ان تفسد۔" یعنی جب تم کسی ریوڑ پر آؤ تو اس کے چرواہے کو تین دفعہ پکارو، وہ کچھ بھی جواب نہ دے تو اس کا دودھ پی سکتے ہو۔ مگر نقصان پہنچانے کا خیال نہ ہو۔ اسی طرح باغ کا حکم ہے۔ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان احادیث کا تعلق اس عہد سے ہے جب کہ مسافروں کی ضیافت کا حکم بطور وجوب تھا۔ جب وہ وجوب منسوخ ہوا تو ان احادیث کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔

٢٤٣٩ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ؛ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: انْطَلَقْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قَالَ: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ. فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ. فَقُلْتُ:

(۲۴۳۹) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو نضر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو اسرائیل نے خبر دی ابواسحاق سے کہ مجھے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سے خبر دی (دوسری سند) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا ابواسحاق سے، اور انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ (ہجرت کر کے مدینہ جاتے وقت) میں نے تلاش کیا تو مجھے ایک چرواہا ملا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے قریشی کا نام بھی بتایا، جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اسے پوچھا، کیا تمہارے ریوڑ کی بکریوں

هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ، فَقَالَ هَكَذَا. ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى. فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِدَاوَةً عَلَى فِيهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ، حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ. [أطرافه في: ٣٦١٥، ٣٦٥٢، ٣٩٠٨، ٣٩١٧، ٥٦٠٧]

[مسلم: ٥٢٣٨، ٥٢٣٩، ٧٥٢١]

میں کچھ دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! میں نے اس سے کہا، کیا تم میرے لیے دودھ دولو گے؟ اس نے کہا، ہاں ضرور! چنانچہ میں نے اس سے دوہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑ لایا۔ پھر میں نے اس سے بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مار کر صاف کر لیا۔ اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے میں نے ایک برتن ساتھ لیا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے پانی دودھ پر بہایا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر دودھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دودھ حاضر ہے، یا رسول اللہ! پی لیجیے۔ آپ نے اسے پیا، یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔

تشریح: اس باب کے لانے سے غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی باغ پر سے گزرے یا جانوروں کے گلے پر سے تو باغ کا پھل یا جانور کا دودھ کھا پی سکتا ہے گو مالک سے اجازت نہ لے، مگر جمہور علما اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بے ضرورت ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور ضرورت کے وقت اگر کر گزرے تو مالک کو تاوان دے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ باغ پر حصار نہ ہو تو میوہ کھا سکتا ہے گو ضرورت نہ ہو۔ ایک روایت یہ ہے جب اس کی ضرورت اور احتیاج ہو۔ لیکن دونوں حالتوں میں اس پر تاوان نہ ہوگا۔ اور دلیل ان کی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً جب تم میں سے کوئی کسی باغ پر سے گزرے تو کھا لے۔ لیکن جمع کر کے نہ لے جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے حالات میں بغیر اجازت کسی بھی باغ کا پھل کھانا خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی جانور کا دودھ نکال کر از خود پی لینا اور مالک سے اجازت نہ لینا، یہ بھی اس دور میں ٹھیک نہیں ہے۔ کسی شخص کی اضطراری حالت ہو، وہ پیاس اور بھوک سے قریب المرگ ہو اور اس حالت میں وہ کسی باغ پر سے گزرے یا کسی ریوڑ پر سے، تو اس کے لئے ایسی مجبوری میں اجازت دی گئی ہے۔ یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ بعد میں مالک اگر تاوان طلب کرے تو اسے دینا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَبْوَابُ الْمَظَالِمِ وَالْقِصَاصِ

لوگوں پر ظلم اور اس کے بدلے کا بیان

تشریح: لفظ مظالم ظلم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں لوگوں پر ناحق زیادتی کرنا، اور یہ بھی کہ ناحق کسی کا مال مار لینا اور غصب کے معنی کسی کا مال ناحق طور پر ہضم کر جانے کے ہیں۔

مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسلوب کے مطابق مظالم اور غصب کی برائی اور آیات قرآنی کو نقل فرمایا، جن کا مضمون ظاہر ہے کہ ظالموں کا انجام دنیا اور آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے۔ آیت مبارکہ کا حصہ: ﴿وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ (۱۴/ابراہیم:۴۶) ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس ان ظالم کافروں کا مکر لکھا ہوا ہے، اس کے سامنے کچھ نہیں چلے گی۔'' گو ان کے مکر سے دنیا میں پہاڑ سرک جائیں۔ بعض نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے 'مکر سے کہیں پہاڑ بھی سرک سکتے ہیں'۔ یعنی اللہ کی شریعت پہاڑ کی طرح جمی ہوئی اور مضبوط ہے۔ ان کے مکر وفریب سے وہ اکھڑ نہیں سکتی۔ اس آیت کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ پرایا مال چھین لینا اور ڈکار جانا ظلم اور غصب ہے جو عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے۔

بَابٌ: فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

باب: لوگوں پر ظلم اور ان کے مال زبردستی چھین لینے کی مذمت

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِي رُءُوْسِهِمْ﴾ رَافِعِي رُؤُوْسِهِمْ، الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ. ﴿لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ﴾ جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ ﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَوَلَمْ تَكُوْنُوْا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ○ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسَاكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ

اللہ تعالیٰ نے (سورۂ ابراہیم میں) فرمایا کہ ''اور ظالموں کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھنا۔ اور اللہ تعالیٰ تو انہیں صرف ایک ایسے دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور وہ سر اوپر کو اٹھائے بھاگے جا رہے ہوں گے۔'' مُقْنِعٌ اور مُقْمِحٌ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ ''ان کی نگاہ ان کے خود کی طرف نہ لوٹے گی اور دلوں کے چھکے چھوٹ جائیں گے'' کہ عقل بالکل نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اے محمد! لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آ اترے گا، جو لوگ ظلم کر چکے ہیں وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! (عذاب کو) کچھ دنوں کے لیے ہم سے اور مؤخر کر دے، تو اب کی بار ہم تیرا حکم سن لیں گے اور تیرے انبیا کی تابعداری کریں گے۔ جواب ملے گا کیا تم نے پہلے یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ تم پر کبھی ادبار نہیں آئے گا؟ اور تم ان قوموں کی بستیوں

وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ٥ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ٥ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوْ انْتِقَامٍ﴾. [إبراهيم: ٤٢-٤٧] وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ مُدِيْمِي النَّظَرِ. وَيُقَالُ: مُسْرِعِيْنَ.

میں رہ چکے ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اور تم پر یہ بھی ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کردی ہیں۔ انہوں نے برے مکر اختیار کیے اور اللہ کے یہاں ان کے یہ بدترین مکر لکھ لیے گئے۔ اگرچہ ان کے مکر ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جاتے (مگر وہ سب بیکار ثابت ہوئے) بس اللہ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ وہ اپنے انبیا سے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ بلاشبہ اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔'' مجاہد نے فرمایا کہ مُهْطِعِيْنَ کے معنی برابر نظر ڈالنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُهْطِعِيْنَ کے معنی جلدی بھاگنے والے۔

تشریح: ظالموں کے بارے میں ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں ہے۔ انسانی تاریخ میں کتنے ہی ظالم بادشاہوں، امیروں، حاکموں کے نام آتے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں مخلوق الٰہی پر مظالم کے پہاڑ توڑے اپنی خواہشات کے لئے انہوں نے زیر دستوں کو بری طرح ستایا۔ آخر میں اللہ نے ان کو ایسا پکڑا کہ وہ مع اپنے جاہ وحشم کے دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور ان کی کہانیاں باقی رہ گئیں۔ دنیا میں اللہ سے بغاوت کرنے کے بعد سب سے بڑا گناہ ظلم کرنا ہے یہ وہ گناہ ہے۔ جس کے لیے اللہ کے یہاں کبھی بھی معافی نہیں، جب تک خود مظلوم ہی نہ معاف کردے۔

مظالم کی چکی آج بھی برابر چل رہی ہے۔ آج مظالم ڈھانے والے اکثریت کے گھمنڈ میں اقلیتوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ نسلی غرور، وذہبی تعصب، جغرافیائی نفرت، ان بیماریوں نے آج کے کتنے ہی فرعونوں اور نمرودوں کو ظلم پر کمر بستہ کر رکھا ہے۔ الٰہی قانون ان کو بھی پکار کر کہہ رہا ہے کہ ظالمو! وقت آ رہا ہے کہ تم سے ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا، تم دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے، آنے والی نسلیں تمہارے ظلم کی تفصیلات سن سن کر تمہارے ناموں پر تھوتھو کر کے تمہارے اوپر لعنت بھیجیں گی۔ آیت مبارکہ: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ﴾ (۱۴/ابراہیم: ۴۷) کا یہی مطلب ہے۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ

باب: ظلم کے قصاص کا بیان

تشریح: اس طرح کہ مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی، اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر ڈالی جائیں گی یا مظلوم کو حکم دیا جائے گا کہ ظالم کو اتنی ہی سزا دے لے جو اس نے مظلوم کو دنیا میں دی تھی۔ اور جس بندے کو اللہ بچانا چاہے گا اس کے مظلوم کو اس سے راضی کرا دے گا۔

٢٤٤٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ

(۲۴۴۰) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو معاذ بن ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو المتوکل ناجی نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مومنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو انہیں ایک پل پر جو جنت اور دوزخ کے

بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا مَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَسْكَنِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا)). وَقَالَ يُوْنُسُ ابْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ. [طرفه في: ٦٥٣٥]

درمیان ہوگا روک لیا جائے گا۔ اور وہیں ان کے مظالم کا بدلہ دے دیا جائے گا، جو وہ دنیا میں باہم کرتے تھے۔ پھر جب پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، ان میں سے ہر شخص اپنے جنت کے گھر کو اپنے دنیا کے گھر سے بھی زیادہ بہتر طور پر پہچانے گا۔'' یونس بن محمد نے بیان کیا، کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے ابو المتوکل نے بیان کیا۔

تشریح: اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ قتادہ کا سماع ابو المتوکل سے معلوم ہو جائے۔

یا اللہ! اپنے رسول پاک ﷺ کے ان پاکیزہ ارشادات کی قدر کرنے والوں کو فردوس بریں عطا فرمائیو۔ آمین

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾ [هود: ١٨]

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''سن لو! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے''

٢٤٤١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي، مَعَ ابْنِ عُمَرَ آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ قَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّى قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ. فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيَقُوْلُ الأَشْهَادُ: ﴿هَؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾)). [هود: ١٨] [أطرافه في: ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤] [مسلم: ٧٠١٥؛ ابن ماجه: ١٨٣]

(۲۴۴۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا کہ مجھے قتادہ نے خبر دی، ان سے صفوان بن محرز مازنی نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول کریم ﷺ سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار! آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آ جائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن کفار اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیا اور تمام جن و انس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔''

تشریح: اس حدیث کو کتاب الغصب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لئے لائے کہ آیت میں جو یہ وارد ہے کہ ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے تو ظالموں سے کافر مراد ہیں۔ اور مسلمان اگر ظلم کرے تو وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے۔ اس سے ظلم کا بدلہ تو ضرور لیا جائے گا، پر وہ ملعون نہیں ہو سکتا۔

بَابٌ: لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

باب: کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ کسی ظالم کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَالِمًا، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [طرفه في: ٦٩٥١]

[مسلم: ٦٥٧٨؛ ابوداود: ٤٨٩٣؛ ترمذي: ١٤٢٦]

(٢٤٤٢) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔''

بَابٌ: أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا

باب: ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

تشریح: اس کی تفسیر خود آگے کی حدیث میں آتی ہے۔ اگر مسلمان بھائی کسی پر ظلم کر رہا ہو تو اس کی مدد یوں کرے، کہ اس کو سمجھا کر باز رکھے کیونکہ ظلم کا انجام برا ہے ایسا نہ ہو وہ مسلمان ظلم کی وجہ سے کسی بڑی آفت میں پڑ جائے۔

٢٤٤٣۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، وَحُمَيْدٌ، سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا)).

[طرفاه في: ٢٤٤٤، ٦٩٥٢]

(٢٤٤٣) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

٢٤٤٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا)). قَالَ: يَا

(٢٤٤٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا

رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: ((تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ)). [راجع: ٢٤٤٣]

رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ نے فرمایا: "ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو۔" (یہی اس کی مدد ہے)۔

بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ

باب: مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے

تشریح: گو وہ کافر ذمی ہو۔ ایک حدیث میں ہے جس کو طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ اللہ نے ایک بندے کے لئے حکم دیا، اس کو قبر میں سو کوڑے لگائے جائیں۔ وہ دعا اور عاجزی کرنے لگا، آخر ایک کوڑا رہ گیا، لیکن ایک ہی کوڑے سے اس کی ساری قبر آگ سے پُر ہو گئی۔ جب وہ حالت جاتی رہی تو اس نے پوچھا، مجھ کو یہ سزا کیوں ملی؟ فرشتوں نے کہا کہ تو نے ایک نماز بے طہارت پڑھ لی تھی اور ایک مظلوم کو دیکھ کر اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (وحیدی)

معلوم ہوا کہ مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنا ہر بھائی کا ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے: "عن سهل بن حنيف عن النبي ﷺ قال من اذل عنده مؤمن فلم ينصره وهو يقدر على ان ينصره اذله الله عزوجل على رؤوس الخلائق يوم القيامة رواه احمد۔" یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے کسی مؤمن کو ذلیل کیا جا رہا ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل کرے گا۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وذهب جمهور الصحابة والتابعين الى وجوب نصر الحق وقتال الباغين۔" (نیل) یعنی صحابہ و تابعین اور عام علمائے اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ حق کی مدد کے لئے کھڑا ہونا اور باغیوں سے لڑنا واجب ہے۔

٢٤٤٥۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ، وَإِجَابَةَ الدَّاعِيْ، وَإِبْرَارَ الْمُقْسِمِ. [راجع: ١٢٣٩]

(٢٤٤٥) ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا، کہ میں نے معاویہ بن سوید سے سنا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا تھا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات چیزوں کا حکم فرمایا تھا اور سات ہی چیزوں سے منع بھی فرمایا تھا (جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا ان میں) انہوں نے مریض کی عیادت، جنازے کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام کا جواب دینے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے (کی دعوت) قبول کرنے، اور قسم پوری کرنے کا ذکر کیا۔

تشریح: سات مذکورہ کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھلانا ہے۔ اس میں مظلوم کی مدد کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا۔

٢٤٤٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)).

(٢٤٤٦) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: "ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک کو دوسرے سے قوت

وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ . [راجع: ٤٨١]

پہنچتی ہے۔'' اور آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔

تشریح: کاش! ہر مسلمان اس حدیث نبوی کو یاد رکھتا اور ہر مؤمن بھائی کے ساتھ بھائیوں جیسی محبت رکھتا تو مسلمانوں کو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے جو آج کل دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اب بھی اہل اسلام کو سمجھ دے کہ وہ اپنے پیارے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔

بَابُ الْإِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ

لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ [النساء: ١٤٨] ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ [الشورى: ٣٩] قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُسْتَذَلُّوْا، فَإِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا.

باب: ظالم سے بدلہ لینا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ بری بات کے اعلان کو پسند نہیں کرتا۔ سوا اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ) ''اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ اس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔'' ابراہیم نے کہا کہ سلف ذلیل ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب انہیں (ظالم پر) قابو حاصل ہو جاتا تو اسے معاف کر دیا کرتے تھے۔

تشریح: یعنی ظالم کے مقابلہ پر بڑھیوں کی طرح عاجز و ذلیل نہیں ہو جاتے بلکہ اتنا ہی انصاف سے بدلہ لیتے ہیں جتنا ان پر ظلم ہوا۔ ورنہ خود ظالم بن جائیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا ظالم سے بقدر ظلم کے بدلہ لینا درست ہے۔ لیکن معاف کر دینا افضل ہے جیسا کہ سلف کا طور طریقہ مذکور ہوا ہے اور آگے حدیث میں آتا ہے۔

بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُوْمِ

لِقَوْلِهِ: ﴿إِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوْهُ أَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا﴾ [النساء: ١٤٩] ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ٥ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ٥ إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ٥ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ٥ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَالَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ وَتَرَى الظَّالِمِيْنَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ إِلَى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾. [الشورى: ٤٠، ٤٤]

باب: ظالم کو معاف کر دینا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر تم کھلم کھلا طور پر کوئی نیکی کرو یا پوشیدہ طور پر یا کسی کے برے معاملہ پر معافی سے کام لو، تو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بہت بڑی قدرت والا ہے۔'' (سورۂ شوریٰ میں فرمایا) ''اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جو معاف کر دے اور درستگی معاملہ کو باقی رکھے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جس نے اپنے پر ظلم کئے جانے کے بعد اس کا (جائز) بدلہ لیا تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فساد کرتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن کو دردناک عذاب ہوگا۔ لیکن جس شخص نے (ظلم پر) صبر کیا اور (ظالم کو) معاف کیا تو یہ نہایت ہی بہادری کا کام ہے۔ اور اے پیغمبر! تو ظالموں کو دیکھے گا جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو کہیں گے اب کوئی دنیا میں پھر جانے کی بھی صورت ہے؟''

بَابٌ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: ظلم، قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

تشریح: یعنی ظالم کو قیامت کے دن نور نہ ملے گا۔ اندھیرے پر اندھیرا، ان اندھیروں میں وہ دھکے کھاتا مصیبت اٹھاتا پھرے گا۔

٢٤٤٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ الْمَاجِشُونُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [مسلم: ٦٥٢٠؛ ترمذي: ٢٠٣٠]

(٢٤٤٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ماجشون نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔''

بَابُ الْإِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

باب: مظلوم کی بددعا سے بچنا اور ڈرتے رہنا

٢٤٤٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ)). [راجع: ١٣٩٥]

(٢٤٤٨) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن اسحاق مکی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ صیفی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب (عامل بنا کر) یمن بھیجا، تو آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ''مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔''

تشریح: یعنی وہ فوراً پروردگار تک پہنچ جاتی ہے اور ظالم کی خرابی ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظالم کو اسی وقت سزا ہوتی ہے بلکہ اللہ پاک جس طرح چاہتا ہے ویسے حکم دیتا ہے۔ کبھی فوراً سزا دیتا ہے کبھی ایک میعاد کے بعد تاکہ ظالم اور ظلم کرے اور خوب پھول جائے اس وقت دفعتاً وہ پکڑ لیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کے ظلم سے تنگ آ کر بددعا کی، چالیس برس کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ بہرحال ظالم کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہم نے ظلم کیا اور کچھ سزا نہ ملی، اللہ کے ہاں انصاف کے لئے دیر تو ممکن ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلِمَتَهُ؟

باب: اگر کسی شخص نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہو اور اس سے معاف کرائے تو کیا اس ظلم کو بھی بیان کرنا ضروری ہے

تشریح: کہ میں نے فلاں قصور کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ قصور کا بیان کرنا ضروری ہے اور بعض نے کہا ضروری نہیں مجملاً اس سے معاف کرا لینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے۔

٢٤٤٩ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ، قَبْلَ أَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ نَزَلَ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ، وَاسْمُ أَبِي سَعِيْدٍ كَيْسَانُ. [طرفه في: ٦٥٣٤]

(۲۴۴۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کا ظلم کسی اپنے بھائی کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔ اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔'' ابوعبداللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا سعید مقبری کا نام مقبری اس لیے ہوا کہ قبرستان کے قریب انہوں نے قیام کیا تھا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ سعید مقبری ہی بنی لیث کے غلام ہیں۔ پورا نام سعید بن ابی سعید ہے۔ اور (ان کے والد) ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

تشریح: مظلمہ ہر اس ظلم کو کہتے ہیں جسے مظلوم از راہ صبر برداشت کرلے۔ کوئی جانی ظلم ہو یا مالی سب پر لفظ مظلمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی سے اس کا مال زبردستی چھین لے تو یہ بھی ایک مظلمہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ظالموں کو اپنے مظالم کا فکر دنیا ہی میں کرلینا چاہیے کہ وہ مظلوم سے معاف کرالیں، ان کا حق ادا کردیں ورنہ موت کے بعد ان سے پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا۔

بَابٌ: إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ

باب: جب کسی ظلم کو معاف کردیا تو واپسی کا مطالبہ بھی باقی نہیں رہا

٢٤٥٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: فِيْ هَذِهِ الْآيَةِ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾. [النساء: ١٢٨] قَالَتِ الرَّجُلُ يَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ، لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا، يُرِيْدُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُوْلُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِيْ حِلٍّ. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيْ ذَلِكَ [أطرافه في: ٢٦٩٤، ٤٦٠١، ٥٢٠٦]

(۲۴۵۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی) اس آیت میں کہ ''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا اس کے منہ پھیرنے کا خوف رکھتی ہو۔'' کے بارے میں فرمایا کہ کسی شخص کی بیوی ہے، لیکن شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں بلکہ اسے جدا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں اپنا حق تم سے معاف کرتی ہوں۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: یعنی اگر شوہر میرے پاس نہیں آتا تو نہ آئے، لیکن مجھ کو طلاق نہ دے، اپنی زوجیت میں رہنے دے تو یہ درست ہے۔ خاوند پر سے اس کی صحبت کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اس باب میں ہے کہ عورت اپنے مرد سے جدا ہونا برا سمجھے۔ اور خاوند بیوی دونوں یہ ٹھہرالیں کہ تیسرے یا چوتھے دن مرد اپنی عورت کے پاس آیا کرے تو یہ درست ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی باری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کر دی تھی، آپ ان کی باری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا کرتے تھے۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ حَلَّلَهُ لَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ؟

باب: اگر کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا اس کو معاف کر دے مگر یہ بیان نہ کرے کہ کتنے کی اجازت اور معافی دی ہے

٢٤٥١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ((أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟)). فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ.

[راجع: ٢٣٥١] [مسلم: ٥٢٩٢]

(۲۴۵۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوحازم بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ یا پانی پینے کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے پیا۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟'' لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ، آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایثار میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔

تشریح: کیونکہ اس کا حق مقدم تھا وہ داہنی طرف بیٹھا تھا۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کے لئے بعض نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وہ پیالہ بوڑھے لوگوں کو دینے کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت مانگی، اگر وہ اجازت دے دیتے تو یہ اجازت ایسی ہی ہوتی جس کی مقدار بیان نہیں ہوئی۔ یعنی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کتنے دودھ کی اجازت ہے۔ پس باب کا مطلب نکل آیا۔ (وحیدی)

بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

باب: اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین ظلم سے چھین لی

٢٤٥٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا

(۲۴۵۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے طلحہ بن عبداللہ نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے خبر دی، اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات

طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ)). [طرفه في: ٣١٩٨] زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔"

تشریح: زمین کے سات طبقے ہیں۔ جس نے بالشت بھر زمین بھی چھینی تو ساتوں طبقوں تک گویا اس کو چھینا۔ اس لئے قیامت کے دن ان سب کا طوق اس کے گلے میں ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب مٹی اٹھا کر لانے کا اس کو حکم دیا جائے گا۔ بعض نے کہا، طوق پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتوں طبقے تک اس میں دھنسا دیا جائے گا۔ حدیث سے بعض نے یہ بھی نکالا کہ زمینیں سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں۔ (وحیدی)

٢٤٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ، فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ)). [طرفه في: ٣١٩٥] [مسلم: ٤١٣٧، ٤١٣٨]

(۲۴۵۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے بتلایا: ابوسلمہ! زمین سے پرہیز کر کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔"

تشریح: چونکہ زمینوں کے سات طبق ہیں۔ اس لیے وہ ظلم سے حاصل کی ہوئی زمین سات طبقوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ زمین کے سات طبق کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنے والا قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ تفصیلات کا علم اللہ کو ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ (۷۴/ المدثر: ۳۱) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفيه ان الارضين السبع اطباق كالسموات وهو ظاهر قوله تعالى ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ خلافا لمن قال ان المراد بقوله سبع ارضين سبعة اقاليم۔" (نیل) یعنی اس سے ثابت ہوا کہ آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبق ہیں جیسا کہ آیت قرآنی ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ میں مذکور ہے یعنی زمینیں بھی ان آسمانوں ہی کے مانند ہیں۔ اس میں ان کی بھی تردید ہے جو سات زمینوں سے ہفت اقلیم مراد لیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

٢٤٥٤ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللهِ: هَذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، إِنَّمَا أَمْلَى عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ. [طرفه في: ٣١٩٦]

(۲۴۵۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا سالم سے اور ان سے ان کے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔" ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ یہ حدیث عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں نہیں ہے جو خراسان میں تھی۔ بلکہ اس میں تھی جسے انہوں نے بصرہ میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا۔

بَابٌ: إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ

باب: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کی

شَيْئًا جَازَ

اجازت دے دے تو وہ اس کو استعمال کر سکتا ہے

٢٤٥٥ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ، قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ. [أطرافه في: ٢٤٨٩، ٢٤٩٠، ٥٤٤٦] [مسلم: ٥٣٣٣، ٥٣٣٤، ٥٣٤٥؛ ابوداود: ٣٨٣٤؛ ترمذي: ١٨١٤؛ ابن ماجه: ٣٣٣١]

(۲۴۵۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہم بعض اہل عراق کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں قحط میں مبتلا ہونا پڑا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھانے کے لیے ہمارے پاس کھجور بھجوایا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ہماری طرف سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے وقت) دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوسرے بھائی سے اجازت لے لے۔

تشریح: ظاہریہ کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔ دوسرے علما کے نزدیک تنزیہی ہے۔ اور وجہ ممانعت کی ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق تلف کرنا ہے اور اس سے حرص اور طمع معلوم ہوتی ہے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا اگر کھجور مشترک ہو تو دوسرے شریکوں کی بن اجازت ایسا کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث سے اس شخص کا مذہب قوی ہوتا ہے جس نے مجہول کا ہبہ جائز رکھا ہے۔

٢٤٥٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ. وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ الْجُوعَ فَدَعَاهُ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟)). فَقَالَ: نَعَمْ. [راجع: ٢٠٨١]

(۲۴۵۶) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں ایک صحابی جنہیں ابوشعیب کہا جاتا تھا، کا ایک قصائی غلام تھا۔ ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دے۔ کیونکہ میں نبی کریم ﷺ کو چار دیگر اصحاب کے ساتھ دعوت دوں گا۔ انہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپ کو انہوں نے بلایا۔ ایک اور شخص آپ کے ساتھ بن بلائے چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے صاحب خانہ سے فرمایا: ''یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ کیا اس کے لیے تمہاری اجازت ہے؟'' انہوں نے کہا، جی ہاں اجازت ہے۔

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا مطلب بھی اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بن بلائے دعوت میں جانا اور کھانا کھانا درست نہیں۔ مگر جب صاحب خانہ اجازت دے تو درست ہو گیا۔ اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی رافت اور رحمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی کا بھوکا رہنا گوارا نہ تھا۔ ایک اللہ والے بزرگ انسان کی یہی شان ہونی چاہیے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَهُوَ أَلَدُّ

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمان ''اور وہ بڑا

الْخِصَامِ﴾ [البقرة: ٢٠٤] سخت جھگڑالو ہے''

٢٤٥٧ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ)). [طرفاه في: ٤٥٢٣، ٧١٨٨] [مسلم: ٦٧٨٠؛ ترمذي: ٢٩٧٦؛ نسائي: ٥٤٣٨]

(۲۴۵۷) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند وہ آدمی ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔''

تشریح: بعض بدبختوں کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ ذرا ذرا سی باتوں میں آپس میں جھگڑا فساد کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ عند اللہ بہت ہی برے ہیں۔ پوری آیت کا ترجمہ یوں ہے، لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں تجھ کو بھلی لگتی ہے اور اپنے دل کی حالت پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ کہتے ہیں یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں اتری۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اسلام کا دعویٰ کر کے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ جبکہ دل میں نفاق رکھتا تھا۔ (وحیدی)

بَابُ إِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

باب: اس شخص کا گناہ، جو جان بوجھ کر جھوٹ کے لیے جھگڑا کرے

٢٤٥٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِيْنِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ، وَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا)). [أطرافه في: ٢٦٨٠، ٦٩٦٧، ٧١٦٩، ٧١٨١، ٧١٨٥] [مسلم: ٤٤٧٣،

(۲۴۵۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے دروازے کے سامنے جھگڑے کی آواز سنی اور جھگڑا کرنے والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے جب میرے یہاں کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ (فریقین میں سے) ایک فریق کی بحث دوسرے فریق سے عمدہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اور اس طرح میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کو (اس کے ظاہری بیان پر بھروسہ کر کے) کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو دوزخ کا ایک ٹکڑا اس کو دلا رہا ہوں، وہ لے لے یا چھوڑ دے۔''

۴۴۷۵، ۴۴۷۶؛ ابوداود: ۳۵۸۳؛ ترمذي:

۱۳۳۹؛ نسائي: ۵۴۳۷؛ ابن ماجه: ۲۳۱۷]

تشریح: یعنی جب تک اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی نہ آئے میں بھی تمہاری طرح غیب کی باتوں سے ناواقف رہتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی آدمی ہوں اور آدمیت کے لوازم سے پاک نہیں ہوں۔ اس حدیث سے ان بے وقوفوں کا رد ہوا جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یا نبی کریم ﷺ کو بشر نہیں سمجھتے بلکہ الوہیت کی صفات سے متصف جانتے ہیں۔ قاتلهم الله انى يؤفكون (وحیدی)

حدیث کا آخری ٹکڑا تہدید کے لیے ہے۔ اس حدیث سے صاف یہ نکلتا ہے کہ قاضی کے فیصلے سے وہ چیز حلال نہیں ہوتی اور قاضی کا فیصلہ ظاہراً نافذ ہے نہ باطناً۔ یعنی اگر مدعی ناحق پر ہوا اور عدالت اس کو کچھ دلا دے تو اللہ اور اس کے درمیان اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ جمہور علما اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خلاف کیا ہے۔

لفظ غیب کے لغوی معانی کا تقاضا ہے کہ وہ بغیر کسی کے بتلائے از خود معلوم ہو جانے کا نام ہے اور یہ صرف اللہ پاک ہی کی ایک صفت خاصہ ہے کہ وہ ماضی وحال و مستقبل کی جملہ غیبی خبریں از خود جانتا ہے۔ اس کے سوا مخلوق میں سے کسی بھی انسان یا فرشتے کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا سراسر نادانی ہے خاص طور پر نبیوں رسولوں کی شان عام انسانوں سے بہت بلند و بالا ہوتی ہے۔ وہ براہ راست اللہ پاک سے شرف خطاب حاصل کرتے ہیں، وحی اور الہام کے ذریعہ سے بہت سی اگلی پچھلی باتیں ان پر واضح ہو جاتی ہیں مگر ان کو غیب سے تعبیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کو عقل و فہم کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور جو محض اندھی عقیدت کے پرستار بن کر اسلام فہمی سے قطعاً کورے ہو چکے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہر دو پہلو روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتے ہیں۔ کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا کہ ضرورت کے تحت ایک پوشیدہ امر وحی الٰہی سے آپ پر روشن ہو گیا اور کتنی ہی دفعہ یہ بھی ہوا کہ ضرورت تھی بلکہ سخت ضرورت تھی مگر وحی الٰہی اور الہام نہ آنے کے باعث آپ ان کے متعلق کچھ نہ جان سکے اور بہت سے نقصانات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ اس لئے قرآن مجید میں آپ کی زبان مبارک سے اور صاف اعلان کرایا گیا: ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۸۸) ''اگر میں غیب جانتا تو بہت سی خیر ہی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کبھی بھی کوئی برائی نہ چھو سکتی''۔ اگر آپ کو جنگ احد کا یہ انجام بد معلوم ہوتا تو کبھی بھی اس گھاٹی پر ایسے لوگوں کو مقرر نہ کرتے جن کے وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر وار کرنے کا موقع ملا۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ جو مولوی عالم اس بارے میں مسلمانوں کو لڑاتے اور سر پھٹول کراتے رہتے ہیں وہ یقیناً امت کے غدار ہیں۔ اسلام کے نادان دوست ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین گستاخ ہیں۔ عند اللہ وہ مغضوب اور ضالین ہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر۔ اللہ ان کے شر سے امت کے سادہ لوح مسلمانوں کو جلد از جلد نجات بخشے اور معاملہ فہمی کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بَابٌ: إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

باب: اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا کیا تو بدزبانی پر اتر آیا

۲۴۵۹۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، أَوْ كَانَتْ فِيْهِ

(۲۴۵۹) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی شعبہ سے، انہیں سلیمان نے، انہیں عبداللہ بن مرہ نے، انہیں مسروق نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی، وہ منافق ہوگا۔ یا ان چار میں سے اگر کوئی ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔

خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ، حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)). [راجع:٣٤]

یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے، اور جب جھگڑے تو بدزبانی پراتر آئے۔''

تشریح: جھگڑا بازی کرنا ہی برا ہے۔ پھر اس میں گالی گلوچ کا استعمال اتنا برا ہے کہ اسے نفاق (بے ایمانی) کی ایک علامت بتلایا گیا ہے۔ کسی اچھے مسلمان کا کام نہیں کہ وہ جھگڑے کے وقت بے لگام بن جائے اور جو بھی منہ پر آئے بکنے سے ذرا نہ شرمائے۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

باب: مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنے مال کے موافق اس میں سے لے سکتا ہے

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: يُقَاصُّهُ وَقَرَأَ: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ [النحل: ١٢٦]

اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اپنا حق برابر لے سکتا ہے۔ پھر انہوں نے (سورۂ نحل کی) یہ آیت پڑھی ''اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں ستایا گیا ہو۔''

٢٤٦٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيهِمْ بِالْمَعْرُوفِ)). [راجع: ٢٢١١]

(٢٤٦٠) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ابوسفیان (رضی اللہ عنہ جو ان کے شوہر ہیں وہ) بخیل ہیں۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے لے کر اپنے بال بچوں کو کھلایا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''تم دستور کے مطابق ان کے مال سے لے کر کھلاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

تشریح: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث پر فتویٰ دیا ہے کہ ظالم کا جو مال بھی مل جائے مظلوم اپنے مال کی مقدار میں اسے لے سکتا ہے، متاخرین احناف کا بھی فتویٰ یہی ہے۔ (تفہیم البخاری، پ:۹/ص:۱۲۴)

٢٤٦١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُونَنَا فَمَا تَرَى فِيهِ فَقَالَ لَنَا: ((إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ، فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ)). [طرفه في: ٦١٣٧]

(٢٤٦١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں میں اترنا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے، آپ کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپ نے ہم سے فرمایا: ''اگر تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے، تو تم اسے قبول

کرلو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کرلو۔" [مسلم: ٤٥١٦؛ ابوداود: ٣٧٥٢؛ ترمذي: ١٥٨٩؛ابن ماجه: ٣٦٧٦]

تشریح: مہمانی کا حق میزبان کی مرضی کے خلاف وصول کرنے کے لئے جو اس حدیث میں ہدایت ہے اس کے متعلق محدثین نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ حکم مخمصہ کی حالت کا ہے۔ بادیہ اور گاؤں کے دور دراز علاقوں میں اگر کوئی مسافر خصوصا عرب کے ماحول میں پہنچتا تو اس کے لئے کھانے پینے کا ذریعہ اہل بادیہ کی میزبانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا موقع ہو اور قبیلہ والے ضیافت سے انکار کردیں، ادھر مجاہد مسافروں کے پاس کوئی سامان نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے ان سے اپنا کھانا پینا ان کی مرضی کے خلاف بھی وصول کرسکتے ہیں۔ اسی طرح کی رخصتیں اسلام میں مخمصہ کے اوقات میں ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ضیافت اہل عرب میں ایک عام عرف و عادت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے اس عرف کی روشنی میں مجاہدین کو آپ نے ہدایت دی تھی۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے بہت سے قبائل سے معاہدہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر ان کے قبیلہ سے گزرے اور ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں قیام کرے تو وہ لشکر کی ضیافت کریں۔ یہ معاہدہ حضور اکرم ﷺ کے ان مکاتیب میں موجود ہے جو آپ نے قبائل عرب کے سرداروں کے نام بھیجے تھے اور جن کی تخریج زیلعی نے بھی کی ہے۔ بہر حال مختلف توجیہات اس کی کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عرف و عادت والے جواب کو پسند کیا ہے۔ یعنی عرب کے یہاں خود یہ بات جانی پہچانی تھی کہ گزرنے والے مسافروں کی ضیافت اہل قبیلہ کو ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عرب کے چٹیل اور بے آب و گیاہ میدانوں میں سفر عرب جیسی غریب قوم کے لئے تقریباً ناممکن ہو جاتا اور اسی کے مطابق رسول اکرم ﷺ کا بھی حکم تھا۔ گویا یہ ایک انتظامی ضرورت بھی تھی۔ اور جب دو ایک مسافر اس کے بغیر دور دراز کے سفر نہیں کرسکتے تھے تو فوجی دستے کس طرح اس کے بغیر سفر کرسکتے۔ (تفہیم البخاری)

حدیث باب سے نکلتا ہے کہ مہمانی کرنا واجب ہے۔ اگر کچھ لوگ مہمانی نہ کریں تو ان سے جبراً مہمانی کا خرچ وصول کیا جائے۔ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ وجوب دیہات والوں پر ہے نہ بستی والوں پر اور امام ابوحنیفہ اور شافعی اور جمہور علماء رحمۃ اللہ علیہم کا یہ قول ہے کہ مہمانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور باب کی حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو مضطرب ہوں۔ جن کے پاس راہ خرچ بالکل نہ ہو، ایسے لوگوں کی ضیافت واجب ہے۔

بعض نے کہا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب لوگ محتاج تھے اور مسافروں کی خاطر داری واجب تھی، اس کے بعد منسوخ ہوگیا۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جائزہ ضیافت کا ایک دن رات ہے، اور جائزہ تفضل کے طور پر ہوتا ہے نہ وجوب کے طور پر۔ بعض نے کہا یہ حکم خاص ہے ان لوگوں کے واسطے جن کو حاکم اسلام بھیجے۔ ایسے لوگوں کا کھانا اور ٹھکانا ان لوگوں پر واجب ہے جن کی طرف وہ بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں بھی اس کا قاعدہ ہے حاکم کی طرف سے جو چپڑاسی بھیجے جاتے ہیں ان کی دستک (بیگار) گاؤں والوں کو دینی پڑتی ہے۔ (وحیدی)

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ
باب: چوپالوں کے بارے میں

وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنو ساعدہ کی چوپال میں بیٹھے تھے۔

٢٤٦٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ؛ ح: وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللهِ بْنُ

(۲۴۶۲) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ کو یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب نے کہا، مجھ کو خبر دی

عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ قَالَ: حِينَ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ إِنَّ الأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ: لِأَبِي بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا. فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ. [أطرافه في: ٣٤٤٥، ٣٩٢٨، ٤٠٢١، ٦٨٢٩، ٦٨٣٠، ٧٣٢٣]

[مسلم: ٤٤١٨، ٤٤١٩؛ ابوداود: ٤٤١٨؛ ترمذي: ١٤٣٢؛ ابن ماجه: ٢٥٥٣]

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو انصار بنو ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں جمع ہوئے۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہیں لے چلیے۔ چنانچہ ہم انصار کے یہاں سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ بستیوں میں عوام وخواص کی بیٹھک کے لیے چوپال کا عام رواج ہے۔ چنانچہ مدینۃ المنورہ میں بھی قبیلہ بنو ساعدہ میں انصار کی چوپال تھی۔ جہاں بیٹھ کر عوامی امور انجام دیے جاتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امارت وخلافت کی بیعت کا مسئلہ بھی اسی جگہ حل ہوا۔

سقیفہ کا ترجمہ مولانا وحید الزماں نے منڈوا سے کیا ہے۔ جو شادی وغیرہ تقریبات میں عارضی طور پر سایہ کے لیے کپڑوں یا پھونس کے چھپروں سے بنایا جاتا ہے۔ مناسب ترجمہ چوپال ہے جو مستقل عوامی آرام گاہ ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر امت کے سامنے سب سے اہم ترین مسئلہ آپ کی جانشینی کا تھا، انصار اور مہاجرین ہر دو خلافت کے امیدوار تھے۔ آخر انصار نے کہا کہ ایک امیر انصار میں سے ہو ایک مہاجرین میں سے۔ وہ اسی خیال کے تحت سقیفہ بنو ساعدہ میں پنچایت کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کو بھانپ لیا اور اس بنیادی افتراق کو ختم کرنے کے لئے آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی: "الائمة من قريش" پیش کی جس پر انصار نے سر تسلیم خم کر دیا۔ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا، اور بلا اختلاف جملہ انصار ومہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی اور امت کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچ گیا۔ یہ سارا واقعہ سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا تھا۔

بَابٌ: لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ

باب: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے

٢٤٦٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ وَاللَّهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. [طرفاه في: ٥٦٢٧، ٥٦٢٨] [مسلم:

(٢٤٦٣) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ روکے۔'' پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برابر اعلان کرتا ہی رہوں گا۔

٤١٣٠؛ ابوداود: ٣٦٣٤؛ ترمذي: ١٣٥٣؛ ابن ماجه: ٢٣٣٥]

تشریح: یا ایک کڑی لگانے سے، کیونکہ حدیث میں دونوں طرح بصیغہ جمع اور بصیغہ مفرد منقول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حکم استحبابا ہے ورنہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمسایہ کی دیوار پر اس کی اجازت کے بغیر کڑیاں رکھے۔ مالکیہ اور حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد اور اسحاق اور اہل حدیث کے نزدیک یہ حکم وجوبا ہے اگر ہمسایہ اس کی دیوار پر کڑیاں لگانا چاہے تو دیوار کے مالک کو اس کا روکنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں اور دیوار مضبوط ہوتی ہے۔ گو دیوار میں سوراخ کرنا پڑے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم یہی ہے اور حدیث کے خلاف کوئی حکم نہیں دے سکتا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (وحیدی)

آخر حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک خفگی آمیز قول منقول ہے جس کا لفظی ترجمہ یوں ہے کہ قسم اللہ کی میں اس حدیث کو تمہارے کندھوں کے درمیان پھینکوں گا۔ یعنی زور زور سے تم کو سناؤں گا۔ اور خوب تم کو شرمندہ کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حدیث کے خلاف کسی پیر یا امام یا مجتہد کے قول پر جمے ہوئے ہوں ان کو چھیڑنا اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ ان کو بار بار سنانا درست ہے، شاید اللہ ان کو ہدایت دے۔

بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ

باب: راستے میں شراب کو بہا دینا درست ہے

٢٤٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُنَادِيًا يُنَادِي: ((أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ)). فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا، قَالَ: فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾ الْآيَةَ.
[المائدة: ٩٣] [أطرافه في: ٤٦١٧، ٤٦٢٠، ٥٥٨٠، ٥٥٨٢، ٥٥٨٣، ٥٥٨٤، ٥٦٠٠، ٥٦٢٢، ٧٢٥٣] [مسلم: ٥١٣١؛ ابوداود: ٣٦٧٣]

(٢٤٦٤) ہم سے ابو یحییٰ محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دنوں کھجور ہی کی شراب پیا کرتے تھے (پھر جب شراب کی حرمت پر آیت قرآنی اتری) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی سے ندا کرائی کہ ''جان لو! شراب حرام ہوگئی ہے۔'' انہوں نے کہا (یہ سنتے ہی) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ باہر لے جا کر اس شراب کو بہا دے۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر ساری شراب بہا دی۔ شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی، تو بعض لوگوں نے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کر دیئے گئے ہیں کہ شراب ان کی پیٹ میں موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے، ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں ہے جو پہلے کھا چکے ہیں۔'' (آخر آیت تک)۔

تشریح: باب کا مطلب حدیث کے لفظ ((فجرت فی سکك المدينة)) سے نکل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ راستے کی زمین سب لوگوں میں مشترک ہے مگر وہاں شراب وغیرہ بہانا درست ہے بشرطیکہ چلنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔ علما نے کہا کہ راستے میں اتنا بہت پانی بہانا کہ چلنے والوں کو تکلیف

ہو منع ہے تو نجاست وغیرہ ڈالنا بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو راستے میں بہادینے کا حکم اس لیے دیا ہوگا کہ عام لوگوں کو شراب کی حرمت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِيهَا وَالْجُلُوْسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ

باب: گھروں کے صحن اور ان میں بیٹھنا اور راستوں میں بیٹھنے کا بیان

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَابْتَنَى أَبُوْ بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کی وہاں بھیڑ لگ جاتی اور سب بہت متعجب ہوتے۔ ان دنوں نبی کریم ﷺ کا قیام مکہ میں تھا۔

٢٤٦٥ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عُمَرَ، حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ)). فَقَالُوْا: مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هُوَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهِ. قَالَ: ((فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا)) قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ قَالَ: ((غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ)). [طرفه في: ٦٢٢٩] [مسلم: ٥٥٦٣، ٥٥٦٤، ٥٦٤٥؛ ابوداود: ٤٨١٥]

(۲۴۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعمر بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم تو وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے کہ جہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اگر وہاں بیٹھنے کی مجبوری ہی ہے تو راستے کا حق بھی ادا کرو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اور راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نگاہ نیچی رکھنا، کسی کو ایذا دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا، اور بری باتوں سے روکنا۔''

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بحر طویل میں آداب الطریق کو یوں نظم فرمایا ہے:

جمعت آداب من رام الجلوس على الطريق من قول خير الخلق انسانا
افش السلام واحسن في الكلام وشمت عاطسا وسلاما رد احسانا
في الحمل عاون ومظلوما اعن واغث لهفان واهد سبيلا واهد حيرانا
بالعرف مر وانه من انكر وكف اذى وغض طرفا واكثر ذكر مولانا

یعنی احادیث نبوی سے میں نے اس شخص کے لیے آداب الطریق جمع کیا ہے جو راستوں میں بیٹھنے کا قصد کرے۔ سلام کا جواب دو، اچھا کلام کرو، چھینکنے والے کو اس کے الحمد لله کہنے پر یرحمك الله سے دعا دو۔ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرو، بوجھ والوں کو بوجھ اٹھانے میں مدد کرو، مظلوم کی اعانت کرو، پریشان حال کی فریاد سنو، مسلمانوں، بھولے بھٹکے لوگوں کی راہنمائی کرو، نیک کاموں کا حکم کرو، بری باتوں سے روکو اور کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ، اور آنکھیں نیچی کیے رہو اور ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کی بکثرت یاد کرتے رہا کرو جو ان حقوق کو ادا کرے اس کے لئے راستوں پر

بیٹھنا جائز ہے۔

بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

باب: راستوں میں کنواں بنانا جب کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ ہو

٢٤٦٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ، اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)). قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ)). [راجع: ١٧٣]

(۲۴۶۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابوبکر کے غلام سمی نے، ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنواں ملا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی سختی سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتا بھی پیاس کی اتنی ہی شدت میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، یا رسول اللہ کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔''

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا کہ راستے میں کنواں کھود سکتے ہیں تاکہ آنے جانے والے اس میں سے پانی پئیں اور آرام اٹھائیں بشرطیکہ ضرر کا خوف نہ ہو، ورنہ کھودنے والا ضامن ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہر جاندار کو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، کافر ہو یا مسلمان سب کو پانی پلانا بہت بڑا کار ثواب ہے۔ حتیٰ کہ کتا بھی حق رکھتا ہے کہ وہ پیاسا ہو تو اسے بھی پانی پلایا جائے۔

بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى

باب: راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((يُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ)).

اور ہمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

تشریح: عام گزرگاہوں کی حفاظت اور ان کی تعمیر وصفائی اس قدر ضروری ہے کہ وہاں سے ایک تنکے کو دور کر دینا بھی ایک بڑا ثواب قرار دیا گیا اور کسی پتھر، کانٹے، کوڑے کو دور کر دینا ایمان کی علامت بتلایا گیا۔ انسانی مفاد عامہ کے لیے ایسا ہونا بے حد ضروری تھا۔ یہ اسلام کی اہم خوبی ہے کہ اس نے ہر مناسب جگہ پر خدمت خلق کو مد نظر رکھا ہے۔

بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ

باب: اونچے اور پست بالا خانوں میں چھت وغیرہ

وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا

پر رہنا جائز ہے نیز جھروکے اور روشندان بنانا

٢٤٦٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى [إِنِّي أَرَى] مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)). [راجع: ١٨٧٨] [مسلم: ٧٢٤٥، ٧٢٤٦]

(۲۴۶۷) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ پھر فرمایا: ''کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے بارش برستی ہے۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے اسی سے ترجمہ باب نکلا بشرطیکہ محلے والوں کی بے پردگی نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مدینہ میں بڑے بڑے فتنے اور فسادات ہونے والے ہیں۔ جو بعد کے آنے والے زمانوں میں خصوصاً عہد یزید میں رونما ہوئے کہ مدینہ خراب اور برباد ہوا۔ مدینہ کے بہت لوگ مارے گئے۔ کئی دنوں تک حرم نبوی میں نماز بند رہی۔ پھر اللہ کا فضل ہوا کہ وہ دور ختم ہوا۔ خاص طور پر آج کل عہد سعودی میں مدینہ منورہ امن وامان کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ ہر ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں۔ مدینہ تجارت اور روزگاروں کی منڈی بنتا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے۔ (آمین) اور مدینہ منورہ کو مزید درمزید ترقی اور رونق عطا کرے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر عزیز کے آخری حصہ محرم ۱۳۹۰ھ میں مدینہ منورہ کو جس ترقی اور رونق پر پایا ہے وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کا یہ شہر ایک دفعہ اور دکھلائے۔ آمین

٢٤٦٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ [التحريم: ٤] فَحَجَجْتُ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ، فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ، فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ

(۲۴۶۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ اس بات کا آرزومند رہتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کی ان دو بیویوں کے نام پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورۂ تحریم میں) فرمایا ہے ''اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کہ تمہارے دل بگڑ گئے ہیں۔'' پھر میں ان کے ساتھ حج کو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ راستے سے قضائے حاجت کے لیے ہٹے تو میں بھی ان کے ساتھ (پانی کا ایک) چھاگل لے کر گیا۔ پھر وہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالا۔ اور انہوں نے وضو کیا، پھر میں نے پوچھا: یا امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں وہ دو خواتین کون سی ہیں جن کے متعلق اللہ

صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَاابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارًا لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي، فَرَاجَعَتْنِي، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي، فَقَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللّٰهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَأَفْزَعَنِي، فَقُلْتُ: خَابَتْ! مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيْمٍ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي، فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: أَيْ حَفْصَةُ، أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ، أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهِ ﷺ فَتَهْلِكِيْنَ لَا تَسْتَكْثِرِيْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِيْ شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ، وَسَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ، وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ -يُرِيْدُ عَائِشَةَ- وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِيْ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً،

تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ''تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو کہ تمہارے دل بگڑ گئے ہیں۔'' انہوں نے فرمایا، ابن عباس! تم پر حیرت ہے۔ وہ تو عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پورا واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ نے بتلایا کہ بنو امیہ بن زید کے قبیلے میں جو مدینہ سے ملا ہوا تھا، میں اپنے ایک انصاری پڑوسی کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔ جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا (اور ان کو سناتا) اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ ہم قریش کے لوگ (مکہ میں) اپنی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم (ہجرت کر کے) انصار کے یہاں آئے تو انہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں خود ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان کا طریق اختیار کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دن اپنی بیوی کو ڈانٹا، تو انہوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ ان کا یہ جواب مجھے ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اگر جواب دیتی ہوں تو تمہیں ناگواری کیوں ہوتی ہے۔ قسم اللہ کی نبی کریم ﷺ کی ازواج تک آپ کو جواب دے دیتی ہیں اور بعض بیویاں تو آپ سے پورے دن اور پوری رات خفا رہتی ہیں۔ اس بات سے میں بہت گھبرایا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہوگا وہ تو بڑے نقصان اور خسارے میں ہے۔ اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور حفصہ (رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المومنین) کے پاس پہنچا اور کہا، اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم ﷺ سے پورے دن رات تک غصہ رہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں بول اٹھا کہ پھر تو وہ تباہی اور نقصان میں رہیں۔ کیا تمہیں اس سے امن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی خفگی کی وجہ سے (تم پر) غصہ ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ چیزوں کا مطالبہ ہرگز نہ کیا کرو، نہ کسی معاملہ میں آپ کو کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ پر خفگی کا اظہار ہونے دو، البتہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو، وہ مجھ سے مانگ لیا کرو، کسی خود فریبی میں مبتلا نہ رہنا، تمہاری یہ پڑوسن تم سے زیادہ جمیل اور

فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ: أَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ. وَقَالَ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ. قُلْتُ: مَا هُوَ أَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءَهُ. قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي، فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا، فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَإِذَا هِيَ تَبْكِي. قُلْتُ: مَا يُبْكِيْكِ؟ أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَدْرِي هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ. فَخَرَجْتُ، فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيْهَا فَقُلْتُ: لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ. فَدَخَلَ، فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ، فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ. فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا، فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِي قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِئٌ عَلَى سَادَةٍ

نظیف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری بھی ہیں۔ آپ کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ان دنوں یہ چرچا ہو رہا تھا کہ غسان کے فوجی ہم سے لڑنے کے لیے گھوڑوں کے نعل باندھ رہے ہیں۔ میرے پڑوسی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔ پھر عشاء کے وقت واپس لوٹے۔ آ کر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھٹکھٹایا، اور کہا، کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرایا ہوا باہر آیا، انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا غسان کا لشکر آ گیا؟ انہوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بڑا اور سنگین حادثہ، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا تو تباہ و برباد ہو گئی۔ مجھے تو پہلے ہی کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے (عمر رضی اللہ عنہ نے کہا) پھر میں نے کپڑے پہنے۔ صبح کی نماز رسول کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی (نماز پڑھتے ہی) آنحضرت ﷺ اپنے بالا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں تنہائی اختیار کر لی۔ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا، دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا، رو کیوں رہی ہو؟ کیا پہلے میں نے تمہیں نہیں کہہ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ بالا خانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور بعض رو بھی رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ لیکن مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا، اور میں بالا خانے کے پاس پہنچا، جس میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ میں نے آپ کے ایک سیاہ غلام سے کہا، (کہ حضرت ﷺ سے کہو) کہ عمر رضی اللہ عنہ اجازت چاہتا ہے۔ وہ غلام اندر گیا اور آپ ﷺ سے گفتگو کر کے واپس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بات پہنچا دی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ چنانچہ میں واپس آ کر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ پھر مجھ پر رنج غالب آیا اور میں دوبارہ آیا۔ لیکن اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ پھر آ کر انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ لیکن اس مرتبہ پھر مجھ سے نہیں رہا گیا۔ اور میں نے غلام سے آ کر کہا، کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت چاہو۔ لیکن بات جوں

مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَائَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: ((لَا)). ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي. وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي، وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ -يُرِيْدُ عَائِشَةَ- فَتَبَسَّمَ أُخْرَى، فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ، فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ. فَقُلْتُ: ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا. فَقَالَ: **((أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا))**. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اسْتَغْفِرْ لِي. فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ: **((مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا))**. مِنْ شِدَّةِ مَوْجَدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ. فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، أَعُدُّهَا عَدًّا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((الشَّهْرُ تِسْعٌ**

کی توں رہی۔ جب میں واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے مجھ کو پکارا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہی کھڑے عرض کی کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے نگاہ میری طرف کر کے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے آپ کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگا، اب بھی میں کھڑا ہی تھا، یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے۔ لیکن جب ہم ایک ایسی قوم میں آ گئے جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تفصیل ذکر کی۔ اس بات پر رسول کریم ﷺ مسکرا دیئے۔ پھر میں نے کہا میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھی گیا تھا اور اس سے کہہ آیا تھا کہ کہیں کسی خود فریب میں نہ مبتلا رہنا۔ یہ تمہاری پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور پاک ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب بھی ہیں۔ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس بات پر آپ دوبارہ مسکرا دیئے۔ جب میں نے آپ ﷺ کو مسکراتے دیکھا، تو (آپ کے پاس) بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بخدا! سوا تین کھالوں کے اور کوئی چیز وہاں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا کر دے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں، دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔'' (یہ سن کر) میں بول اٹھا یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ تو نبی

وَعِشْرُوْنَ)). وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَأَ بِيْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ، فَقَالَ: ((إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ)). قَالَتْ: قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ. ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ﴾ إِلَى ﴿عَظِيْمًا﴾)) [الاحزاب: ٢٨-٢٩] قُلْتُ: أَفِيْ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ. ثُمَّ خَيَّرَ نِسَائَهُ، فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ. [راجع: ٨٩]

کریم ﷺ نے (اپنی ازواج سے) اس بات پر علیحدگی اختیار کر لی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوشیدہ بات کہہ دی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس انتہائی خفگی کی وجہ سے جو آپ کو ہوئی تھی، فرمایا تھا کہ ''میں اب ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا۔'' اور یہی موقع ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ کیا تھا۔ پھر جب انتیس دن گزر گئے تو آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں کے یہاں سے آپ نے ابتدا کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے تو عہد کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایک مہینے تک نہیں تشریف لائیں گے۔ اور آج انتیسویں کی صبح ہے۔ میں تو دن گن رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔'' اور وہ مہینہ انتیس ہی دن کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر وہ آیت نازل ہوئی جس میں (ازواج النبی ﷺ کو) اختیار دیا گیا تھا۔ اس کی بھی ابتدا آپ نے مجھ ہی سے کی اور فرمایا: ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اور یہ ضروری نہیں کہ جواب فوراً دو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لو۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے ماں باپ کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو۔'' اللہ تعالیٰ کے قول عظیما تک۔ میں نے عرض کیا، کیا اب اس معاملے میں بھی اپنے والدین سے مشورہ کرنے جاؤں گی۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا اللہ کے رسول ﷺ کو غصہ دلانا اور ناراض کرنا اللہ کو غضب دلانا اور ناراض کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے اور سنانے لگے، آپ کا مبارک چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم نبی کریم ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ اس وقت انہوں نے تورات پڑھنا موقوف کیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کرنی ہوتی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو نصیحت لینی چاہیے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر حدیث شریف سن کر دوسرے مولوی یا امام یا درویش کی بات پر عمل کرتے ہیں اور حدیث شریف پر عمل نہیں کرتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کو ایسی باتوں سے کتنا صدمہ ہوتا ہوگا اور جب نبی کریم ﷺ بھی ناراض ہوئے تو کہاں ٹھکانا رہا۔ اللہ جل جلالہ بھی ناراض ہوا۔ ایسی حالت میں نہ کوئی مولوی کام آئے گا نہ پیر نہ درویش نہ امام۔

اللہ! تو اس بات کا گواہ ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر سے ایسی محبت ہے کہ باپ دادا، پیر مرشد، بزرگ، امام مجتہد ساری دنیا کا قول اور فعل حدیث کے خلاف ہم لغو سمجھتے ہیں اور تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی رضا مندی ہم کو کافی وافی ہے۔ اگر یہ سب تیری اور تیرے پیغمبر ﷺ کی تابعداری میں بالفرض ہم سے ناراض ہو جائیں تو ہم کو ان کی ناراضی کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ یا اللہ! ہماری جان بدن سے نکلتے ہی ہم کو ہمارے پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچا دے۔ ہم عالم برزخ میں آپ ہی کی کفش برداری کرتے رہیں اور آپ ہی کی حدیث سنتے رہیں۔ (وحیدی)

حضرت مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ کی ایمان افروز تقریر ان محترم حضرات کو بغور مطالعہ کرنی چاہیے جو آیات قرآنی واحادیث صحیحہ کے سامنے اپنے اماموں، مرشدوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بہت سے تو صاف لفظوں میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو آیات واحادیث سے غرض نہیں۔ ہمارے لیے ہمارے امام کا فتویٰ کافی وافی ہے۔

ایسے نادان مقلدین نے حضرات ائمہ کرام ومجتہدین عظام رحمہم اللہ کی ارواح طیبہ کو سخت ایذا پہنچائی ہے۔ ان بزرگوں کی ہرگز یہ ہدایت نہ تھی کہ ان کو مقام رسالت کا مدمقابل بنا دیا جائے۔ وہ بزرگان معصوم تھے، مجتہد تھے، قابل صد احترام تھے مگر وہ رسول نہ تھے نہ نبی تھے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل نہ تھے۔ غالی مقلدین نے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے قیامت کے دن یقیناً ان کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہی وہ حرکت ہے جسے شرک فی الرسالہ ہی کا نام دیا جانا چاہیے۔ یہی وہ مرض ہے جو یہود و نصاریٰ کی تباہی کا موجب بنا اور قرآن مجید کو ان کے لیے صاف کہنا پڑا: ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۹/التوبۃ:۳۱) یہود و نصاریٰ نے اپنے علما و مشائخ کو اللہ کے سوا رب قرار دے لیا تھا۔ ان کے اوامر و نواہی کو وہ وحی آسمانی کا درجہ دے چکے تھے۔ اسی لئے وہ عنداللہ مغضوب اور ضالین قرار پائے۔

صد افسوس! کہ امت مسلمہ ان سے بھی دو قدم آگے ہے اور علما و مشائخ کو یقیناً ایسے لوگوں نے اللہ اور رسول کا درجہ دے رکھا ہے۔ کتنے پیر و مشائخ ہیں جو قبروں کی مجاوری کرتے کرتے خدا بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے معتقدین ان کے قدموں میں سر رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت واطاعت کو اپنے لیے دونوں جہاں میں کافی وافی جانتے ہیں۔ ان کی شان میں بھی ایک تنقیدی لفظ گوارا نہیں کر سکتے، یقیناً ایسے غالی مسلمان آیت بالا کے مصداق ہیں۔ حالی مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں یہ رباعی کہی ہے:

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ☆ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ☆ شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ☆ نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے

روایت میں جو واقعہ مذکور ہے مختصر لفظوں میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی باری مقرر تھی اور اسی کے مطابق نبی کریم ﷺ ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور انہیں کے گھر آپ کا اس دن قیام بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی وجہ سے آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو وہاں دیکھ لیا اور آ کر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ باری تمہاری ہے اور نبی کریم ﷺ ماریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عہد کر لیا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے علیحدہ رہیں گے اور اس عرصے میں ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت تشویش پھیلی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ان کے عزیز واقارب تک ہی بات نہیں رہی بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس فیصلہ پر بہت پریشان ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ کے اس عہد کی تعبیر احادیث "ایلاء" کے لفظ سے آتی ہے اور یہ بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس سے پہلے بھی بخاری شریف میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

ایلاء کے اسباب احادیث میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تو وہی جو اس حدیث میں ذکر ہے، بعض روایتوں میں اس کا سبب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا وہ مطالبہ بیان ہوا ہے کہ اخراجات انہیں ضرورت سے کم ملتے تھے۔ تنگی رہتی تھی۔ اس لیے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے رسول

اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ انہیں اخراجات زیادہ ملنے چاہئیں۔ بعض روایتوں میں شہد کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ تمام واقعات پے درپے پیش آئے اور ان سب سے متاثر ہو کر نبی کریم ﷺ نے ایلاء کیا تھا، تاکہ ازواج کو تنبیہ ہو جائے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی انسان تھیں۔ اس لیے کبھی سوکن کی رقابت میں، کبھی کسی دوسرے انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر اس طرح کے اقدامات کر جایا کرتی تھیں۔ جن سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا کہ اس میں بالا خانے کا ذکر ہے جس میں آپ نے تنہائی اختیار کی تھی۔

٢٤٦٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: آلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ فَجَلَسَ فِي عِلِّيَّةٍ لَهُ، فَجَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَائَكَ؟ قَالَ: ((لَا، وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا)). فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، ثُمَّ نَزَلَ، فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ. [راجع: ٣٧٨]

(٢٤٦٩) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاویہ فزاری نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس ایک مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور (ایلاء کے واقعہ سے پہلے ۵ھ میں) آپ کے قدم مبارک میں موچ آ گئی تھی۔ اور آپ اپنے بالا خانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ (ایلاء کے موقع پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "نہیں۔ البتہ ایک مہینے کے لیے ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہے۔" چنانچہ آپ انتیس دن تک بیویوں کے پاس نہیں گئے (اور انتیس تاریخ کو ہی چاند ہو گیا تھا) اس لیے آپ بالا خانے سے اترے اور بیویوں کے پاس گئے۔

بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد کے باہر جہاں پتھر بچھے ہوتے ہیں وہاں یا دروازے پر اونٹ باندھ دینا

٢٤٧٠ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْتُ فِيهِ، وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ. فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ فَقَالَ: ((الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ)). [راجع: ٤٤٣] [مسلم: ٤١٠٤]

(٢٤٧٠) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عقیل نے بیان کیا، ان سے ابو المتوکل ناجی نے بیان کیا کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے میں بھی مسجد کے اندر چلا گیا۔ البتہ اونٹ بلاط کے ایک کنارے باندھ دیا۔ آپ سے میں نے عرض کیا کہ حضور! آپ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اونٹ کے چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ پھر فرمایا: "قیمت بھی لے اور اونٹ بھی لے جا۔"

تشریح: مسجد نبوی سے بازار تک پتھروں کا فرش تھا۔ اسی کو بلاط کہتے تھے۔ اسی جگہ اونٹ باندھنا مذکور ہے اور دروازے کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ حافظ نے کہا اس حدیث کے دوسرے طریق میں مسجد کے دروازے کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ

باب: کسی قوم کی کوڑی (کوڑا کرکٹ کی جگہ) کے

سُبَاطَةِ قَوْمٍ

پاس ٹھہرنا اور وہاں پیشاب کرنا

٢٤٧١ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، أَوْ قَالَ: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا. [راجع: ٢٢٤]

(۲۴۷۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے، اور آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ کوڑی جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے ایک عوامی جگہ ہے جہاں پیشاب وغیرہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی چیزوں پر جھگڑا بازی درست نہیں بشرطیکہ وہ عوامی ہوں، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ چھینٹوں سے کامل طور پر بچا جاسکے۔ اگر ایسا خطرہ ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ آج کل پتلون باز لوگ کرتے رہتے ہیں۔

بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ فَرَمَى بِهِ

باب: اس کا ثواب جس نے شاخ یا کوئی اور تکلیف دینے والی چیز راستے سے ہٹائی

٢٤٧٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)). [راجع: ٦٥٢]

(۲۴۷۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص راستے پر چل رہا تھا اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔''

تشریح: کیونکہ اس نے خلق الٰہی کی تکلیف گوارا نہ کی اور ان کے آرام وراحت کے لیے اس ڈالی کو اٹھا کر پھینک دیا، ایسا نہ ہو کسی کے پاؤں میں چبھ جائے۔ انسانی ہمدردی اسی کا نام ہے جو اسلام کی جملہ تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

بَابٌ: إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الطَّرِيقِ ثُمَّ يُرِيْدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا لِلطَّرِيقِ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ

باب: اگر عام راستہ میں اختلاف ہو اور وہاں رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے چھوڑ دیں

۲۴۷۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ إِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ.

(۲۴۷۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے زبیر بن خریت نے اور ان سے عکرمہ نے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جب کہ راستے (کی زمین) کے بارے میں جھگڑا ہو تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔

تشریح: ایک متمدن ملک کے شہری قوانین میں ہر قسم کے انتظامات کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ شارع عام کے لیے جگہ مقرر کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ طریق میتا جس کا ذکر باب میں ہے اس کا معنی چوڑا یا عام راستہ۔ بعض نے کہا میتا سے یہ مراد ہے کہ نا آباد زمین اگر آباد ہو اور وہاں راستہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے اور رہنے والے لوگ وہاں جھگڑا کریں تو کم سے کم سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے چھوڑ دی جائے جو آدمیوں اور سواریوں کے نکلنے کے لیے کافی ہے۔ قسطلانی نے کہا، جو دکاندار راستے پر بیٹھا کرتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر راستہ سات ہاتھ سے زیادہ ہو تو وہ فالتو حصہ میں بیٹھ سکتے ہیں ورنہ سات ہاتھ کے اندر اندر ان کو بیٹھنے سے منع کیا جائے تا کہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

یہ وہ انتظامی قانون ہے جو آج سے چودہ سو برس قبل اسلام نے وضع فرمایا۔ جو بعد میں بیشتر ملکوں کا شہری ضابطہ قرار پایا۔ یہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا وہ فہم تھا جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ آپ کے عہد مبارک میں گاڑیوں، موٹروں، چھکڑوں، بگھیوں کا رواج نہ تھا۔ اونٹ اور آدمیوں کے آنے جانے کے لیے تین ہاتھ راستہ بھی کفایت کرتا ہے۔ مگر عام ضروریات اور مستقبل کی تمدنی شہری ترقیوں کے پیش نظر ضروری تھا کہ کم از کم سات ہاتھ زمین گزرگاہ عام کے لیے چھوڑی جائے۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جانے اور آنے والی سواریوں کی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ تو دونوں کے برابر نکل جانے کے لیے کم از کم سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے مقرر ہونی ضروری ہے۔ کیونکہ اتنے راستے میں ہر دو طرف کی سواریاں بآسانی نکل سکتی ہیں۔

بَابُ النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ

باب: مالک کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی مال اٹھا لینا

وَقَالَ عُبَادَةُ: بَايَعْنَا النَّبِيَّ ﷺ أَنْ لَا نَنْتَهِبَ.

اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کی بیعت کی تھی کہ وہ لوٹ مار نہیں کیا کریں گے۔

۲۴۷۴۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ.

(۲۴۷۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، جو عدی بن ثابت کے نانا تھے کہ نبی کریم ﷺ نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

[راجع: ۵۵۱۶]

تشریح: لوٹ مار کرنا، ڈاکہ ڈالنا، چوری کرنا اسلام میں سختی کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی ہے اور اس کے لیے سخت ترین سزا تجویز کی گئی کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں، ڈاکوؤں، رہزنوں کو اور بھی سنگین سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ تا کہ نوع انسانی امن وامان کی زندگی بسر کر سکے۔ انہی قوانین کی برکت ہے کہ آج بھی حکومت سعودیہ عربیہ کا امن ساری دنیا کی حکومت کے لیے مثالی حیثیت رکھتا ہے جب کہ جملہ مہذب ملکوں میں ڈاکہ زنی مختلف صورتوں میں دن بدن ترقی پذیر ہے۔ چوری کرنا بطور ایک پیشہ کے رائج ہو رہا ہے۔ عوام کی زندگی حد درجہ خوفناکی میں گزر رہی

ہے۔فوج پولیس سب ایسے مجرموں کے آگے لاچار ہیں۔اس لیے کہ ان کے ہاں قانونی لچک حد درجہ ان کی ہمت افزائی کرتی ہے۔
مثلہ جنگ میں مقتول کے ہاتھ پیر، کان ناک کاٹ کر الگ الگ کر دینا۔اسلام نے اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

٢٤٧٥۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)). وَعَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَى النُّهْبَةِ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَفْسِيْرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ نُوْرُ الْإِيْمَانِ.

[اطرافه في: ٥٥٧٨، ٦٧٧٢، ٦٨١٠] [مسلم: ٢٠٢، ٢٠٣؛ ابن ماجه: ٣٩٣٦]

(٢٤٧٥) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''زانی مومن رہتے ہوئے زنا نہیں کر سکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کر سکتا کہ لوگوں کی نظریں اسی کی طرف اٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو۔'' سعید اور ابو سلمہ کی بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم ﷺ اسی طرح روایت ہے البتہ اس میں لوٹ کا تذکرہ نہیں ہے۔ فربری نے کہا کہ میں نے اس کو ابو جعفر کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا ہے۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عباس نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس سے نور ایمان چھین لیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارت گری کرنے والا، چوری کرنے والا، لوٹ مار کرنے والا اگر یہ مدعیان اسلام ہیں تو سراسر اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ ایسے افعال کا مرتکب ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے، یہی حال زنا کاری، شراب خوری کا ہے۔ ایسے لوگ دعویٰ اسلام و ایمان میں جھوٹے مکار فریبی ہیں۔ مسلمان صاحب ایمان سے اگر کبھی کوئی غلط کام ہو بھی جائے تو حد درجہ پشیمان ہو کر پھر ہمیشہ کے لیے تائب ہو جاتا ہے اور اپنے گناہ کے لیے استغفار میں منہمک رہتا ہے۔

بَابُ كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيْرِ — باب: صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا

تشریح: خلافت اسلامی سے جب غیر قومیں برسر پیکار ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں ہوں اور اللہ پاک مسلمانوں کو غلبہ نصیب کرے تو حربی قوموں کے ساتھ ایسے برتاؤ جائز ہیں۔ اگر وہ عیسائی ہیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا۔ امن پسند غیر مسلموں اور ذمیوں کی جان مال اور ان کے مذہب کو اسلام نے پوری پوری آزادی عطا فرمائی ہے۔

٢٤٧٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ

(٢٤٧٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ)). [راجع: ۲۲۲۲] [مسلم: ۳۹۰]

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ابن مریم علیہ السلام کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو لے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔''

تشریح: یہ نہایت صحیح اور متصل حدیث ہے اور اس کے راوی سب ثقہ اور امام ہیں۔ اس میں صاف لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

صلیب اور تثلیث نصرانیوں کی مذہبی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے دنیا میں آکر دین محمدی ﷺ پر عمل کریں گے اور غیر اسلامی نشانات کو ختم کر ڈالیں گے۔ اس باب کو منعقد کرنے اور اس حدیث کے یہاں لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی صلیب کو توڑ ڈالے یا خنزیر کو مار ڈالے تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ جب ہے کہ وہ حربیوں کا مال ہو، اگر ذمی کا مال ہو جس نے اپنی شرائط سے انحراف نہ کیا ہو اور عہد پر قائم ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ذمیوں کے مذہبی حقوق اسلام نے قائم رکھے ہیں اور ان کی مال و جان اور مذہب کی حفاظت کے لیے پوری گارنٹی دی ہے۔

بَابٌ: هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وَتُخَرَّقُ الزِّقَاقُ؟

باب: کیا کوئی ایسا مٹکا توڑا جاسکتا ہے یا ایسی مشک پھاڑی جاسکتی ہے جس میں شراب موجود ہو؟

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنْبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ. وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ.

اگر کسی شخص نے بت، صلیب یا ستار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو توڑ دی؟ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک ستار کا مقدمہ لایا گیا، جسے توڑ دیا تھا، تو انہوں نے اس کا بدلہ نہیں دلوایا۔

۲٤٧٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نِيرَانًا تُوقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ. فَقَالَ: ((عَلٰى مَا تُوقَدُ هٰذِهِ النِّيرَانُ؟)) قَالُوا: عَلَى الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ. قَالَ: ((اكْسِرُوهَا، وَأَهْرِقُوهَا)). قَالُوا: أَلَا نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ: ((اغْسِلُوا)) قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ: كَانَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ يَقُولُ الْحُمُرُ الْأَنَسِيَّةُ بِنَصْبِ الْأَلِفِ وَالنُّونِ. [أطرافه في: ٤١٩٦، ٥٤٩٧،

(۲٤٧٧) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقعہ پر دیکھا کہ آگ جلائی جارہی ہے، آپ نے پوچھا: ''یہ آگ کس لیے جلائی جارہی ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ گدھے (کا گوشت پکانے) کے لیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''برتن (جس میں گدھے کا گوشت ہو) توڑ دو اور گوشت پھینک دو۔'' اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بولے ایسا کیوں نہ کریں کہ گوشت پھینک دیں اور برتن دھولیں۔ آپ نے فرمایا: ''برتن دھولو۔'' ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ ابن ابی اویس ''اَلْحُمُرُ الْاَنَسِيَّةُ'' الف اور نون کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

٦١٤٨، ٦٣٣١، ٦٨٩١] [مسلم: ٤٦٦٨، ٥٠١٨، ٥٠١٩؛ ابن ماجه: ٣١٩٥]

تشریح: پہلے آپ نے سختی کے لیے ہانڈیوں کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر شاید آپ پر وحی آئی اور آپ نے ان کا دھوڈالنا بھی کافی سمجھا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ حرام چیزوں کے ظروف کو توڑ ڈالنا درست ہے مگر وہ ظروف اگر ذمی غیر مسلموں کے ہیں تو یہ ان کے لیے نہیں ہے۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " فان كان الاوعية بحيث يراق مافيها فاذا غسلت طهرت وانتفع بهالم يجز اتلا فها والاجاز۔" (نیل) یعنی اگر وہ برتن ایسا ہے کہ اس میں سے شراب گرا کر اسے دھویا جاسکتا ہے اور اس کا پاک ہونا ممکن ہے تو اسے پاک کر کے اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے اور اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں پھر اسے تلف ہی کرنا ہوگا۔

٢٤٧٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾. [الاسراء: ٨١] الآيَةَ. [طرفاه في: ٤٢٨٧، ٤٧٢٠] [مسلم: ٤٦٢٥، ٤٦٢٦؛ ترمذي: ٣١٣٨]

(٢٤٧٨) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، ان سے ابومعمر نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے دن جب) مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ان بتوں پر مارنے لگے اور فرمانے لگے کہ "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔"

تشریح: یہ بت کفار قریش نے مختلف نبیوں اور نیک لوگوں کی طرف منسوب کر کے بنائے تھے، حتی کہ کچھ بت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف بھی منسوب تھے۔ فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ شریف کو ان سے پاک کیا اور آج کے دن سے کعبہ شریف ہمیشہ کے لئے بتوں سے پاک ہو گیا۔ الحمد للہ آج چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے، اسلام بہت سے نشیب و فراز سے گزر رہا ہے مگر بفضلہ تعالیٰ تطہیر کعبہ اپنی جگہ پر قائم و دائم ہے۔

٢٤٧٩ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا. [أطرافه في: ٥٩٥٤، ٥٩٥٥، ٦١٠٩]

(٢٤٧٩) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عمر نے، ان سے عبدالرحمن بن قاسم نے، ان سے ان کے والد قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے اپنے حجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پردے سے دو گدے بنا ڈالے۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

تشریح: مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے گھروں میں جاندار تصاویر کے ایسے پردے غلاف وغیرہ نہ رکھیں بلکہ ان کو ختم کر ڈالیں۔ یہ شرعاً و قانوناً بالکل ناجائز ہیں۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ

باب: جو شخص اپنا مال بچاتے ہوئے قتل کر دیا جائے

٢٤٨٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ)). [مسلم: ٣٦١؛ ابوداود: ٤٧٧١؛ ترمذي: ١٤١٩، ١٤٢٠؛ نسائي: ٤٠٩٧، ٤٠٩٨]

(٢٤٨٠) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا، وہ شہید ہے۔''

تشریح: کیونکہ وہ مظلوم ہے، نسائی کی روایت میں یوں ہے اس کے لئے جنت ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے اور جو اپنے گھر والوں کو بچانے میں مارا جائے یہ سب شہید ہیں۔ آج کل اطراف عالم میں جو صدہا مسلمان ناحق قتل کیے جا رہے ہیں۔ وہ سب اس حدیث کی رو سے شہیدوں میں داخل ہیں۔ کیونکہ وہ محض مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بَابٌ: إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ

باب: جس کسی شخص نے کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑی ہو تو کیا حکم ہے؟

٢٤٨١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا، فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا، وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: ((كُلُوْا)). وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوْا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ. [ابوداود: ٣٥٦٧]

(٢٤٨١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ امہات مؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے وہیں آپ کے لیے خادم کے ہاتھ ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھجوائی۔ انہوں نے ایک ہاتھ اس پیالے پر مارا، اور پیالہ (گر کر) ٹوٹ گیا۔ آپ نے پیالے کو جوڑا اور جو کھانے کی چیز تھی اسے اس میں دوبارہ رکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کھاؤ۔'' آپ ﷺ نے پیالہ لانے والے (خادم) کو روک لیا اور پیالہ بھی نہیں بھیجا۔ بلکہ جب (کھانے سے) سب فارغ ہو گئے تو دوسرا اچھا پیالہ بھجوا دیا اور جو ٹوٹ گیا تھا اسے نہیں بھجوایا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ٥٢٢٥]

ابن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، ان سے حمید نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

تشریح: ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ اور دار قطنی اور ابن ماجہ کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور ابن حزم کی روایت میں زینب رضی اللہ عنہا کا۔ احتمال ہے کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا ہو۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو اس لونڈی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حدیث اور باب کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا کوئی پیالہ کوئی توڑ دے تو اس کو اس جگہ دوسرا صحیح پیالہ واپس کرنا چاہیے۔

بَابٌ: إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

باب: اگر کسی نے کسی کی دیوار گرادی تو اسے وہ ویسی ہی بنوانی ہوگی

تشریح: اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ دیوار کی قیمت دینی چاہیے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے جس روایت سے دلیل لی وہ اس پر مبنی ہے کہ اگلی شریعتیں ہمارے لیے حجت ہیں جب ہماری شریعت میں ان کے خلاف کوئی حکم نہ ہو اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

٢٤٨٢۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، يُقَالُ لَهُ: جُرَيْجٌ، يُصَلِّي، فَجَائَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ، فَقَالَتِ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ. وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ: امْرَأَةٌ لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ. فَأَتَوْهُ، وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي. قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ)). [راجع: ١٢٠٦] [مسلم: ٦٥٠٩]

(۲۴۸۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج کے عبادت خانے کے پاس اپنے مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی۔ لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (خدا کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہوگئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوا دیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔“

تشریح: حدیث جریج امام بخاری رحمہ اللہ کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے مختلف مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں آپ یہ ثابت فرمانے کے لیے یہ حدیث لائے کہ جب کوئی شخص یا اشخاص کسی کی دیوار ناحق گرادیں تو ان کو وہ دیوار پہلی ہی دیوار کے مثل بنانی لازم ہوگی۔

جریج کا واقعہ مشہور ہے۔ان کے دین میں ماں کی بات کا جواب دینا بحالت نماز بھی ضروری تھا، مگر حضرت جریج نماز میں مشغول رہے، حتیٰ کہ ان کی والدہ نے خفا ہو کر ان کے حق میں بددعا کردی، آخر ان کی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے اللہ پاک نے اسی ولدالزنا بچے کو گویائی دی۔ حالانکہ اس کے بولنے کی عمر نہ تھی۔ مگر اللہ نے حضرت جریج کی دعا قبول کی اور اس بچے کو بولنے کی طاقت بخشی۔قسطلانی نے کہا کہ اللہ نے چھ بچوں کو کم سنی میں قوت گویائی عطا فرمائی۔ان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دینے والا بچہ اور فرعون کی بیٹی کی مغلانی کا لڑکا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صاحب جریج اور صاحب اخدود اور بنی اسرائیل کی ایک عورت کا بیٹا جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اچانک ایک شخص جاہ وحشم کے ساتھ گزرا اور عورت نے بچے کے لئے دعا کی کہ اللہ میرے بچے کو بھی ایسی ہی قسمت والا بنائیو۔اس شیر خوار بچے نے فوراً کہا، الٰہی! مجھے ایسا نہ بناؤ۔ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی کم سنی میں باتیں کی ہیں۔ تو کل سات بچے ہوں گے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ حضرت جریج نے اپنا گھر مٹی ہی کی پہلی حالت کے مطابق بنوانے کا حکم دیا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ ماں کی دعا اپنی اولاد کے لیے ضرور قبول ہوتی ہے۔ ماں کا حق باپ سے تین حصے زیادہ ہے۔ جو لڑکے لڑکی ماں کو راضی رکھتے ہیں وہ دنیا میں بھی خوب پھلتے پھولتے ہیں اور آخرت میں بھی نجات پاتے ہیں اور ماں کو ناراض کرنے والے ہمیشہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ سے اس کا بہت کچھ ثبوت موجود ہے۔ جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ماں کے بعد باپ کا درجہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں عبادت الٰہی کے لئے حکم صادر فرمانے کے بعد ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (۲/البقرۃ:۸۳) کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہاں تک کہ ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (۱۷/بنی اسرائیل ۲۴) یعنی ماں باپ زندہ موجود ہوں تو ان کے سامنے اف بھی نہ کرو اور نہ انہیں ڈانٹو ڈپٹو بلکہ ان سے نرم نرم میٹھی میٹھی باتیں جو رحم وکرم سے بھرپور ہوں کیا کرو اور ان کے لیے رحم وکرم والے بازو بچھا دیا کرو وہ بازو جو ان کے احترام کے لیے عاجزی وانکساری کے لیے ہوں اور ان کے حق میں یوں دعائیں کیا کرو کہ پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ کو اپنے رحم وکرم سے پروان چڑھایا۔

ماں باپ کی خدمت، اطاعت، فرمانبرداری کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کا نقل کرنا طوالت ہے۔ خلاصہ یہی ہے کہ اولاد کا فرض ہے کہ والدین کی نیک دعائیں ہمیشہ حاصل کرے۔

حضرت جریج کے واقعہ میں اور بھی بہت سی عبرتیں ہیں۔ سمجھنے کے لیے نور بصیرت درکار ہے، اللہ والے دنیا کے جھمیلوں سے دور رہ کر شب وروز عبادت الٰہی میں مشغول رہنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ دنیا کے جھمیلوں میں رہ کر بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ نیز جب بھی کوئی حادثہ سامنے آئے صبر واستقلال کے ساتھ اسے برداشت کرتے اور اس کا نتیجہ اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہماری شریعت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز کی نیت باندھے ہوئے ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پکاریں تو وہ نماز توڑ کر خدمت میں حاضری دے۔ آج کل اولاد کے لیے یہی حکم ہے۔ نیز بیوی کے لیے بھی کہ وہ خاوند کی اطاعت کو نفل نمازوں پر مقدم جانے۔ (وباللہ التوفیق)

بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوْضِ

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً، لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا بَعْضًا، وَكَذَلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَالْقِرَانِ فِي التَّمْرِ.

باب: کھانے، سفر خرچ اور دوسرے اسباب میں شرکت کا بیان

اور جو چیزیں ناپی یا تولی جاتی ہیں تخمینے سے بانٹنا یا مٹھی بھر بھر کر تقسیم کر لینا، کیونکہ مسلمانوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا کہ مشترک زاد سفر (کی مختلف چیزوں میں سے) کوئی شریک ایک چیز کھالے اور دوسرا دوسری چیز، اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تولے اور دوسری چیز، اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تولے ڈھیر لگا کر بانٹنے میں، اسی طرح دو دو کھجور اٹھا کر کھانے میں۔

٢٤٨٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ ابْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ وَأَنَا فِيْهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا قَلِيْلًا، حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ تَكُنْ تُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ. فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِيْ تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ. قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا

(٢٤٨٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (رجب ۸ ھ میں) ساحل بحر کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اور اس کا امیر ابوعبیداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ فوجیوں کی تعداد تین سو تھی اور میں بھی ان میں شریک تھا۔ ہم نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی اپنے توشے (جو کچھ بھی باقی رہ گئے ہوں) ایک جگہ جمع کر دیں۔ سب کچھ جمع کرنے کے بعد کھجوروں کے کل دو تھیلے ہو سکے اور روزانہ ہمیں اسی میں سے تھوڑی تھوڑی کھجور کھانے کے لیے ملنے لگی۔ جب اس کا بھی اکثر حصہ ختم ہو گیا تو ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی رہی۔ میں (وہب بن کیسان) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بھلا ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ انہوں بتلایا کہ اس کی قدر ہمیں اس وقت معلوم ہوئی جب وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آخر ہم سمندر تک پہنچ

حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [أطرافه في: ٢٩٨٣، ٤٣٦٠، ٤٣٦١، ٤٣٦٢، ٥٤٩٣، ٥٤٩٤] [مسلم: ٥٠٠١، ٥٠٠٢، ٥٠٠٣؛ ترمذي: ٢٤٧٥؛ نسائي: ٤٣٦٢؛ ابن ماجه: ٤١٥٩]

گئے۔ اتفاق سے سمندر میں ہمیں ایک ایسی مچھلی مل گئی جو (اپنے جسم میں) پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ سارا لشکر اس مچھلی کو اٹھارہ دن تک کھاتا رہا۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دونوں پسلیوں کو کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اونٹوں کے ان کے تلے سے چلنے کا حکم دیا۔ اور وہ ان پسلیوں کے نیچے سے ہو کر گزرے۔ لیکن اونٹ نے ان کو چھوا تک نہیں۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ساری فوج کا توشہ ایک جگہ جمع کرا لیا۔ پھر اندازے سے تھوڑا تھوڑا سب کو دیا جانے لگا۔ سو سفر خرچ کی شرکت اور اندازے سے اس کی تقسیم ثابت ہوئی۔

٢٤٨٤۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوْا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ)) فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ، وَجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوْا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ)). [طرفه في: ٢٩٨٢]

(٢٤٨٤) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبیدہ نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (غزوۂ ہوازن میں) لوگوں کے توشے ختم ہو گئے اور فقر ومحتاجی آ گئی، تو لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے (تاکہ انہیں کے گوشت سے پیٹ بھر سکیں) آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ان سے ہو گئی تو انہیں بھی ان لوگوں نے اطلاع دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونٹوں کو کاٹ ڈالو گے تو پھر تم کیسے زندہ رہو گے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! اگر انہوں نے اونٹ بھی ذبح کر لیے تو پھر یہ لوگ کیسے زندہ رہیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا، تمام لوگوں میں اعلان کر دو کہ ان کے پاس جو کچھ توشے بچ رہے ہیں وہ لے کر یہاں آ جائیں۔'' اس کے لیے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ اور لوگوں نے توشے اسی دستر خوان پر لا کر رکھ دیے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ اٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب آپ نے پھر سب نے دونوں ہاتھوں سے توشے اپنے برتنوں میں بھر لیے جب سب لوگ بھر چکے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔''

تشریح: اس حدیث میں ایک اہم ترین معجزہ نبوی ﷺ کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کی یا تو وہ توشہ اتنا کم تھا کہ لوگ اپنی سواریاں کاٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ یا وہ اس قدر بڑھ گیا کہ فراغت سے ہر ایک نے اپنی خواہش کے موافق بھر لیا۔ اس قسم کے معجزات نبی کریم ﷺ سے کئی بار صادر ہوئے ہیں۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ نے سب کے توشے اکٹھا کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر ہر ایک نے یوں ہی اندازے سے لے لیا، آپ نے تول ماپ کر اس کو تقسیم نہیں کیا۔

حدیث اور باب کی مطابقت کے سلسلہ میں شارحین بخاری لکھتے ہیں: "ومطابقة للترجمة تؤخذ من قوله ((فيأتون بفضل ازوادهم)) ومن قوله فدعا وبرك عليه فان فيه جمع ازوادهم وهو فى معنى النهد ودعاء النبى ﷺ فيها بالبركة۔" (عینی) یعنی حدیث اور باب میں مطابقت لفظ فياتون الخ سے ہے کہ ایسے مواقع پر ان سب نے اپنے اپنے توشے لا کر جمع کر دیئے اور اس قول سے کہ نبی کریم ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ یہاں ان کے توشے جمع کرنا مذکور ہے اور وہ نہد کے معنی میں ہے یعنی اپنے اپنے حصے برابر برابر لا کر جمع کر دینا۔ اور اس میں نبی کریم ﷺ کا برکت کے لیے دعا فرمانا۔ لفظ نهد ينهد آگے بڑھنا، نمودار ہونا، مقابل ہونا، ظاہر ہونا، بڑا کرنا کے معنی میں ہے۔ اسی سے لفظ تناهد ہے۔ جس کے معنی سفر کے سب رفیقوں کا ایک معین روپیہ یا راشن توشہ جمع کرنا کہ اس سے سفر کی خوردنی ضروریات کو مساوی طور پر پورا کیا جائے ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

٢٤٨٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَنَنْحَرُ جَزُورًا، فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

[مسلم: ١٤١٥، ١٤١٦]

(۲۴۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالنجاشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح کرتے، انہیں دس حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہم اس کا پکا ہوا گوشت بھی کھا لیتے۔

تشریح: اس حدیث سے نکلتا ہے کہ آپ ﷺ عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھا کرتے تھے ورنہ دو مثل سایہ پر جو کوئی عصر کی نماز پڑھے گا تو اتنے وقت میں اس کے لیے یہ کام پورا کرنا مشکل ہے۔ اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ اونٹ کا گوشت یونہی اندازے سے تقسیم کیا جاتا تھا۔ (وحیدی)

٢٤٨٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، [عَنْ أَبِي مُوسَى] قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ، أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ)).

[مسلم: ٦٤٠٨]

(۲۴۸۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قبیلہ اشعری کے لوگوں کا جب جہاد کے موقع پر توشہ کم ہو جاتا یا مدینہ (کے قیام) میں ان کے بال بچوں کے لیے کھانے کی کمی ہو جاتی تو جو کچھ بھی ان کے پاس توشہ ہوتا ہے وہ ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آپس میں ایک برتن سے برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔"

تشریح: یعنی وہ خاص میرے طریق اور میری سنت پر ہیں۔ اور میں ان کے طریق پر ہوں۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ سفر یا حضر میں توشوں کا ملا لینا

اور برابر بانٹ لینا مستحب ہے۔ باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے: "ومطابقته للترجمة تؤخذ من قوله ((جمعوا ما كان عندهم في ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم))" (عمدة القاري)

بَابٌ: مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

باب: جو مال دو شریکوں کا ہو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر کٹوتی کرلیں

٢٤٨٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ)). [راجع: ١٤٤٨]

(۲۴۸۷) ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوٰۃ کا بیان تحریر کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جب کسی مال میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرا کرلیں۔''

تشریح: جب زکوٰۃ کا مال دو یا تین ساتھیوں میں مشترک ہو۔ یعنی سب کا ساجھا ہو اور زکوٰۃ کا تحصیلدار ایک ساجھی سے کل زکوٰۃ وصول کرلے تو وہ دوسرے ساتھیوں کے حصے کے موافق ان سے مجرا لے اور زکوٰۃ کے اوپر دوسرے خرچوں کا بھی قیاس ہو سکے گا۔ پس اس طرح سے اس حدیث کو شرکت سے تعلق ہوا۔

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

باب: بکریوں کا بانٹنا

٢٤٨٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَابُوا إِبِلاً وَغَنَمًا. قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوا وَذَبَحُوا وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ

(۲۴۸۸) ہم سے علی بن حکم انصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن مسروق نے، ان سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج نے اور ان سے ان کے دادا (رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام ذوالحلیفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو بھوک لگی۔ ادھر (غنیمت میں) اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے پیچھے کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی کی اور (تقسیم سے پہلے ہی) ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں۔ لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور وہ ہانڈیاں اوندھا دی گئیں۔ پھر آپ نے ان کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ایک اونٹ اس میں سے بھاگ گیا تو لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو تھکا دیا۔ قوم کے پاس گھوڑے کم تھے۔ ایک صحابی تیر

فَحَبَسَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هَكَذَا)). فَقَالَ: جَدِّي إِنَّا نَرْجُو -أَوْنَخَافُ- الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ ؟ قَالَ: ((مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ، فَكُلُوْهُ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ)).[أطرافه في: ٢٥٠٧، ٣٠٧٥، ٥٤٩٨، ٥٥٠٣، ٥٥٠٦، ٥٥٠٩، ٥٥٤٣، ٥٥٤٤] [مسلم: ٥٠٩٢، ٥٠٩٣، ٥٠٩٤، ٥٠٩٥؛ ابوداود: ٢٨٢١؛ ترمذي: ١٤٩١، ١٤٩٢، ١٦٠٠؛ ابن ماجه: ٣١٨٣، ٣١٣٧، ٣١٧٨]

لے کر اونٹ کی طرف جھپٹے۔ اللہ نے اس کو ٹھہرا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح سرکشی ہوتی ہے۔ اس لیے ان جانوروں میں سے بھی اگر کوئی تمہیں عاجز کر دے تو اس کے ساتھ تم ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔'' پھر میرے دادا نے عرض کیا کہ کل دشمن کے حملہ کا خوف ہے، ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں (تلواروں سے ذبح کریں تو ان کے خراب ہونے کا ڈر ہے جب کہ جنگ سامنے ہے) کیا ہم بانس کی کھپچی سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جو چیز بھی خون بہا دے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔''

تشریح: وہ ناخن ہی سے جانور کاٹتے ہیں، تو ایسا کرنے میں ان کی مشابہت ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ناخن خواہ بدن میں لگا ہوا ہو یا جدا کیا ہوا ہو، پاک ہو یا نجس کسی حال میں اس سے ذبح جائز نہیں۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر کیا۔ ہانڈیوں کو اس لیے اوندھا کر دیا گیا کہ ان میں جو گوشت پکایا جا رہا تھا وہ ناجائز تھا۔ جسے کھانا مسلمانوں کے لیے حلال نہ تھا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گوشت ضائع کرا دیا۔ دیوبندی حنفی ترجمہ بخاری میں یہاں لکھا گیا ہے کہ ''ہانڈیوں کے الٹ دینے'' کا مطلب یہ ہے کہ (یعنی تقسیم کرنے کے لئے ان سے گوشت نکال لیا گیا) (دیکھو تفہیم البخاری دیوبندی ص ۱۴۲ پ ۹)

یہ مفہوم کتنا غلط ہے۔ اس کا اندازہ حاشیہ صحیح بخاری مطبوعہ کراچی جلد اول ص ۳۳۸ کی عبارت ذیل سے لگایا جا سکتا ہے۔ محشی صاحب جو غالباً حنفی ہی ہیں فرماتے ہیں: "فاكفئت اى اقلبت ورميت واريق ما فيها وهو من الاكفاء قيل انما امر بالا كفاء لانهم ذبحوا الغنم قبل ان يقسم فلم يطب له بذالك۔" یعنی ان ہانڈیوں کو الٹا کر دیا گیا، گرا دیا گیا اور جو ان میں تھا وہ سب بہا دیا گیا۔ حدیث کا لفظ اكفئت مصدر اكفاء سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے گرانے کا حکم اس لیے صادر فرمایا کہ انہوں نے بکریوں کو مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی ذبح کر ڈالا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حنفی مذکورہ مفہوم بالکل غلط ہے۔ والله اعلم بالصواب۔

بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

باب: دو دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی شریک کو جائز نہیں جب تک دوسرے ساتھ والوں سے اجازت نہ لے لے

٢٤٨٩ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيْعًا، حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ. [راجع: ٢٤٥٥]

(۲۴۸۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا ہم سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر (دستر خوان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

٢٤٩٠ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: لَا تَقْرُنُوْا فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ. [راجع: ٢٤٥٥]

(۲۴۹۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہمارا قیام مدینہ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گزرتے ہوئے یہ کہہ جایا کرتے تھے۔ کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر نہ کھانا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ تَقْوِيْمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ

باب: مشترک چیزوں کی انصاف کے ساتھ ٹھیک قیمت لگا کر اسے شریکوں میں بانٹنا

تشریح: باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں: " قال ابن بطال لاخلاف بين العلماء ان قسمة العروض وسائر الامتعة بعد التقويم جائز وانما اختلفوا فى قسمتها بغير تقويم فاجازة الاكثر اذا كان على سبيل التراضى..... الخ۔" (فتح البارى) یعنی جملہ سامان واسباب کا جب ٹھیک طور پر اندازہ کر لیا جائے تو اس کی تقسیم جملہ علما کے نزدیک جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں بغیر اندازہ کے تقسیم میں اختلاف ہے۔ اب باہمی طور پر کسی کو اعتراض نہ ہو اور سب راضی ہوں تو اکثر کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

کتاب الشرکۃ کے اس باب سے یہ دسواں پارہ شروع ہو رہا ہے جس میں شرکت سے متعلق بقایا مسائل بیان کیے جا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک قلم کو لغزش سے بچائے اور خیریت کے ساتھ اس پارے کی بھی تکمیل کرائے۔ (آمین)

٢٤٩١ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ -أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ: نَصِيْبًا- وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيْقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)). قَالَ: لَا أَدْرِيْ قَوْلُهُ: ((عَتَقَ مِنْهُ)). قَوْلٌ مِنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ. [أطرافه في:

(۲۴۹۱) ہم سے عمران بن میسرہ ابوالحسن بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے، کہا ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مشترک (ساجھے) کے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس سارے غلام کی قیمت کے موافق مال ہو تو وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو بس جتنا حصہ اس کا تھا اتنا ہی آزاد ہوا۔'' ایوب نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ روایت کا یہ آخری حصہ ''غلام کا وہی حصہ آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا ہے'' یہ نافع کا اپنا قول ہے یا نبی کریم ﷺ کی حدیث میں

۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، داخل ہے۔
۲۵۲۵،۲۵۵۳] [مسلم: ۳۷۲۸، ٤۳۷۱؛
ابوداود: ۳۹٤۱، ۳۹٤۲]

تشریح: یعنی سارے غلام کی غلامی کی حالت میں قیمت لگائیں گے یعنی جو حصہ آزاد ہوا اگر وہ بھی آزاد نہ ہوتا تو اس کی قیمت کیا ہوتی اگر اتنا مال نہ ہو تو بس جتنا حصہ اس کا تھا اتنا ہی آزاد ہوا۔

عینی نے اس مسئلہ میں چودہ مذہب بیان کئے ہیں۔ لیکن امام احمد اور شافعی اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے اسی حدیث کے موافق حکم دیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار رہے گا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کردے خواہ غلام سے محنت مشقت کرا کر اپنے حصہ کے دام وصول کرے خواہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اپنے حصے کی قیمت اس سے بھر لے۔ پہلی اور دوسری صورت میں غلام کا ترکہ دونوں کو ملے گا اور تیسری صورت میں صرف آزاد کرنے والے کو۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگا کر اس کے جملہ مالکوں پر اسے تقسیم کر دیا جائے۔

۲٤۹۲ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ ابْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)). [أطرافه في: ۲۵۰٤، ۲۵۲٦، ۲۵۲۷] [مسلم: ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷٤، ۳۷۷۵؛ ابوداود: ۳۹۳٤، ۳۹۳۹؛ ترمذي: ۱۳٤۸؛ ابن ماجه: ۲۵۲۷]

(۲٤۹۲) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے، انہیں نضر بن انس نے، انہیں بشیر بن نہیک نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مال سے غلام کو پوری آزادی دلا دے۔ لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو انصاف کے ساتھ غلام کی قیمت لگائی جائے۔ پھر غلام سے کہا جائے کہ (اپنی آزادی کی) کوشش میں وہ باقی حصہ کی قیمت خود کما کر ادا کرلے۔ لیکن غلام پر اس کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔''

تشریح: یعنی ایسی تکلیف نہ دیں جس کا وہ تحمل نہ کر سکے جب وہ باقی حصوں کی قیمت ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ ابن بطال نے کہا شرکاء میں تقسیم کرتے وقت ان کی قطع نزاع کے لئے قرعہ ڈالنا سنت ہے اور تمام فقہا اس کے قائل ہیں۔ صرف کوفہ کے بعض فقہا نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قرعہ ازلام کی طرح ہے جس کی ممانعت قرآن میں وارد ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو جائز رکھا ہے۔ دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں جاتے وقت اپنی بیویوں کے لئے قرعہ ڈالتے۔ جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ آج کل تو قرعہ اس قدر عام ہے کہ سفر حج کے لئے بھی حاجیوں کے نام قرعہ اندازی سے چھانٹے جاتے ہیں۔

بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيهِ

باب: تقسیم میں قرعہ ڈال کر حصے کر لینا

٢٤٩٣۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا: يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ ابْنَ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا. فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا، وَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا)). [طرفه في: ٢٦٨٦] [ترمذي: ٢١٧٣]

(۲۴۹۳) ہم سے ابونعیم بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے، کہا میں نے عامر بن شعبہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے، جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں۔ تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔''

تشریح: اس حدیث میں جہاز کشتی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کا ذکر کیا گیا۔ اسی سے مقصود باب ثابت ہوا ہے۔ یوں یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا کیوں ضروری ہے؟ اسی سوال پر اس میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ دنیا کی مثال ایک کشتی کی سی ہے۔ جس میں سوار ہونے والے افراد میں سے ایک فرد کی غلطی جو کشتی سے متعلق ہو سارے افراد ہی کو لے ڈوب سکتی ہے۔ قرآن مجید میں یہی مضمون اس طور پر بیان ہوا: ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (۸/ الانفال: ۲۵) یعنی فتنہ سے بچنے کی کوشش کرو جو اگر وقوع میں آ گیا تو وہ خاص ظالموں ہی پر نہیں پڑے گا بلکہ ان کے ساتھ بہت سے بے گناہ بھی پس جائیں گے۔ جیسے حدیث ہذا میں بطور مثال نیچے والوں کا ذکر کیا گیا کہ اگر اوپر والے نیچے والوں کو کشتی کے نیچے سوراخ کرنے سے نہیں روکیں گے تو نتیجہ یہ کہ نیچے والا حصہ پانی سے بھر جائے گا۔ اور نیچے والوں کے ساتھ اوپر والے بھی ڈوبیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۴) یعنی اے مسلمانو! تم میں سے ایک جماعت ایسی مقرر ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتی رہے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ آیت ہذا کی بنا پر جملہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ایک جماعت خاص مقرر کریں۔

الحمد للہ حکومت سعودیہ میں یہ محکمہ اسی نام سے قائم ہے اور پوری مملکت میں اس کی شاخیں ہیں جو یہ فرض انجام دے رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ اجتماعی طور پر ہر جگہ مسلمان ایسے ادارے قائم کر کے عوام کی فلاح و بہبود کا کام انجام دیا کریں۔

خلاصہ یہ کہ تقسیم کے لئے قرعہ اندازی ایک بہترین طریقہ ہے جس میں شرکاء میں سے کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ''ومطابقة الحديث للترجمة غير خفية وفيه وجوب الصبر على اذى الجار اذا خشي وقوع ما هو اشد ضررا وانه ليس لصاحب السفل ان يحدث على صاحب العلو ما يضربه وانه ان احدث عليه ضرر الزمه اصلاحه وان لصاحب العلو منعه من الضرر وفيه جواز قسمه العقار المتفاوت بالقرعة قال ابن بطال والعلماء متفقون على القول بالقرعة الا الكوفيين فانهم قالوا لا معنى لها لانها تشبه الازلام التى نهى الله عنها۔'' (قسطلانی) حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور اس

سے پڑوسی کی تکلیف پر صبر کرنا بطور وجوب ثابت ہوا۔ جب عدم صبر کی صورت میں اس سے بھی کسی بڑی مصیبت کے آنے کا خطرہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نیچے والے کے لئے جائز نہیں کہ اوپر والے کے لئے کوئی ضرر کا کام کرے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھے تو اس کو اس کی درستگی واجب ہے اور اوپر والے کو حق ہے کہ وہ ایسے ضرر کے کام سے اس کو روکے اور سامان و اسباب متفرقہ کا قرعہ اندازی سے تقسیم کرنا بھی ثابت ہوا۔ ابن بطال نے کہا علما کا قرعہ کے جواز پر اتفاق ہے سوائے اہل کوفہ کے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی ان تیروں کے مشابہ ہی ہے جو کفار مکہ بطور فال نکالا کرتے تھے اس لیے یہ جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ازلام سے منع کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل کوفہ کا یہ قیاس باطل ہے۔

ازلام اور قرعہ اندازی میں بہت فرق ہے اور جب قرعہ کا ثبوت صحیح حدیث سے موجود ہے تو اس کو ازلام سے تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ شَرِكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ — باب: یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا

تشریح: "اتفقوا على انه لا تجوز المشاركة في مال اليتيم الا ان كان لليتيم في ذلك مصلحة راجحة." (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ یتیم کے مال میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر یتیم کے مفاد کے لئے کوئی مصلحت راجح ہو تو جائز ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھا رہے ہیں۔ لہٰذا معاملہ بہت ہی نازک ہے۔

٢٤٩٤۔ حَدَّثَنَا الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: ٣] قَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ هَذِهِ

(٢٤٩٤) ہم سے اویسی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۂ نساء میں) اس آیت کو پوچھا "اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا ڈر ہو تو جو عورتیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار نکاح میں لاؤ" انہوں نے کہا میرے بھانجے یہ آیت اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی (محافظ رشتہ دار جیسے چچیرا بھائی پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی) کی پرورش میں ہو اور ترکے کے مال میں اس کی ساجھی ہو اور وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر اس سے نکاح کر لینا چاہے لیکن پورا مہر انصاف سے جتنا اس کو اور جگہ ملتا وہ نہ دے، تو اسے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرے۔ البتہ اگر ان کے ساتھ ان کے ولی انصاف کر سکیں اور ان کی حسب حیثیت بہتر سے بہتر طرز عمل مہر کے بارے میں اختیار کریں (تو اس صورت میں نکاح کرنے کی اجازت ہے) اور ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ان کے سوا جو بھی عورت انہیں پسند ہو ان سے وہ نکاح کر سکتے ہیں۔ عروہ بن زبیر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا

الآيَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَآءِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ﴾ [النساء:١٢٧] وَالَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الآيَةُ الأُولَى الَّتِي قَالَ اللَّهُ فِيهَا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ [النساء:٣] قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللَّهِ فِي الآيَةِ الأُخْرَى: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ﴾ هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهِ، حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ. [أطرافه في: ٢٧٦٣، ٤٥٧٣، ٤٥٧٤، ٤٦٠٠، ٥٠٦٤، ٥٠٩٢، ٥٠٩٨، ٥١٢٨، ٥١٣١، ٥١٤٠، ٦٩٦٥]

[مسلم:٧٥٢٨؛ ابوداود: ٢٠٦٨؛ نسائي: ٣٣٤٦]

نے بتلایا۔ پھر لوگوں نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد (ایسی لڑکیوں سے نکاح کی اجازت کے بارے میں) مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "اور آپ سے عورتوں کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ خود اللہ ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے، اور قرآن کی وہ آیتیں جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں پڑھی جاتی ہیں" آگے فرمایا "اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔" یہ جو اس آیت میں ہے اور جو قرآن میں تم پر پڑھا جاتا ہے اس سے مراد پہلی آیت ہے۔ یعنی "اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ ہو سکنے کا ڈر ہو تو دوسری عورتیں جو بھلی لگیں ان سے نکاح کر لو۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ جو اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا: "اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو" اس سے یہ غرض ہے کہ جو یتیم لڑکی تمہاری پرورش میں ہو اور مال اور جمال کم رکھتی ہو اس سے تو تم نفرت کرتے ہو، اس لئے جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں تم کو رغبت ہو اس سے بھی نکاح نہ کرو مگر اس صورت میں جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا مہر دینا کرو۔

بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الأَرَضِينَ وَغَيْرِهَا

باب: زمین مکان وغیرہ میں شرکت کا بیان

٢٤٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. [راجع: ٢٢١٣]

(٢٤٩٥) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے شفعہ کا حق ایسے اموال (زمین جائیداد وغیرہ) میں دیا تھا جن کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی بدل دیئے جائیں تو پھر شفعہ کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

تشریح: قسطلانی نے کہا، اس سے یہ نکلتا ہے کہ شفعہ غیر منقولہ جائیداد میں ہے کہ منقولہ میں، اس کی بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

بَابٌ: إِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّورَ

باب: جب شریک لوگ گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں

وَغَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

تو اب اس سے پھر نہیں سکتے اور نہ ان کو شفعہ کا حق رہے گا

تشریح: ترجمہ باب اس طرح نکلتا ہے کہ جب شفعہ کا حق تقسیم کے بعد نہ رہا تو معلوم ہوا کہ تقسیم بھی پھر نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر تقسیم باطل ہو جائے تو جائیداد پھر مشترک ہو جائے گی اور شرکاء کو شفعہ کا حق پیدا ہوگا۔

٢٤٩٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. [راجع: ٢٢١٣]

(۲۴۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہر اس جائیداد میں شفعہ کا حق دیا تھا جس کے شرکا میں ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

تشریح: بیع صرف کا بیان اوپر گزر چکا ہے یعنی سونے چاندی اور نقد کی بیع بعوض سونے چاندی اور نقد کے۔

بَابُ الْإِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ الصَّرْفُ

باب: سونے، چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے

٢٤٩٧، ٢٤٩٨۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ الْأَسْوَدِ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ، يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ: اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيْكٌ لِيْ شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيْئَةً، فَجَاءَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيْكِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ، فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ، وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَرُدُّوْهُ)). [راجع: ٢٠٦٠، ٢٠٦١]

(۹۸،۲۴۹۷) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے عثمان نے جو اسود کے بیٹے ہیں، کہا کہ مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالمنہال سے بیع صرف نقد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز (سونے اور چاندی کی) خریدی نقد پر بھی اور ادھار پر بھی۔ پھر ہمارے یہاں براء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے شریک زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بیع کی تھی اور ہم نے اس کے متعلق رسول کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تھا: ''جو نقد ہو وہ لے لو اور جو ادھار ہو اسے چھوڑ دو۔''

بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: مسلمان کا مشرکین اور ذمیوں کے ساتھ مل کر کھیتی کرنا

تشریح: باب کی حدیث سے ذمی کی شرکت کا جواز کھیتی میں نکلتا ہے اور جب کھیتی میں شرکت جائز ہوئی تو اور چیزوں میں بھی جائز ہوگی۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: "واحتج الجمهور بمعاملة النبی ﷺ یهود خیبر واذا جاز فی المزارعة جاز فی غیرها وبمشروعیة اخذ الجزیة منهم مع ان فی اموالهم ما فیها۔" یعنی اس کے جواز پر جمہور علما نے نبی کریم ﷺ کے یہود خیبر سے معاملہ کرنے سے دلیل پکڑی ہے اور ان سے جزیہ لینے کی مشروعیت پر بھی حالانکہ ان کے اموال کا حال معلوم ہے کہ ان میں سود بیاج وغیرہ ناجائز آمدنی بھی ان کے یہاں ہوتی تھی۔ پھر بھی ان سے جزیہ میں ان کا مال حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا۔

٢٤٩٩ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. [راجع: ٢٢٨٥]

(۲۴۹۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بنت اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر دے دی تھی کہ وہ اس میں محنت کریں اور بوئیں جوتیں۔ پیداوار کا آدھا حصہ انہیں ملا کرے گا۔

تشریح: اسلام معاشرتی تمدنی امور میں مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری غیر مسلم قوموں سے مل کر اپنے معاشی مسائل حل کر سکتے ہیں نہ صرف کھیتی باڑی بلکہ جملہ دنیاوی امور سب اس اجازت میں شامل ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بہت سے دینی و دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيهَا

باب: بکریوں کا انصاف کے ساتھ تقسیم کرنا

٢٥٠٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((ضَحِّ بِهِ أَنْتَ)). [راجع: ٢٣٠٠]

(۲۵۰۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بکریاں دی تھیں کہ قربانی کے لئے ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیں۔ پھر ایک سال کا بکری کا بچہ بچ گیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے عقبہ سے فرمایا: "تو اس کی قربانی کر لے۔"

بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ

باب: اناج وغیرہ میں شرکت کا بیان

وَيُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ لَهُ شِرْكَةً.

اور منقول ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز چکائی، دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا، تب اس نے مول لے لیا، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ شریک ہے۔

٢٥٠١، ٢٥٠٢ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ: قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدٌ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَذَهَبَتْ

(۲۵۰۱،۲) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، کہا مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں زہرہ بن معبد نے، انہیں ان کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پایا تھا۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ بَايِعْهُ. فَقَالَ: ((هُوَ صَغِيْرٌ)). فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَالَهُ.

آپ کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس سے بیعت لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تو ابھی بچہ ہے۔" پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا کی۔

وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ: أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ، فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: أَشْرِكْنِي، فَإِذَا سَكَتَ فَيَكُوْنُ شَرِيْكَهُ بِالنِّصْفِ.

[طرفاه في: ٦٣٥٣، ٧٢١٠]

اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ بازار لے جاتے۔ وہاں وہ غلہ خریدتے۔ پھر عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ان سے ملتے تو وہ کہتے کہ ہمیں بھی، اس اناج میں شریک کرلو، کیونکہ آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ہشام انہیں بھی شریک کر لیتے اور کبھی پورا ایک اونٹ (مع غلہ) نفع میں پیدا کر لیتے اور اس کو گھر بھیج دیتے۔ ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی سے کہے کہ مجھے اپنے ساتھ شریک کر لے اگر وہ خاموش ہو جائے تو وہ اس کے ساتھ آدھے میں شریک ہوگا۔

تشریح: بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے کبھی ایک اونٹ کولادنے کے موافق اناج پیدا کرتے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ ہم کو بھی اس اناج میں شریک کرلو۔ طعام سے کھانے کے غلہ جات گندم، چاول وغیرہ مراد ہیں۔ شرکت میں ان کا کاروبار کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث ہذا میں عبداللہ بن ہشام ایک صحابی کا ذکر ہے جن کے لئے نبی کریم ﷺ نے بچپن میں دعا فرمائی تھی اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ نے ان کو بہت کچھ نوازا تھا۔ ان کے دادا جب غلہ وغیرہ خریدنے بازار جاتے تو ان کو ساتھ لے لیتے تا کہ نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کی برکت شامل حال رہے۔ بعض دفعہ راستے میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم مل جاتے تو وہ بھی درخواست کرتے کہ ہم کو بھی اس تجارت میں شریک کر لیجئے تا کہ دعائے نبوی کی برکتوں سے ہم بھی فائدہ حاصل کریں۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ یہ سب بہت کچھ نفع کما کر واپس لوٹتے۔ اس حدیث پر حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"وفی الحدیث مسح راس الصغیر وترک مبایعة من لم یبلغ والدخول فی السوق لطلب المعاش وطلب البرکة حیث کانت والرد علی من زعم ان السعة من الحلال مذمومة وتوفر دواعی الصحابة علی احضار اولادھم عند النبی ﷺ لالتماس برکته وعلم من اعلام نبوته ﷺ لاجابة دعائه فی عبد اللہ بن ہشام۔"

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرنا سنت نبوی ہے اور نابالغ بچے سے بیعت نہ لینا بھی ثابت ہوا اور طلب معاش کے لئے بازار جانے کی مشروعیت بھی ثابت ہوئی اور برکت طلب کرنا بھی ثابت ہوا وہ جہاں سے بھی حاصل ہو اور ان لوگوں کی تردید بھی ہوئی جو رزق حلال کی کوشش کو مذموم جانتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برکت حاصل کرنے کے لئے اپنی اولاد کو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا کرتے تھے تا کہ آپ کی دعائیں ان بچوں کے شامل حال ہوں۔ اور حضرت عبداللہ بن ہشام کے حق میں دعائے نبوی کی جو برکات حاصل ہوئیں یہ سب نبی کریم ﷺ کی صداقت کی نشانیوں میں سے اہم نشانیاں ہیں۔

ایسا ہی واقعہ عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کا ہے جو بازار میں جاتے اور کبھی تو چالیس چالیس ہزار کا نفع کما کر بازار سے واپس لوٹتے۔ جو سب کچھ نبی ﷺ کی دعاؤں کی برکت تھی۔ آپ نے ایک دفعہ ان کو ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے بھیجا تھا اور یہ اس ایک دینار کی دو قربانیاں خرید کر لائے اور راستے ہی میں ان میں سے ایک کو فروخت کر کے دینار واپس حاصل کر لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں قربانی کا جانور پیش کیا اور نفع میں حاصل

ہونے والا دینار بھی اور ساتھ میں تفصیلی واقعہ سنایا۔ جسے سن کر نبی کریم ﷺ بے حد خوش ہوئے اور ان کے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ومطابقة الحديث للترجمة فى قوله ((اشركنا)) لكونهما طلبا منه الاشتراك فى الطعام الذى اشتراه فاجابهما الى ذلك وهم من الصحابة ولم ينقل عن غيرهم ما يخالف ذلك فيكون حجة والجمهور على صحة الشركة فى كل ما يتملك۔" (قسطلانی) یعنی حدیث کی باب میں مطابقت لفظ اشرکنا سے ہے۔ ان ہر دو بزرگ صحابیوں نے ان سے اس خرید کردہ غلہ میں شرکت کا سوال کیا اور انہوں نے ہر دو کی اس درخواست کو قبول کیا۔ وہ سب اصحاب نبوی تھے اور کسی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہوئی۔ پس یہ حجت ہے اور جمہور ہر اس چیز میں شرکت کے جواز کے قائل ہیں جو چیز ملکیت میں آ سکتی ہے۔

بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الرَّقِيقِ

باب: غلام لونڈی میں شرکت کا بیان

٢٥٠٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ كُلَّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ)).

[راجع: ٢٤٩١] [ابوداود: ٣٩٤٥]

(٢٥٠٣) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی ساجھے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر غلام کی۔ انصاف کے موافق قیمت کے برابر اس کے پاس مال ہو تو وہ سارا غلام آزاد کرا دے۔ اس طرح دوسرے ساجھیوں کو ان کے حصے کی قیمت ادا کر دی جائے اور اس آزاد کئے ہوئے غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔''

٢٥٠٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا فِي عَبْدٍ، أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَسْعَى غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)). [راجع: ٢٤٩٢]

(٢٥٠٤) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے نضر بن انس نے، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی ساتھی کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس مال ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ باقی حصوں کو آزاد کرانے کے لئے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے۔ لیکن اس سلسلے میں اس پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔''

بَابُ الْإِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ، وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدَى

باب: قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی مکہ کو قربانی بھیج چکے پھر اس میں کسی کو شریک کر لے تو جائز ہے

٢٥٠٥، ٢٥٠٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَعَنْ طَاوُسٍ، عَنْ

(٢٥٠٥، ٦) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے اور (ابن جریج اسی حدیث کی دوسری روایت) طاؤس سے

ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ مُهِلُّوْنَ بِالْحَجِّ، لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً، وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَآءِ نَا، فَفَشَتْ فِيْ ذٰلِكَ الْقَالَةُ. قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ جَابِرٌ: فَيَرُوْحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا. فَقَالَ جَابِرٌ: بِكَفِّهِ. فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: ((بَلَغَنِي أَنَّ أَقْوَامًا يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهِ لَأَنَا أَبَرُّ وَأَتْقَى لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُمْ، وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ)). فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبَدِ؟ فَقَالَ: ((لَا بَلْ لِلْأَبَدِ)). قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ: أَحَدُهُمَا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. وَقَالَ الْآخَرُ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيْمَ عَلَى إِحْرَامِهِ، وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ. [راجع: ١٠٨٥، ١٥٥٧]

[مسلم: ٢٩٤٣؛ نسائي: ٢٨٧٢]

کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو حج کا تلبیہ کہتے ہوئے جس کے ساتھ کوئی اور چیز (عمرہ) نہ ملاتے ہوئے (مکہ میں) داخل ہوئے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ کے حکم سے ہم نے اپنے حج کو عمرہ کر ڈالا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ (عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حج کے احرام تک) ہماری بیویاں ہمارے لئے حلال رہیں گی۔ اس پر لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ عطاء نے بیان کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کیا ہم میں سے کوئی منیٰ اس طرح جائے کہ منی اس کے ذکر سے ٹپک رہی ہو۔ جابر نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے زیادہ نیک اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والا ہوں۔ اگر مجھے وہ بات پہلے ہی معلوم ہوتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام کھول دیتا۔'' اس پر سراقہ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا یہ حکم (حج کے ایام میں عمرہ) خاص ہمارے ہی لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔'' جابر نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن سے) آئے۔ اب عطاء اور طاؤس میں ایک تو یوں کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احرام کے وقت یوں کہا تھا۔ ''لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رسول الله ﷺ'' اور دوسرا یوں کہتا ہے کہ انہوں نے ''لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رسول الله ﷺ'' کہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں (جیسا بھی انہوں نے باندھا ہے) اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔

تشریح: اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ سند میں ابن جریج کا اس حدیث کو عطاء اور طاؤس دونوں سے سننا مذکور ہے۔ حافظ نے کہا میرے نزدیک تو طاؤس سے روایت منقطع ہے کیونکہ ابن جریج نے مجاہد اور عکرمہ سے نہیں سنا اور طاؤس ان ہی کے ہم عصر ہیں، البتہ عطاء سے سنا ہے کیونکہ عطاء ان لوگوں کے دس برس بعد ہوئے تھے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مدینہ سے قربانی کے لئے ۶۳ اونٹ لئے اور حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یمن سے ۳۷ اونٹ لائے۔ جملہ سو اونٹ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان اونٹوں میں شریک کر لیا۔

بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ

باب: تقسیم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر

بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ — سمجھنا

٢٥٠٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ، رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا أَوْ إِبِلًا، فَعَجِلَ الْقَوْمُ، فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُورَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ، ثُمَّ إِنَّ بَعِيرًا نَدَّ وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا)). قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرْجُو ۔أَوْ نَخَافُ۔ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، فَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ فَقَالَ: ((اعْجَلْ أَوْ أَرِنْ، مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ)). [راجع: ٢٤٨٨]

(٢٥٠٧) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ان کے والد سعید بن مسروق نے، انہیں عبایہ بن رفاعہ نے اور ان سے ان کے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تہامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے۔ (غنیمت میں) ہمیں بکریاں اور اونٹ ملے تھے، بعض لوگوں نے جلدی کی اور (جانور ذبح کر کے) گوشت کو ہانڈیوں میں چڑھا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے حکم سے گوشت کی ہانڈیوں کو الٹ دیا گیا۔ پھر (آپ نے تقسیم میں) دس بکریوں کا ایک اونٹ کے برابر حصہ رکھا۔ ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ قوم کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی۔ ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشت ہوتی ہے۔ اس لئے جب تم ان کو نہ پکڑ سکو تو تم ان کے ساتھ ایسا کیا کرو۔“ عبایہ نے بیان کیا کہ میرے دادا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں امید ہے یا خطرہ ہے کہ کہیں کل دشمن سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے اور چھری ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیا دھار دار لکڑی سے ہم ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”لیکن ذبح کرنے میں جلدی کرو۔ جو چیز خون بہا دے (اسی سے کاٹ لو) اگر اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھاؤ اور ناخن اور دانت سے ذبح نہ کرو۔ اس کی وجہ میں بتلاؤں۔ سنو دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔“

تشریح: راوی کو شبہ ہے کہ آپ نے لفظ ((اعجل)) فرمایا، یا لفظ ((ارن)) فرمایا۔ خطابی نے کہا کہ لفظ ارن اصل میں ارن تھا جو ارن یأرن سے ہے اور جس کے معنی بھی اعجل یعنی جلدی کرنے کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[كِتَابُ الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ]

اپنی بستی میں گروی رکھنے کا بیان

تشریح: رہن کے معنی ثبوت یا رکنا اور اصطلاح شرع میں رہن کہتے ہیں قرض کے بدل کوئی چیز رکھوا دینے کو مضبوطی کے لئے کہ اگر قرض ادا نہ ہو تو مرتہن اس چیز سے اپنا قرض وصول کرلے، جو شخص رہن کی چیز کا مالک ہو اس کو راہن اور جس کے پاس رکھا جائے اس کو مرتہن اور اس چیز کو مرہون کہتے ہیں۔

رہن کے لغوی معنی گروی رکھنا، روک رکھنا، اقامت کرنا، ہمیشہ رہنا، مصدر راہان کے معنی گروی کرنا۔ قرآن مجید کی آیت: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (۷۴/ المدثر: ۳۸) میں گروی مراد ہے۔ یعنی ہر نفس اپنے اعمال کے بدلے میں اپنے آپ کو گروی کر چکا ہے۔ حدیث نبوی: ((كل غلام رهينة بعقيقته)) میں بھی گروی مراد ہے یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ہاتھ میں گروی ہے۔ بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ ہوا اور وہ مر گیا تو وہ اپنے والدین کی سفارش نہیں کرے گا۔ بعض نے عقیقہ ہونے تک بچے کا بالوں کی گندگی وغیرہ میں مبتلا رہنا مراد لیا ہے۔

مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق رہن کے جواز کے لئے آیت قرآنی سے استشہاد فرمایا۔ پھر سفر کی خصوصیت کا شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ رہن صرف سفر سے متعلق ہے، اس لئے لفظ ''حضر'' کا بھی اضافہ فرما کر اس شبہ کو رد کیا اور حضر میں رہن کا ثبوت حدیث نبوی سے پیش فرمایا جو کہ آگے مذکور ہے جس میں یہودی کے ہاں آپ نے اپنی زرہ مبارک گروی رکھی۔ اس کا نام ابوشحم تھا اور یہ بنوظفر سے تعلق رکھتا تھا جو قبیلہ خزرج کی ایک شاخ کا نام ہے۔

بَابُ الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

باب: آدمی اپنی بستی میں ہو اور گروی رکھے

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ﴾. [البقرة: ۲۸۳]

اور اللہ پاک نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو ہاتھ گروی رکھ لو۔''

تشریح: یہ باب لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا کہ قرآن شریف میں جو یہ قید ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ﴾ (۲/البقرۃ ۲۸۳) یہ قید اتفاقی ہے اس لئے کہ اکثر سفر میں گروی کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضر میں گروی رکھنا درست نہیں۔

۲۵۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((مَا أَصْبَحَ لِآلِ

(۲۵۰۸) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زرہ جو کے بدلے گروی رکھی تھی۔ ایک دن میں خود آپ کے پاس جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا تھا۔ میں نے خود آپ سے سنا تھا، آپ فرما رہے تھے: ''آل محمد (ﷺ) پر کوئی صبح

مُحَمَّدٍﷺ إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسَى)). وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ. [راجع:٢٠٦٩] [ترمذي: ١٢١٥؛ نسائي: ٢٦٢٤]

اور کوئی شام ایسی نہیں آئی کہ ایک صاع سے زیادہ کچھ اور موجود رہا ہو۔" حالانکہ آپ کے نو گھر تھے۔

تشریح: یہ آپ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا، دوسرے مؤمنین کو تسلی دینے کے لئے نہ کہ بطور شکوہ اور شکایت کے۔ اہل اللہ تو فقر اور فاقہ پر ایسی خوشی کرتے ہیں جو غنا اور تونگری پر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں فقر اور فاقہ اور دکھ اور بیماری خالص محبوب یعنی خداوند کریم کی مراد ہے اور غنا اور تونگری میں بندے کی مراد بھی شریک ہوتی ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے منقول ہے۔ جب وہ اپنے گھر میں جاتے اور والدہ سے پوچھتے کچھ کھانے کو ہے؟ وہ کہتی "بابا نظام الدین ما امروز مهمان خدائیم" تو بے حد خوشی کرتے اور جس دن وہ کہتی کہ "ہاں! کھانا حاضر ہے" تو کچھ خوشی نہ ہوتی۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"وفی الحديث جواز معاملة الكفار فيما لم يتحقق تحريم عين المتعامل فيه وعدم الاعتبار بفساد معتقدهم ومعاملاتهم فيما بينهم واستنبط منه جواز معاملة من اكثر ماله حرام وفيه جواز بيع السلاح ورهنه واجارته وغير ذلك من الكافر مالم يكن حربيا وفيه ثبوت املاك اهل الذمة فی ايديهم وجواز الشراء بالثمن المؤجل واتخاذ الدروع والعدد وغيرها من آلات الحرب وانه غير قادح فی التوكل وان قنية آلة الحرب لا تدل علی تحبيسها قاله ابن المنيروان اكثر قوت ذلك العصر الشعير قاله الداودی وان القول قول المرتهن فی قيمة المرهون مع يمينه حكاه ابن التين وفيه ماكان عليه النبیﷺ من التواضع والزهد فی الدنيا والتقلل منها مع قدرته عليها والكرم الذی افضی به الی عدم الادخار حتی احتاج الی رهن درعه والصبر علی ضيق العيش والقناعة باليسير وفضيلة لازواجه لصبر هن معه علی ذلك وفيه غير ذلك مما مضی ويأتی۔"

"قال العلماء الحكمة فی عدولهﷺعن معاملة مياسيرا الصحابة الی معاملة اليهود اما لبيان الجواز او لانهم لم يكن عندهم اذ ذاك طعام فاضل عن حاجة غيرهم او خشی انهم لا ياخذون منه ثمنا او عوضا فلم يرد التضييق عليهم فانه لا يبعد ان يكون فيهم اذ ذاك من يقدر علی ذلك واكثر منه فلعله لم يطلعهم علی ذلك وانما اطلع عليه من لم يكن موسرا به ممن نقل ذلك والله اعلم۔" (فتح الباری)

یعنی اس حدیث سے کفار کے ساتھ ایسی چیزوں میں جن کی حرمت متحقق نہ ہو، معاملہ کرنے کا جواز ثابت ہوا اس بارے میں ان کے معتقدات اور باہمی معاملات کے بگاڑ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس سے ان کے ساتھ بھی معاملہ کا جواز ثابت ہوا جن کے مال کا اکثر حصہ حرام سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے کافر کے ہاتھ ہتھیاروں کا رہن رکھنا و بیچنا بھی ثابت ہوا جب تک وہ حربی نہ ہو اور اس سے ذمیوں کے املاک کا بھی ثبوت ہوا جو ان کے قابو میں ہوں اور اس سے ادھار قیمت پر خرید کرنا بھی ثابت ہوا اور درہ وغیرہ آلات حرب کا تیار کرنا بھی ثابت ہوا، اور یہ کہ اس قسم کی تیاریاں توکل کے منافی نہیں ہیں اور یہ کہ آلات حرب کا ذخیرہ جمع کرنا ان کے روکنے پر دلالت نہیں کرتا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر کھانے میں جو کا رواج تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شئے مرہونہ کے بارے میں قسم کے ساتھ مرتہن کا قول ہی معتبر مانا جائے گا اور اس حدیث سے نبی کریمﷺ کا زہد و توکل بھی بدرجہ اتم ثابت ہوا۔ حالانکہ آپ کو ہر قسم کی آسانیاں بہم تھیں۔ ان کے باوجود آپ نے دنیا میں ہمیشہ کمی ہی کو محبوب رکھا اور آپ کا کرم و سخا اور عدم ذخیرہ اندوزی بھی ثابت ہوا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو مجبوراً اپنی زرہ کو رہن رکھنا ضروری ہوا اور آپ کا صبر بھی ثابت ہوا جو آپ تنگی معاش میں فرمایا کرتے تھے اور کم سے کم پر آپ کا قناعت کرنا بھی ثابت ہوا اور آپ کی بیویوں کی

بھی فضیلت ثابت ہوئی جو وہ آپ کے ساتھ کرتی تھیں اور اس بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے بجائے یہودیوں سے ادھار کا معاملہ کیوں فرمایا؟ علمانے ایک حکمت بیان کی ہے کہ آپ نے یہ معاملہ جواز کے اظہار کے لئے فرمایا، اس لئے کہ ان دنوں صحابہ کرام کے پاس فاضل غلہ نہ تھا۔ لہٰذا مجبوراً یہود سے آپ کو معاملہ کرنا پڑا۔ یا اس لئے بھی کہ آپ جانتے تھے کہ صحابہ کرام بجائے ادھار معاملہ کرنے کے بلا قیمت ہی وہ غلہ آپ کے گھر بھیج دیں گے۔ اور خواہ مخواہ ان کو تنگ ہونا پڑے گا، اس لئے خاموشی سے آپ نے یہود سے ہی کام چلا لیا۔

بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

باب: زرہ کو گروی رکھنا

٢٥٠٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ، وَالْقَبِيْلَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ. [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۵۰۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ہم نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے یہاں قرض میں رہن اور ضامن کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا ہم سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خریدا ایک مقررہ مدت کے قرض پر اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی تھی۔

بَابُ رَهْنِ السِّلَاحِ

باب: ہتھیار گروی رکھنا

٢٥١٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ)). فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا. فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ. قَالَ: ارْهَنُوْنِيْ نِسَاءَ كُمْ. قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَائَنَا، وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَارْهَنُوْنِيْ أَبْنَاءَ كُمْ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُ أَبْنَائَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ. قَالَ: سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ. فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوْهُ.

[أطرافه في: ٣٠٣١، ٣٠٣٢، ٤٠٣٧]

[مسلم: ٤٦٦٤؛ ابوداود: ٢٧٦٨]

(۲۵۱۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعب بن اشرف (یہودی اسلام کا پکا دشمن) کا کام کون تمام کرتا ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت تکلیف دے رکھی ہے۔'' محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں (یہ خدمت انجام دوں گا) چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ ایک دو وسق غلہ قرض لینے کے ارادے سے آیا ہوں۔ کعب نے کہا لیکن تمہیں اپنی بیویوں کو میرے یہاں گروی رکھنا ہوگا۔ محمد بن مسلمہ اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اپنی بیویوں کو تمہارے پاس کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں جب کہ تم سارے عرب میں خوبصورت ہو۔ اس نے کہا کہ پھر اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی اولاد کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں اسی پر انہیں گالی دی جایا کرے گی کہ ایک دو وسق غلہ کے لئے رہن رکھ دیئے گئے تھے تو ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے ہاں رہن رکھ سکتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ مراد لفظ ''لامہ'' سے ہتھیار ہیں۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے (چلے آئے اور

رات میں اس کے یہاں پہنچ کر) اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی۔

تشریح: کعب بن اشرف مدینہ کا سرمایہ دار یہودی تھا۔ اسلام آنے پر اس کو اپنے سرمایہ دارانہ وقار کے لئے ایک بڑا دھچکا محسوس ہوا اور یہ شب و روز اسلام کی بیخ کنی کے لئے تدابیر سوچتا رہتا تھا۔ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے ان کا نوحہ کر کے کفار مکہ کو نبی کریم ﷺ سے لڑنے کے لئے ابھارتا رہتا اور آپ کی شان میں ہجو اور تنقیص کے اشعار گھڑتا۔ اس ناپاک مشن پر وہ ایک دفعہ جنگ بدر کے بعد مکہ بھی گیا تھا۔ آخر نبی کریم ﷺ نے اس کی ناشائستہ حرکات سے تنگ آ کر اس کا مسئلہ مجمع صحابہ میں رکھا۔ جس پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ انہوں نے آپ سے اجازت لی کہ میں اس کے پاس جا کر آپ کے باب میں جو کچھ مناسب ہوگا، اس کے سامنے کہوں گا۔ اس کی اجازت دیجئے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور یہ باتیں ہوئیں جو کہ یہاں مذکور ہیں۔ آخر اس یہودی نے ہتھیاروں کے رہن کو منظور کیا۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے رضاعی بھائی ابونائلہ کو ساتھ لیکر رات کو اس کے پاس گئے۔ اس نے قلعہ کے اندر بلا لیا اور جب ان کے پاس جانے لگا تو اس کی عورت نے منع کیا، وہ بولا کوئی غیر نہیں ہے۔ محمد بن مسلمہ ہے اور میرا بھائی ابونائلہ محمد بن مسلمہ کے ساتھ ہے۔ اور بھی دو یا تین شخص تھے۔ ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس، عباد بن بشر۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کعب کے بال سونگھنے کے بہانے اس کا سر تھاموں گا۔ تم اس وقت جب دیکھو کہ میں سر کو مضبوط تھامے ہوا ہوں اس کا سر تلوار سے قلم کر دینا۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جب کعب آیا، یہی کہا کہ اے کعب! میں نے تمہارے سر جیسی خوشبو تمام عمر میں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک عورت ہے جو عرب کی ساری عورتوں سے زیادہ معطر اور خوشبودار رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھنے کی اجازت مانگی اور کعب کے سر کو مضبوط تھام کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے تلوار سے سر اڑا دیا اور لوٹ کر دربار رسالت میں یہ بشارت پیش کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان مجاہدین اسلام کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ انصاری ہے اور یہ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ہیں۔ کعب بن اشرف کے قتل کی ایک وجہ یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ اس نے اپنا عہد توڑ دیا تھا۔ اس طور پر وہ ملک کا غدار بن گیا اور بار بار غداری کی حرکات کرتا رہا۔ لہٰذا اس کی آخری سزا یہی تھی جو اسے دی گئی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کے پاس ہتھیار رہن رکھنے کا ذکر فرمایا۔ اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

بَابٌ: الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ وَمَحْلُوبٌ

باب: گروی جانور پر سواری کرنا اس کا دودھ دوہنا درست ہے

وَقَالَ مُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا، وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا، وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے بیان کیا اور ان سے ابراہیم نخعی نے کہا کہ گم ہونے والے جانور پر (اگر وہ کسی کو مل جائے تو) اس پر چارہ دینے کے بدلے سواری کی جائے (اگر وہ سواری کا جانور ہے) اور (چارے کے مطابق) اس کا دودھ بھی دوہا جائے۔ (اگر وہ دودھ دینے کے قابل ہے) ایسے ہی گروی جانور پر بھی۔

٢٥١١ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۲۵۱۱) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے عامر شعبی نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی

أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: ((الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا)). [طرفه في:٢٥١٢] [مسلم: ٣٥٢٦؛ ترمذي: ١٢٥٤؛ ابن ماجه: ٢٤٤٠]

کریم ﷺ نے فرمایا: ”گروی جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لئے سواری کی جائے، دودھ والا جانور گروی ہو تو اس کا دودھ پیا جائے۔“

٢٥١٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ)). [راجع:٢٥١١]

(٢٥١٢) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں زکریا نے خبر دی، انہیں شعبی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گروی جانور پر اس کے خرچ کے بدل سواری کی جائے اسی طرح دودھ والے جانور کا جب وہ گروی ہو تو خرچ کے بدل اس کا دودھ پیا جائے اور جو کوئی سواری کرے یا دودھ پیے وہی اس کا خرچ اٹھائے۔“

تشریح: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب حدیث کا مذہب یہی ہے کہ مرتہن شئے مرہونہ سے نفع اٹھا سکتا ہے۔ جب اس کی درستی اور اصلاح اور خبر گیری کرتا رہے۔ گو مالک نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور جمہور فقہا نے اس کے خلاف کہا ہے کہ مرتہن کو شے مرہونہ سے کوئی فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ اہلحدیث کے مذہب پر مرتہن کا مکان مرہونہ بعوض اس کی حفاظت اور صفائی وغیرہ کے رہنا، اسی طرح غلام لونڈی سے بعوض ان کے نان اور پارچہ کے خدمت لینا درست ہوگا۔ جمہور فقہا اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ جس قرض سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ اہلحدیث کہتے ہیں اول تو یہ حدیث ضعیف ہے، اس صحیح حدیث کے معارضہ کے لائق نہیں۔ دوسرے اس حدیث میں مراد وہ قرضہ ہے جو بلا گروی کے بطور قرض حسنہ ہو۔ طحاوی نے اپنے مذہب کی تائید کے لئے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ راہن اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پیئے اور وہی اس کا دانہ چارہ کرے۔

اور ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ مرہونہ جانور مرتہن کے قبضہ میں اور حراست میں رہتا ہے نہ کہ راہن کے، اس کے علاوہ حماد بن سلمہ نے اپنی جامع میں حماد بن ابی سلیمان سے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، روایت کی، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، اس میں صاف یوں ہے کہ جب کوئی بکری رہن کرے تو مرتہن بقدر اس کے دانے چارے اس کا دودھ پیئے۔ اگر دودھ اس کے دانے چارے کے خرچ کے بعد بچ رہے تو اسکا لینا درست نہیں وہ ربا ہے۔ (از مولانا وحید الزماں)

بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

باب: یہود وغیرہ کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا

٢٥١٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ. [راجع: ٢٠٦٨]

(٢٥١٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے ان سے ابراہیم نے ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مدت ٹھہرا کر ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

تشریح: یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ آپ نے اس یہودی سے جو کے تیس صاع قرض لئے تھے اور جو زرہ گروی تھی اس کا نام ذات الفضول تھا۔ بعض نے کہا آپ نے وفات سے پہلے یہ زرہ چھڑالی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات تک وہ گروی رہی۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

باب: راہن اور مرتہن میں اگر کسی بات میں اختلاف ہو جائے یا ان کی طرح دوسرے لوگوں میں تو گواہی پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے، ورنہ (منکر) مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی

٢٥١٤ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ. [طرفاه في: ٢٦٦٨، ٤٥٥٢] [مسلم: ٤٤٧٠، ٤٤٧١؛ ابوداود: ٣٦١٩؛ ترمذي: ١٣٤٢؛ نسائي: ٥٤٤٠؛ ابن ماجه: ٢٣٢١]

(۲۵۱۴) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں (دو عورتوں کے مقدمہ میں) لکھا تو اس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ کیا تھا کہ (اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے) تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔

تشریح: یہ اختلاف خواہ اصل رہن میں ہو یا مقدار شئے مرہونہ میں مثلاً: مرتہن کہے کہ تو نے زمین درختوں سمیت گروی رکھی تھی اور راہن کہے میں نے صرف زمین گروی رکھی تھی تو مرتہن ایک زیادت کا مدعی ہوا، اس کو گواہ لانا چاہیے، اگر گواہ نہ لائے تو راہن کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ شافعیہ کہتے ہیں رہن میں جب گواہ نہ ہوں تو ہر صورت میں راہن کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ (وحیدی)

٢٥١٥، ٢٥١٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُاللَّهِ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً﴾ فَقَرَأَ إِلَى ﴿عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾. [آل عمران: ٧٧] ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ أُنْزِلَتْ، كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ

(۲۵۱۵، ۱۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص جان بوجھ کر اس نیت سے جھوٹی قسم کھائے کہ اس طرح دوسرے کے مال پر اپنی ملکیت جمائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے (سورۂ آل عمران میں) یہ آیت نازل فرمائی: ''وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی پونجی خریدتے ہیں'' آخر آیت تک انہوں نے تلاوت کی۔ ابو وائل نے کہا اس کے بعد اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (ابو مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے حدیث بالا ان کے سامنے پیش کر دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے۔ میرا ایک (یہودی) شخص سے کنویں کے معاملے میں

اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)). قُلْتُ: [إِنَّهُ] إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)). قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾.

[راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

جھگڑا ہوا تھا۔ ہم اپنا جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''تم اپنے گواہ لاؤ ورنہ دوسرے فریق سے قسم لی جائے گی۔'' میں نے عرض کیا پھر یہ تو قسم کھالے گا اور (جھوٹ بولنے پر) اسے کچھ پروا نہ ہوگی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جان بوجھ کر کسی کا مال ہڑپ کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر نہایت غضبناک ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی۔ اس کے بعد انہوں نے وہی آیت پڑھی ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔'' ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ تک۔

تشریح: اس حدیث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ مدعیٰ علیہ اگر جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہڑپ کر جائے تو وہ عند اللہ بہت ہی بڑا مجرم گناہگار ملعون قرار پائے گا اگرچہ قانوناً وہ عدالت سے جھوٹی قسم اٹھا کر ڈگری حاصل کر چکا ہے مگر اللہ کے نزدیک وہ آگ کے انگارے اپنے پیٹ میں داخل کر رہا ہے۔ پس مدعیٰ علیہ کا فرض ہے کہ وہ بہت ہی سوچ سمجھ کر قسم کھائے اور دنیاوی عدالت کے فیصلے کو آخری فیصلہ نہ سمجھے کہ اللہ کی عدالت عالیہ کا معاملہ بہت سخت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ الْعِتْقِ]

غلام آزاد کرنے کا بیان

[بَابٌ] فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

باب: غلام آزاد کرنے کا ثواب

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾. [البلد: ١٣، ١٥]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بلد میں) فرمایا: ''کسی گردن کو آزاد کرنا یا بھوک کے دنوں میں کسی قرابت دار یتیم بچے کو کھانا کھلانا۔''

تشریح: ہر چند یتیم کو بھوک کے وقت کھانا کھلانا ثواب ہے مگر یتیم بچہ اگر رشتہ دار ہو تو اس کی پرورش کرنے میں دگنا ثواب ہے۔ آیت قرآنی میں کسی غلام کو آزاد کرنا یا غریب یتیم کو بھوک کے وقت کھانا کھلانا ہر دو کام ایک ہی درجہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ دور حاضرہ میں عہد عتیق کی غلامی کا دور ختم ہو گیا۔ پھر بھی آج معاشی اقتصادی غلامی موجود ہے جس میں ایک عالم گرفتار ہے۔ اس لئے اب بھی کسی قرض دار کا قرض ادا کرا دینا۔ کسی ناحق شکنجہ میں پھنسے ہوئے انسان کو آزاد کرا دینا اور یتیم مسکینوں کی خبر لینا بڑے بھاری کار ثواب ہیں۔ جگہ جگہ کے فسادات میں کتنے مسلم بچے لاوارث ہو رہے ہیں۔ کتنے امیر امرا مساکین وفقرا کی صفوں میں آ رہے ہیں۔ جیسا کہ حال ہی میں احمد آباد، چائے باسہ، چکردھر پور، پھر بھیونڈی اور جل گاؤں کے حالات سامنے ہیں۔ ایسے مصیبت زدہ مسلمانوں کی مدد کرنا اور ان کو زندگی کے لئے سہارا دینا وقت کا بڑا بھاری کار خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں سب کو امن و امان عطا کرے۔ آمین۔ لفظ " مسغبة " سغب يسغب سغوبا سے جاع بھوک کے معنی میں ہے۔

٢٥١٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ، صَاحِبُ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ)). قَالَ سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ إِلَى عَبْدٍ لَهُ قَدْ أَعْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ۔ أَوْ أَلْفَ دِينَارٍ۔ فَأَعْتَقَهُ.

(٢٥١٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے واقد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ہر ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔'' سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر میں علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار درہم دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا

[طرفه في:٦٧١٥] [مسلم: ٣٧٩٥، ٣٧٩٦؛ ترمذی: ١٥٤١]

تشریح: زین العابدین بن حسین (رضی اللہ عنہ) نے سعید بن مرجانہ سے یہ حدیث سن کر اس پر فوراً عمل کر دکھایا اور اپنا ایک ایسا قیمتی غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت کے دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ جس کا نام مطرف تھا۔ مگر زین العابدین نے روپے کی طرف نہ دیکھا اور ایک عظیم نیکی کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ انسان پروری اور ہمدردی کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اولیائے اللہ یا عباد الرحمٰن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

بَابٌ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟

باب: کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

٢٥١٨ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيمَانٌ بِاللَّهِ، وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ)). قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَعْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا)). قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: ((تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لأَخْرَقَ)). قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ. قَالَ: ((تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ)). [مسلم: ٢٥٠، ٢٥١؛ نسائي: ٣١٢٩؛ ابن ماجه: ٢٥٢٣]

(٢٥١٨) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابومراوح نے اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' میں نے پوچھا اور کس طرح کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور مالک کی نظر میں جو بہت زیادہ پسند ہو۔'' میں نے عرض کیا کہ اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکا؟ آپ نے فرمایا: ''پھر کسی مسلمان کاریگر کی مدد کر یا کسی بے ہنر کی۔'' انہوں نے کہا کہ اگر میں یہ بھی نہ کر سکا؟ اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر دے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے جسے تم خود اپنے اوپر کرو گے۔''

تشریح: قیمتی غلام اچھا بہترین ماہر کاریگر کسی بھی مفید فن کا ماہر ہو ایسا غلام مالک کی نظر میں اس لئے پیارا ہوتا ہے کہ وہ روزانہ اچھی کمائی کر لیتا ہے۔ ایسے کو آزاد کرنا بڑا کار ثواب ہے یا پھر ایسے انسان کی مدد کرنا جو بے ہنر ہونے کی وجہ سے پریشان حال ہو۔ "اللهم ايد الاسلام والمسلمين۔" آمین۔ حدیث میں صانع کا لفظ بمعنی کاریگر ہے کوئی بھی حلال پیشہ کرنے والا مراد ہے۔ بعض نے لفظ ضائعا روایت کیا ہے ضاد معجمہ سے تو اس کے معنی یہ ہوں گے جو کوئی تباہ حال ہو یعنی فقر و فاقہ میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہو رہا ہو۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوفِ وَالْآيَاتِ

باب: سورج گرہن اور دوسری نشانیوں کے وقت غلام آزاد کرنا مستحب ہے

٢٥١٩ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي

(٢٥١٩) ہم سے موسیٰ بن مسعود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول

بَكْرٍ قَالَتْ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ. تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنْ هِشَامٍ. [راجع: ٨٦]

اللہ ﷺ نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو علی بن مدینی نے بھی عبدالعزیز دراوردی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہشام سے۔

٢٥٢٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَثَّامٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْكُسُوفِ بِالْعَتَاقَةِ. [راجع:٨٦]

(٢٥٢٠) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عثام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے بیان کیا اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

تشریح: چاند سورج کا گرہن آثار قدرت میں سے ہے۔ جن سے اللہ پاک اپنے بندوں کو ڈراتا اور بتلاتا ہے کہ یہ سارا عالم ایک نہ ایک دن اسی طرح تہ و بالا ہونے والا ہے۔ ایسے موقع پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا جو بہت بڑی نیکی ہے اور نوع انسانی کی بڑی خدمت جس کا صلہ یہ کہ اللہ پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ الحمدللہ اسلام کی اسی پاک تعلیم کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا سے ایسی غلامی تقریباً ناپید ہو چکی ہے، نیکیوں کی ترغیب کے سلسلہ میں قرآن پاک و احادیث نبوی کا ایک بڑا حصہ غلام آزاد کرانے کی ترغیبات سے بھرپور ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں انسانی آزادی کی کس قدر قدر و قیمت ہے اور انسانی غلامی کتنی مذموم شئے ہے۔ تعجب ہے ان مغرب زدہ ذہنوں پر جو اسلام پر رجعت پسندی کا الزام لگاتے اور اسلام کو انسانی ترقی و آزادی کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انصاف کی آنکھوں سے تعلیمات اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

بَابٌ: إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

باب: اگر مشترک غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے

٢٥٢١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُعْتَقُ)).

[راجع: ٢٤٩١] [مسلم: ٤٣٢٩؛ ابوداود: ٣٩٤٧]

(٢٥٢١) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”دو ساجھیوں کے درمیان ساجھے کے غلام کو اگر کسی ایک ساجھی نے آزاد کیا تو اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو باقی حصوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔ پھر (اسی کی طرف سے) پورے غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔“

٢٥٢٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ

(٢٥٢٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی مشترک غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ غلام کی پوری قیمت ادا ہو سکے تو اس کی قیمت انصاف کے ساتھ لگائی جائے گی اور باقی شریکوں کو ان کے حصے کی قیمت

حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)). [راجع: ٢٤٩١] [مسلم: ٤٣٢٥؛ ابن ماجه: ٢٥٢٨]

(اسی کے مال سے) دے کر غلام کو اسی کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ ورنہ غلام کا جو حصہ آزاد ہو چکا وہ ہو چکا۔ باقی حصوں کی آزادی کے لیے غلام کو خود کوشش کر کے قیمت ادا کرنی ہوگی۔''

٢٥٢٣۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ، فَأُعْتِقَ مِنْهُ مَا أَعْتَقَ)). حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، اخْتَصَرَهُ. [راجع:٢٤٩١]

(٢٥٢٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مشترک غلام کے اپنے حصے کو آزاد کیا اور اس کے پاس غلام کی پوری قیمت ادا کرنے کے لیے مال بھی ہے تو پورا غلام اسے آزاد کرانا لازم ہے لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے پورے غلام کی صحیح قیمت ادا کی جا سکے۔ تو پھر غلام کا جو حصہ آزاد ہو گیا وہی آزاد ہوا ہے۔'' ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر نے بیان کیا اور ان سے عبیداللہ نے اختصار کے ساتھ۔

٢٥٢٤۔ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أَوْ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيقٌ)). قَالَ نَافِعٌ: وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي أَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ، أَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيثِ.

(٢٥٢٤) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی (ساجھے کے) غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ یا (آپ ﷺ نے) یہ الفاظ فرمائے شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ (شک راوی حدیث ایوب سختیانی کو ہوا) اور اس کے پاس اتنا مال بھی تھا جس سے پورے غلام کی مناسب قیمت ادا کی جا سکتی تھی تو وہ غلام پوری طرح آزاد سمجھا جائے گا'' (باقی حصوں کی قیمت اس کو دینی ہوگی) نافع نے بیان کیا ورنہ اس کا جو حصہ آزاد ہو گیا بس وہ آزاد ہو گیا۔ ایوب نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں یہ (آخری ٹکڑا) خود نافع نے اپنی طرف سے کہا تھا یا یہ بھی حدیث میں شامل ہے۔

تشریح: یعنی یہ عبارت ((والا فقد عتق منه ما عتق)) حدیث میں داخل ہے یا نافع کا قول ہے۔ مگر اور راویوں نے جیسے عبیداللہ اور مالک وغیرہ ہیں، اس فقرے کو حدیث میں داخل کیا ہے اور وہی راجح ہے۔

٢٥٢٥۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوِ الْأَمَةِ يَكُونُ بَيْنَ شُرَكَاءَ، فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ مِنْهُ، يَقُولُ: قَدْ وَجَبَ

(٢٥٢٥) ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو نافع نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غلام یا باندی کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ اگر وہ کئی ساجھیوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس

عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ، يُقَوَّمُ مِنْ مَالِهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ، وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ، وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ. يُخْبِرُ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَجُوَيْرِيَةُ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُخْتَصَرًا. [مسلم: ٣٧٧١]

شخص پر پورے غلام کے آزاد کرانے کی ذمہ داری ہوگی لیکن یہ اس صورت میں جب شخص مذکور کے پاس اتنا مال ہو جس سے پورے غلام کی قیمت ادا کی جا سکے۔ غلام کی مناسب قیمت لگا کر دوسرے ساجھیوں کو ان کے حصوں کے مطابق ادائیگی کر دی جائے گی اور غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔ اور لیث بن ابی ذئب، ابن اسحاق، جویریہ، یحییٰ بن سعید اور اسماعیل بن امیہ بھی نافع سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر طور پر۔

بَابٌ: إِذَا أَعْتَقَ نَصِيبًا فِي عَبْدٍ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ، عَلَى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

باب: اگر کسی شخص نے ساجھے کے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور وہ نادار ہے تو دوسرے ساجھے والوں کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جیسے مکاتب سے کراتے ہیں، اس پر سختی نہیں کی جائے

تشریح: یعنی خواہ مخواہ اس پر جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے محنت نہ ہو سکے تو جتنا آزاد ہوا اتنا آزاد، باقی غلام رہے گا یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دونوں الفاظ میں تطبیق دی، یعنی بعض روایتوں میں یوں آیا ہے ((والا فقد عتق منه ما عتق)) اور بعض میں یوں آیا ہے ((استسعى غير مشقوق عليه)) امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت جب ہے کہ غلام محنت مشقت کے قابل نہ ہو اور آزاد کرنے والا نادار ہو اور دوسری صورت جب ہے کہ وہ محنت مشقت اور کمائی کے قابل ہو۔

ایک دور وہ بھی تھا کہ کسی ایک غلام کو کئی آدمی مل کر خرید لیا کرتے تھے۔ اب اگر ان شرکا میں سے کوئی شخص اس غلام کے اپنے حصے کا آزاد کرنا چاہتا تو اس کے لئے اسلام نے یہ حکم صادر کیا کہ پہلے اس غلام کی صحیح قیمت تجویز کی جائے۔ پھر اپنا حصہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو باقی حصہ داروں کو تخمینہ کے مطابق ان کے حصوں کی قیمتیں ادا کر دے اس صورت میں وہ غلام مکمل آزاد ہو گیا۔ اگر وہ شخص مالدار نہیں ہے تو پھر صرف اسی کا حصہ آزاد ہوا ہے۔ باقی حصے غلام خود محنت مزدوری کر کے ادا کرے۔ اسی صورت میں وہ پوری آزادی حاصل کر سکے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے مختلف طرق سے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے اس روشن حقیقت کے ہوتے ہوئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ آیات واحادیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں کچھ ایسے متعصب قسم کے لوگ بھی ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیہ قرار دیتے ہیں جو ان کے تعصب اور کور باطنی کا کھلا ثبوت ہے۔

مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیہ قرار دینا انتہائی کور باطنی کا ثبوت ہے مگر جو لوگ بڑی دلیری سے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک کو غیر فقیہ قرار دے کر رائے اور قیاس کے خلاف ان کی صحیح احادیث رد کر دینے کا فتویٰ دے دیتے ہیں، ان کے لئے امام الدنیا فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے لئے ایسا کہنا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔

٢٥٢٦۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا

(۲۵۲۶) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ

يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ عَبْدٍ)). [راجع: ٢٤٩٢]

بن آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا میں نے قتادہ سے سنا، کہا کہ مجھ سے نضر بن انس بن مالک نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔''

٢٥٢٧ـ ح: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا أَوْ شَقِيصًا فِي مَمْلُوكٍ، فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ، فَاسْتُسْعِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)). تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَأَبَانُ وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ عَنْ قَتَادَةَ. اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ. [راجع: ٢٤٩٢]

(٢٥٢٧) (دوسری سند) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے ان سے قتادہ نے ان سے نضر بن انس نے، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی ساجھے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کی پوری آزادی اسی کے ذمہ ہے۔ بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو۔ ورنہ غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور (اس سے اپنے بقیہ حصوں کی قیمت ادا کرنے کی) کوشش کے لیے کہا جائے گا۔ لیکن اس پر کوئی سختی نہ کی جائے گی۔'' سعید کے ساتھ اس حدیث کو حجاج بن حجاج اور ابان اور موسیٰ بن خلف نے بھی قتادہ سے روایت کیا۔ شعبہ نے اسے مختصر کر دیا ہے۔

بَابُ الْخَطَإِ وَالنِّسْيَانِ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ وَلَا عَتَاقَةَ إِلَّا لِوَجْهِ اللَّهِ

باب: اگر بھول چوک کر کسی کی زبان سے عتاق (آزادی) یا طلاق یا اور کوئی ایسی ہی چیز نکل جائے اور آزادی صرف اللہ کی رضامندی کے لیے کی جاتی ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)) وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِي وَالْمُخْطِئِ.

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے'' اور بھولنے والے اور غلطی سے کام کر بیٹھنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

٢٥٢٨ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ)). [طرفاه في: ٥٢٦٩، ٦٦٦٤] [مسلم: ٣٣١، ٣٣٢، ٣٣٣؛ ابوداود: ٢٢٠٩؛ ترمذی: ١١٨٣؛ نسائی: ٣٤٣٤، ٣٤٣٥؛ ابن ماجه: ٢٠٤٠، ٢٠٤٤]

(٢٥٢٨) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے زرارہ بن اوفی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے۔ جب تک وہ انہیں عمل یا زبان پر نہ لائیں۔''

تشریح: اس حدیث سے باب کا مطلب اس طرح نکالا کہ جب وسوسے اور دل کے خیال پر مؤاخذہ نہ ہوا تو جو چیز خالی زبان سے بھول چوک کر نکل جائے اس پر بطریق اولیٰ مؤاخذہ نہ ہوگا۔ یا وسوسے اور دل کے خیال پر مؤاخذہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ دل پر آن کر گزر جاتا ہے جمتا نہیں۔ اسی طرح جو کلام زبان سے گزر جائے قصد نہ کیا جائے تو اس کا حکم بھی وسوسے کی طرح ہوگا کیونکہ دل اور زبان دونوں انسانی اعضا ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے۔

٢٥٢٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [راجع:١]

(٢٥٢٩) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم تیمی نے، ان سے علقمہ بن وقاص لیثی نے، کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو، وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے سمجھی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوگی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے تو یہ ہجرت محض اسی کے لیے ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔''

تشریح: اس حدیث کی شرح اوپر گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ نکالا ہے کہ جب ہر کام کے درست ہونے کے لئے نیت شرط ہوئی تو اگر کسی شخص کی طلاق کی نیت نہ تھی لیکن بے اختیار کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے یہ نکل گیا۔ انت طالق تو طلاق نہ پڑے گی۔ (وحیدی)

مترجم کہتا ہے کہ یہ دل کی بات اور نیت کا معاملہ ہے۔ صاحب معاملہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں خود اپنے دل سے فیصلہ کرے اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر کرے اور پھر خود ہی اپنے بارے میں فتویٰ لے کہ وہ ایسی مطلقہ کو واپس لا سکتا ہے یا نہیں۔ جو لوگ بحالت ہوش و حواس اپنی عورتوں کو صاف طور پر طلاق دیتے ہیں، بعد میں حیلے بہانے کر کے واپس لانا چاہتے ہیں۔ ان کو جان لینا چاہیے کہ حلال ہونے کے باوجود طلاق عند اللہ نہایت ہی مبغوض ہے۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِهِ: هُوَ لِلَّهِ وَنَوَى الْعِتْقَ، وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

باب: ایک شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہہ دیا کہ وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور آزادی کے ثبوت کے لیے گواہ (ضروری ہیں)

٢٥٣٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيدُ الْإِسْلَامَ وَمَعَهُ غُلَامُهُ، ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا

(٢٥٣٠) ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے محمد بن بشر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے (مدینہ کے لیے) نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ (راستے میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ پھر جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (مدینہ پہنچنے کے بعد) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو ان کا غلام بھی اچانک

أَبَا هُرَيْرَةَ، هَذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ)). فَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ حُرٌّ. قَالَ: فَهُوَ حِينَ يَقُولُ:

يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ.

[أطرافه في: ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۴۳۹۳]

آ گیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو ہریرہ! یہ لو تمہارا غلام بھی آ گیا۔" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، حضور میں آپ گواہ بناتا ہوں کہ یہ غلام اب آزاد ہے۔ راوی نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر یہ شعر کہے تھے:

ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات
پر دلائی اس نے دار الکفر سے مجھ کو نجات

تشریح: حالانکہ آزادی کے لئے گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ باب کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر کے اپنے غلام کو آزاد کیا تھا۔ بعض نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ غلام کو یوں کہنا "وہ اللہ کا ہے" اس وقت آزاد ہوگا جب کہنے والے کی نیت آزاد کرنے کی ہو اگر کچھ اور مطلب مراد رکھے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ آزاد کرنے کے لئے بعض الفاظ تو صریح ہیں جیسے کہ وہ آزاد ہے یا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ بعض کنایہ ہیں جیسے وہ اللہ کا ہے یعنی اب میری ملک اس پر نہیں رہی، وہ اللہ کی ملک ہو گیا۔

۲۵۳۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ:

يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

قَالَ: وَأَبَقَ مِنِّي غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَايَعْتُهُ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! هَذَا غُلَامُكَ)). فَقُلْتُ: هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللَّهِ. فَأَعْتَقْتُهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: لَمْ يَقُلْ أَبُوْ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ حُرٌّ. [راجع: ۲۵۳۰]

(۲۵۳۱) ہم سے عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے قیس نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آتے ہوئے راستے میں یہ شعر کہا تھا:

ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات
پر دلائی اس نے دار الکفر سے مجھ کو نجات

انہوں نے بیان کیا کہ راستے میں میرا غلام مجھ سے بچھڑ گیا تھا۔ پھر جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسلام پر قائم رہنے کے لیے میں نے آپ سے بیعت کر لی۔ میں ابھی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو ہریرہ! یہ دیکھ تیرا غلام بھی آ گیا۔" میں نے کہا حضور وہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔ پھر میں نے اسے آزاد کر دیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو کریب نے (اپنی روایت میں) ابو اسامہ سے یہ لفظ نہیں روایت کیا کہ وہ آزاد ہے۔

تشریح: بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے کہا تھا۔ بعض نے اسے ابو مرثد غنوی کا بتلایا ہے۔ ابو اسامہ کی روایت میں اتنا ہی ہے کہ وہ اللہ کے لئے ہے۔ ابو کریب والی روایت کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں وصل کیا ہے۔

۲۵۳۲۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: لَمَّا أَقْبَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَمَعَهُ غُلَامُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْإِسْلَامَ،

(۲۵۳۲) ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن حمید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے کہ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آ رہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا، آپ اسلام کے ارادے سے آ رہے تھے۔ اچانک راستے میں وہ غلام بھول کر الگ ہو گیا۔ (پھر یہی

فَضَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِهٰذَا، وَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ لِلّٰهِ. [راجع: ٢٥٣٠]

حدیث بیان کی) اس میں یوں ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، میں آپ کو گواہ بنا تا ہوں کہ وہ اللہ کے لیے ہے۔

تشریح: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نیت آزاد کرنے ہی کی تھی۔ اس لئے انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ پر گواہ بنایا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

بَابُ أُمِّ الْوَلَدِ

باب: ام ولد کا بیان

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا)).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے۔“

تشریح: ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک کو جنے۔ اکثر علما یہ کہتے ہیں کہ وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق بھی اسی طرف گئے ہیں۔ بعض علمانے کہا وہ آزاد نہیں ہوتی اور اس کی بیع جائز ہے۔ ترجیح قول اول ہی کو حاصل ہے۔ قیامت کی نشانی والی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس لئے لائے تا کہ اشارہ ہو کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں اور ام ولد کا بکنا یا اس کا اپنی اولاد کی ملک میں رہنا قیامت کی نشانی ہے۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

”وقد اختلف السلف والخلف في عتق ام الولد وفي جواز بيعها فالثابت عن عمر عدم جواز بيعها...... الخ۔“

یعنی سلف اور خلف کا ام ولد کی آزادی اور اس کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا عدم جواز ثابت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ عہد رسالت میں پھر عہد صدیقی میں ام ولد کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں کچھ مصالح کی بنا پر ان کی بیع کو ممنوع قرار دے دیا۔ اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ وقتی فیصلہ ایک اجماعی مسئلہ بن گیا ہے۔

”قال الطيبي هذا من اقوى الدلائل على بطلان بيع امهات الاولاد وذلك ان الصحابة لو لم يعلموا ان الحق مع عمر لم يتابعوه عليه ولم يسكتوا عنه۔“ (حاشیہ بخاری ج ١/ ص: ٣٤٤)

یعنی طیبی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اولاد والی لونڈی کا بیچنا باطل ہے۔ اگر صحابہ کرام یہ نہ جانتے کہ حق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو نہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے اور نہ اس فیصلہ پر خاموش رہتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی حق تھا۔ الفاظ حدیث ((ان تلد الامة ربها)) کے ذیل شارحین لکھتے ہیں:

”الرب لغة السيد والمالك والمربي والمنعم والمراد ههنا المولى معناه اتساع الاسلام واستيلاء اهله على الترك واتخاذهم سراري واذا استولد الجارية كان الولد بمنزلة ربها لانه ولد سيدها ولانه في الحسب كابيه اولان الاماء يلدن الملوك فتصير الامام من جملة الرعايا او هو كناية عقوق الاولاد بان يعامل الولد امه معاملة السيد امته...... الخ۔“ (شرح البخاری)

یعنی رب لغت میں سید اور مالک اور مربی اور منعم کو کہا جاتا ہے یہاں مولا مراد ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام بہت وسیع ہو جائے گا اور مسلمان ترکوں پر غالب آ کر ان کو غلام بنالیں گے اور جب لونڈی بچہ جنے تو گویا اس نے خود اپنے مالک کو جنم دیا۔ اس لئے کہ وہ اس کے مالک کا بچہ ہے یا وہ حسب میں اپنے باپ کے مانند ہے یا یہ کہ لونڈیاں بادشاہوں کو جنیں گی پس امام بھی رعایا میں ہو جائیں گے۔ یا اس جملہ میں اولاد کی نافرمانیوں پر اشارہ ہے کہ اولاد اپنی ماں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گی جیسا کہ ایک لونڈی کے ساتھ اس کا آقا برتاؤ کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ لونڈیوں کی اولاد بادشاہ بن جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٢٥٣٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ عُتْبَةَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنْ يَقْبِضَ إِلَيْهِ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ قَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِي. فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ زَمَنَ الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ. فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ هَذَا ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ هَذَا أَخِي ابْنُ [وَلِيدَةِ] زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ، فَإِذَا هُوَ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((**هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ ابْنَ زَمْعَةَ**)). مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((**احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ**)). مِمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ. وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ٢٠٥٣]

(۲۵۳۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کے بچے کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لڑکا میرا ہے۔ پھر جب فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے، تو سعد نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبد بن زمعہ بھی ساتھ تھے۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ انہیں کا لڑکا ہے۔ لیکن عبداللہ بن زمعہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ جو زمعہ (میرے والد) کی باندی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے ''فراش'' پر پیدا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو واقعی وہ عتبہ کی صورت پر تھا۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''اے عبد بن زمعہ! یہ تمہاری پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ بچہ تمہارے والد ہی کے ''فراش'' میں پیدا ہوا ہے۔'' آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ ''اے سودہ بنت زمعہ! اس سے پردہ کیا کر'' یہ ہدایت آپ نے اس لیے کی تھی کہ بچے میں عتبہ کی شباہت دیکھ لی تھی۔ سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں۔

تشریح: اس حدیث میں ام ولد کا ذکر ہے۔ یہاں یہ حدیث لانے کا یہی مطلب ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب: مدبر کی بیع کا بیان

تشریح: مدبر وہ غلام جس کے لئے آقا کا فیصلہ ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اور حدیث کا مفہوم یہی بتلاتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ اس بارے میں امام قسطلانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں: "وقال النووی الصحیح ان الحدیث علی ظاهره وانه یجوز بیع المدبر بکل حال مالم یمت السید۔" (قسطلانی) یعنی نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ہر حال میں مدبر کی بیع جائز ہے جب تک اس کا آقا زندہ ہے۔

٢٥٣٤ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: سَمِعْتُ

(۲۵۳۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِهِ فَبَاعَهُ. قَالَ جَابِرٌ: مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ. [راجع: ٢١٤١]

سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے بعد اپنے غلام کی آزادی کے لیے کہا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس غلام کو بلایا اور اسے بیچ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر وہ غلام اپنی آزادی کے پہلے ہی سال مر گیا تھا۔

تشریح: اس کا نام یعقوب تھا۔ نبی کریم ﷺ نے آٹھ سو درہم پر یا سات سو یا نو سو پر نعیم کے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ اگر مولیٰ مدیون ہو اور دوسری کوئی ایسی جائداد نہ ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو مدبر بیچا جائے گا ورنہ نہیں۔ حنفیہ نے ممانعت بیع پر جن حدیثوں سے دلیل لی ہے وہ ضعیف ہیں اور صحیح حدیث سے مدبر کی بیع کا جواز نکلتا ہے مولیٰ کی حیات میں۔ (وحیدی)

حدیث ہذا سے مالکیہ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں جس غلام کا ذکر ہے اس کی صورت تقریباً ایسی ہی تھی بہر حال مدبر کو اس کا آقا اپنی حیات میں اگر چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے کیونکہ اس کی آزادی موت کے ساتھ مشروط ہے۔ موت سے قبل اس پر جملہ احکام بیع وشراء لاگو رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ

باب: ولا (غلام لونڈی کا ترکہ) بیچنا ہبہ کرنا

تشریح: یعنی "ولاء المعتق وهو ما اذا مات المعتق ورثه معتقه او ورثة معتقه كانت العرب تبيعه وتهبه فنهى عنه الشارع لان الولاء كالنسب فلا يزول بازالة وفقهاء الحجاز والعراق مجمعون على انه لا يجوز بيع الولاء وهبته۔" (حاشیہ بخاری) یعنی ولا کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لئے کہ ولا نسب کی طرح ہے جو کسی طور پر زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہائے عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔

٢٥٣٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ. [أطرافه في: ٦٧٥٦]

(٢٥٣٥) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولا کے بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

[مسلم: ٣٧٨٩؛ ابوداود: ٢٩١٩؛ ترمذی: ١٢٣٦؛ نسائی: ٤٦٧٣؛ ابن ماجه: ٢٧٤٧]

تشریح: کیونکہ ولا ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اس غلام پر حاصل ہوتا ہے جس کو وہ آزاد کرے۔ ایسے حقوق کی بیع نہیں ہو سکتی۔ معلوم نہیں مرتے وقت اس غلام کے پاس کچھ مال وغیرہ رہتا ہے یا نہیں۔

٢٥٣٦۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ

(٢٥٣٦) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو میں نے خریدا تو ان کے مالکوں

فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَائَهَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((أَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ)). فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَعَاهَا النَّبِيُّ ﷺ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا فَقَالَتْ: لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهُ. فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا. [راجع: ٤٥٦] [ترمذي: ١٢٥٦؛ نسائي: ٣٤٤٩، ٤٦٥٦]

نے ولاء کی شرط لگائی (کہ آزادی کے بعد وہ انہیں کے حق میں قائم رہے گی) میں نے رسول کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم انہیں آزاد کردو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو قیمت دے کر کسی غلام کو آزاد کردے۔" پھر میں نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے شوہر کے سلسلے میں انہیں اختیار دیا۔ بریرہ نے کہا کہ اگر وہ مجھے فلاں فلاں چیز بھی دیں تب بھی میں اس کے پاس نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہو گئیں۔

تشریح: اس کے خاوند کا نام مغیث تھا۔ وہ غلام تھا۔ لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس کو اپنے خاوند کی نسبت جو غلام ہو اختیار رہتا ہے خواہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مغیث آزاد تھا مگر قسطلانی نے اس کے غلام ہونے کو صحیح کہا ہے۔ یہ مغیث بریرہ کی جدائی پر روتا پھرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی بریرہ رضی اللہ عنہا سے سفارش فرمائی کہ مغیث کا نکاح باقی رکھے مگر بریرہ رضی اللہ عنہا نے کسی طرح اس کے نکاح میں رہنا منظور نہیں کیا۔

بَابٌ: إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟

باب: اگر کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا قید ہو کر آئے تو کیا (ان کو چھڑانے کے لیے) اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: فَادَيْتُ نَفْسِي، وَفَادَيْتُ عَقِيلًا. وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَهُ نَصِيبٌ فِي تِلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ وَعَمِّهِ عَبَّاسٍ.

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے (جنگ بدر کے بعد قید سے آزاد ہونے کے لیے) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی حالانکہ اس غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ اور چچا عباس رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔

تشریح: یہ عبارت لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کے قول کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی اگر اپنے محرم کا مالک ہو جائے تو مالک ہوتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ بدر میں عباس اور عقیل قید ہوئے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کو ان پر ملک کا ایک حصہ حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر مگر ان کی آزادی کا حکم نہیں دیا گیا۔ حنفیہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب تک لوٹ کا مال تقسیم نہ ہو اس پر ملک حاصل نہیں ہوتی۔ (وحیدی)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشائے باب یہ ہے کہ ذی محرم صرف ملکیت میں آ جانے سے فوراً آزاد نہیں ہو جاتا کیونکہ جنگ بدر میں حضرت علی اور خود رسول کریم ﷺ کے ہاتھوں آپ کے محترم چچا عباس رضی اللہ عنہ لگے اور حضرت عقیل جو ابھی ہر دو مسلمان نہیں ہوئے تھے اور یہ اسلامی حکومت کے قیدی تھے جن کو بعد میں فدیہ ہی لیکر آزاد کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ آدمی اگر کسی اپنے ہی ذی محرم غیر مسلم کا مالک ہو جائے تو بھی وہ بغیر آزاد کئے آزادی نہیں پا سکتا۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں: "مراده ان العم وابن العم ونحوهما من ذوی الرحم لا يعتقان على من ملكهما من ذوی رحمهما لان النبی ﷺ قد ملك عمه العباس وابن عمه عقيل بالغنيمة التی له فيهما نصيب وكذلك علی ولم يعتقا عليهما۔" خلاصہ مطلب وہی ہے جو اوپر گزرا۔

٢٥٣٧ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، (٢٥٣٧) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ رِجَالاً، مِنَ الأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَائَهُ، فَقَالَ: ((لَا تَدَعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا)). [طرفاه في: ٣٠٤٨، ٤٠١٨]

ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اجازت چاہی اور آ کر عرض کیا کہ آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ معاف کر دیں آپ نے فرمایا: ''نہیں ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔''

تشریح: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے والد عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی انصار میں سے تھیں، بنی نجار کے قبیلے کی۔ اس لئے ان کو اپنا بھانجا کہا۔ سبحان اللہ! انصار کا ادب! یوں نہیں عرض کیا، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے چچا کو فدیہ معاف کر دیں۔ کیونکہ ایسا کہنے سے گویا نبی کریم ﷺ پر احسان رکھنا ہوتا۔ نبی کریم ﷺ خوب جانتے تھے کہ حضرت عباس مالدار ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ایک روپیہ بھی ان کو نہ چھوڑو۔ ایسا عدل وانصاف کہ اپنے سگے چچا تک کو بھی کوئی رعایت نہ کی پیغمبری کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ سمجھدار آدمی کو پیغمبری کے ثبوت کے لئے کسی بڑے معجزے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی ایک ایک خصلت ہزار ہزار معجزوں کے برابر تھی۔ انصاف ایسا، عدل ایسا، سخاوت ایسی، شجاعت ایسی، صبر ایسا، استقلال ایسا کہ سارا ملک مخالف ہو کر جان کا دشمن مگر علانیہ توحید کا وعظ فرماتے رہے، بتوں کی ہجو کرتے رہے۔ آخر میں عربوں ایسے سخت لوگوں کی کایا پلٹ دی، ہزاروں برس کی عادت بت پرستی کی چھڑا کر ان ہی کے ہاتھوں ان کے بتوں کو تڑوایا۔ پھر آج تیرہ سو برس گزر چکے، آپ کا دین شرقاً غرباً پھیل رہا ہے۔ کیا کوئی جھوٹا آدمی ایسا کر سکتا ہے یا جھوٹے آدمی کا نام نیک اس طرح پر قائم رہ سکتا ہے۔ (وحیدی) عینی فرماتے ہیں:

" واختلف فی علة المنع فقيل انه كان مشركا وقيل منعهم خشية ان يقع فی قلوب بعض المسلمين شیء۔"

یعنی آپ ﷺ نے کیوں منع فرمایا اس کی علت میں اختلاف ہے بعض نے کہا اس لئے کہ اس وقت حضرت عباس مشرک تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ کسی مسلمان کے دل میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو کہ آپ نے اپنے چچا کے ساتھ ناروا رعایت کا برتاؤ کیا۔

بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ؟

باب: مشرک غلام کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ خواہ وہ غلام مشرک کافر ہی کیوں نہ ہو، اس کو آزاد کرنا بھی نیکی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو مسائل انسانی مفاد عامہ سے متعلق ہیں ان میں سے اسلام نے مذہبی تعصب سے بالا ہو کر محض انسانی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ یہی اسلام کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہے، کاش! مغرب زدہ لوگ اسلام کا بغور مطالعہ کر کے حقیقت حق سے واقفیت حاصل کریں۔

٢٥٣٨ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ، وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ، فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ قَالَ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ،

(٢٥٣٨) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنے کفر کے زمانے میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لیے دیئے تھے۔ پھر جب آپ اسلام لائے تو سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے اور سو غلام آزاد کئے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! بعض ان نیک اعمال کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے جنہیں میں بہ نیت ثواب کفر کے زمانہ

كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا، يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)). [راجع: ١٤٣٦]

میں کیا کرتا تھا۔ (ہشام بن عروہ نے کہا کہ "اَتَحَنَّثُ بِهَا" کے معنی أَتَبَرَّرُ بِهَا کے ہیں) انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے اس پر فرمایا "جو نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو، وہ سب قائم رہیں گی۔"

تشریح: یہ اللہ جل جلالہ کی عنایت ہے اپنے مسلمان بندوں پر حالانکہ کافر کی کوئی نیکی مقبول نہیں اور آخرت میں ان کو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر جو کافر مسلمان ہو جائے اس کے کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی قائم رہیں گی۔ اب جن علما نے اس حدیث کے خلاف رائے لگائی ہے ان سے یہ کہنا چاہیے کہ آخرت کا حال پیغمبر صاحب تم سے زیادہ جانتے تھے۔ جب اللہ ایک فضل کرتا ہے تو تم کیوں اس کے فضل کو روکتے ہو: ﴿أَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلَى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (۴/النساء:۵۴) (وحیدی)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر بزرگ سخی تر صحابی ہیں جنہوں نے قبل اسلام سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے تھے۔ پھر اللہ نے ان کو دولت اسلام سے نوازا تو ان کو خیال آیا کہ کیوں نہ اسلام میں بھی ایسے ہی نیک کام کئے جائیں۔ چنانچہ مسلمان ہونے کے بعد پھر سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے اور سو غلام آزاد کئے۔ کہتے ہیں کہ یہ سو اونٹ ہر دو زمانوں میں انہوں نے حاجیوں کی سواری کے لئے پیش کئے تھے۔ پھر ان کو مکہ شریف میں قربان کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بشارت دی کہ اسلام لانے کے بعد ان کی عہد کفر کی بھی جملہ نیکیاں ثابت رہیں گی اور اللہ پاک سب کا ثواب عظیم ان کو عطا کرے گا۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا کہ مشرک کافر بھی اگر کوئی غلام آزاد کرے تو اس کا یہ نیک عمل صحیح قرار دیا جائے گا۔ غیر مسلم جو نیکیاں کرتے ہیں ان کو دنیا میں ان کی جزا مل جاتی ہے: ﴿وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ (۴۲/الشوریٰ:۲۰) یعنی آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

باب: اگر عربوں پر جہاد ہو اور کوئی ان کو غلام بنائے پھر ہبہ کرے یا عربی لونڈی سے جماع کرے یا فدیہ لے یا بچوں کو قید کرے یہ سب باتیں درست ہیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾. [النحل:٧٥]

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ایک مملوک غلام کی مثال بیان کی ہے جو بے بس ہو اور ایک وہ شخص جسے ہم نے اپنی طرف سے روزی دی ہو، وہ اس میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتا ہو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں (ہرگز نہیں) تمام تعریف اللہ کے لیے ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔" (کہ حمد کی حقیقت کیا ہے اور غیر اللہ جو اپنے لیے حمد کا دعویدار ہو وہ کس قدر احمق اور بے عقل ہے)

٢٥٣٩، ٢٥٤٠۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَاهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ حِينَ

(۲۵۳۹، ۴۰) ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی، انہیں عقیل نے، انہیں ابن شہاب نے کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی کہ جب ہوازن قبیلہ کے بھیجے ہوئے لوگ (مسلمان ہو کر) نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے کھڑے ہو کر

جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ: ((إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا الْمَالَ، وَإِمَّا السَّبْيَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ. قَالَ: ((إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا، فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: فَادَيْتُ نَفْسِي، وَفَادَيْتُ عَقِيلًا. [راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

ان سے ملاقات فرمائی۔ پھر ان لوگوں نے آپ ﷺ کے سامنے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ آپ کھڑے ہوئے (خطبہ سنایا) آپ نے فرمایا: ''تم دیکھتے ہو میرے ساتھ جو لوگ ہیں۔ (میں اکیلا ہوتا تو تم کو واپس کر دیتا) اور بات وہی مجھے پسند ہے جو سچ ہو۔ اس لیے دو چیزوں میں ایک ہی تمہیں اختیار کرنی ہوگی، اپنا مال واپس لے لو یا اپنے قیدیوں کو چھڑا لو، اسی لیے میں نے ان کی تقسیم میں بھی دیر کی تھی۔'' نبی کریم ﷺ نے طائف سے لوٹتے ہوئے (جعرانہ میں) ہوازن والوں کا وہاں پر کئی راتوں تک انتظار کیا تھا۔ جب ان لوگوں پر یہ بات پوری طرح ظاہر ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ دو چیزوں (مال اور قیدی) میں سے صرف ایک ہی کو واپس فرما سکتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے آدمی ہی واپس کر دیجئے جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا: اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق کرنے کے بعد فرمایا: ''امابعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس نادم ہو کر آئے ہیں اور میرا بھی خیال یہ ہے کہ ان کے آدمی جو ہماری قید میں ہیں انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ان کے آدمیوں کو واپس کر دے وہ ایسا کر لے اور جو شخص اپنے حصے کو چھوڑنا نہ چاہے (اور اس شرط پر اپنے قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے تیار ہو کہ ان قیدیوں کے بدلے میں) ہم اسے اس کے بعد سب سے پہلی غنیمت میں سے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا اس کے (اس) حصے کا بدلہ اس کے حوالہ کر دیں گے تو وہ ایسا کر لے۔'' لوگ اس پر بول پڑے کہ ہم اپنی خوشی سے قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ''لیکن ہم پر یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ کس نے ہمیں اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لیے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس آجائیں اور سب کے چودھری آ کر ان کی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔'' چنانچہ سب لوگ چلے آئے اور ان کے سرداروں نے (ان سے گفتگو کی) پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی کہ سب نے اپنی خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ یہی وہ خبر جو ہمیں ہوازن کے یہودیوں کے سلسلے میں معلوم ہوئی ہے۔

(زہری نے کہا) اور انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (جب بحرین سے مال آیا) کہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی۔

تشریح: یہ طویل حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے آپ نے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب منعقدہ کے ذیل آیت قرآنی کو نقل فرمایا جس سے آپ نے باب کا مطلب یوں ثابت کیا کہ آیت میں یہ قید نہیں ہے کہ وہ غلام عرب کا نہ ہو عجمی ہو بلکہ عربی اور عجمی دونوں کو شامل ہے۔

حدیث میں قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کا ذکر ہے جو جنگ ہوازن میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ اس سے بھی مقصد باب ثابت ہوا کہ لونڈی غلام بوقت مناسب عربوں کو بھی بنایا جا سکتا ہے۔ جب آپ اس جنگ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو آپ نے اندازہ فرما لیا تھا کہ قبیلہ ہوازن والے جلد ہی اسلام قبول کر کے اپنے قیدیوں کا مطالبہ کرنے آئیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ابھی آپ واپس ہی ہوئے تھے کہ وفد ہوازن اپنے ایسے ہی مطالبات لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ نے ان کے مطالبات میں سے صرف قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ منظور فرما لیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ دیگر جملہ مسلمان بھی اس پر تیار ہو جائیں۔ چنانچہ جملہ اہل اسلام ان غلاموں کو واپس کرنے پر تیار ہو گئے۔ مگر یہ لوگ شمار میں بہت تھے اس لئے ان میں سے ہر ایک کی رضامندی فرداً فرداً معلوم کرنی ضروری تھی۔ آپ نے یہ حکم دیا کہ تم جاؤ اور اپنے اپنے ناظموں سے جو کچھ تم کو منظور ہو وہ بیان کرو، ہم ان سے پوچھ لیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جملہ مردوں اور عورتوں کو واپس کرا دیا۔

بحرین کے مال کی آمد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کے لئے اعلان عام فرما دیا تھا، اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس مال کی درخواست کے ساتھ کہا تھا کہ میں اس کا بہت زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ بدر کے موقع پر میں نہ صرف اپنا بلکہ حضرت عقیل کا بھی زر فدیہ ادا کر کے خالی ہاتھ ہو چکا ہوں۔ اس پر آپ نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ جس قدر روپیہ خود اٹھا سکیں لے جائیں۔ اسی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہ عربوں کو بھی بحالت مقررہ غلام بنایا جا سکتا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہما جیسے اشراف قریش کو بھی دور غلامی سے گزرنا پڑا۔ کاش یہ معزز حضرات شروع ہی میں اسلام سے مشرف ہو جاتے۔ مگر سچ ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ (۲۸/القصص:۵۶)

٢٥٤١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ، وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ.

(۲۵۴۱) ہم سے علی بن حسن بن شقیق نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نافع رضی اللہ عنہ کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ نبی کریم نے بنو المصطلق پر جب حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا، عورتوں بچوں کو قید کیا گیا۔ انہیں قیدیوں میں جویریہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) بھی تھیں۔ (نافع نے لکھا تھا) یہ حدیث مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی تھی، وہ خود بھی اسلامی فوج کے ہمراہ تھے۔

تشریح: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کا باپ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ کہتے ہیں پہلے یہ ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا اور آپ کے نکاح کر لینے کی وجہ سے لوگوں نے بنی مصطلق کے کل قیدیوں کو آزاد کر دیا، اس خیال سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے۔ (وحیدی)

بنو مصطلق عرب قبیلہ تھا جسے غلام بنایا گیا تھا۔ اسی سے باب کی مطابقت ثابت ہوئی کہ عربوں کو بھی لونڈی غلام بنایا جا سکتا ہے اگر وہ کافر ہوں

اور اسلامی حکومت کے مقابلہ پر لڑنے کو آئیں۔

٢٥٤٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ)). [راجع: ٢٢٢٩]

(۲۵۴۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے انہیں محمد بن یحییٰ بن حبان نے، ان سے ابن محیریز نے کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے ایک سوال کیا، آپ نے جواب میں کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنی مصطلق کے لیے نکلے۔ اس غزوے میں ہمیں (قبیلہ بنی مصطلق کے) عرب قیدی ہاتھ آئے۔ (راستے ہی میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورت سے الگ رہنا ہم کو مشکل ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ عزل کر لیں۔ جب رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تم عزل کر سکتے ہو، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جن روحوں کی بھی قیامت تک کے لیے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔'' (لہٰذا تمہارا عزل کرنا بیکار ہے)

تشریح: عزل کہتے ہیں انزال کے وقت ذکر باہر نکال لینے کو تاکہ رحم میں منی نہ پہنچے اور عورت کو حمل نہ رہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، اسی لئے ارشاد ہوا کہ تمہارے عزل کرنے سے مقدر الٰہی کے مطابق پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش رک نہیں سکتی۔ عزل کو عام طور پر مکروہ سمجھا گیا، کیونکہ اس میں قطع اور تقلیل نسل ہے، بحالات موجودہ فیملی پلاننگ کے نام سے تقلیل نسل کے پروگرام چلائے جا رہے ہیں، شریعت اسلامی سے اس کا علی الاطلاق جواز ڈھونڈنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ قطع نسل ہی کی ایک صورت ہے۔

٢٥٤٣۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِالْحَمِيدِ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِيهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ)) قَالَ: وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ،

(۲۵۴۳) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع، ان سے ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا ہوں۔ (دوسری سند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) مجھ سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر بن عبدالحمید نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں حارث نے، انہیں ابو زرعہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، (تیسری سند) اور مغیرہ نے عمارہ سے روایت کی، انہوں نے ابو زرعہ سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں کی وجہ سے جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں۔ رسول کریم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ''یہ لوگ دجال کے مقابلے میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت مخالف ثابت ہوں گے۔'' (انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ) بنو تمیم کے یہاں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا)). وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ. فَقَالَ: ((أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ)).
[طرفه في: ٤٣٦٦] [مسلم: ٦٤٥١]

سے زکوٰۃ (وصول ہو کر آئی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے۔'' بنوتمیم کی ایک عورت قید ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اسے آزاد کر دے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔''

تشریح: حدیث ہذا میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لونڈی کے آزاد کرنے کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ یہ عورت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا معزز ترین خاندانی عورت ہے اسے آزاد کر دو۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا کہ عربوں کو بھی غلام لونڈی بنایا جا سکتا ہے۔ اس عورت کا تعلق بنوتمیم سے تھا اور بنوتمیم کے لئے نبی کریم ﷺ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کو اپنی قوم قرار دیا، کیونکہ یہ ایک عظیم عرب قبیلہ تھا جو تمیم بن مرہ کی طرف منسوب تھا۔ جس کا نسب نامہ یوں رسول کریم ﷺ سے ملتا ہے: تمیم بن مرہ بن اد بن طانحہ بن الیاس بن مضر یہاں پہنچ کر یہ نسب نامہ رسول کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

اس قبیلہ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال کے مقابلہ پر یہ قبیلہ بہت سخت ہوگا جو لڑائی میں سختی کے ساتھ دجال کا مقابلہ کرے گا۔ ایک مرتبہ بنوتمیم کی زکوٰۃ وصول ہو کر دربار رسالت میں پہنچی تو آپ نے از راہ کرم فرمایا کہ یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے نبی کریم ﷺ نے بحالت کفر بھی اس خاندان کی اس قدر عزت افزائی فرمائی کہ اس سے تعلق رکھنے والی ایک لونڈی خاتون کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔

اس حدیث سے نسبی شرافت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ اسلام نے نسبی شرافت میں غلو سے منع فرمایا ہے اور حد اعتدال میں نسبی شرافت کو آپ نے قائم رکھا ہے جیسا کہ اس حدیث سے پیچھے مذکور شدہ واقعات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ حنین کے موقع پر اپنے آپ کو عبدالمطلب کا فرزند ہونے پر اظہار فخر فرمایا تھا۔ معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے کے غیر مسلم آباء و اجداد پر ایک مناسب حد تک فخر کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہی فخر باعث گھمنڈ وغرور بن جائے کہ دوسرے لوگ نگاہ میں حقیر نظر آئیں تو اس حالت میں خاندانی فخر کفر ہے جو مسلمان کے لئے ہرگز لائق نہیں۔ فتح مکہ پر نبی کریم ﷺ نے قریش کی اس نخوت کے خلاف اظہار ناراضگی فرما کر قریش کو آگاہ فرمایا تھا کہ ''كلكم بنو آدم وآدم من تراب۔'' ''تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے۔''

بَابُ فَضْلِ مَنْ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا

باب: جو شخص اپنی لونڈی کو ادب اور علم سکھائے، اس کی فضیلت کا بیان

٢٥٤٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَالَهَا، وَأَحْسَنَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، كَانَ لَهُ أَجْرَانِ)). [راجع: ٩٧] [مسلم: ٣٤٩٩؛ ابوداود: ٢٠٥٣؛ نسائی: ٣٣٤٥]

(۲۵۴۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا، انہوں نے مطرف سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابو بردہ سے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔''

تشریح: الحمدللہ کہ حرم کعبہ مکۃ المکرمہ میں یکم محرم ۱۳۹۰ھ سے اس پارے کے متن کا لفظ لفظ پڑھنا، پھر ترجمہ لکھنا شروع کیا تھا ساتھ ہی رب کعبہ سے دعائیں بھی کرتا رہا کہ وہ اس عظیم خدمت کے لئے صحیح فہم عطا کرے۔ آج ۱۱ محرم ۹۰ھ کو بعونہ تعالیٰ اس حدیث تک پہنچ گیا ہوں۔ پارہ ۹، ۱۰ کے متن کو کعبہ شریف و مدینہ، میں بیٹھ کر پڑھنے کی نذر بھی مانی تھی۔ اللہ کا بے حد شکر ہے کہ یہاں تک کامیابی ہو رہی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ بقایا کو بھی پورا کرائے اور قلم میں طاقت اور دماغ میں قوت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ:

((الْعَبِيدُ إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ)) وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾. ذِي الْقُرْبَى: الْقَرِيبُ، وَالْجُنُبُ: الْغَرِيبُ، الْجَارُ الْجُنُبُ يَعْنِي الصَّاحِبَ فِي السَّفَرِ. [النساء: ٣٦]

باب: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا:

''غلام تمہارے بھائی ہیں پس ان کو بھی تم اسی میں سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسیوں اور غیر پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے اور اکڑنے والا اور گھمنڈ غرور کرنے والا ہو۔'' (آیت میں) ذی القربیٰ سے مراد رشتہ دار ہیں، جنب سے غیر یعنی اجنبی اور الجار الجنب سے مراد سفر کا ساتھی ہے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقصد باب ثابت فرمانے کے لئے آیت قرآنی کو نقل فرمایا جس میں ترجمۃ الباب لفظ ﴿وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ سے نکلتا ہے جس سے لونڈی غلام مراد ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرے قرابت داروں اور یتامیٰ و مساکین کے ساتھ ضروری ہے۔ عہد رسالت پناہ وہ دور تھا جس میں انسانوں کو لونڈی غلام بنا کر جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا اور دنیا کے کسی قانون اور مذہب میں اس کی روک ٹوک نہ تھی۔ ان حالات میں پیغمبر اسلام علیہ الف الف صلوٰۃ و سلام نے اپنی حسن تدبیر کے ساتھ اس رسم کو ختم کرنے کا طریقہ اپنایا اور اس بارے میں ایسی پاکیزہ ہدایات پیش کیں کہ عام مسلمان اپنے غلاموں کو انسانیت کا درجہ دیتے۔ لہٰذا ان کو اپنے بھائی بند سمجھنے لگ گئے۔ ان کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک ایمان کا خاصہ بتلایا گیا جس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ یہ رسم بد انسانی دنیا سے تقریباً ختم ہوگئی۔ یہ اسی پاکیزہ تعلیم کا اثر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اب غلامی کی اور بدترین صورتیں وجود میں آ گئی ہیں۔

٢٥٤٥ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُورَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعَيَّرْتَهُ

(۲۵۴۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ہم سے واصل بن حیان نے جو کبڑے تھے، بیان کیا، کہا کہ میں نے معرور بن سوید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر بھی ایک جوڑا تھا اور ان کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کا جوڑا تھا۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک دفعہ میری ایک صاحب (یعنی بلال رضی اللہ عنہ) سے کچھ گالی گلوچ ہوگئی تھی۔ انہوں

بِأُمِّهِ؟)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ)). [راجع: ۳۰]

نے میری نبی کریم ﷺ سے شکایت کی، آپ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم نے انہیں ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی ہے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں اگر چہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے رکھا ہے۔ اس لیے جس کا بھی کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ لیکن اگر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو تو پھر ان کی خود مدد بھی کر دیا کرو۔''

تشریح: تا کہ وہ آسانی سے اس خدمت کو انجام دے سکیں۔

روایت میں مذکور غلام سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ بعض نے کہا ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھائیوں میں سے کوئی تھے مسلم کی روایت میں ہے۔ غلام کو ساتھ کھلانے کا حکم استحبابا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو ساتھ ہی کھلاتے اور اپنے ہی جیسا کپڑا پہناتے تھے۔ آیات باب میں ذی القربیٰ سے رشتہ دار مراد ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو علی بن ابی طلحہ نے بیان کیا اور جنب سے بعض نے یہودی اور نصرانی مراد رکھا ہے۔ یہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے نکالا۔ اور جار الجنب کی جو تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے وہ مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے۔ اس حدیث سے ان معاندین اسلام کی بھی تردید ہوتی ہے جو اسلام پر غلامی کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ رسم غلامی کی جڑوں کو اسلام ہی نے کھوکھلا کیا ہے۔

بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

باب: جب غلام اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی تو اس کے ثواب کا بیان

۲۵۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ)). [طرفه في: ۲۵۵۰] [مسلم: ۴۳۱۸؛ ابو داود: ۵۱۶۹]

(۲۵۴۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''غلام جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے جہاں مالکوں کو اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کی ہدایت فرمائی وہاں لونڈی غلاموں کو بھی احسن طریق پر سمجھایا کہ وہ اسلامی فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنا اہم فریضہ اپنے مالکوں کی خیر خواہی ان کو نفع رسانی سمجھیں۔ مالک اور آقا کے بھی حقوق ہیں۔ ان کے ساتھ وفاداری کے ساتھ زندگی گزاریں۔ ان کے لئے ضرر رسانی کا کبھی تصور بھی نہ کریں۔ وہ ایسا کریں گے تو ان کو دوگنا ثواب ملے گا فرائض اسلامی کی ادائیگی کا ثواب اور اپنے مالک کی خدمت کا ثواب، اسی دوگنے ثواب کا تصور تھا جس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ تمنا ظاہر فرمائی جو اگلی روایت میں مذکور ہے۔

٢٥٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ)). [راجع: ٩٧]

(۲۵۴۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی صالح سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابو بردہ سے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کے پاس بھی کوئی باندی ہو اور وہ اسے پورے حسن و خوبی کے ساتھ ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جو غلام اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے بھی تو اسے بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔“

تشریح: اسلامی شریعت میں عورت مرد سب کو تعلیم دینا چاہیے یہاں تک کہ لونڈی غلاموں کو بھی علم حاصل کرانا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ مگر علم وہ جس سے شرافت اور انسانیت پیدا ہو، نہ آج کے علوم مروجہ جو انسان نما حیوانوں میں اضافہ کراتے ہیں: "العلم ما قال الله وقال رسوله و قال الصحابة هم اولو العرفان" یعنی حقیقی علم وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پھر آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیش فرمایا۔

٢٥٤٨ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ)) وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ. [مسلم: ٤٣٢٠، ٤٣٢١]

(۲۵۴۸) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہوں نے زہری سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو اور نیکوکار ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں۔“ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، حج اور والدہ کی خدمت (کی روک) نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ غلام رہ کر مروں۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ غلام پر جہاد فرض نہیں ہے، اسی طرح حج، اور وہ بغیر اپنے مالک کی اجازت کے جہاد اور حج کے لیے جا بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح اپنی ماں کی خدمت بھی آزادی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو میں آزادی کی نسبت کسی کا غلام رہنا زیادہ پسند کرتا۔ "قال ابن بطال هو من قول ابى هريرة وكذلك قاله الداودى وغيره انه مدرج فى الحديث وقد صرح بالادراج الاسماعيلى من طريق آخر عن عبد الله بن المبارك بلفظ والذى نفس ابى هريرة بيده الخ وصرح مسلم ايضا بذلك۔" (حاشيه بخارى) یعنی یہ قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے صراحتاً یہ آیا ہے اور مسلم میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

٢٥٤٩ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((نِعْمَ مَا لِأَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيَنْصَحُ

(۲۵۴۹) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، ان سے ابو صالح نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کتنا اچھا ہے کسی کا وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت تمام حسن و خوبی کے ساتھ بجا لائے اور اپنے مالک کی

لِسَيِّدِهِ))

خیر خواہی بھی کرتا ہے۔''

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيقِ وَقَوْلِهِ: عَبْدِي وَأَمَتِي

باب: غلام پر دست درازی کرنا اور یوں کہنا کہ یہ میرا غلام ہے یا لونڈی مکروہ ہے

تشریح: حافظ نے کہا کہ کراہیت تنزیہی مراد ہے۔ کیونکہ غلام سے اپنے کو اعلیٰ سمجھنا ایک طرح کا تکبر ہے۔ غلام بھی ہماری طرح اللہ کا بندہ ہے۔ آدمی اپنے تئیں جانور سے بھی بدتر سمجھے غلام تو آدمی ہے اور ہماری طرح آدم کی اولاد ہے اور غلام لونڈی اس وجہ سے کہنا مکروہ ہے کہ کوئی اس سے حقیقی معنی نہ سمجھے۔ کیونکہ حقیقی بندگی تو سوائے اللہ کے اور کسی کے لیے نہیں ہوسکتی۔ (وحیدی)

آگے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیات قرآنی نقل کی ہیں جن سے لفظ غلام، لونڈی اور سید کے الفاظ استعمال کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ سب مجازی معانی میں ہیں۔ لفظ عبد، مملوک اور سید آیات قرآنی واحادیث نبوی میں ملتے ہیں جیسا کہ یہاں منقول ہیں، ان سے ان الفاظ کا مجازی معانی میں استعمال ثابت ہوا۔

"قال ابن بطال جاز ان يقول الرجل عبدى او امتى بقوله تعالى والصالحين من عبادكم وامائكم وانما نهى عنه على سبيل الغلظة لا على سبيل التحريم وكره ذلك لاشتراك اللفظ اذ يقال عبد الله وامة الله فعلى هذا لا ينبغى التسمية بنحو عبد الرسول وعبد النبى ونحو ذلك مما يضاف العبد فيه الى غير الله تعالى۔" (حاشیہ بخاری شریف)

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾ [النور:٣٢] وَقَالَ: ﴿عَبْدًا مَمْلُوكًا﴾ [النحل:٧٥] ﴿وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ [يوسف:٢٥] وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ [النساء:٢٥] وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ)). وَ ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ [يوسف:٤٢] يَعْنِي عِنْدَ سَيِّدِكَ.

اور سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تمہارے غلاموں اور تمہاری باندیوں میں جو نیک بخت ہیں۔'' اور (سورۂ نحل میں فرمایا) ''مملوک غلام'' نیز (سورۂ یوسف میں فرمایا) ''اور دونوں (حضرت یوسف اور زلیخا) نے اپنے آقا (عزیز مصر) کو دروازے پر پایا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) میں فرمایا: ''تمہاری مسلمان باندیوں میں سے۔'' اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے سردار کو لینے کے لیے اٹھو (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے)'' اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں فرمایا: ''(یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھی سے کہا تھا کہ) اپنے سردار (حاکم) کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔''

٢٥٥٠۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ)).

[راجع: ٢٥٤٦] [مسلم: ٤٣١٩]

(٢٥٥٠) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے کہا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت تمام حسن وخوبی کے ساتھ بجالائے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔''

تشریح: روایت میں لفظ عبد اور سید استعمال ہوئے ہیں یہی مقصود باب ہے۔

٢٥٥١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لِلْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ، [لَهُ] أَجْرَانِ)). [راجع: ٩٧]

(۲۵۵۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے برید بن عبداللہ سے، وہ ابو بردہ سے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غلام جو اپنے رب کی عبادت احسن طریق کے ساتھ بجالائے اور اپنے آقا کے جو اس پر خیر خواہی اور فرمانبرداری (کے حقوق ہیں) انہیں بھی ادا کرتا رہے، تو اسے دو گنا ثواب ملتا ہے۔“

تشریح: یہ اس لئے کہ اس نے دو فرض ادا کئے۔ ایک اللہ کی عبادت کا فرض ادا کیا۔ دوسرے اپنے آقا کی اطاعت کی جو شرعاً اس پر فرض تھی اس لئے اس کو دو گنا ثواب حاصل ہوا۔ (فتح)

٢٥٥٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، اسْقِ رَبَّكَ. وَلْيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ. وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي. وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي)). [مسلم: ٥٨٧٧]

(۲۵۵۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”کوئی شخص (کسی غلام سے یا کسی شخص سے) یہ نہ کہے: اپنے رب (مراد آقا) کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا۔ اپنے رب کو پانی پلا۔ بلکہ صرف میرے سردار میرے آقا کے الفاظ کہنا چاہئے اسی طرح کوئی شخص یہ نہ کہے: میرا بندہ میری بندی، بلکہ یوں کہنا چاہئے میرا چھوکرا، میری چھوکری، میرا غلام۔“

تشریح: رب کا لفظ کہنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح بندہ بندی کا تاکہ شرک کا شبہ نہ ہو گو ایسا کہنا مکروہ ہے حرام نہیں جیسے قرآن میں ہے: ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (۱۲/ یوسف: ۴۲) بعض نے کہا پکارتے وقت اس طرح پکارنا منع ہے۔ غرض مجازی معنی جب مراد لیا جائے غایت درجہ یہ فعل مکروہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ علما نے عبدالنبی یا عبدالحسین ایسے ناموں کا رکھنا مکروہ سمجھا ہے اور ایسے ناموں کا رکھنا شرک اس معنی پر کہا ہے کہ ان میں شرک کا ابہام یا شائبہ ہے۔ اگر حقیقی معنی مراد ہو تو بے شک شرک ہے۔ اگر مجازی معنی مراد ہو تو شرک نہ ہوگا مگر کراہیت میں شک نہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ایسے نام نہ رکھے جائیں۔ جہاں شرک کا وہم ہو وہاں سے بہر حال پرہیز بہتر ہے۔ خاص طور پر لفظ ”عبد“ ایسا ہے جس کی اضافت لفظ اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ اسماء الحسنیٰ ہی کی طرف مناسب ہے۔ توحید و سنت کے پیروکاروں کے لئے لازم ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف ہرگز اپنی عبدیت کو منسوب نہ کریں۔ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کا یہی تقاضا ہے۔ واللہ هو الموفق۔

٢٥٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ، قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، وَأُعْتِقَ مِنْ مَالِهِ، وَإِلَّا فَقَدْ

(۲۵۵۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہو جس سے غلام کی واجبی قیمت ادا کی جا سکے تو اسی کے مال سے پورا غلام آزاد کیا جائے گا ورنہ جتنا آزاد ہو گیا

عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)). [مسلم: ٤٣٢٧]

سو ہو گیا۔"

تشریح: صرف وہی حصہ اس کی طرف سے آزاد ہوگا۔ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں عبد کا لفظ غلام کے لئے آیا ہے۔ پس مجازاً غلام پر عبد بولا جا سکتا ہے۔

٢٥٥٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [راجع: ٨٩٣] [مسلم: ٤٧٢٤]

(٢٥٥٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ پس لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ دوسرے ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ تیسری عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ چوتھا غلام اپنے آقا (سید) کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

تشریح: اس روایت میں بھی غلام کے لئے لفظ عبد اور آقا کے لئے لفظ سید کا استعمال ہوا ہے۔ اس طرح مجازی معنوں میں ان الفاظ کا استعمال کرنا درست ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی مقصد ہے جس کے تحت یہاں آپ یہ جملہ روایات لائے ہیں۔ ان الفاظ کا استعمال منع بھی ہے جب حقیقی معانی مراد لئے جائیں۔ اور یہ اس میں تطبیق ہے۔

٢٥٥٥، ٢٥٥٦۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ)). [راجع: ٢١٥٢، ٢١٤٥]

(٢٥٥٥،٥٦) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا زہری سے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، کہا میں نے ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب باندی زنا کرائے تو اسے (بطور حد شرعی) کوڑے لگاؤ پھر اگر کرائے تو کوڑے لگاؤ اور اب بھی اگر کرائے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ تیسری بار یا چوتھی بار میں (آپ نے فرمایا کہ) پھر اسے بیچ دو، خواہ قیمت میں ایک رسی ہی ملے۔"

تشریح: اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں لونڈی کے لئے امۃ کا لفظ فرمایا ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ اس حدیث کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ جب لونڈی زنا کرائے تو اس پر دست درازی منع نہیں ہے بلکہ اس کو سزا دینا ضروری ہے۔ آخر میں یہ راوی کا شک ہے کہ آپ نے تیسری بار میں بیچنے کا حکم فرمایا یا چوتھی بار میں۔

ان جملہ روایات کے نقل کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ مالکوں کو غلاموں اور لونڈیوں پر بڑائی نہ جتانی چاہیے۔ انسان ہونے

کے ناطے سب برابر ہیں۔ شرافت اور بڑائی کی بنیاد ایمان اور تقویٰ ہے۔ حقیقی آقا حاکم مالک سب کا صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ دنیاوی مالک آقا سب مجازی ہیں۔ آج ہیں اور کل نہیں۔ جن آیات اور احادیث میں ایسے الفاظ آقاؤں یا غلاموں کے لئے مستعمل ہوئے ہیں وہاں مجازی معانی مراد ہیں۔

بَابٌ: إِذَا أَتَاهُ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ

باب: جب کسی کا خادم کھانا لے کر آئے؟

٢٥٥٧۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ)). [طرفه في: ٥٤٦٠]

(٢٥٥٧) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ ”جب کسی کا غلام کھانا لائے اور وہ اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لیے) نہ بیٹھا سکے تو اسے ایک یا دو نوالے ضرور کھلا دے یا (آپ نے ”لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ“ کے بدل) أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ فرمایا (یعنی ایک یا دو لقمے) کیونکہ اسی نے اس کو تیار کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔“

تشریح: لفظ خادم میں غلام، نوکر چاکر، شاگرد سب داخل ہیں۔

بَابٌ: الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَنَسَبَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ

باب: غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اور نبی ﷺ نے (غلام کے) مال کو اس کے آقا کی طرف منسوب کیا

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مجازی معانی میں غلام لونڈی اپنے مالکوں کو سید کے لفظ سے یاد کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں حدیث میں الفاظ ((الخادم في مال سيده راع)) میں بولا گیا ہے۔ یہ حدیث جامع الصحیح میں کئی جگہ نقل کی گئی ہے اور مجتہد مطلق نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقام پر بیان ہوگا۔ ان معاندین حاسدین پر افسوس جو ایسے مجتہد کامل کی درایت سے انکار کر کے خود اپنے کور باطنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

٢٥٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ

(٢٥٥٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ”ہر آدمی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد اپنے گھر کے معاملات کا افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے سید کے مال کا محافظ

مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) . قَالَ: فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). [راجع: ٨٩٣]

ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔'' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ باتیں سنی ہیں اور مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ غرض تم میں سے ہر فرد حاکم ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

بَابٌ: إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

باب: اگر کوئی غلام لونڈی کو مارے تو چہرے پر نہ مارے

٢٥٥٩ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ)). قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ ابْنُ حَرْبٍ: الذى قَالَ ابْنُ فُلَانٍ، هُوَ قَوْلُ ابْنِ وَهْبٍ وَهُوَ ابْنُ سَمْعَانَ.

(٢٥٥٩) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن فلاں (ابن سمعان) نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے۔
(دوسری سند، امام بخاری نے کہا) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، ہمام سے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے سے) پرہیز کرے۔''

[مسلم: ٦٦٥١، ٦٦٥٢؛ ابو داود: ٤٤٩٢]

مار پیٹ میں چہرے پر مارنے سے پرہیز صرف غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں چونکہ غلاموں کا بیان ہو رہا تھا اس لئے عنوان میں اسی کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ بلکہ چہرے پر مارنے سے پرہیز کا حکم تمام انسانوں بلکہ جانوروں تک کے لئے ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں ایک راوی کا نام نہیں لیا۔ صرف ابن فلاں سے یاد کیا ہے اور وہ ابن سمعان ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جھوٹا کہا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت اس مقام کے سوا اور کہیں اس کتاب میں نہیں نکالی اور یہاں بھی بطور متابعت کے ہے۔ کیونکہ امام مالک اور عبد الرزاق کی روایت بیان کی۔

تشریح: اسلم کی روایت میں صاف ((اذا ضرب)) ہے اور اس حدیث میں گو خادم کو مارنے کی صراحت نہیں ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو انہوں نے ادب المفرد میں نکالا اس میں یوں ہے۔ " اذا ضرب خادمه" یعنی جب کوئی تم میں سے اپنے خادم کو مارے۔ حافظ نے کہا یہ عام ہے خواہ کسی حد میں مارے یا تعزیر میں ہر حال میں منہ پر نہ مارنا چاہیے۔ اس کی وجہ مسلم کی روایت میں یوں مذکور ہے۔ کیونکہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر بنایا یعنی مار کھانے والے شخص کی صورت پر۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے: کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ (وحیدی)

ویسے چہرے پر مارنا ادب اور اخلاق کے بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مارنا ہو تو جسم کے دیگر اعضا موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال النووی قال العلماء انما نهی عن ضرب الوجه لانه لطيف يجمع المحاسن واكثر ما يقع الادراك باعضائه فيخشى من ضربه ان تبطل او تتشوه كلها او بعضها والشين فيها فاحش لظهورها وبروزها بل لا يسلم اذا ضربه من شين والتعليل المذكور احسن لكن ثبت عند مسلم تعليل اخر فانه اخرج الحديث من طريق ابی ايوب المراغی عن ابی هريرة وزاد ((فان الله خلق آدم على صورته))، واختلف فی الضمير على من يعود فالا كثر على انه يعود على المضروب لما تقدم من الامر باكرام وجهه ولو لا ان المراد التعليل بذلك لم يكن لهذا الجملة ارتباط بما قبلها وقال القرطبی اعاد بعضهم الضمير على الله متمسكا بما ورد فی بعض طرقه ان الله خلق آدم على صورة الرحمن الى اخره۔"

(فتح الباری جلد ٥ صفحه ٢٢٩)

خلاصہ مطلب یہ کہ علما نے کہا ہے چہرے پر مارنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ عضو لطیف ہے جو جملہ محاسن کا مجموعہ ہے اور اکثر ادراک کا وقوع چہرے کے اعضا ہی سے ہوتا ہے۔ پس اس پر مارنے سے خطرہ ہے کہ اس میں کئی ایک نقائص وعیوب پیدا ہو جائیں۔ پس یہ علت بہتر ہے جن کی بنا پر چہرے پر مارنا منع کیا گیا ہے۔ لیکن امام مسلم کے نزدیک ایک اور علت ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو ابو ایوب مراغی کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لیا ہے جس میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے اگر چہ ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے مگر اکثر علما کے نزدیک یہ ضمیر مضروب ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لئے کہ پہلے چہرے کے اکرام کا حکم ہو چکا ہے۔ اگر چہ یہ تعلیل مراد نہ لی جائے تو اس جملہ کا ما قبل سے کوئی ربط باقی نہیں رہ جاتا۔ قرطبی نے کہا کہ بعض نے ضمیر کو اللہ کی طرف لوٹایا ہے۔ دلیل میں بعض طرق کی اس عبارت کو پیش کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ نے آدم کو رحمن کی صورت پر پیدا کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن کی نص صریح ﴿ليس كمثله شیء﴾ دلیل ہے کہ اللہ پاک کو اور اس کے چہرے کو کسی سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اہلحدیث کا یہی مذہب ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات اور جملہ صفات میں وحدہ لاشریک لہ ہے اور اس بارے میں کرید کرنا بدعت ہے۔ جیسا کہ استواء علی العرش کے متعلق سلف کا عقیدہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

تشریح: مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ دے کہ اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ لفظ مکاتب تاء کے زبر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والمكاتب بالفتح من تقع له الكتابة وبالكسر من تقع منه۔" یعنی زبر کے ساتھ جس کے لئے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جن کا واقعہ اگلی روایات میں مذکور ہے۔

لفظ مکاتب باب مفاعلہ سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی وہ غلام لونڈی جس سے اس کے آقا کے ساتھ شرائط مقررہ کے ساتھ آزادی کا معاہدہ لکھ دیا گیا ہو۔

بَابُ الْمُكَاتَبِ وَنُجُومِهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ

باب: مکاتب اور اس کی قسطوں میں سے ہر سال ایک قسط کی ادائیگی کا بیان

تشریح: اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ شاید انہوں نے باب قائم کر لینے کے بعد حدیث لکھنا چاہی ہوگی مگر اس کا موقع نہ ملا اور کتاب الحدود میں انہوں نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اس کو قیامت کے دن کوڑے لگائے جائیں گے۔ بعض نسخوں میں یہ باب مذکور نہیں ہے۔

عرب میں تمام معاملات تاروں کے طلوع پر ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ حساب نہیں جانتے تھے۔ وہ یوں کہتے کہ جب فلاں تارا نکلے تو یہ معاملہ یوں ہوگا۔ اسی وجہ سے قسط کو نجم کہنے لگے۔ نجم تارے کو کہتے ہیں۔ بدل کتابت میں خواہ سالانہ قسطیں ہوں یا ماہانہ ہر طرح سے جائز ہے۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾. [النور: ٣٣] وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالاً أَنْ أُكَاتِبَهُ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلاَّ وَاجِبًا. وَقَالَ عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لاَ، ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ

اور سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو بھی مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں۔ ان سے مکاتبت کر لو، اگر ان کے اندر تم کوئی خیر پاؤ۔ (کہ وہ وعدہ پورا کر سکیں گے) اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے مدد بھی دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔" اور روح بن عبادہ نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ کیا مجھ پر یہ واجب ہے کہ جب مجھے معلوم ہو جائے کہ (میرے غلام) کے پاس مال ہے تو میں اس سے مکاتبت کر لوں تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں اس کو واجب ہی سمجھتا ہوں۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ

أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ فَأَبَى، فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ: كَاتِبْهُ. فَأَبَى فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُو عُمَرُ: ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ [النور: ٣٣] فَكَاتَبَهُ.

میں نے عطاء سے پوچھا، کیا آپ اس سلسلے میں کسی سے روایت بھی بیان کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (پھر انہیں یاد آیا) اور مجھے انہوں نے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین (ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے والد) نے انس رضی اللہ عنہ سے مکاتب ہونے کی درخواست کی (یہ انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) جو مالدار بھی تھے لیکن حضرت انس نے انکار کیا، اس پر سیرین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انس رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ کتابت کا معاملہ کر لے۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے سے مارا، اور یہ آیت پڑھی کہ ''غلاموں میں اگر خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کر لو۔'' چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے کتابت کا معاملہ کر لیا۔

٢٥٦٠ـ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ بَرِيرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَعَلَيْهَا خَمْسُ أَوَاقِي، نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِينَ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: وَنَفِسَتْ فِيهَا أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً، أَيَبِيعُكِ أَهْلُكِ، فَأُعْتِقَكِ، فَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا: لَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَنَا الْوَلَاءُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ. فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اشْتَرِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)) ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ)). [راجع: ٤٥٦] [مسلم: ٣٧٧٨]

(٢٥٦٠) لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اپنے مکاتبت کے معاملہ میں ان کی مدد حاصل کرنے کے لئے بریرہ رضی اللہ عنہا کو پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال کے اندر پانچ قسطوں میں ادا کرنی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، انہیں خود بریرہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرانے میں دلچسپی ہوگئی تھی، کہ یہ بتاؤ اگر میں انہیں ایک ہی مرتبہ (چاندی کے یہ پانچ اوقیہ) ادا کر دوں تو کیا تمہارے مالک تمہیں میرے ہاتھ بیچ دیں گے؟ پھر میں تمہیں آزاد کر دوں گی اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو جائے گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے ہاں گئیں اور ان کے آگے یہ صورت رکھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ صورت اس وقت منظور کر سکتے ہیں کہ رشتہ ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا ''تو خرید کر بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دے، ولاء تو اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور لوگوں کو خطاب فرمایا: ''کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی جڑ بنیاد کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جس کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی زیادہ حق اور زیادہ مضبوط ہے۔''

تشریح: اس تفصیلی مدلل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام ولونڈی اگر اپنے آقاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں اور ان میں اتنی اہلیت بھی ہو کہ کسی نہ کسی طرح اس معاملہ کو باحسن طریق پورا کریں گے تو آقاؤں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ معاملہ کر کے ان کو آزاد کر دیں۔ آیت کریمہ: ﴿ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ﴾ (۲۴/النور:۳۳) ''اگر تم ان میں خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کرلو۔'' میں خیر سے مراد یہ ہے کہ وہ کمائی کے لائق اور ایماندار ہوں، محنت مزدوری کر کے بدل کتابت ادا کر دیں، لوگوں کے سامنے بھیک مانگتے نہ پھریں: ﴿ وَآتُوهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾ (۲۴/النور:۳۳) ''اور اپنے مال میں سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے ان کی کچھ مدد بھی کرو۔'' سے مراد یہ کہ اپنے پاس سے ان کو بطور امداد کچھ دو، تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں یا بدل کتابت میں سے کچھ معاف کر دو۔

روح کے اثر کو اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں اور عبدالرزاق اور شافعی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عطاء نے واجب قرار دیا ہے کہ بشرط مذکور آقا غلام کی مکاتبت قبول کرلے۔ امام ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک اگر غلام مکاتبت کا خواہاں ہو تو مالک پر مکاتبت کر دینا واجب ہے۔ کیونکہ قرآن میں ﴿ فَكَاتِبُوهُمْ ﴾ امر کے لئے ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مگر جمہور یہاں امر کو بطور استحباب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عطاء نے جب اپنا خیال ظاہر کیا تو عمرو بن دینار نے ان سے سوال کیا کہ وجوب کا قول آپ نے کسی صحابی سے سنا ہے یا اپنے قیاس اور رائے سے ایسا کہتے ہو۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن دینار نے عطاء سے یہ پوچھا لیکن حافظ نے کہا یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ابن جریج نے عطاء سے یہ پوچھا۔ جیسے عبدالرزاق اور شافعی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس صورت میں قال عمرو بن دینار جملہ معترضہ ہوگا۔ اور نسفی کی روایت میں یوں ہے وقالہ عمرو بن دینار یعنی عمرو بن دینار بھی وجوب کے قائل ہوئے ہیں اور ترجمہ یوں ہوگا ''اور عمرو بن دینار نے بھی اس کو واجب کہا ہے'' ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ تم کسی سے روایت کرتے ہو؟

حضرت سیرین جن کا قول آگے مذکور ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور یہ محمد کے والد ہیں، جو محمد بن سیرین سے مشہور ہیں۔ تابعی، فقیہ اور ماہر علم تعبیر رؤیا ہیں۔ اس روایت کو عبدالرزاق اور طبری نے وصل کیا ہے۔

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے اور عمل بھی ظاہر ہے کہ وہ بشرط مذکور مکاتبت کو واجب کہتے تھے۔ جیسے ابن حزم اور ظاہریہ کا قول ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال میں ادا کرنی مقرر ہوئی تھی اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ بعض علما نے کہا کہ آیت کریمہ: ﴿ وَآتُوهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾ (۲۴/النور:۳۳) سے مکاتب کو مال زکوٰۃ میں سے بھی امداد دی جا سکتی ہے۔ دور حاضرہ میں ناحق مصائب قید میں گرفتار ہو جانے والے مسلمان مرد و عورت بھی حق رکھتے ہیں کہ ان کی آزادی کے لئے ان طریقوں سے مدد دی جائے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمر دس سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ میں قیام کیا۔ وہاں لوگوں کو ۹۱ھ تک علوم دین سکھاتے رہے۔ عمر سو سال کے لگ بھگ پائی۔ ان کی اولاد کا بھی شمار سو کے قریب ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب: مکاتب سے کونسی شرطیں کرنا درست ہیں اور جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے (اس کا کیا حکم ہے)

فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت کی ہے۔

٢٥٦١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ

(۲۵۶۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ سے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ

أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِيْ إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ، وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ بَرِيْرَةُ لأَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوْا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُوْنَ لَنَا وَلَاؤُكِ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ)). [راجع: ٤٥٦] [مسلم: ٣٧٧٧؛ ابوداود: ٣٩٢٩؛ ترمذي: ٢١٢٤؛ نسائي: ٤٦٦٩، ٤٦٧٠]

بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس اپنے معاملہ مکاتبت میں مدد لینے آئیں، ابھی انہوں نے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا تو اپنے مالکوں کے پاس جا اگر وہ یہ پسند کریں کہ تیرے معاملہ مکاتبت کی پوری رقم میں ادا کردوں اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے یہ صورت اپنے مالکوں کے سامنے رکھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اگر وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) تمہارے ساتھ ثواب کی نیت سے یہ نیک کام کرنا چاہتی ہیں تو انہیں اختیار ہے، لیکن تمہاری ولاء ہماری ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو خرید کر انہیں آزاد کردے۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کردے۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ''کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی کوئی ایسی شرط لگائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس کو ایسی شرطیں لگانا لائق نہیں خواہ وہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگا لے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی سب سے زیادہ معقول اور مضبوط ہے۔''

تشریح: ابن خزیمہ نے کہا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے ان کا عدم جواز یا عدم وجوب ثابت ہو اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شرط اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو اس کا لگانا باطل ہے۔ کیونکہ کبھی بیع میں کفالت کی شرط ہوتی ہے۔ کبھی ثمن میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اس قسم کے روپے ہوں یا اتنی مدت میں دیئے جائیں یہ شرطیں صحیح ہیں، گو اللہ کی کتاب میں ان کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہ شرطیں مشروع ہیں۔

٢٥٦٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا. قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٢١٥٦]

(٢٥٦٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک باندی خرید کر اسے آزاد کرنا چاہا، اس باندی کے مالکوں نے کہا کہ اس شرط پر ہم معاملہ کر سکتے ہیں کہ ولاء ہماری ہی رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ سے فرمایا: ''ان کی اس شرط کی وجہ سے تم نہ رکو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔''

تشریح: حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ بعض متاخرین نے ان کو چار سو تک پہنچا دیا ہے، جس میں اکثر تکلف ہے کچھ فوائد حافظ نے فتح الباری میں بھی ذکر فرمائے ہیں ان کو وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ اسْتِعَانَةِ الْمُكَاتَبِ، وَسُؤَالِهِ النَّاسَ

٢٥٦٣ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً، وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، فَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي. فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا، فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ((خُذِيهَا، فَأَعْتِقِيهَا، وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَأَيُّمَا شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، فَقَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، مَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَقُولُ: أَحَدُهُمْ أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٤٥٦] [مسلم: ٣٧٨٠؛ ابوداود: ٢٢٣٣؛ ترمذي: ١١٥٤؛ نسائي: ٣٤٥١]

باب: مکاتب کی دوسروں سے معاونت چاہنا اور لوگوں سے سوال کرنا کیسا ہے؟

(٢٥٦٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کا معاملہ کیا ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا پڑے گا۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالک پسند کریں تو میں انہیں (یہ ساری رقم) ایک ہی مرتبہ دے دوں اور پھر تمہیں آزاد کردوں، تو میں ایسا کرسکتی ہوں۔ لیکن تمہاری ولاء میری ہوگی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں تو انہوں نے اس صورت سے انکار کیا۔ (واپس آکر) انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کی یہ صورت ان کے سامنے رکھی تھی لیکن وہ اسے صرف اس صورت میں قبول کرنے کو تیار ہیں کہ ولاء ان کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے آپ کو مطلع کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو انہیں لے کر آزاد کردے اور انہیں ولاء کی شرط لگانے دے۔ ولاء تو بہرحال اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور لوگوں کو خطاب کیا۔ ''اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: تم میں سے کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی شرط ایسی ہو جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگالی جائیں۔ اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرط ہی مضبوط ہے کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، اے فلاں! آزاد تم کردو اور ولاء میرے ساتھ قائم رہے گی۔ ولاء تو صرف اسی کے ساتھ قائم ہوگی جو آزاد کرے گا۔''

تشریح: نو اوقیہ کا ذکر راوی کا وہم ہے۔ صحیح یہی ہے کہ پانچ اوقیہ پر معاملہ ہوا تھا۔ ممکن ہے شروع میں نو کا ذکر ہوا اور راوی نے اسی کو نقل کردیا ہو۔ یہ مضمون پیچھے مفصل ذکر ہو چکا ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں: ''ویمکن الجمع بان التسع اصل والخمس کانت بقیت علیها وبهذا جزم القرطبی والمحب الطبری...... الخ'' یعنی اس طرح جمع ممکن ہے کہ اصل میں معاملہ نو پر ہوا ہو اور پانچ باقی رہ گئے ہوں۔ قرطبی اور محب طبری نے اسی تطبیق پر جزم کیا ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ

باب: مکاتب جب اپنے آپ کو بیچ ڈالنے پر راضی ہو تو اس کو بیچ ڈالنا

تشریح: گو وہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہ ہوا ہو، اگر عاجز ہو گیا ہو تو وہ غلام ہو جاتا ہے اس کا بیچ ڈالنا سب کے نزدیک درست ہو جاتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تک وہ عاجز نہ ہو اس کی بیع درست نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنَى، مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ غلام ہی رہے گا۔ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا، جب تک ایک درہم بھی باقی ہے (مکاتب آزاد نہیں ہوگا) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ اپنی زندگی موت اور جرم (سب) میں غلام ہی مانا جائے گا۔

٢٥٦٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ بَرِيرَةَ، جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَتْ لَهَا: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَاحِدَةً فَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ بَرِيرَةُ ذٰلِكَ لِأَهْلِهَا، فَقَالُوا: لَا. إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى: فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٤٥٦]

(٢٥٦٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی یحییٰ بن سعید سے، وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے کہ بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ صورت پسند کریں کہ میں (مکاتبت کی ساری رقم) انہیں ایک ہی مرتبہ ادا کردوں اور پھر تمہیں آزاد کردوں تو میں ایسا کرسکتی ہوں۔ بریرہ نے اس کا ذکر اپنے مالک سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (ہمیں اس صورت میں یہ منظور ہے کہ) تیری ولاء ہمارے ہی ساتھ قائم رہے۔ مالک نے بیان کیا ان سے یحییٰ نے بیان کیا کہ عمرہ کو یقین تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اسے خرید کر آزاد کردے۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔"

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ تیرے اہل چاہیں تو میں تیری قیمت ایک دفعہ ہی ادا کردوں، یہیں سے باب کا مطلب نکلا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو مول لینا چاہا۔ تو معلوم ہوا کہ مکاتب کی بیع ہوسکتی ہے۔

بَابٌ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ: اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي، فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ

باب: اگر مکاتب کسی شخص سے کہے کہ مجھ کو خرید کر آزاد کردو تو وہ اسی غرض سے خرید لے

٢٥٦٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ حَدَّثَنِي أَبِي أَيْمَنُ قَالَ: دَخَلْتُ

(٢٥٦٥) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا

عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ، وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ، وَإِنَّهُمْ بَاعُونِي مِنَ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو الْمَخْزُومِيِّ، فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو، وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ. فَقَالَتْ: دَخَلَتْ بَرِيرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَقَالَتِ: اشْتَرِينِي وَأَعْتِقِينِي. قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَتْ: لَا يَبِيعُونِي حَتَّى يَشْتَرِطُوا وَلَائِي. فَقَالَتْ لَهَا: لَا حَاجَةَ لِي بِذَلِكَ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَلَغَهُ. فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ: لَهَا، فَقَالَ: ((اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُوا مَا شَاؤُوا)). فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ)).

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں پہلے عتبہ بن ابی لہب کا غلام تھا۔ ان کا جب انتقال ہوا تو ان کی اولاد میری وارث ہوئی۔ ان لوگوں نے مجھے عبداللہ بن ابی عمرو مخزومی کو بیچ دیا اور ابن ابی عمرو نے مجھے آزاد کر دیا۔ لیکن (بیچتے وقت) عتبہ کے وارثوں نے ولاء کی شرط اپنے لئے لگائی تھی (تو کیا یہ شرط صحیح ہے؟) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ میرے یہاں آئی تھیں اور انہوں نے کتابت کا معاملہ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ خرید کر آزاد کر دیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ایسا کر دوں گی (لیکن مالکوں سے بات چیت کے بعد) انہوں نے بتایا کہ وہ مجھے بیچنے پر صرف اس شرط کے ساتھ راضی ہیں کہ ولاء انہیں کے پاس رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے سنا یا عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ آپ کو اس کی اطلاع ملی۔ اس لئے آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا، انہوں نے صورت حال کی آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا: ''بریرہ کو خرید کر آزاد کر دے اور مالکوں کو جو بھی شرط چاہیں لگانے دو۔'' چنانچہ عائشہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ مالکوں نے چونکہ ولاء کی شرط رکھی تھی اس لئے نبی کریم ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع سے) خطاب فرمایا: ''ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ (اور جو آزاد نہ کریں) وہ سو شرطیں بھی لگا لیں (ولاء پھر بھی ان کے لیے نہیں ہو سکتی)۔''

تشریح: حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ ابولہب کے بیٹے تھے۔ رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی، یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے کو خریدنے اور آزاد کر دینے کی درخواست کی تھی اسی سے مضمون باب ثابت ہوا۔

الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں ۱۵ اپریل (۱۹۷۰) کو یہاں تک متن بخاری شریف کے پڑھنے سے فارغ ہوا۔ ساتھ ہی دعا کی کہ اللہ پاک خدمت بخاری شریف میں کامیابی بخشے اور ان سب دوستوں بزرگوں کے حق میں اسے بطور صدقہ جاریہ قبول کرے جو اس عظیم خدمت میں خادم کے ساتھ ہر ممکن تعاون فرما رہے ہیں۔ جزاهم الله احسن الجزاء فی الدنيا والآخرة۔ آمین

سند میں ایمن کا نام آیا ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''هو ايمن الحبشی المکی نزيل المدينة والد عبدالواحد وهو غير ايمن بن نايل الحبشی المکی نزيل عسقلان وكلاهما من التابعين وليس لوالد عبدالواحد فی البخاری سوى خمسة احاديث هذا واخران عن عائشة و حديثان عن جابر وكلها متابعة ولم يروعنه غير ولده عبدالواحد۔'' (فتح الباری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيْضِ عَلَيْهَا

ہبہ اور اس کی فضیلت اور اس کی ترغیب دلانے کا بیان

تشریح: ہبہ بلاعوض کسی شخص کو کوئی مال یا حق دے دینا۔ صدقہ بھی اسی طرح ہے مگر وہ محتاج کے لئے بہ نیت ثواب ہوتا ہے۔ ہبہ میں محتاج کی شرط نہیں ہے۔ لفظ ہبۃ وھب یھب کا مصدر ہے لفظ وہاب بھی اسی سے ہے جس کے معنی بہت ہی نعمتیں بخشنے والا کے ہیں۔ یہ لفظ اسماء الحسنیٰ میں داخل ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والهبة بكسر الهاء وتخفيف الباء الموحدة تطلق بالمعنى الاعم على انواع الابراء وهو هبة الدين ممن هو عليه والصدقة وهى هبة ما يتمحض به طلب ثواب الاخرة والهدية وهى ما يكرم به الموهوب له (الى آخره) وصنيع المصنف محمول على المعنى الاعم لانه ادخل فيها الهدايا۔" (فتح الباری جلد ٥ صفحه ٢٤٧)

یعنی لفظ ہبہ مختلف قسم کے نیک سلوک کرنے پر بولا جاتا ہے اور وہ دراصل مقروض پر سے قرض کا ہبہ کر دینا ہے اور لفظ صدقہ وہ ہبہ ہے جس سے محض ثواب مطلوب ہو اور ہدیہ وہ جو کسی کو اس کے اکرام کے طور پر دیا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عام معانی میں مراد لیا ہے اس لئے ہدایا کو بھی داخل فرمالیا ہے۔

٢٥٦٦۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ)). [طرفه في: ٦٠١٧]

(٢٥٦٦) ہم سے عاصم بن علی ابوالحسین نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لئے معمولی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمسائی کا حصہ خوشی سے قبول کرے، اس کے لینے سے ناک بھوں نہ چڑھائے۔ نہ زبان سے کوئی ایسی بات نکالے جس سے اس کی حقارت نکلے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے دل کو رنج ہوگا اور کسی مسلمان کا دل دکھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ اپنے پڑوس والوں کو تحفہ تحائف پیش کرنا سنت ہے گو وہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو۔ روایت میں بکری کے کھر کا ذکر ہے جو بیکار جان کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ہدیہ کی کم قیمت کے ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

٢٥٦٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ

(٢٥٦٧) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے یزید بن رومان سے، وہ عروہ سے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ نے عروہ سے

أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي، إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوْقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ نَارٌ. فَقُلْتُ: يَا خَالَةُ مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ جِيْرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَلْبَانِهِمْ، فَيَسْقِيْنَاهُ. [طرفاه في: ٦٤٥٨، ٦٤٥٩] [مسلم: ٧٤٥٢]

کہا، میرے بھانجے! نبی ﷺ کے عہد مبارک میں (یہ حال تھا کہ) ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے، اسی طرح دو دو مہینے گزر جاتے اور رسول کریم ﷺ کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لئے) آگ نہ جلتی تھی۔ میں نے پوچھا خالہ اماں! پھر آپ لوگ زندہ کس طرح رہتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صرف دو کالی چیزوں کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری پڑوسی تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول کریم ﷺ کے یہاں بھی ان کا دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے۔ آپ اسے ہمیں بھی پلایا کرتے تھے۔

تشریح: دودھ بطور تحفہ بھیجنا اس سے ثابت ہوا۔ دو مہینے میں تین چاند اس طرح دیکھتیں کہ پہلا چاند مہینے کے شروع ہونے پر دیکھا، پھر دوسرا چاند اس کے ختم پر تیسرا چاند دوسرے مہینے کے ختم پر۔ کالی چیزوں میں پانی کو بھی شامل کر ، حالانکہ پانی کالا نہیں ہوتا۔ لیکن عرب لوگ تثنیہ ایک چیز کے نام سے کر دیتے ہیں۔ جیسے شمسین قمرین چاند سورج دونوں کو کہتے ہیں۔ اس طرح ابیضین دودھ اور پانی دونوں کو کہہ دیتے ہیں اور صرف دودھ ابیض یعنی سفید ہوتا ہے۔ پانی کا تو کوئی رنگ ہی نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے دودھ کا بطور تحفہ ہدیہ وہبہ پیش کرنا ثابت ہوا۔ فوائد کے لحاظ سے یہ بہت ہی بڑا ہبہ ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کو پیش کرتا ہے۔

بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْهِبَةِ

باب: تھوڑی چیز ہبہ کرنا

٢٥٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ دُعِيْتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ)). [طرفه في: ٥١٧٨]

(۲۵۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، وہ سلیمان سے، وہ ابو حازم سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے بازو اور پائے (کے گوشت) پر بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں گا اور مجھے بازو یا پائے (کے گوشت) کا تحفہ بھیجا جائے تو اسے بھی قبول کرلوں گا۔''

تشریح: تحفہ کتنا ہی تھوڑا ہو قابل قدر ہے اور دعوت میں کچھ بھی پیش کیا جائے، دعوت بہر حال قابل قبول ہے۔ ان عملوں سے باہمی محبت پیدا ہوتی ہے جو اسلام کا اصلی منشا ہے۔ اس سے گوشت کا بطور ہبہ وتحفہ وہدیہ پیش کرنا ثابت ہوا، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک لفظ ہبہ ان سب پر بولا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا

باب: جو شخص اپنے دوستوں سے کوئی چیز بطور تحفہ مانگے

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا)).

ابو سعید نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگانا۔''

٢٥٦٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ

(۲۵۶۹) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو غسان محمد بن

غَسَّانَ، حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ قَالَ لَهَا: ((مُرِي عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَنَا أَعْوَادَ الْمِنْبَرِ)). فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا، فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَدْ قَضَاهُ، قَالَ: ((أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ)). فَجَاؤُوْا بِهِ فَاحْتَمَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.
[راجع: ۳۷۷]

مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہاجرہ عورت کے پاس (اپنا آدمی) بھیجا۔ ان کا ایک غلام بڑھئی تھا۔ ان سے آپ نے فرمایا: ''اپنے غلام سے ہمارے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنانے کے لئے کہیں۔'' چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا۔ وہ غابہ سے جا کر جھاؤ کاٹ لایا اور اسی کا ایک منبر بنا دیا جب وہ منبر بنا چکے تو اس عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ منبر بن کر تیار ہے۔ آپ ﷺ نے کہلوایا کہ ''اسے میرے پاس بھجوا دیں۔'' جب لوگ اسے لائے تو نبی اکرم ﷺ نے خود اسے اٹھایا اور جہاں تم اب دیکھ رہے ہو۔ وہیں آپ نے اسے رکھا۔

تشریح: رسول کریم ﷺ نے بطور ہدیہ خود ایک انصاری عورت سے فرمائش کی کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے ایک منبر بنوا دیں۔ چنانچہ تعمیل کی گئی اور غابہ کے جھاؤ کی لکڑیوں سے منبر تیار کر کے پیش کر دیا گیا۔ جب یہ پہلے دن استعمال کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کھجور کے تنے کا سہارا چھوڑ دیا جس پر آپ ٹیک دے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہی تنا تھا جو آپ کی جدائی کے غم میں سبک سبک کر (سسک سسک) کر رونے لگا تھا۔ جب آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تب وہ خاموش ہوا۔ مہاجر کا لفظ ابو غسان راوی کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عورت انصاری تھی۔ اس سے لکڑی کا منبر سنت ہونا ثابت ہوا جو بیشتر اہل حدیث مساجد میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۵۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَازِلٌ أَمَامَنَا وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ، وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَأَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا، وَأَنَا مَشْغُوْلٌ أَخْصِفُ نَعْلِي، فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِي بِهِ، وَأَحَبُّوْا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ، فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ. فَقَالُوْا: لَا وَاللّٰهِ، لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ. فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ

(۲۵۷۰) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ابو حازم سے، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سلمی سے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ مکہ کے راستے میں ایک جگہ میں رسول اللہ کے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا رسول کریم ﷺ ہم سے آگے قیام فرما تھے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) اور لوگ تو احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میرا احرام نہیں تھا میرے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا میں اس وقت اپنی جوتی گانٹھنے میں مشغول تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو خبر نہیں دی لیکن ان کی خواہش یہی تھی کہ کسی طرح میں گورخر کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے جو نظر اٹھائی تو گورخر دکھائی دیا۔ میں فوراً گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر زین کس کر سوار ہو گیا، مگر اتفاق سے (جلدی میں) کوڑا اور نیزہ دونوں بھول گیا۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دیں۔ انہوں نے کہا، ہرگز نہیں قسم اللہ کی ہم تمہاری (شکار میں) کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ ہم سب لوگ حالت احرام میں ہیں) مجھے اس پر غصہ آیا

فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ، فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوْا فِيهِ يَأْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوْا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ، وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي، فَأَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: ((مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا، حَتَّى نَفَّدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِيْ بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ. [راجع: ١٨٢١]
[مسلم: ٢٨٥٨؛ نسائي: ٤٣٥٦]

اور میں نے خود ہی اتر کر دونوں چیزیں لے لیں۔ پھر سوار ہو کر گورخر پر حملہ کیا اور اس کو شکار کر لایا۔ وہ مر بھی چکا تھا اب لوگوں نے کہا کہ اسے کھانا چاہیے۔ لیکن پھر احرام کی حالت میں اسے کھانے (کے جواز) پر شبہ ہوا۔ (لیکن بعض لوگوں نے شبہ نہیں کیا اور گوشت کھایا) پھر ہم آگے بڑھے اور میں نے اس گورخر کا بازو چھپا رکھا تھا۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو اس کے متعلق آپ سے سوال کیا، (آپ نے محرم کے لئے شکار کے گوشت کھانے کا فتویٰ دیا) اور دریافت فرمایا: ”کیا اس میں اسے کچھ بچا ہوا گوشت تمہارے پاس موجود بھی ہے؟“ میں نے کہا کہ جی ہاں! اور وہی بازو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ آپ بھی اس وقت احرام سے تھے (ابو حازم نے کہا کہ) مجھ سے یہی حدیث زید بن اسلم نے بیان کی، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح: ساتھیوں نے امداد سے انکار اس لئے کیا کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے اور احرام کی حالت میں نہ شکار کرنا درست ہے نہ شکار میں مدد کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے گوشت میں تحفہ کی خود خواہش فرمائی۔ اسی سے مقصد باب حاصل ہوا۔ ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ نے تیر بسم اللہ پڑھ کر چلایا ہوگا۔ پس وہ شکار حلال ہوا۔ دوست احباب میں تحفے تحائف لینے دینے بلکہ بعض دفعہ باہمی طور پر خود فرمائش کر دینے کا عام دستور ہے، اسی کا جواز یہاں سے ثابت ہوا۔

بَابُ مَنِ اسْتَسْقَى

باب: پانی (یا دودھ) مانگنا

وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْقِنِيْ)).

اور سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا ”مجھے پانی پلاؤ“ (اس سے اپنے ساتھیوں سے پانی مانگنا ثابت ہوا)۔

تشریح: سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ انصاری ہیں اور ابو عباس ان کی کنیت ہے، ان کا نام حزن تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو سہل سے بدل دیا، وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی، انہوں نے مدینہ میں ۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ ان سے ان کے بیٹے عباس اور زہری اور ابو حازم روایت کرتے ہیں۔

٢٥٧١ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ طُوَالَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: أَتَانَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِيْ دَارِنَا هَذِهِ، فَاسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا شَاةً لَنَا، ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَاءِ بِئْرِنَا هَذِهِ، فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبُوْ

(۲۵۷۱) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، کہا کہ مجھ سے ابو طوالہ نے جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھا، کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ ہمارے اسی گھر میں تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا۔ ہمارے پاس ایک بکری تھی، اسے ہم نے دوہا۔ پھر میں نے اس میں اسی کنویں کا پانی ملا کر

بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ، وَعُمَرُ تُجَاهَهُ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ. فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: ((الْأَيْمَنُونَ، الْأَيْمَنُونَ، أَلَا فَيَمِّنُوا)). قَالَ أَنَسٌ: فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [راجع: ٢٢٥٢] [مسلم: ٥٢٩١]

آپ کی خدمت میں (لسی بنا کر) پیش کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے تھے اور ایک دیہاتی آپ کے دائیں طرف تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پی کر فارغ ہوئے تو (پیالے میں کچھ دودھ بچ گیا تھا اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن آپ نے اسے دیہاتی کو عطا فرمایا (کیونکہ وہ دائیں طرف تھا) پھر آپ نے فرمایا: ''دائیں طرف بیٹھنے والے، دائیں طرف بیٹھنے والے ہی حق رکھتے ہیں۔ پس خبردار دائیں طرف ہی سے شروع کیا کرو۔'' انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔ تین مرتبہ (آپ نے اس بات کو دہرایا)۔

تشریح: مقصد باب اور خلاصہ حدیث واردہ یہ ہے کہ ہر انسان کے لئے اس کی مجلس زندگی میں دوست احباب کے ساتھ بے تکلفی کے بہت سے مواقع آجاتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ اس بارے میں تنگ نظر نہیں ہے، اس نے ایسے مواقع کے لئے ہر ممکن سہولتیں دی ہیں جو معیوب نہیں ہیں۔ مثلاً اپنے دوست احباب سے پانی پلانے کی فرمائش کرنا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لا کر پانی طلب فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی مزاج رسالت کے قدرداں تھے انہوں نے پانی اور دودھ ملا کر لسی بنا کر پیش کر دیا۔ آداب مجلس کا یہاں دوسرا واقعہ وہ پیش آیا جو روایت میں مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار اور اس کی اہمیت بتلانے کے لئے تین بار یہ لفظ دہرائے۔ واقعہ یہی ہے کہ سنت رسول کی بڑی اہمیت ہے خواہ وہ سنت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ فدایان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ہر کام میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھیں، اسی میں دارین کی بھلائی ہے۔

بَابُ قَبُولِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ

باب: شکار کا تحفہ قبول کرنا

وَقَبِلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَبِي قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے بازو کا تحفہ ابوقتادہ سے قبول فرمایا تھا۔

٢٥٧٢ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوا، فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِوَرِكِهَا أَوْ فَخِذَيْهَا ـ قَالَ: فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيهِ ـ فَقَبِلَهُ. قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ قَالَ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ. [طرفاه في: ٥٤٨٩، ٥٥٣٥] [مسلم: ٥٠٤٨؛

(٢٥٧٢) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن زید بن انس بن مالک نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مرالظہران نامی جگہ میں ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا لوگ (اس کے پیچھے) دوڑے اور اسے تھکا دیا اور میں نے قریب پہنچ کر اسے پکڑ لیا، پھر ابوطلحہ کے ہاں لایا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے پیچھے کا یا دونوں رانوں کا گوشت نبی کریم کی خدمت میں بھیجا (شعبہ نے بعد میں یقین کے ساتھ) کہا کہ دونوں رانیں انہوں نے بھیجی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا تھا میں نے پوچھا اور اس میں سے آپ نے کچھ تناول بھی فرمایا تھا؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہاں! کچھ

ابوداود: ۳۷۹۱؛ ترمذی: ۱۷۸۹؛ نسائی: ۴۲۲۳؛ ابن ماجه: ۳۲۴۳]

تناول بھی فرمایا تھا۔ اس کے بعد پھر انہوں نے کہا کہ آپ نے وہ ہدیہ قبول فرمالیا تھا۔

۲۵۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ: أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: ((أَمَا إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ)). [راجع: ۱۸۲۵]

(۲۵۷۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا ابن شہاب سے، وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گورخر کا تحفہ پیش کیا تھا آپ اس وقت مقام ابواء یا مقام ودان میں تھے (راوی کو شبہ ہے) آپ نے ان کا تحفہ واپس کردیا۔ پھران کے چہرے پر (رنج کے آثار) دیکھ کر فرمایا: ”میں نے یہ تحفہ صرف اس لئے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔“

تشریح: ”انما قبل الصيد من ابی قتادة ورده على الصعب مع انه ﷺ كان فی الحالين محرما لا ن المحرم لا يملك الصيد ويملك مذبوح الحلال لانه كقطعة لحم لم يبق فی حكم الصيد۔“ (عینی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا شکار قبول فرما لیا اور صعب بن جثامہ کا واپس فرمادیا۔ حالانکہ آپ ہر دو حالتوں میں محرم تھے، اس کی وجہ یہ کہ محرم شکار محض کو ملکیت میں نہیں لے سکتا، اور حلال ذبیحہ کو ملکیت میں لے سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ گوشت کے ٹکڑے کی مانند ہے جو شکار کے حکم میں باقی نہیں رہا پس صعب بن جثامہ کا پیش کردہ گوشت شکار محض تھا اور آپ محرم تھے لہٰذا آپ نے اسے واپس فرمادیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ

باب: ہدیہ کا قبول کرنا

۲۵۷۴۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّاسَ، كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ، يَبْتَغُوْنَ ـ أَوْ يَبْتَغُوْنَ ـ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [أطرافه في: ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۳۷۷۵] [مسلم: ۶۲۸۹]

(۲۵۷۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدہ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) تحائف بھیجنے کے لئے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اپنے ہدایا سے یا اس خاص دن کے انتظار سے (راوی کو شک ہے) لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

تشریح: خدمت نبوی میں تحفہ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں پیش کرنا ہر دو امور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا باعث تھے۔ راوی کے بیان کا یہی مطلب ہے۔

۲۵۷۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

(۲۵۷۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جعفر بن ایاس نے بیان کیا کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابن عباس کی خالہ ام حفید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر، گھی اور گوہ (سانہہ) کے تحائف بھیجے،

أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضُبًّا، فَأَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ، وَتَرَكَ الْأَضُبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [أطرافه في: ٥٣٨٩، ٥٤٠٢، ٧٣٥٨] [مسلم: ٥٠٣٩؛ ابوداود: ٣٧٩١؛ ترمذي: ١٧٨٩؛ نسائي: ٤٣٣٠؛ ابن ماجه: ٣٢٤٣]

آنحضرت ﷺ نے پنیر اور گھی میں سے تو تناول فرمایا لیکن گوہ پسند نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے (اسی) دسترخوان پر (گوہ کو بھی) کھایا گیا اور اگر وہ حرام ہوتی تو آپ کے دسترخوان پر کیوں کھائی جاتی۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے گوہ (ساہنہ) کا ہدیہ قبول تو فرمالیا، مگر خود نہیں کھایا، آپ کو یہ مرغوب نہ تھا۔ ہاں آپ کے دسترخوان پر اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھایا جو اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے مگر طبعی کراہیت سے کوئی اسے نہ کھائے تو وہ گناہگار نہ ہوگا ہاں اسے حرام کہنا غلط ہے۔

المحدث الکبیر حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " وذكر ابن خالويه ان الضب يعيش سبعمائة سنة وانه لا يشرب الماء ويبول فى كل اربعين يوما قطرة ولا يسقط له سن ويقال بل اسنانه قطعة واحدة وحكى غيره ان اكل لحمه يذهب العطش۔" یعنی ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے کہ گوہ (ساہنہ) سات سو سال تک زندہ رہتی ہے اور وہ پانی نہیں پیتی اور چالیس دن میں صرف ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت نہیں گرتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت ایک ہی قطعہ کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض کا ایسا بھی کہنا ہے کہ اس کا گوشت پیاس کو بجھا دیتا ہے۔

آگے حضرت مولانا فرماتے ہیں: " وقال النووى اجمع المسلمون على ان الضب حلال ليس بمكروه۔" یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ گوہ (ساہنہ) حلال ہے مکروہ نہیں ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب اسے مکروہ کہتے ہیں، ان حضرات کا یہ قول نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔ ترمذی کی روایت عن ابن عمر میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " لا اكله ولا احرمه۔" نہ میں اسے کھاتا ہوں نہ حرام قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کے ذیل حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد اختلف اهل العلم فى اكل الضب فرخص فيه بعض اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ وغيرهم وكرهه بعضهم ويروى عن ابن عباس انه قال اكل الضب على مائدة رسول الله ﷺ وانما تركه رسول الله ﷺ تقذرا۔"

(یعنی گوہ (ساہنہ) کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ پس اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بعض نے اس کے لئے رخصت دی ہے اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم نے بھی اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے دسترخوان پر گوہ (ساہنہ) کا گوشت کھایا گیا۔ مگر آپ نے طبعی کراہیت کی بنا پر نہیں کھایا۔

حضرت مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو قول الجمهور وهو الراجع المعول عليه۔" یعنی جمہور کا قول حلت ہی کے لئے ہے اور یہی قول راجح ہے جس پر فتویٰ دیا گیا ہے اور اس مسلک پر حضرت مولانا مرحوم نے آٹھ احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں اور مکروہ کہنے والوں کے دلائل پر بطریق احسن تبصرہ فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی جلد: ٣/ص: ٤٧، ٤٨ کا مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔

٢٥٧٦۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ

(٢٥٧٦) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا انہوں نے محمد بن زیاد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ: ((أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ)) فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ. قَالَ: لأَصْحَابِهِ: ((كُلُوْا)). وَلَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ. ضَرَبَ بِيَدِهِ ﷺ فَأَكَلَ مَعَهُمْ.

روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ دریافت فرماتے: ''یہ تحفہ ہے یا صدقہ؟'' اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے: ''کھاؤ۔'' آپ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ تحفہ ہے تو آپ ﷺ خود بھی ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ اسے کھاتے۔

تشریح: صدقے کو اس لئے نہ کھاتے کہ یہ آپ کے لئے اور آپ کی آل کے لئے حلال نہیں اور اس میں بہت سے مصالح آپ کے پیش نظر تھے جن کی بنا پر آپ نے اموال صدقات کو اپنے اور اپنی آل کے لئے کھانا ناجائز قرار دیا۔

٢٥٧٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ فَقِيلَ تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). [راجع: ١٤٩٥]

(۲۵۷۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ گوشت پیش کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے بطور صدقہ کے دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ان کے لئے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے (جب ان کے یہاں سے پہنچا تو) ہدیہ ہے۔''

تشریح: محتاج مسکین جب صدقہ یا زکوٰۃ کا مالک بن چکا تو اب وہ مختار ہے جسے چاہے کھلائے جس کو چاہے دے۔ امیر یا غریب کو اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہوگا۔

٢٥٧٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ، وَأَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلاَئَهَا، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). وَأُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ، فَقِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ هَذَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ)) وَخُيِّرَتْ. قَالَ عَبْدُالرَّحْمَنِ: زَوْجُهَا حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ قَالَ: شُعْبَةُ سَأَلْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ عَنْ زَوْجِهَا. قَالَ: لاَ أَدْرِيْ حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ. [راجع: ٤٥٦] [مسلم:

(۲۵۷۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا عبدالرحمٰن بن قاسم سے، شعبہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عبدالرحمٰن سے سنی تھی اور انہوں نے قاسم سے روایت کی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو (آزاد کرنے کے لئے) خریدنا چاہا۔ لیکن ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط اپنے لئے لگائی۔ جب اس کا ذکر رسول کریم ﷺ سے ہوا، تو آپ نے فرمایا: ''تو انہیں خرید کر آزاد کردے، ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔'' اور بریرہ رضی اللہ عنہا کے یہاں (صدقہ کا) گوشت آیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا یہ وہی ہے جو بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے۔ یہ ان کے لئے تو صدقہ ہے لیکن ہمارے لئے (چونکہ ان کے گھر سے بطور ہدیہ ملا ہے) ہدیہ ہے'' اور (آزادی کے بعد بریرہ رضی اللہ عنہا کو) اختیار دیا گیا تھا (کہ اگر چاہیں تو نکاح کو فسخ کرسکتی ہیں) عبدالرحمٰن نے پوچھا بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند (حضرت

۲۴۸۸، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳؛ نسائي: ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۴۶۵۷]

مغیث رضی اللہ عنہ) غلام تھے یا آزاد؟ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن سے ان کے خاوند کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں وہ غلام تھے یا آزاد۔

۲۵۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: ((أَعِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) قَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةَ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بُعِثَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ. قَالَ: ((إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا)).

[راجع: ۱۴۴۶]

(۲۵۷۹) ہم سے ابوالحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو خالد بن عبداللہ نے خبر دی، انہیں خالد حذاء نے حفصہ بنت سیرین سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا: ''کیا کوئی چیز (کھانے کی) تمہارے پاس ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جو آپ نے صدقہ کی بکری بھیجی تھی، اس کا گوشت انہوں نے بھیجا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ اپنی جگہ پہنچ چکی۔''

تشریح: یعنی اس کا کھانا اب ہمارے لئے جائز ہے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ صدقہ زکوٰۃ وغیرہ جب کسی مستحق شخص کو دے دیا جائے، تو وہ اب جس طرح چاہے اسے استعمال کر سکتا ہے، وہ چاہے کسی امیر غریب کو کھلا بھی سکتا ہے۔ بطور تحفہ بھی دے سکتا ہے۔ اب وہ اس کا ذاتی مال ہو گیا، وہ اس کا مالک بن گیا۔ اس کو خرچ کرنے میں اتنی ہی آزادی ہے جتنی کہ مالک کو ہوتی ہے۔ غریب آدمی کی دلجوئی کے لئے اس کا ہدیہ قبول کر لینا اور بھی موجب ثواب ہے۔

بَابُ مَنْ أَهْدَى إِلَى صَاحِبِهِ وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَائِهِ دُونَ بَعْضٍ

باب: اپنے کسی دوست کو خاص اس دن تحفہ بھیجنا جب کہ وہ اپنی ایک خاص بیوی کے پاس ہو

۲۵۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِي. وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ صَوَاحِبِي اجْتَمَعْنَ. فَذَكَرَتْ لَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا. [راجع: ۲۵۷۴] [ترمذي: ۳۸۷۹]

(۲۵۸۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لئے میری باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری سوکنیں (امہات المومنین رضی اللہ عنہن) جمع تھیں اس وقت انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے (بطور شکایت لوگوں کی اُس روش کا) ذکر کیا۔ تو آپ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

تشریح: اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی مرضی کے مختار تھے، آپ کے مزاج شناس تھے، وہ از خود ایسا کرتے تھے پھر انہیں روکا کیونکر جا سکتا تھا۔

۲۵۸۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نِسَاءَ، رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ

(۲۵۸۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس نے ان سے سلیمان نے ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی

حِزْبَيْنِ: فَحِزْبٌ فِيهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ، وَالْحِزْبُ الْآخَرُ: أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ عَائِشَةَ، فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ أَنْ يُهْدِيَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَخَّرَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ، فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَيَقُوْلُ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُهْدِيَ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ [بُيُوْتِ] نِسَائِهِ، فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ، فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا. فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا. فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْهِ قَالَتْ: فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ دَارَ إِلَيْهَا، فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا. فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِيْ شَيْئًا. فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِيْهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ. فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ. فَقَالَ لَهَا: ((لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ، فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِيْ، وَأَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ)). قَالَتْ: فَقُلْتُ أَتُوْبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَأَرْسَلْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ تَقُوْلُ: إِنَّ نِسَائَكَ يُنَاشِدْنَكَ اللَّهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ. فَكَلَّمَتْهُ. فَقَالَ: ((يَا بُنَيَّةُ، أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ)). فَقَالَتْ: بَلَى. فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ،

ازواج دو گروہوں میں تھیں۔ ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ اور دوسرے میں ام سلمہ اور بقیہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا علم تھا، اس لئے جب کسی کے پاس کوئی تحفہ ہوتا اور وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تو انتظار کرتا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی عائشہ کے گھر کی باری ہوتی تو تحفہ دینے والے صاحب اپنا تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجتے۔ اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت کی ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ رسول اللہ سے بات کریں تا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ جسے آپ کے یہاں تحفہ بھیجنا ہو وہ جہاں بھی آپ ہوں وہیں بھیجا کرے۔ چنانچہ ان ازواج کے مشورہ کے مطابق انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا لیکن آپ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ان خواتین نے پوچھا تو انہوں نے بتا دیا کہ مجھے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے کہا کہ پھر ایک مرتبہ کہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر جب آپ کی باری آئی تو دوبارہ انہوں نے آپ سے عرض کیا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔ جب ازواج نے پوچھا تو انہوں نے پھر وہی بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ازواج نے اس مرتبہ ان سے کہا کہ آپ ﷺ کو اس مسئلہ پر بلواؤ تو سہی۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے پھر کہا۔ آپ نے اس مرتبہ فرمایا: ”عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا اپنی بیویوں میں سے کسی کے کپڑے میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہے۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کے اس ارشاد پر انہوں نے عرض کیا، آپ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر ان ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ کہلوایا کہ آپ کی ازواج ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے لئے آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ ﷺ سے بات چیت کی۔ آپ نے فرمایا: ”میری بیٹی! کیا تم وہ پسند نہیں کرتی جو میں پسند کروں؟“ انہوں نے

فَأَخْبَرَتْهُنَّ: فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ. فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ، فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ، فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ، وَقَالَتْ: إِنَّ نِسَائَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ. فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا، حَتَّى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ. وَهِيَ قَاعِدَةٌ، فَسَبَّتْهَا حَتَّى إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيَنْظُرُ إِلَى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ؟ قَالَ: فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلَى زَيْنَبَ، حَتَّى أَسْكَتَتْهَا. قَالَتْ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى عَائِشَةَ، وَقَالَ: ((إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ)). وَقَالَ أَبُوْ مَرْوَانَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ. وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ. [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: الْكَلَامُ الْأَخِيْرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ]. [مسلم: ٦٢٩٠، ٦٢٩١؛ ترمذي: ٣٨٧٩؛ نسائي: ٣٩٥٤، ٣٩٥٥]

جواب دیا کہ کیوں نہیں، اس کے بعد وہ واپس آ گئیں اور ازواج مطہرات کو اطلاع دی۔ انہوں نے ان سے پھر دوبارہ خدمت نبوی میں جانے کے لئے کہا۔ لیکن آپ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا تو انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے سخت گفتگو کی اور کہا کہ آپ کی ازواج ابوقحافہ کی بیٹی کے بارے میں آپ سے اللہ کے لئے انصاف مانگتی ہیں اور ان کی آواز اونچی ہوگئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے (ان کے منہ پر) انہیں بھی برا بھلا کہا۔ رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کچھ بولتی ہیں یا نہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بول پڑیں اور زینب رضی اللہ عنہا کی باتوں کا جواب دینے لگیں اور آخر انہیں خاموش کر دیا۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: "یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔" اور ابو مروان نے بیان کیا ہشام سے اور انہوں نے عروہ سے کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے اور ہشام کی ایک روایت قریش کے ایک صاحب اور ایک دوسرے صاحب سے جو غلاموں میں سے تھے، بھی ہے۔ وہ زہری سے نقل کرتے ہیں اور وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب فاطمہ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی تو میں اس وقت آپ ﷺ ہی کی خدمت میں موجود تھی۔ امام بخاری نے کہا کہ آخر کلام فاطمہ کے واقعہ سے متعلق ہشام بن عروہ نے ایک اور شخص سے بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے روایت کی اور انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

تشریح: ہوا یہ کہ نبی کریم ﷺ کی بعض بیویاں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں جمع ہوئیں اور یہ کہا کہ تم نبی کریم ﷺ سے عرض کرو کہ آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ ہدیے اور تحائف بھیجنے میں یہ راہ نہ دیکھتے رہیں کہ نبی کریم ﷺ فلاں بیوی کے گھر تشریف لے جائیں تو ہم تحائف بھیجیں، بلاقید آپ کسی بیوی کے پاس ہوں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے عرض کیا، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کے معروضہ پر کچھ التفات نہیں فرمایا۔ وجہ التفات نہ فرمانے کی یہ تھی کہ ام المؤمنین ام سلمہ کی درخواست معقول نہ تھی۔ تحفہ بھیجنے والے کی مرضی جب چاہے بھیجے، اس کو جبراً کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا کہ فلاں وقت بھیجے فلاں وقت نہ بھیجے۔ اس طویل حدیث میں اسی واقعہ کی تفصیل مذکور ہے اور حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

جہاں تک بیویوں کے حقوق واجبہ کا تعلق تھا نبی کریم ﷺ نے سب کے لئے ایک ایک رات کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی اور اسی کے مطابق عمل درآمد ہو رہا تھا۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کچھ خصوصی اوصاف حسنہ تھے اور آپ انہی کی وجہ سے ان سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے

تحائف بھیجنے والے بعض صحابہ نے یہ سوچا کہ جب نبی کریم ﷺ عائشہ کی باری میں ان کے ہاں آیا کریں اس وقت ہدیہ تحفہ بھیجا کریں گے۔ اس پر دوسری ازواج مطہرات نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس خصوصیت سے روک دیں۔ مطالبہ درست نہ تھا لہٰذا آپ نے اس پر کوئی توجہ نہ فرمائی حتیٰ کہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو درمیان میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی! کیا تم ان کو دوست نہیں رکھتی جن کو میں دوست رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں بے شک میں بھی جسے آپ دوست رکھتے ہیں اس کو دوست رکھتی ہوں۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوست رکھتی رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا میں فرماتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں رسول کریم ﷺ کی بیوی ہیں۔ اللہ کی پھٹکار ہو ان بدزبان بے لگام نالائق لوگوں پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ والاشان میں زبان درازی کریں۔ هداهم الله الى صراط مستقيم۔ آمین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں زیادہ علم و فضل رکھتے تھے ویسے ہی ان کی صاحبزادی بھی عورتوں میں عالمہ اور فاضلہ اور مقررہ تھیں۔ ہزاروں اشعار ان کو برزبان یاد تھے۔ فصاحت اور بلاغت میں کوئی ان کا مثیل نہ تھا۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

اور سب سے بڑی فضیلت یہ کہ سرکار رسالت نے ان کو بہت سی خصوصیات کی بنا پر اپنی خاص رفیقہ حیات قرار دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا خاص اکرام کیا۔ وکفی به فضلا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس طویل حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ باب کا مضمون اس سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی خاص دوست کو تحفے تحائف اس کی خاص بیوی کی باری میں پیش کر سکتا ہے۔

الحمد للہ اپریل ۱۹۷۰ھ کی پانچ تاریخ تک کعبہ شریف مکہ مکرمہ میں یہ پارہ اس حدیث تک پڑھا گیا اور احادیث نبویہ کے لفظ لفظ پر غور و فکر کر کے اللہ سے کعبہ میں دعا کی گئی کہ وہ مجھے اس کے سمجھنے اور تحقیق حق کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ و مختصر جامع شرح لکھنے کی توفیق عطا کرے اور اس باقیات صالحات کا ثواب عظیم میرے مرحوم بھائی حاجی محمد علی عرف بلاری پیارو قریشی بنگلور کے حق میں بھی قبول کرے جن کی طرف سے حج بدل کرنے کے سلسلے میں مجھ کو زیارت حرمین کی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ — باب: جو تحفہ واپس نہ کیا جانا چاہیے

تشریح: شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کو ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تحفہ کی تین چیزیں نہ پھیری جائیں۔ تکیہ، تیل اور دودھ۔ ترمذی نے کہا تیل سے خوشبو مراد ہے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں بھی یہی ہے کہ خوشبو کو نہ رد کیا جائے۔ فدائیان سنت رسول اللہ ﷺ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

۲۵۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ لَا يَرُدُّ

(۲۵۸۲) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے عزرہ بن ثابت انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ نے بیان کیا، عزرہ نے کہا کہ میں ثمامہ بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے خوشبو عنایت فرمائی اور بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو واپس

الطِّيبَ. قَالَ: وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. [طرفه في: ٥٩٢٩] [ترمذي: ٢٧٨٩؛ نسائي: ٥٢٧٣]

نہیں کرتے تھے۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ رَأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

باب: جن کے نزدیک غائب چیز کا ہبہ کرنا درست ہے

تشریح: یعنی جو چیز ہبہ کے وقت حاضر نہ ہو، باب کی حدیث سے یہ مطلب اس طرح نکلا کہ قیدی اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر نہ تھے۔ مگر آپ نے ہوازن فتح کرنے والوں کو ہبہ کر دیئے۔ بعض نے کہا ہبہ غائب سے مراد یہ ہے کہ موہوب لہ غائب ہو جیسے ہوازن کے لوگ اس وقت حاضر نہ تھے لیکن آپ نے ان کے قیدی ان کو ہبہ کر دیئے۔

٢٥٨٣، ٢٥٨٤۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ قَامَ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا)). فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ. [راجع: ٢٣٠٧، ٢٣٠٨]

(٢٥٨٣،٨٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا ابن شہاب سے، ان سے عروہ نے ذکر کیا کہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور اللہ کی شان کے مطابق ثنا کے بعد آپ نے فرمایا: ''اما بعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں اور میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے (قیدیوں کو) واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ انہیں ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی واپس کر دے) اور ہمیں اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) سب سے پہلی جو غنیمت دے گا، اس میں سے ہم اسے معاوضہ دے دیں گے۔'' لوگوں نے کہا ہم آپ اپنی خوشی سے (ان کے قیدی واپس کر کے) آپ کا ارشاد تسلیم کرتے ہیں۔

تشریح: مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کنیت ابو عبدالرحمن ہے، زہری و قریشی ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ ہجرت نبوی کے دو سال بعد مکہ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث کی سماعت کی اور ان کو یاد رکھا۔ بڑے فقیہ اور افضل اور دیندار تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مدینہ ہی میں مقیم رہے بعد شہادت مکہ میں منتقل ہو گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ انہوں نے یزید کی بیعت کو پسند نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی مکہ ہی میں رہے جب تک کہ یزید نے لشکر بھیجا اور مکہ کا محاصرہ کر لیا اس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ ہی میں موجود تھے۔ چنانچہ اس محاصرہ میں مسور بن مخرمہ کو بھی منجنیق سے پھینکا ہوا، ایک پتھر لگا۔ یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اس پتھر سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ھ کی چاند رات کو ہوا۔ ان سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے۔

بَابُ الْمُكَافَأَةِ فِي الْهِبَةِ

باب: ہبہ کا معاوضہ (بدلہ) ادا کرنا

٢٥٨٥۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا. قَالَ أَبُو عَبْدِاللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ وَمُحَاضِرٌ، عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. [ابوداود: ٣٥٣٦؛ ترمذي: ١٩٥٣]

(٢٥٨٥) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے لیکن اس کا بدلہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو وکیع اور محاضر نے بھی روایت کیا، مگر انہوں نے اس کو ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کے الفاظ نہیں کہے۔

تشریح: حدیث کے آخر میں راوی کے الفاظ "لم یذکر وکیع ومحاضر عن هشام عن ابيه عن عائشة" کا مطلب یہ کہ وکیع اور محاضر ہر دو راویوں نے اس حدیث کو ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وصل نہیں کیا، بلکہ مرسلاً ہشام سے روایت کیا۔ ترمذی اور بزار نے کہا اس حدیث کو صرف عیسیٰ بن یونس نے وصل کیا۔ حافظ نے کہا وکیع کی روایت کو تو ابن ابی شیبہ نے نکالا، اور محاضر کی روایت مجھ کو نہیں ملی۔ بعض مالکیہ نے اس حدیث سے ہبہ کا بدلہ کرنا واجب رکھا ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں مستحب ہے قسطلانی نے کہا ہبہ بالمعاوضہ اگر معین اور معلوم معاوضہ کے بدل ہو تو بیع کی طرح درست ہوگا اور اگر معاوضہ مجہول ہو تو ہبہ صحیح نہ ہوگا۔

بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ

باب: باپ کا اپنے لڑکے کو کچھ ہبہ کرنا

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ، حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ)). وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ؟ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَتَعَدَّى. وَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عُمَرَ بَعِيرًا ثُمَّ أَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ، وَقَالَ: ((اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ)).

اور اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے، یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا اور ایسے ظلم کے ہبہ پر گواہ ہونا بھی درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عطایا کے سلسلہ میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو۔" اور کیا باپ اپنا عطیہ واپس بھی لے سکتا ہے؟ اور باپ اپنے لڑکے کے مال میں سے دستور کے مطابق جبکہ ظلم کا ارادہ نہ ہو، لے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا، اور پھر اسے آپ نے عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا اور فرمایا: "اس کا جو چاہے کر۔"

تشریح: اہلحدیث اور شافعی اور احمد اور جمہور علما کا یہی قول ہے کہ ہبہ میں رجوع جائز نہیں۔ مگر باپ جو اپنی اولاد کو ہبہ کرے، اس میں رجوع کر سکتا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح ہے۔ کسی شخص کو درست نہیں کہ اپنے عطیہ یا ہبہ میں رجوع کرے مگر والد جو اپنی اولاد کو دے اور حنفیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک قرابت دار مانع رجوع ہبہ ہے۔

٢٥٨٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ: أَنَّ أَبَاهُ، أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:

(٢٥٨٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابن شہاب سے، وہ حمید بن عبدالرحمن اور محمد بن نعمان بن بشیر سے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا ایسا ہی

إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا. فَقَالَ: ((أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ)). قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَارْجِعْهُ)).

غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''پھر (ان سے بھی) واپس لے لے۔''

[طرفاه في: ٢٥٨٧، ٢٦٥٠] [مسلم: ٤١٧٧، ٤١٧٨، ٤١٧٩؛ ترمذي: ١٣٦٧؛ نسائي: ٣٦٧٤، ٣٦٧٥، ٣٦٧٦، ٣٦٧٧؛ ابن ماجه: ٢٣٧٦]

تشریح: معلوم ہوا کہ اولاد کے لئے ہبہ یا عطیہ کے سلسلے میں انصاف ضروری ہے جو دیا جائے سب کو برابر برابر دیا جائے، ورنہ ظلم ہوگا۔ والد کے لئے ثابت ہوا کہ وہ اولاد سے اپنا عطیہ واپس لے سکتا ہے اور اولاد کے مال میں سے ضرورت کے وقت دستور کے موافق کھا بھی سکتا ہے۔ ابن حبان اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کہ اولاد میں عدل کرنا واجب ہے اور ایک کو دوسرے سے زیادہ دینا حرام ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ نعمان کے باپ نے اس کو باغ دیا تھا اور اکثر روایتوں میں غلام مذکور ہے۔ حافظ نے کہا، طاؤس اور ثوری اور اسحاق بھی امام احمد کے ساتھ متفق ہیں۔ بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ ایسا ہبہ ہی باطل ہے اور امام احمد صحیح کہتے ہیں اور اس پر رجوع واجب جانتے ہیں اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں عدل اور انصاف کرنا مستحب ہے۔ اگر کسی اولاد کو زیادہ دے تو ہبہ صحیح ہوگا لیکن مکروہ ہوگا حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں عمل الخليفتين کو نقل کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کا حکم استحباب کے لئے ہے مؤطا میں سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''انی کنت نحلتك نحلا فلو کنت اخترتیه لکان لك وانما هو الیوم للوارث۔'' (جلده صفحه ٢٦٩) یعنی میں نے تجھ کو کچھ بطور بخشش دینا چاہا تھا اگر تم اس کو قبول کر لیتیں تو وہ تمہارا ہو جاتا اور اب تو وہ وارثوں ہی میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عاصم کو کچھ بطور بخشش دیا تھا۔ مانعین نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ شیخین کے ان اقدامات پر ان کے دیگر بچے سب راضی تھے۔ اس صورت میں جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ بہر حال بہتر و اولیٰ مساوات ہی ہے۔

بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ

باب: ہبہ میں گواہ بنانا

٢٥٨٧ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟)) قَالَ: لَا.

(٢٥٨٧) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا حصین سے، وہ عامر سے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ (حاضر خدمت ہو کر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنا لوں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو

قَالَ: ((فَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)). قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ. [راجع: ٢٥٨٦] [مسلم: ٤١٨٠، ٤١٨٦؛ ابوداود: ٣٥٤٢؛ نسائي: ٣٦٨١، ٣٦٨١، ٣٦٨٣، ٣٦٨٤؛ ابن ماجه: ٢٣٧٥]

اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو۔'' چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔

تشریح: اس واقعہ سے ہبہ کے اوپر گواہ کرنا ثابت ہوا۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ پر گواہ بنانا چاہا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا

باب: خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو کچھ ہبہ کر دینا

قَالَ إِبْرَاهِيمُ: جَائِزَةٌ. وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَا يَرْجِعَانِ. وَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَائَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)). وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ قَالَ: لِامْرَأَتِهِ هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ كُلَّهُ. ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيهِ قَالَ: يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا، وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ، لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ خَدِيعَةٌ، جَازَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾. [النساء: ٤]

ابراہیم نخعی نے کہا کہ جائز ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ دونوں اپنا ہبہ واپس نہیں لے سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے دن عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اپنی دوسری بیویوں سے اجازت مانگی تھی (اور ازواج مطہرات نے اپنی اپنی باری ہبہ کر دی تھی) اور آپ نے فرمایا تھا: ''اپنا ہبہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی قے چاٹتا ہے۔'' زہری نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنا کچھ مہر یا سارا مہر مجھے ہبہ کر دے۔ (اور اس نے کر دیا) اس کے تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے (اپنے مہر کا ہبہ) واپس مانگا تو زہری نے کہا کہ اگر شوہر نے محض دھوکہ کے لئے ایسا کیا تھا تو اسے مہر واپس کرنا ہوگا۔ لیکن اگر بیوی نے اپنی خوشی سے مہر ہبہ کیا، اور شوہر نے بھی کسی قسم کا دھوکہ اس سلسلے میں اسے نہیں دیا، تو یہ صورت جائز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اگر تمہاری بیویاں دل سے اور خوش ہو کر تمہیں اپنے مہر کا کچھ حصہ دے دیں تو اسے خوشگواری اور مزے سے کھاؤ۔''

تشریح: یعنی اگر خاوند بیوی کو ہبہ کرے یا بیوی خاوند کو دونوں صورتوں میں ہبہ نافذ ہوگا اور رجوع جائز نہیں۔ ابراہیم نخعی اور عمر بن عبدالعزیز ان ہر دو کے اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ دوسری ازواج مطہرات نے اپنی اپنی باری کا حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔

٢٥٨٨۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَتْ عَائِشَةُ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ

(٢٥٨٨) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہوگئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں ایام مرض گزارنے کی اجازت چاہی اور آپ کو بیویوں نے اجازت دے دی تو

رَجْلَيْنِ، تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ، وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي: وَهَل تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. [راجع: ١٩٨]

آپ اس طرح تشریف لائے کہ دونوں قدم زمین پر رگڑ کھا رہے تھے۔ آپ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور صاحب کے درمیان تھے۔ عبیداللہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن کا نام نہیں لیا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

تشریح: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مرض الوفات تھا۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس موقع پر جملہ ازواج مطہرات نے اپنی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

٢٥٨٩۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)). [طرافه في: ٢٦٢١، ٢٦٢٢، ٦٩٧٥] [مسلم: ٤١٧٦؛ نسائي: ٣٦٩٣، ٣٧٠٣]

(٢٥٨٩) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے پھر چاٹ جاتا ہے۔''

تشریح: امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے اسی حدیث سے دلیل لی ہے اور ہبہ میں رجوع ناجائز رکھا ہے۔ صرف باپ کو اس ہبہ میں رجوع جائز رکھا ہے جو وہ اپنی اولاد کو کرے۔ بدلیل دوسری حدیث کے جو اوپر گزر چکی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اگر اجنبی شخص کو کچھ ہبہ کرے تو اس میں رجوع جائز رکھا ہے جب تک وہ شے موہوب اپنے حال پر باقی ہو اور اس کا عوض نہ ملا ہو۔

بَابُ هِبَةِ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: اگر عورت اپنے خاوند کے سوا اور کسی کو کچھ ہبہ کرے یا غلام لونڈی کو آزاد کرے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو یہ ہبہ جائز ہے

إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيهَةً، فَإِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾. [النساء: ٥]

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورت بے عقل نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بے عقل ہوگی تو جائز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دو۔''

تشریح: اگر اس عورت کا خاوند ہبہ کے وقت موجود نہ ہو، مر گیا ہو یا عورت نے نکاح ہی نہ کیا ہو تب تو بالاتفاق ہبہ درست ہے، عورت اگر دیوانی ہے تو ہبہ جائز نہ ہوگا۔ جمہور علما کا یہی قول ہے اور امام مالک کے نزدیک عورت کا ہبہ جب اس کا خاوند موجود ہو بغیر خاوند کی اجازت کے صحیح نہ ہوگا گو وہ عقل والی ہو۔ مگر تہائی مال تک نافذ ہوگا وصیت کی طرح۔

٢٥٩٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ،

(٢٥٩٠) ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج

عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ مَا لِي مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: ((تَصَدَّقِي، وَلَا تُوْعِي فَيُوْعَى عَلَيْكِ)). [راجع: ١٤٣٤]

نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے عباد بن عبداللہ نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس صرف وہی مال ہے جو (میرے شوہر) زبیر نے میرے پاس رکھا ہوا ہے تو کیا میں اس میں سے صدقہ کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: "صدقہ کرو، جوڑ کے نہ رکھو، کہیں تم سے بھی (اللہ کی طرف سے نہ) روک لیا جائے۔"

٢٥٩١ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ)). [راجع: ١٤٣٤]

(٢٥٩١) ہم سے عبیداللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خرچ کیا کر گنا نہ کر، تاکہ تمہیں بھی گن کے نہ ملے۔ اور جوڑ کے نہ رکھو، تاکہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ (اپنی نعمتوں کو) نہ چھپالے۔"

تشریح: یعنی اللہ پاک بھی تیرے اوپر کشائش نہیں کرے گا اور زیادہ روزی نہیں دے گا۔ اگر خیرات کرے گی، صدقہ دے گی تو اللہ پاک اور زیادہ دے گا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ خاوند والی عورت کا ہبہ صحیح ہے۔ کیونکہ ہبہ اور صدقے کا ایک ہی حکم ہے۔

٢٥٩٢ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ: أَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي؟ قَالَ: ((أَوَفَعَلْتِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِيهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ)). وَقَالَ بَكْرُ ابْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، أَنَّ مَيْمُوْنَةَ أَعْتَقَتْ. [طرفه في: ٢٥٩٤] [مسلم: ٢٣١٧]

(٢٥٩٢) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے بکیر نے، ان سے ابن عباس کے غلام کریب نے اور انہیں (ام المؤمنین) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے ایک لونڈی نبی کریم ﷺ سے اجازت لئے بغیر آزاد کردی۔ پھر جس دن نبی کریم ﷺ کی باری آپ کے گھر آنے کی تھی، انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کو معلوم بھی ہوا، میں نے ایک لونڈی آزاد کردی ہے۔ آپ نے فرمایا: "اچھا تم نے آزاد کردیا؟" انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: "اگر اس کے بجائے تم نے اپنے ننھیال والوں کو دی ہوتی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا۔" اس حدیث کو بکیر بن مضر نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے کریب سے روایت کیا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی آزاد کردی۔ اخیر تک۔

٢٥٩٣ـ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:

(٢٥٩٣) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی زہری سے، وہ عروہ سے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [أطرافه في: ٢٦٣٧، ٢٦٦١، ٢٦٨٨، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧٠، ٢٨٧٩، ٤٠٢٥، ٤١٤١، ٤٦٩٠، ٤٧٤٩، ٤٧٥٠، ٤٧٥٧، ٥٢١٢، ٧٥٠٠، ٧٥٤٥] [ابوداود: ٢١٣٨]

ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے لئے قرعہ اندازی کرتے اور جن کا قرعہ نکل آتا انہیں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی تمام ازواج کے لئے ایک دن اور رات کی باری مقرر کر دی تھی، البتہ (آخر میں) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، اس سے ان کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی رضا حاصل کرنی تھی۔

تشریح: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی کافی تھی، اور ان کو رسول کریم ﷺ کی خوشنودی بھی مقصود تھی، اس لئے انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی، مقصد باب یہ کہ اس قسم کا ہبہ جو باہمی رضامندی سے ہو جائز و درست ہے۔

بَابٌ: بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ؟

باب: ہدیہ کا اولین حقدار کون ہے؟

٢٥٩٤ـ وَقَالَ بَكْرٌ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَهَا فَقَالَ لَهَا: ((وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ أَخْوَالِكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ)). [راجع: ٢٥٩٢]

(۲۵۹۴) اور بکر بن مضر نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے بکیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے (بیان کیا کہ) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "اگر وہ تمہارے ننھیال والوں کو دی جاتی تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ تحائف کے اولین حقدار عزیز واقربا اور رشتہ دار ہیں۔

٢٥٩٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: ((إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا)). [راجع: ٢٢٥٩]

(۲۵۹۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ابو عمران جونی سے، ان سے بنو تیم بن مرہ کے ایک صاحب طلحہ بن عبداللہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، تو مجھے کس کے گھر ہدیہ بھیجنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: "جس کا دروازہ تم سے قریب ہو۔"

تشریح: یہ اشارہ اس طرف ہے کہ رشتہ داروں کے بعد اس پڑوسی کا حق ہے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے۔ فرمایا کہ آپس میں تحائف دیا کرو اس

سے محبت بڑھے گی۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ

باب: جس نے کسی عذر سے ہدیہ قبول نہیں کیا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالعَزِيْزِ: كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَدِيَّةً، وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ.

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہدیہ تو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہدیہ تھا، لیکن آج کل تو رشوت ہے۔

٢٥٩٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُخْبِرُ: أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ بِالأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ، فَقَالَ: صَعْبٌ فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي قَالَ: ((لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ، وَلَكِنَّا حُرُمٌ)).

[راجع: ١٨٢٥]

(٢٥٩٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک گورخر ہدیہ کیا تھا۔ آپ اس وقت مقام ابواء یا ودان میں تھے اور محرم تھے۔ آپ نے وہ گورخر واپس کر دیا۔ صعب نے کہا کہ اس کے بعد جب آپ نے میرے چہرے پر (ناراضی کا اثر) ہدیہ کی واپسی کی وجہ سے دیکھا، تو فرمایا: ''ہدیہ واپس کرنا مناسب تو نہ تھا، لیکن بات یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔''

تشریح: گویا کسی وجہ کی بنا پر ہدیہ واپس بھی کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وجہ معقول اور شرعی ہو۔ وہ ہدیہ بھی ناجائز ہے جو کسی ناجائز مقصد کے حصول کے لئے بطور رشوت پیش کیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا یہی مقصد ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: " فان كان لمعصية فلا يحل وهو الرشوة وان كان لطاعة فيستحب وان كان لجائز فجائز۔" ان کا مطلب بھی وہی ہے جو مذکور ہوا کہ رشوت یا کسی گناہ کے لئے ہو تو وہ حلال نہیں ہے اور اگر جائز کام کے لئے ہے تو وہ مستحب ہے۔

٢٥٩٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً مِنَ الأَزْدِ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ الأُتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي. قَالَ: ((فَهَلاَّ جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ، فَيَنْظُرُ يُهْدَى لَهُ أَمْ لاَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلاَّ جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ: إِنْ

(٢٥٩٧) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا زہری سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ قبیلہ ازد کے ایک صحابی کو جنہیں ابن اتبیہ کہتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے صدقے وصول کرنے کے لئے عامل بنایا۔ پھر جب وہ واپس آئے تو کہا کہ یہ تم لوگوں کا ہے (یعنی بیت المال کا) اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے والد یا اپنی والدہ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا۔ دیکھتا وہاں بھی انہیں ہدیہ ملتا ہے یا نہیں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس (مال زکوٰۃ) میں سے اگر کوئی شخص کچھ بھی (ناجائز) لے لے گا تو قیامت کے دن اسے وہ اپنی گردن پر

كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ)). ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهِ، حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ: ((اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ! اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) ثَلَاثًا. [راجع: ٩٢٥]

اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ اپنی آواز نکالتا ہوا آئے گا، گائے ہے تو وہ اپنی اور اگر بکری ہے تو وہ اپنی آواز نکالتی ہوگی۔'' پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی بھی دیکھ لی (اور فرمایا) ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟'' تین مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا)

تشریح: اس سے ناجائز ہدیہ کی مذمت ثابت ہوئی۔ حاکم، عامل جو لوگوں سے ڈالیاں وصول کرتے ہیں وہ بھی رشوت میں داخل ہیں ایسے ناجائز مال حاصل کرنے والوں کو قیامت کے دن ایسے عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ

باب: اگر ہبہ یا ہبہ کا وعدہ کر کے کوئی مر جائے اور وہ چیز موہوب لہ (جس کو ہبہ کی گئی اس) کو نہ پہنچی ہو

وَقَالَ عَبِيدَةُ: إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ. إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ.

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا اگر ہبہ کرنے والا مر جائے اور موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہو گیا، وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو وہ موہوب لہ کے وارثوں کا ہوگا اور اگر موہوب لہ کا قبضہ ہونے سے پیشتر واہب مر جائے تو وہ واہب کے وارثوں کو ملے گا۔ اور امام حسن بصری نے کہا کہ فریقین میں سے خواہ کسی کا بھی پہلے انتقال ہو جائے، ہبہ موہوب لہ کے ورثا کو ملے گا۔ جب موہوب لہ کا وکیل اس پر قبضہ کر چکا ہو۔

٢٥٩٨۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا)) ثَلَاثًا. فَلَمْ يَقْدَمْ حَتَّى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَعَدَنِي. فَحَثَى لِي ثَلَاثًا. [راجع: ٢٢٩٦]

(٢٥٩٨) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا: ''اگر بحرین کا مال (جزیہ کا) آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپ مال دوں گا۔'' لیکن بحرین سے مال آنے سے پہلے ہی آپ وفات فرما گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک منادی سے یہ اعلان کرنے کے لئے کہا کہ جس سے نبی کریم ﷺ کا کوئی وعدہ ہو یا آپ پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں آپ کے یہاں گیا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تو انہوں نے تین لپ بھر کر مجھے دیئے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ گویا نبی کریم ﷺ نے جابر کو مشروط طور پر بحرین کے مال آنے پر تین لپ مال ہبہ فرما دیا، مگر نہ مال آیا اور نہ آپ وعدہ پورا کر سکے۔ بعد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کا وعدہ پورا فرمایا اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

بَابٌ: كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ؟

باب: غلام لونڈی اور سامان پر کیسے قبضہ ہوسکتا ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ)).

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے تو اسے خریدا، پھر فرمایا: ''عبداللہ یہ اونٹ تو لے لے۔''

٢٥٩٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَقْبِيَةً، وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِيْ. قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ، وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: ((خَبَأْنَا هَذَا لَكَ)). قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ((رَضِيَ مَخْرَمَةُ)). [أطرافه في: ٢٦٥٧، ٣١٢٧، ٥٨٠٠، ٥٨٦٢، ٦١٣٢] [مسلم: ٢٤٣١، ٢٤٣٢؛ ابوداود: ٤٠٢٨؛ ترمذي: ٢٨١٨؛ نسائي: ٥٣٣٩]

(٢٥٩٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن ابی ملیکہ سے اور وہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس میں سے ایک بھی نہیں دی۔ انہوں نے (مجھ سے) کہا، بیٹے چلو، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اندر جاؤ اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کرو کہ میں آپ کا منتظر کھڑا ہوا ہوں، چنانچہ میں اندر گیا اور حضور اکرم ﷺ کو بلا لایا۔ آپ اس وقت انہیں قباؤں میں سے ایک قبا پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے یہ تمہارے لئے چھپا رکھی تھی، لو اب یہ تمہاری ہے۔'' مسور نے بیان کیا کہ (میرے والد) مخرمہ رضی اللہ عنہ نے قبا کی طرف دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''مخرمہ! خوش ہوا یا نہیں؟''

تشریح: بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے۔ والد نے کہا اب مخرمہ راضی ہوا۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ جب آپ نے وہ اچکن مخرمہ رضی اللہ عنہ کو دی تو ان کا قبضہ پورا ہوگیا۔ جمہور کے نزدیک ہبہ میں جب تک موہوب لہ کا قبضہ نہ ہو اس کی ملک پوری نہیں ہوتی اور مالکیہ کے نزدیک صرف عقد سے ہبہ تمام ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر موہوب لہ اس وقت تک قبضہ نہ کرے کہ واہب کسی اور کو وہ چیز ہبہ کر دے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْآخَرُ، وَلَمْ يَقُلْ: قَبِلْتُ

باب: اگر کوئی ہبہ کرے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے لیکن زبان سے قبول نہ کرے

تشریح: مطلب یہ کہ ہبہ میں زبان سے ایجاب قبول کرنا ضروری نہیں اور شافعیہ نے اس کو شرط رکھا ہے۔ البتہ صدقہ میں زبان سے ایجاب وقبول کسی نے ضروری نہیں رکھا۔

٢٦٠٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ:

(٢٦٠٠) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا زہری سے، وہ حمید بن عبدالرحمن سے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہلاک ہوگیا آپ نے دریافت فرمایا:

هَلَكْتُ. فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي رَمَضَانَ. قَالَ: ((تَجِدُ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِعَرَقٍ- وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيهِ تَمْرٌ- فَقَالَ: ((اذْهَبْ بِهَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ)). قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا، ثُمَّ قَالَ: ((اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ)). [راجع: ١٩٣٦]

''کیا بات ہوئی؟'' عرض کیا کہ رمضان میں میں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ''تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟'' کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا: ''کیا دو مہینے پے درپے روزے رکھ سکتے ہو؟'' کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا: ''کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟'' اس پر بھی جواب تھا کہ نہیں۔ بیان کیا کہ اتنے میں ایک انصاری عرق لائے۔ (عرق کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا ہوتا تھا جس میں کھجور رکھی جاتی تھی) آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اسے لے جا اور صدقہ کر دے'' انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ ضرورت مند پر صدقہ کردوں؟ اور اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ سارے مدینے میں ہم سے زیادہ محتاج اور کوئی گھرانہ نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ''پھر جا، اپنے ہی گھر والوں کو کھلا دے۔''

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ

باب: اگر کوئی اپنا قرض کسی کو ہبہ کر دے

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: هُوَ جَائِزٌ. وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ، أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ)). وَقَالَ جَابِرٌ: قُتِلَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ غُرَمَائَهُ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي، وَيُحَلِّلُوا أَبِي.

شعبہ نے کہا اور ان سے حکم نے کہ یہ جائز ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو اپنا قرض معاف کر دیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اگر کسی کا دوسرے شخص پر کوئی حق ہے تو اسے ادا کرنا چاہیے یا معاف کرالے۔'' جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ میرے باغ کی (صرف موجودہ) کھجور (اپنے قرض کے بدلے میں) قبول کر لیں اور میرے والد پر (جو قرض باقی رہ جائے اسے) معاف کر دیں۔

تشریح: فرمان نبوی جو یہاں منقول ہے اس سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ حق قرض کو بھی شامل ہے جب اس کو معاف کرانے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ قرض کا معاف کرنا درست ہے۔ خواہ خود وہ قرضدار کو معاف کردے یا دوسرے شخص کو وہ قرض دے ڈالے کہ تم وصول کرلو اور اپنے کام میں لاؤ۔ مالکیہ کے نزدیک غیر شخص کو بھی دین کا ہبہ درست ہے اور شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ مدیون کو دین کا ہبہ کرنا سب کے نزدیک درست ہے۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی کنیت ابو محمد ہے۔ نبی کریم ﷺ کے نواسے اور جنت کے پھول ہیں، جنت کے تمام جوانوں کے سردار ۳ھ رمضان المبارک کی پندرھویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔ وفات ۵۰ھ میں واقع ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ ان سے ان کے بیٹے حسن بن حسن اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

جب ان کے والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں شہید ہوئے تو لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی جن کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد خلافت کا کام پندرھویں جمادی الاول ۴۱ھ میں کیا گیا۔ ان کے اور فضائل کتاب المناقب میں آئیں گے۔

٢٦٠١ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَكَلَّمْتُهُ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِيْ، وَيُحَلِّلُوْا أَبِيْ، فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَائِطِي، وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَلَكِنْ قَالَ: ((سَأَغْدُوْ عَلَيْكَ)). قَالَ فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ، فَدَعَا فِيْ ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا، فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ، ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لِعُمَرَ: ((اسْمَعْ ـوَهُوَ جَالِسٌ- يَا عُمَرُ)). فَقَالَ عُمَرُ: أَلَّا نَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللَّهِ، وَاللَّهِ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللَّهِ.[راجع: ٢١٢٧]

(٢٦٠١) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے، وہ ابن کعب بن مالک سے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ احد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید ہو گئے (اور قرض چھوڑ گئے) قرض خواہوں نے تقاضے میں بڑی شدت کی، تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس سلسلے میں گفتگو کی، آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں (جو بھی ہوں) اور میرے والد کو (جو باقی رہ جائے وہ قرض) معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے میرا باغ انہیں نہیں دیا اور نہ ان کے لئے پھل تڑوائے بلکہ فرمایا: ''کل صبح میں تمہارے یہاں آؤں گا۔'' صبح کے وقت آپ تشریف لائے اور کھجور کے درختوں میں ٹہلتے رہے اور برکت کی دعا فرماتے رہے پھر میں نے پھل توڑ کر قرض خواہوں کے سارے قرض ادا کر دیئے اور میرے پاس کھجور بچ بھی گئی اس کے بعد میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''سن لو عمر!'' اور وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہمیں تو پہلے سے معلوم ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ قسم خدا کی! اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

تشریح: عینی نے کہا اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جابر کے قرض خواہوں سے یہ سفارش فرمائی کہ باغ میں جتنا میوہ نکلے وہ اپنے قرض کے بدلے لے لو اور جو قرضہ باقی رہے وہ معاف کر دو، گویا باقی دین کا جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ ہوا۔

بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ

باب: ایک چیز کئی آدمیوں کو ہبہ کرے تو کیسا ہے؟

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيْقٍ: وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ، وَقَدْ أَعْطَانِيْ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ، فَهُوَ لَكُمَا.

اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا سے وراثت میں مجھے غابہ (کی زمین) ملی تھی۔ معاویہ نے مجھے اس کا ایک لاکھ (درہم) دیا لیکن میں نے اسے نہیں بیچا یہی تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

تشریح: یعنی مشاع کا ہبہ جائز ہے مثلاً ایک غلام یا ایک گھر چار آدمیوں کو ہبہ کیا۔ ہر ایک کا اس میں حصہ ہے۔ حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں جو چیز تقسیم کے قابل نہ ہو جیسے چکی یا حمام اس کا تو بطور مشاع ہبہ جائز ہے اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو، جیسے گھر وغیرہ اس کا ہبہ بطور مشاع کے

درست نہیں۔ (وحیدی)

باب کا مطلب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے اس طرز عمل سے نکلتا ہے کہ انہوں نے اپنی جائداد بطور مشاع کے دونوں کو ہبہ کردی۔ قاسم بن محمد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اور عبداللہ بھتیجے کے بیٹے، غابہ مدینہ کے متصل ایک گاؤں تھا۔ جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کچھ زمین تھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہر دو کو زمین ہبہ فرمائی۔ اسی سے ترجمۃ الباب نکلا۔

٢٦٠٢۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ((إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هَؤُلَاءِ)). فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدًا. فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ. [راجع: ٢٣٥١]

(٢٦٠٢) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے وہ ابو حازم سے وہ سہل بن سعد سے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پینے کو کچھ لایا، (دودھ یا پانی) آپ نے اسے نوش فرمایا، آپ کے دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا اور بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اس بچے سے فرمایا: ''اگر تو اجازت دے (تو بچا ہوا پانی) میں ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟'' لیکن اس نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ کے جوٹھے میں سے ملنے والے کسی حصہ کا میں ایثار نہیں کرسکتا۔ آنحضرت ﷺ نے پیالہ جھٹکے کے ساتھ اسی کی طرف بڑھا دیا۔

تشریح: حافظ نے کہا، چونکہ نبی کریم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا کہ وہ اپنا حصہ بوڑھوں کو ہبہ کردیں اور بوڑھے کئی تھے اور ان کا حصہ مشاع تھا، اس لئے مشاع کو ہبہ کا جواز نکلا اور ثابت ہوا کہ ایک چیز کئی اشخاص کو مشترک طور پر ہبہ کی جاسکتی ہے۔

بَابُ الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ الْمَقْبُوضَةِ وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ

باب: جو چیز قبضہ میں ہو یا نہ ہو اور جو چیز تقسیم ہوگئی ہو اور جو نہ ہوئی ہو، اس کے ہبہ کا بیان

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ، وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.

اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے قبیلہ ہوازن کو ان کی تمام غنیمت ہبہ کردی، حالانکہ اس کی تقسیم نہیں ہوئی تھی۔

٢٦٠٣۔ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَقَضَانِي وَزَادَنِي. [راجع: ٤٤٣]

(٢٦٠٣) اور ثابت بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے محارب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (سفر سے لوٹ کر) مسجد میں حاضر ہوا تو آپ نے (میرے اونٹ کی قیمت) ادا کی اور کچھ زیادہ بھی دیا۔

تشریح: جو چیز قبضہ میں ہو اس کا ہبہ تو بالاتفاق درست ہے اور جو چیز قبضے میں نہ ہو اس کا ہبہ اکثر علما کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا جواز اس طرح اسی مال کے ہبہ کا جواز جو تقسیم نہ ہوا ہو، باب کی حدیث سے نکالا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے لوٹ کا مال جو ابھی مسلمانوں کے قبضے میں نہیں آیا تھا، نہ تقسیم ہوا تھا، ہوازن کے لوگوں کو ہبہ کردیا۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ قبضہ تو ہوگیا تھا کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے گو تقسیم نہ ہوئے تھے۔

ثابت بن محمد کا قول مذکور بقول بعض تطبیق نہیں ہے۔ کیونکہ بعض نسخوں میں یوں ہی حدثنا ثابت یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم سے ثابت نے بیان کیا۔

دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ شاید مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ وہ اونٹ بھی آپ نے مجھ کو ہبہ کر دیا تو قبضہ سے پہلے ہبہ ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کو جو سونا یا چاندی قیمت سے زیادہ دلوایا اسے جابر رضی اللہ عنہ نے بطور تبرک ہمیشہ اپنے پاس رکھا اور خرچ نہ کیا۔ یہاں تک کہ یوم الحرۃ آیا۔ یہ لڑائی ۶۳ھ میں ہوئی۔ جب یزیدی فوج نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا۔ حرہ مدینہ کا ایک میدان ہے وہاں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اسی جنگ میں ظالموں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس تبرک نبوی کو چھین لیا۔ آج کل بھی جگہ جگہ بہت سی چیزیں لوگوں نے تبرکات کے نام سے رکھی ہوئی ہیں۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بتلائے جاتے ہیں اور کہیں قدم مبارک کے نشان وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ سب بے سند چیزیں ہیں اور ان کے بارے میں خطرہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افترا ہوں اور ایسے مفتری اپنے آپ کو زندہ دوزخی بنا لیں۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے اوپر کوئی افترا باندھا وہ زندہ دوزخی ہے۔

٢٦٠٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: بِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعِيْرًا فِيْ سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ: ((ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)). فَوَزَنَ ـ قَالَ شُعْبَةُ: أُرَاهُ فَوَزَنَ لِيْ ـ قَالَ: فَأَرْجَحَ، فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَ الْحَرَّةِ. [راجع: ٤٤٣]

(۲۶۰۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، محارب بن دثار سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں ایک اونٹ بیچا تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ۔'' پھر آپ نے وزن کیا۔ شعبہ نے بیان کیا، میرا خیال ہے کہ (جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) میرے لئے وزن کیا (آپ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے) اور (اس پلڑے کو جس میں سکہ تھا) جھکا دیا۔ (تاکہ مجھے زیادہ ملے) اس میں سے کچھ تھوڑا سا میرے پاس جب سے محفوظ تھا۔ لیکن شام والے (اموی لشکر) یوم حرہ کے موقع پر مجھ سے چھین کر لے گئے۔

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب ثابت فرمانے کے لئے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کا معاملہ پیش کیا ہے کہ اسلامی لشکر کے قبضہ میں آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر ہوازن والوں کو ہبہ فرما دیا تھا۔ دوسرا واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ خریدا، پھر مدینہ واپس آ کر اس کی قیمت ادا فرمائی اور ساتھ ہی مزید آپ نے اور بھی بطور بخشش ہبہ فرمایا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

٢٦٠٥ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ((أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ)). فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللّٰهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا. فَتَلَّهُ فِيْ يَدِهِ. [راجع: ٢٣٥١]

(۲۶۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابوحازم سے وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پینے کو لایا گیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک بچہ تھا اور قوم کے بڑے لوگ بائیں طرف تھے۔ آپ نے بچے سے فرمایا: ''کیا تمہاری طرف سے اس کی اجازت ہے کہ میں بچا ہوا پانی ان بزرگوں کو دے دوں۔'' تو اس بچے نے کہا کہ نہیں قسم اللہ کی! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصہ کا ہرگز ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر

آنحضرت ﷺ نے مشروب ان کی طرف جھٹکے کے ساتھ بڑھا دیا۔

تشریح: اگرچہ حق اس لڑکے ہی کا تھا مگر نبی کریم ﷺ کی سفارش قبول نہ کی جس پر آپ نے جھٹکے کے ساتھ اسے وہ پیالہ دے دیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: "والحق كما قال ابن بطال انه ﷺ سأل الغلام ان يهب نصيبه للاشياخ وكان نصيبه منه مشاعا غير متميز فدل على صحة هبة المشاع والله اعلم ـ" (فتح) یعنی حق یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لڑکے سے فرمایا کہ وہ اپنا حصہ بڑے لوگوں کو ہبہ کر دے، اس کا وہ حصہ ابھی تک مشترک تھا۔ اسی سے مشاع کے ہبہ کرنے کی صحت ثابت ہوئی۔

٢٦٠٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ دَيْنٌ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: ((دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً)). وَقَالَ: ((اشْتَرُوْا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ)). فَقَالُوْا: إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ. قَالَ: ((فَاشْتَرُوْهَا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَوْخَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ٢٣٠٥]

(٢٦٠٦) ہم سے عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے، ان سے سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص کا رسول اللہ ﷺ پر قرض تھا (اس نے سختی کے ساتھ تقاضا کیا) تو صحابہ اس کی طرف بڑھے۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، حق والے کو کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی ہی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس کے لئے ایک اونٹ اسی کے اونٹ کی عمر کا خرید کر اسے دے دو۔'' صحابہ نے عرض کیا کہ اس سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسی کو خرید کر دے دو کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرض کے ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔''

تشریح: بعض نے کہا اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ابورافع کو وکیل کیا تھا۔ انہوں نے اونٹ خریدا تو ان کا قبضہ نبی کریم ﷺ کا قبضہ تھا۔ اس لئے قبضہ سے پہلے یہ ہبہ نہ ہوا اور اس کا جواب یہ ہے کہ ابورافع صرف خریدنے کے لئے وکیل ہوئے تھے نہ ہبہ کے لئے، تو ان کا قبضہ ہبہ کے احکام میں نبی کریم ﷺ کا قبضہ نہ تھا۔ پس امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب حدیث سے نکل آیا اور غیر مقبوض کا ہبہ ثابت ہوا۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ أَوْ وَهَبَ رَجُلٌ جَمَاعَةً جَازَ

باب: اگر کئی شخص کئی شخصوں کو ہبہ کریں یا ایک آدمی کئی شخصوں کو ہبہ کرے تو جائز ہے

٢٦٠٧، ٢٦٠٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ، فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ:

(٢٦٠٧، ٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا ان سے لیث نے، کہا ہم سے عقیل نے ابن شہاب سے، وہ عروہ سے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں تو آپ نے ان سے فرمایا: ''میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اسے بھی تم دیکھ رہے ہو اور سب سے

((مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاؤُوْنَا تَائِبِيْنَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ: ((إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا. فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: هَذَا الْآخِرُ قَوْلُ الزُّهْرِيِّ فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

زیادہ سچی بات ہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے تم لوگ ان دو چیزوں میں سے ایک ہی لے سکتے ہو، یا اپنے قیدی لے لو یا اپنا مال۔ میں نے تو تمہارا پہلے ہی انتظار کیا تھا۔" اور نبی کریم ﷺ طائف سے واپسی پر تقریباً دس دن تک (مقام جعرانہ میں) ان لوگوں کا انتظار فرماتے رہے۔ پھر جب ان لوگوں کے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ آنحضرت ان کی صرف ایک ہی چیز واپس فرما سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں ہی کو (واپس لینا) پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کو خطاب کیا، آپ نے اللہ کی اس کی شان کے مطابق تعریف بیان کی اور فرمایا: "اما بعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس اب توبہ کر کے آئے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہیں ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اس لئے جو صاحب اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہیں وہ ایسا کر لیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہوں کہ اپنے حصے کو نہ چھوڑیں بلکہ ہم انہیں اس کے بدلے میں سب سے پہلی غنیمت کے مال میں سے معاوضہ دیں، تو وہ بھی (اپنے موجودہ قیدیوں کو) واپس کر دیں۔" سب صحابہ نے اس پر کہا، یا رسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے انہیں واپس کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "لیکن واضح طور پر اس وقت یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون اپنی خوشی سے دینے کے لئے تیار ہے اور کون نہیں۔ اس لئے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس جائیں اور تمہارے چودھری لوگ تمہارا معاملہ لا کر پیش کریں۔" چنانچہ سب لوگ واپس ہو گئے اور نمائندوں نے ان سے گفتگو کی اور واپس ہو کر آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ تمام لوگوں نے خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ زہری کا آخری قول تھا۔ یعنی یہ کہ "قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے۔"

تشریح: باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ صحابہ نے جو متعدد لوگ تھے، ہوازن کے لوگوں کو جو متعدد تھے، قیدیوں کا ہبہ کیا۔

بَابُ مَنْ أُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ جُلَسَاؤُهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

باب: اگر کسی کو کچھ ہدیہ دیا جائے اس کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوں تو وہ ہدیہ جس کو دیا جائے وہ ہی

اس کا زیادہ حقدار ہے

تشریح: اس سے مقصود اس قول کا ابطال ہے الهدايا مشترك ایک بزرگ کے سامنے یہ قول بیان کیا گیا، انہوں نے کہا، تنہا خوشترک۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جُلَسَائَهُ شُرَكَاءُ. وَلَمْ يَصِحَّ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو یہ منقول ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے بھی اس ہدیہ میں شریک ہوں گے یہ روایت صحیح نہیں۔

٢٦٠٩ـ حَدَّثَنَا محمد ابْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَخَذَ سِنًّا فَجَاءَ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: ((إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً)). ثُمَّ قَضَاهُ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ وَقَالَ: ((أَفْضَلُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع:٢٦٠٥]

(٢٦٠٩) ہم سے محمد ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی شعبہ سے، انہیں سلمہ بن کہیل نے، انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک اونٹ بطور قرض لیا، قرض خواہ تقاضا کرنے آیا (اور نازیبا گفتگو کی) تو آپ نے فرمایا کہ ”حق والے کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔“ پھر آپ نے اس سے اچھی عمر کا اونٹ اسے دلا دیا اور فرمایا کہ ”تم میں افضل وہ ہے جو ادا کرنے میں سب سے بہتر ہو۔“

تشریح: باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ اس زیادتی میں دوسرے لوگ جو وہاں بیٹھے تھے شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ اسی کو ملی جس کا اونٹ آپ پر قرض تھا۔

٢٦١٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَكَانَ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، وَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ ﷺ فَيَقُولُ أَبُوهُ: يَا عَبْدَ اللهِ لَا يَتَقَدَّمِ النَّبِيَّ ﷺ أَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((بِعْنِيهِ)). فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ لَكَ. فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ، فَاصْنَعْ بِهِ مَاشِئْتَ)). [راجع: ٢١١٥]

(٢٦١٠) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا عمرو سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے۔ وہ اونٹ آنحضرت ﷺ سے بھی آگے بڑھ جایا کرتا تھا۔ اس لئے ان کے والد (عمر رضی اللہ عنہ) کو تنبیہ کرنی پڑتی تھی کہ اے عبداللہ! نبی کریم ﷺ سے آگے کسی کو نہ ہونا چاہیے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”عمر! اسے مجھے بیچ دے۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ تو آپ ہی کا ہے آنحضرت نے اسے خرید لیا۔ پھر فرمایا: ”عبداللہ! یہ اب تیرا ہے جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔“

تشریح: مطابقت ظاہر ہے کہ عبداللہ کے ساتھ والے اس اونٹ میں شریک نہیں ہوئے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی دوررس نظر بصیرت سے اس امر کو ثابت فرمایا ہے کہ مجلس میں خواہ کتنے ہی لوگ بیٹھے ہوں، ہدیہ صرف اس کو دیا جائے گا جو اس کا مستحق ہے۔ اسی باریک بینی نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ مقام عطا فرمایا کہ فن حدیث کی گہرائیوں تک پہنچنا یہ صرف آپ کا حصہ تھا جس کی وجہ سے وہ امیر المؤمنین فی الحدیث سے مشہور ہوئے۔ اب آپ کے اس خداداد منصب سے کوئی حسد کرتا ہے یا عناد، اس سے انکار کرتا ہے تو وہ کرتا رہے حدیث نبوی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر فانی قبولیت دی جو تا قیام دنیا قائم رہے گی۔ ان شاء اللہ۔

بَابٌ: إِذَا وَهَبَ بَعِيرًا لِرَجُلٍ

باب: اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور دوسرا شخص

وَهُوَ رَاكِبُهُ، فَهُوَ جَائِزٌ

وہ اونٹ اس کو ہبہ کر دے تو درست ہے

٢٦١١۔ وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، وَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: ((بِعْنِيهِ)). فَبَاعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ)). [راجع:٢١]

(٢٦١١) اور حمیدی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے عمرو نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "یہ اونٹ مجھے بیچ دے۔" چنانچہ آپ نے اسے خرید لیا اور پھر فرمایا "عبداللہ! تو یہ اونٹ لے جا۔" (میں نے یہ تجھ کو بخش دیا)۔

تشریح: حضرت عبداللہ اونٹ پر سوار تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی حالت میں اسے خرید لیا اور پھر از راہ نوازش عبداللہ کو اسی حالت میں اسے ہبہ فرما دیا، اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

باب: ایسے کپڑے کا تحفہ دینا جس کا پہننا مکروہ ہو

تشریح: کراہت عام ہے تنزیہی ہو یا تحریمی اہل حدیث حرام کو بھی مکروہ کہہ دیتے ہیں۔

٢٦١٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ قَالَ: ((إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ)). ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ فَأَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً، وَقَالَ: أَكَسَوْتَنِيهَا وَقُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا)). فَكَسَا عُمَرُ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا. [راجع: ٨٨٦]

(٢٦١٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ (بک رہا) ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اسے خرید لیتے اور جمعہ کے دن اور وفود کی ملاقات کے مواقع پر اسے زیب تن فرمالیا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب یہ دیا کہ "اسے وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔" کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ کے یہاں بہت سے (ریشمی حلے آئے اور آپ نے ایک حلہ ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی عنایت فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ آپ یہ مجھے پہننے کے لئے عنایت فرما رہے ہیں حالانکہ آپ خود عطارد کے حلوں کے بارے میں جو کچھ فرمانا تھا، فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اسے تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔" چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا، جو مکہ میں رہتا تھا۔

تشریح: عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدی بنی تمیم کا بھیجا ہوا ایک شخص تھا۔ پہلا جوڑا جس کے خریدنے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی تھی، وہی لایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ریشمی حلے کا ہدیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش فرمایا جس کو خود استعمال کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جائز نہ تھا۔ تفصیل معلوم کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ اپنے ایک غیر مسلم سگے بھائی کو دے دیا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا اور یہ بھی کہ اپنے عزیز اگر غیر مسلم ہوں پر دین

ہیں تب بھی ان کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک کرنا چاہیے کیونکہ یہ انسانیت کا تقاضا ہے اور مقام انسانیت بہرحال ارفع واعلیٰ ہے۔

٢٦١٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا مَوْشِيًّا)). فَقَالَ: ((مَا لِي وَلِلدُّنْيَا)). فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ: لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ. قَالَ: ((تُرْسِلُ بِهِ إِلَى فُلَانٍ. أَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ)). [ابوداود: ٤١٤٩]

(٢٦١٣) ہم سے ابوجعفر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ کے گھر میں تشریف لے گئے، لیکن اندر نہیں گئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا (کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف نہیں لائے) علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر جب آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اس کے دروازے پر دھاری دار پردہ لٹکا دیکھا تھا'' (اس لئے واپس چلا آیا) آپ نے فرمایا: ''مجھے دنیا (کی آرائش وزیبائش) سے کیا سروکار'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر ان سے آپ کی گفتگو کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے جس طرح کا چاہیں اس سلسلے میں حکم فرمائیں (آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو) آپ نے فرمایا: ''فلاں گھر میں اسے بھجوا دیں۔ انہیں اس کی ضرورت ہے۔''

تشریح: دروازہ پر کپڑا بطور پردہ لٹکانا ناجائز نہ تھا، مگر محض زیب و زینت کے لئے حضرت فاطمہ کو ہدایت فرمائی اور ایک موقع پر آیت کریمہ ﴿وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى﴾ (٩٣/الضحیٰ:٤) کی روشنی میں ارشاد ہوا کہ میرے لئے میری آل کے لئے دنیاوی تعیش اور ترفع لائق نہیں، اللہ نے ہمارے لئے، سب کچھ آخرت میں تیار فرمایا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بہت ہی پیاری بیٹی ہیں، جن کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ دنیا و آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ رمضان ٢ھ میں ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ذی الحجہ میں رخصتی عمل میں آئی۔ ان کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے حضرت حسن و حسین حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ وفات نبوی کے چھ ماہ بعد مدینہ طیبہ ہی میں بعمر ٢٨ سال انتقال فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ شب میں دفن کی گئیں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ سچا نہیں پایا۔ انہوں نے فرمایا جب کہ ان دونوں کے درمیان کسی بات میں کبیدگی تھی کہ یارسول اللہ! ان ہی سے پوچھ لیجئے کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتی ہیں۔ مزید مناقب اپنے مقام میں آئیں گے۔ (رضی اللہ عنہا)

١٤ اپریل ٧٠ء میں اس حدیث تک کعبہ شریف مکۃ المکرمہ میں بغور وفکر متن بخاری شریف پارہ دس کو پڑھا گیا۔ اللہ پاک قلم کو لغزش سے بچا۔ اور کلام رسول اللہ ﷺ کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کا صحیح ترجمہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تشریحات میں بھی اللہ پاک فہم و فراست نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

٢٦١٤ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي.

(۲۶۱۴) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبردی، کہا کہ میں نے زید بن وہب سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک ریشمی حلہ ہدیہ میں دیا تو میں نے اسے پہن لیا۔ لیکن جب غصے کے آثار روئے مبارک پر دیکھے تو اسے اپنی عورتوں میں پھاڑ کر تقسیم کر دیا۔

[طرفاه في: ٥٣٦٦، ٥٨٤٠][مسلم: ٥٤٢٣]

تشریح: ابوصالح کی روایت میں یوں ہے فاطموں کو بانٹ دیا، یعنی فاطمہ الزہرا اور فاطمہ بنت اسد کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب کو اور فاطمہ بنت شیبہ یا بنت عتبہ بن ربیعہ کو جو عقیل بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔

بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

باب: مشرکین کا ہدیہ قبول کر لینا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام بِسَارَةَ فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ: أَعْطُوهَا آجَرَ)). وَأُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ. وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، فَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ''ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو وہ ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک کافر بادشاہ یا (یہ کہا کہ) ظالم بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے کہا کہ انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) آجر (ہاجرہ علیہا السلام) دے دو۔'' نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (خیبر کے یہودیوں کی طرف سے دشمنی میں) ہدیہ کے طور پر بکری کا ایسا گوشت پیش کیا گیا تھا جس میں زہر تھا۔ ابوحمید نے بیان کیا کہ ایلہ کے حاکم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سفید خچر اور چادر ہدیہ کے طور بھیجی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اسے لکھوایا کہ وہ اپنی قوم کے حاکم کی حیثیت سے باقی رہے (کیونکہ اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا)۔

تشریح: دومۃ الجندل ایک شہر کا نام تھا تبوک کے قریب۔ وہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن نصرانی تھا۔ حضرت خالد بن ولید اسے گرفتار کر کے لائے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا کیونکہ وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے ہدیہ مذکور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

کہتے ہیں حضرت سارہ بہت خوبصورت تھیں۔ ان کے حسن و جمال کی تعریف سن کر بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا۔ بعض لوگوں نے اس کا نام عمرو بن امرء القیس بتلایا ہے۔ حضرت ہاجرہ اس کی بیٹی تھی۔ بادشاہ نے حضرت سارہ کی کرامت دیکھ کر چاہا کہ اس کی بیٹی اس مبارک خاندان میں داخل ہو کر برکتوں سے حصہ پائے۔ حضرت ہاجرہ کو لونڈی باندی کہنا غلط ہے۔ جس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ ایلہ نامی مقام مذکورہ مکہ سے مصر جاتے ہوئے سمندر کے کنارے ایک بندرگاہ تھی وہاں کے عیسائی حاکم کا نام یوحنا بن اوبہ تھا۔ ان روایات کے نقل کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ مشرکین و کفار کے ہدایا کو قبول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

٢٦١٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ

(۲۶۱۵) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے

قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ جُبَّةُ سُنْدُسٍ، وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا)). [طرفاه في: ٢٦١٦، ٣٢٤٨] [مسلم: ٦٣٥١]

بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دبیز قسم کے ریشم کا ایک جبہ ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ اس کے استعمال سے (مردوں کو) منع فرماتے تھے۔ صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی (کہ کتنا عمدہ ریشم ہے) آپ نے فرمایا "(تمہیں اس پر حیرت ہے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔"

٢٦١٦ـ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: إِنَّ أُكَيْدِرَ دُومَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٦١٥]

(۲۶۱۶) سعید نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ دومہ (تبوک کے قریب ایک مقام) کے اکیدر (نصرانی) نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔

٢٦١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيَّةً، أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا فَقِيلَ: أَلَا تَقْتُلُهَا. قَالَ: ((لَا)). فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [مسلم: ٥٧٠٥، ٥٧٠٦؛ ابوداود: ٤٥٠٨]

(۲۶۱۷) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ہشام بن زید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت لائی، آپ نے اس میں سے کچھ کھایا (لیکن فوراً ہی فرمایا کہ اس میں زہر پڑا ہوا ہے) پھر جب اسے لایا گیا (اور اس نے زہر ڈالنے کا اقرار بھی کرلیا) تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کردیا جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا: "نہیں۔" اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے تالو میں محسوس کیا۔

تشریح: اثر سے مراد اس زہر کا رنگ ہے یا اور کوئی تغیر جو آپ کے تالوئے مبارک میں ہوا ہوگا۔ کہتے ہیں بشر بن براء ایک صحابی نے بھی ذرا سا گوشت اس میں سے کھالیا تھا وہ مر گئے۔ جب تک وہ مرے نہ تھے آپ نے صحابہ کو اس عورت کے قتل سے منع فرمایا۔ چونکہ آپ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بھی آپ کی نبوت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ جب بشر رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو ان کے قصاص میں وہ عورت بھی ماری گئی۔ معلوم ہوا زہر خورانی سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو زہر کھلانے والے کو قصاصاً قتل کرسکتے ہیں اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفات کے قریب ارشاد فرمایا اے عائشہ! جو کھانا میں نے خیبر میں کھالیا تھا، یعنی یہی زہر آلود گوشت، اس نے اب اثر کیا اور میری شاہ رگ کاٹ دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت بھی عطا فرمائی۔ (وحیدی)

اس واقعہ سے ان غالی مبتدعین کی بھی تردید ہوتی ہے جو نبی کریم ﷺ کو مطلقاً عالم الغیب کہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں صاف اللہ نے آپ سے اعلان کرایا ہے: ﴿لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (۷/الاعراف:۱۸۸) یعنی میں غیب جاننے والا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور کبھی کوئی تکلیف مجھ کو نہ پہنچ سکتی۔ پس جو لوگ عقیدہ بالا رکھتے ہیں وہ سراسر گمراہی میں گرفتار ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین

٢٦١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ

(۲۶۱۸) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معتمر بن

ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنكُمْ طَعَامٌ)). فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ، فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟)) أَوْ قَالَ: ((أَمْ هِبَةً)). لَا، بَلْ بَيْعٌ. فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً، فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوَى، وَايْمُ اللَّهِ مَا فِي الثَّلَاثِينَ وَالْمِائَةِ إِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ، فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ، فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ، وَشَبِعْنَا، فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ. أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ٢٢١٦]

سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے ابوعثمان نے بیان کیا اوران سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم ایک سو تیس آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ایک سفر میں) تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا ''کیا کسی کے ساتھ کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟'' ایک صحابی کے ساتھ تقریباً ایک صاع کھانا (آٹا) تھا۔ وہ آٹا گوندھا گیا۔ پھر ایک لمبا تڑنگا مشرک پریشان بال بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا ''یہ بیچنے کے لئے ہیں یا کسی کا عطیہ ہے یا آپ نے (عطیہ کی بجائے) ہبہ فرمایا۔'' اس نے کہا کہ نہیں بیچنے کے لئے ہیں۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی پھر ذبح کی گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی کلیجی بھوننے کے لئے کہا۔ اللہ کی قسم! ایک سوتین اصحاب میں سے ہر ایک کو اس کلیجی میں سے کاٹ کے دیا۔ جو موجود تھے انہیں تو آپ نے فوراً ہی دے دیا اور جو اس وقت موجود نہیں تھے ان کا حصہ محفوظ رکھ لیا۔ پھر بکری کے گوشت کو دو بڑی قابوں میں رکھا گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ جو کچھ قابوں میں بچ گیا تھا اسے اونٹ پر رکھ کر ہم واپس لائے۔ او کما قال

تشریح: اس سے بھی کسی کافر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا یا اس سے کوئی چیز خریدنا ثابت ہوا اور نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی دعا سے وہ قلیل گوشت سب کے لئے کافی ہو گیا۔

بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ

باب: مشرکوں کو ہدیہ دینا

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾. [الممتحنة:٨]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو لوگ تم سے دین کے بارے میں لڑے نہیں اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے انہوں نے نکالا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے معاملہ میں انصاف کرنے سے تمہیں نہیں روکتا۔''

تشریح: اس آیت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ مشرکوں اور کافروں سے دنیاوی اخلاق اور سلوک منع نہیں ہے۔

٢٦١٩۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى عُمَرُ حُلَّةً عَلَى رَجُلٍ تُبَاعُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ابْتَعْ هَذِهِ

(٢٦١٩) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کے یہاں ایک ریشمی حلہ (جوڑا) بک رہا ہے۔ تو آپ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ یہ جوڑا خرید لیجئے

الْحُلَّةَ تَلْبَسُهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ. فَقَالَ: ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ)). فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا بِحُلَلٍ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ. فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ؟ فِيهَا مَا قُلْتَ فَقَالَ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا، تَبِيْعُهَا أَوْ تَكْسُوْهَا)). فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ. [راجع: ٨٨٦]

تا کہ جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آئے تو آپ اسے پہنا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اسے تو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔'' پھر نبی کریم ﷺ کے پاس بہت سے ریشمی جوڑے آئے اور آپ نے ان میں سے ایک جوڑا عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے کس طرح پہن سکتا ہوں جبکہ آپ خود ہی اس کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمانا تھا، فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا بلکہ اس لئے دیا کہ تم اسے بیچ دو یا کسی (غیر مسلم) کو پہنا دو۔'' چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مکے میں اپنے ایک بھائی کے گھر بھیج دیا جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ مشرکین کو ہدیہ دیا بھی جا سکتا ہے۔ اسلام نے دنیاوی معاملات میں اپنوں اور غیروں کے ساتھ ہمیشہ رواداری، اشتراک باہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے عیاں ہے کہ مسلمان جس ملک میں گئے، تمدن اور معاشرت میں وہاں کی قوموں میں خلط ملط ہو گئے۔ جس زمین پر جا کر بسے اس کو گل و گلزار بنا دیا۔ کاش! معاندین اسلام ان حقائق پر غور کریں۔

٢٦٢٠ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ)). [أطرافه في: ٣١٨٣، ٥٩٧٨، ٥٩٧٩] [مسلم: ٢٣٠٤، ٢٣٠٥؛ ابوداود: ١٦٦٨]

(٢٦٢٠) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبدالعزیٰ) جو مشرکہ تھیں، میرے یہاں آئیں۔ میں نے آپ سے پوچھا، میں نے یہ بھی کہا کہ وہ (مجھ سے ملاقات کی) بہت خواہش مند ہیں، تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔''

تشریح: اس کا بیٹا حارث بن مدرک بھی ساتھ آیا تھا۔ مگر اس کا نام صحابہ میں نہیں ہے۔ شاید وہ کفر ہی پر مرا۔ یہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اسی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت کے زمانے میں طلاق دے دی تھی اور وہ اب بھی غیر مسلمہ تھی جو مدینہ میں اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھنے آئی اور میوے اور گھی وغیرہ کے تحفے ساتھ لائی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی اور احسن برتاؤ کا حکم دیا تھا۔ اس سے اسلام کی اس روش پر روشنی پڑتی ہے جو وہ غیر مسلم مردوں عورتوں کے ساتھ برتاؤ پیش کرتا ہے۔

بَابٌ: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ

باب: کسی کے لئے حلال نہیں کہ اپنا دیا ہوا ہدیہ یا صدقہ واپس لے لے

٢٦٢١ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ)). [راجع: ٢٥٨٩] [مسلم: ٤١٧٠، ٤١٧١، ٤١٧٢، ٤١٧٣، ٤١٧٤، ٤١٧٥؛ ابوداود: ٣٥٣٨؛ نسائي: ٣٦٩٥، ٣٦٩٦، ٣٦٩٧، ٣٦٩٨، ٣٦٩٩؛ ابن ماجه: ٢٣٨٥، ٢٣٩١]

(۲۶۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا سعید بن مسیب سے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی کی ہوئی قے کا چاٹنے والا۔''

تشریح: ظاہر حدیث سے یہی نکلتا ہے کہ ہبہ اور صدقہ میں رجوع حرام ہے لیکن دوسری حدیث کی رو سے وہ ہبہ مستثنیٰ ہے جو باپ اپنی اولاد کو کرے، اس میں رجوع کرنا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کو مکروہ کہا ہے حرام نہیں۔

٢٦٢٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُودُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ)). [نسائي: ٣٧٠٠]

(۲۶۲۲) ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا عکرمہ سے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم مسلمانوں کو بری مثال نہ اختیار کرنی چاہیے۔ اس شخص کی سی جو اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لے لے، وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود چاٹتا ہے۔''

٢٦٢٣ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ، وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)). [راجع: ١٤٩٠]

(۲۶۲۳) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا زید بن اسلم سے، ان سے ان کے باپ نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے (ایک شخص کو) دیا۔ جسے میں نے وہ گھوڑا دیا تھا اس نے اسے دبلا کر دیا۔ اس لئے میرا ارادہ ہوا کہ اس سے اپنا وہ گھوڑا خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ شخص وہ گھوڑا سستے داموں پر بیچ دے گا۔ لیکن جب میں نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''تم اسے نہ خریدو، خواہ تمہیں وہ ایک ہی درہم میں کیوں نہ دے۔ کیونکہ اپنے صدقہ کو واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی قے خود چاٹتا ہے۔''

تشریح: اس گھوڑے کا نام ورد تھا۔ یہ تمیم داری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ دیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بخش دیا تھا۔

بَابٌ

باب

تشریح: یہ باب گویا پہلے باب کی فصل اور اس باب میں جو حدیث بیان کی اس کی مناسبت اگلے باب سے یہ ہے کہ صہیب کے بیٹوں نے جب نبی

کریم ﷺ کا ہبہ بیان کیا، تو مروان نے یہ نہ پوچھا کہ آپ نے رجوع کیا تھا یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ ہبہ میں رجوع نہیں۔

٢٦٢٤۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ: أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً، أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى ذَلِكَ صُهَيْبًا، فَقَالَ مَرْوَانُ: مَنْ يَشْهَدُ لَكُمَا عَلَى ذَلِكَ؟ قَالُوا: ابْنُ عُمَرَ. فَدَعَاهُ فَشَهِدَ: لَأَعْطَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً. فَقَضَى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهِ لَهُمْ.

(۲۶۲۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ ابن جدعان کے غلام بنوصہیب نے دعویٰ کیا کہ دو مکان اور ایک حجرہ نبی کریم ﷺ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا۔ (جو وراثت میں انہیں ملنا چاہیے) خلیفہ مروان بن حکم نے پوچھا کہ تمہارے حق میں اس دعویٰ پر گواہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ مروان نے آپ کو بلایا تو آپ نے گواہی دی کہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ دیا تھا۔ مروان نے آپ کی گواہی پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا۔

تشریح: صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت پر گو حاکم کو اطمینان ہو سکتا تھا۔ مگر شرعاً ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہے۔ گو وہ کتنا ہی معتبر ہو۔ مروان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت لی ہوگی اور مدعیوں سے قسم، ایک گواہ اور ایک مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اہل حدیث اور شافعی اور احمد اور اکثر علما کا یہی قول ہے، حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى

باب: عمریٰ اور رقبیٰ کا بیان

أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى جَعَلْتُهَا لَهُ ﴿اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾ [هود:٦١] جَعَلَكُمْ عُمَّارًا.

(اگر کسی نے کہا کہ) میں نے عمر بھر کے لئے تمہیں یہ مکان دے دیا تو اسے عمریٰ کہتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر بھر کے لئے) مکان میں نے اس کی ملکیت میں دے دیا۔ قرآنی لفظ ﴿اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

٢٦٢٥۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْعُمْرَى: أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

[مسلم: ٤١٨٨، ٤١٨٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤١٩٢، ٤١٩٣، ٤١٩٤؛ ابوداود: ٣٥٥٠، ٣٥٥٢، ٣٥٥٣، ٣٥٥٤؛ ترمذي: ١٣٥٠؛ نسائي: ٣٧٤٤، ٣٧٤٥، ٣٧٤٧، ٣٧٤٨، ٣٧٤٩، ٣٧٥٠، ٣٧٥١؛ ابن ماجه: ٢٣٨٠]

(۲۶۲۵) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمریٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس کا ہو جاتا ہے جسے ہبہ کیا گیا ہو۔

تشریح: عمریٰ کسی شخص کو مثلاً عمر بھر رہنے کے لئے مکان دینا۔ رقبیٰ یہ ہے مثلاً کسی کو ایک مکان دے اس شرط پر کہ اگر دینے والا پہلے مرجائے تو مکان

اس کا ہو گیا اور اگر لینے والا پہلے مر جائے تو مکان پھر دینے والے کا ہو جائے گا۔ اس میں ہر ایک دوسرے کی موت کو تکتا رہتا ہے۔ اس لئے اس کا نام رقبیٰ ہوا۔ یہ دونوں عقد جاہلیت کے زمانے میں مروج تھے۔ جمہور علما کے نزدیک دونوں صحیح ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رقبیٰ کو منع رکھا ہے۔ اور جمہور علما کے نزدیک عمریٰ لینے والے کا ملک ہو جاتا ہے اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث اس باب میں بیان کی۔ اس میں صرف عمریٰ کا ذکر ہے رقبیٰ کا نہیں۔ اور شاید انہوں نے دونوں کو ایک سمجھا۔ (وحیدی) حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والعمرىٰ بضم المهملة وسكون الميم مع القصر وحكى ضم الميم مع ضم اوله وحكى فتح اوله مع السكون ماخوذ من العمر والرقبى بوزنها مأخوذة من المراقبة لانهم كانوا يفعلون ذلك فى الجاهلية فيعطى الرجل الدار ويقول له اعمرتك اياها اى أبحتها لك مدة عمرك فقيل لها عمرىٰ لذلك وكذا قيل لها رقبى لان كلاً منهما يرقب متى يموت الآخر لترجع اليه وكذا ورثته فيقومون مقامه فى ذلك، هذا اصلها لغة واما شرعا فالجمهور على ان العمرى اذا وقعت كانت ملكاً للآخذ ولا ترجع الى الاول الا ان صرح باشتراط ذلك وذهب الجمهور الى صحة العمرى۔"

(فتح الباري جلد ٥ صفحہ ٢٩٨)

خلاصہ یہ کہ لفظ عمریٰ عمر سے ماخوذ ہے اور رقبیٰ مراقبہ سے۔ اس لئے کہ جاہلیت میں دستور تھا کوئی آدمی بطور عطیہ کسی کو اپنا گھر اس شرط پر دے دیتا کہ یہ گھر صرف تیری مدت عمر تک کے لئے میں تجھے بخشش کرتا ہوں اسی لئے اسے عمریٰ کہا گیا اور رقبیٰ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا کہ کب وہ موہوب لہ انتقال کرے اور کب گھر واہب کو واپس ملے۔ اسی طرح اس کے وارث منتظر رہتے۔ یہ لغوی طور پر ہے۔ شرعاً یہ کہ جمہور کے نزدیک کہ عمریٰ جب واقع ہو جائے تو وہ لینے والے کی ملکیت بن جاتا ہے اور اول کی طرف نہیں واپس ہو سکتا۔ مگر اس صورت میں کہ دینے والا صراحت کے ساتھ واپسی کی شرط لگا دے اور جمہور کے نزدیک عمریٰ صحیح ثابت ہو جاتا ہے۔

٢٦٢٦۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْعُمْرَى جَائِزَةٌ)). وَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [مسلم: ٤٢٠٢، ٤٢٠٣؛ ابوداود: ٣٥٤٨؛ نسائي: ٣٧٣٢، ٣٧٥٧، ٣٧٥٩، ٣٧٦٢]

(٢٦٢٦) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے نضر بن انس نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عمریٰ جائز ہے۔"
اور عطاء نے کہا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔

تشریح: کسی کو کوئی چیز صرف اس کی عمر تک بخش دینا اسی کو عمریٰ کہا گیا ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ وَالدَّابَّةَ وَغَيْرَهَا

باب: جس نے کسی سے گھوڑا اور جانور وغیرہ عاریتاً لیا

٢٦٢٧۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا مِنْ أَبِي

(٢٦٢٧) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا قتادہ سے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ مدینے پر (دشمن کے حملے کا) خوف تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا

طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ: الْمَنْدُوبُ، فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِن شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)). [أطرافه في: ۲۸۲۰، ۲۸۵۳، ۲۸۵۷، ۲۸٦٦، ۲۸٦۷، ۲۹۰۸، ۲۹٦۸، ۲۹٦۹، ۳۰٤،٦۰۳۳،٦۲۱۲] [مسلم: ٦۰۰۷، ٦۰۰۸؛ ابوداود: ٤۹۸۸؛ ترمذي: ١٦٨٥]

جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا، پھر آپ اس پر سوار ہوئے (صحابہ بھی ساتھ تھے) پھر جب واپس ہوئے تو فرمایا: "ہمیں تو کوئی خطرہ کی چیز نظر نہ آئی، البتہ یہ گھوڑا ہم نے سمندر کی طرح (تیز دوڑتا) پایا۔"

تشریح: دریا کی طرح تیز اور بے تکان جاتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے آپ کے گلے میں تلوار پڑی تھی۔ آپ اکیلے اسی طرف تشریف لے گئے جدھر مدینہ والوں نے آواز سنی تھی۔ سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ کی شجاعت اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اکیلے تنہا دشمن کی خبر لینے کو تشریف لے گئے۔ سخاوت ایسی کہ کسی مانگنے والے کا سوال رد نہ کرتے شرم اور حیا اور مروت ایسی کہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ۔ عفت ایسی کہ کبھی بدکاری کے پاس تک نہ پھٹکے۔ حسن اور جمال ایسا کہ سارے عرب میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ نفاست اور نظافت ایسی کہ جدھر سے نکل جاتے۔ در و دیوار معطر ہو جاتے۔ حسن خلق ایسا کہ دس برس تک حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت میں رہے کبھی ان کو جھڑکا تک نہیں۔ عدل اور انصاف ایسا کہ اپنے سگے چچا کی بھی کوئی رعایت نہ کی۔ فرمایا اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوا ڈالوں، عبادت اور ریاضت ایسی کہ نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں ورم کر گئے بے طمعی ایسی کہ لاکھ روپے آئے، سب مسجد نبوی میں ڈلوا دیئے اور اسی وقت بٹوا دیئے۔ صبر و قناعت ایسی کہ دو دو مہینے تک چولھا گرم نہ ہوتا۔ جو کی سوکھی روٹی اور کھجور پر اکتفا کرتے۔ کبھی دو دو تین تین فاقے ہوتے۔ ننگے بوریے پر لیٹتے۔ بدن پر نشان پڑ جاتا مگر اللہ کے شکر گزار اور خوش و خرم رہتے۔ حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ کیا ان سب امور کے بعد کوئی احمق سے احمق بھی آپ کی نبوت اور پیغمبری میں شک کر سکتا ہے؟ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

بَابُ الْإِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ

باب: شب عروسی میں دلہن کے لئے کوئی چیز عاریتاً لینا

۲٦۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ ابْنُ أَيْمَنَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ، دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ، فَقَالَتِ: ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي، انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ، وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِينَةِ إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيرُهُ.

(۲٦۲۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قطر (یمن کا ایک دبیز کھردرا کپڑا) کی قمیص قیمتی پانچ درہم کی پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا: ذرا نظر اٹھا کر میری اس لونڈی کو تو دیکھ اسے گھر میں بھی یہ کپڑے پہننے سے انکار ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میرے پاس اسی کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی دلہن بنائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر قمیص عاریتاً منگا لیتی تھی۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ اب ہمارے گھروں میں جس طرح کے کپڑے پہننے سے ہماری باندیوں کو انکار ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہمارے ایسے کپڑے لوگ شادیوں میں استعمال کے لئے عاریتاً لے جایا کرتے تھے۔ اس سے کپڑوں کا عاریتاً لے جانا ثابت ہوا۔

بَابُ فَضْلِ الْمَنِيحَةِ

باب: تحفہ منیحہ کی فضیلت کے بارے میں

٢٦٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((نِعْمَ الْمَنِيحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً، وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِإِنَاءٍ)). حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ قَالَ: ((نِعْمَ الصَّدَقَةُ)). [طرفه في: ٥٦٠٨]

(۲۶۲۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہی عمدہ ہے ہدیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا جس نے ابھی حال ہی میں بچہ جنا ہو اور دودھ دینے والی بکری کا جو صبح و شام اپنے دودھ سے برتن بھر دیتی ہے۔'' ہم سے عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا کہ ''(دودھ دینے والی اونٹنی کا) صدقہ کیا ہی عمدہ ہے۔''

تشریح: منیحہ عربوں کی اصطلاح میں دودھ دینے والی اونٹنی یا کسی بھی ایسے جانوروں کو کہتے تھے جو کسی دوسرے کو کوئی تحفہ کے طور پر دودھ پینے کے واسطے دے دے۔

منیحہ اور صدقہ میں فرق ہے۔ منیحہ حسن معاملت اور صلہ رحمی کے باب سے تعلق رکھتا ہے اور صدقہ کا مفہوم بہت عام ہے۔ ہر میٹھی بات کو صدقہ کہا گیا ہے اور ہر مناسب اور اچھے طرز عمل کو بھی۔ اس لحاظ سے منیحہ اور صدقہ میں عموم خصوص مطلق کا فرق ہے۔ ہر منیحہ صدقہ بھی ہے مگر ہر صدقہ منیحہ نہیں ہے۔ فافهم۔ المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال فی القاموس منحة كمنعة وضربة واعطاء والاسم المنحة بالكسر ومنحة الناقة جعل له وبرها ولبنها وولدها وهی المنحة والمنيحة انتهى وقال الحافظ فی الفتح المنيحة بالنون والمهملة وزن عظيمة هی فی الاصل العطية قال ابو عبيدة المنيحة عند العرب على وجهين احدهما ان يعطى الرجل صاحبه صلة فتكون له والآخران يعطيه ناقة اوشاة ينتفع بحلبها ووبرها زمنا ثم يردها وقال القزاز قيل لا تكون المنيحة الاناقة او شاة والاول اعرف انتهى۔''

(تحفة الاحوذی ج: ۳/ ص: ۱۳۳)

خلاصہ یہ کہ لفظ منحہ اور منیحہ اصل میں عطیہ بخشش پر بولا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ منیحہ عرب کے نزدیک دو طریق پر ہے اول تو یہ کہ کوئی اپنے ساتھی کو بطور صلہ رحمی بخش دے، وہ اس کا ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی کسی کو اونٹنی یا بکری اس شرط پر دے کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور ایک عرصہ بعد اسے واپس کردے۔ قزاز نے کہا کہ لفظ منیحہ صرف اونٹنی یا بکری کے عطیہ پر بولا جاتا ہے۔ مگر اول معنی ہی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

٢٦٣٠- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ مِنْ مَكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ وَكَانَتِ الأَنْصَارُ أَهْلَ الأَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الأَنْصَارُ عَلَى أَنْ يُعْطُوهُمْ ثِمَارَ أَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوهُمُ الْعَمَلَ وَالْمَؤُونَةَ،

(۲۶۳۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے ساتھ کوئی بھی سامان نہ تھا۔ انصار زمین اور جائیداد والے تھے۔ انصار نے مہاجرین سے یہ معاملہ کر لیا کہ وہ اپنے باغات میں سے انہیں ہر سال پھل دیا کریں گے اور اس کے بدلے مہاجرین ان کے باغات میں کام کیا کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم جو عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کی بھی والدہ تھیں،

وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ أُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ أُمَّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، فَكَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسِ ابْنَ مَالِكٍ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عِذَاقًا فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ أَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُمِّهِ عِذَاقَهَا، فَأَعْطَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ: أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ بِهَذَا وَقَالَ: مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ. [انظر: ٣١٢٨، ٤٠٣٠، ٤١٢٠]

[مسلم: ٤٦٠٣]

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کھجور کا ایک باغ ہدیہ دے دیا تھا۔ لیکن آپ نے وہ باغ اپنی لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں، عنایت فرما دیا۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ جب خیبر کے یہودیوں کی جنگ سے فارغ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے تحائف واپس کر دیئے جو انہوں نے پھلوں کی صورت میں دے رکھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا باغ بھی واپس کر دیا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اس کے بجائے اپنے باغ میں سے (کچھ درخت) عنایت فرما دیئے۔ احمد بن شبیب نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے خبر دی اور انہیں یونس نے اسی طرح البتہ (اپنی روایت میں بجائے مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ کے) مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ بیان کیا۔

تشریح: یعنی بجائے ((من حائطه)) کے اس روایت میں ((من خالصه)) ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص اپنی زمین میں سے چند کھجور کے درخت نبی کریم ﷺ کو دیا کرتا تھا۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائدادیں آپ کو ملیں تو آپ نے اس شخص کے درخت پھیر دیئے انس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے عزیزوں نے مجھ سے کہا تو نبی کریم ﷺ کے پاس جا اور جو درخت ہم نے نبی کریم ﷺ کو دیئے تھے وہ سب کے سب یا ان میں سے کچھ مانگ۔ نبی کریم ﷺ نے وہ درخت ام ایمن اپنی آیا کو دے دیئے تھے۔ میں جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے وہ درخت مجھ کو دے دیئے۔ ام ایمن آئیں اور میرے گلے پڑ گئیں۔ کہنے لگیں وہ درخت تو میں تجھ کو کبھی نہیں دوں گی۔ نبی کریم ﷺ ان کو سمجھانے لگے۔ ام ایمن تو ان کے بدلے اتنے درخت لے لے۔ وہ کہتی رہیں میں ہرگز نہ لوں گی قسم اس اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں! یہاں تک کہ آپ نے دس گنے درخت ان کے بدل دینا قبول کئے۔ (وحیدی)

٢٦٣١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُوْدِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ)).

(٢٦٣١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا حسان بن عطیہ سے، ان سے ابوکبشہ سلولی نے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چالیس خصلتیں جن میں سب سے اعلیٰ و ارفع دودھ دینے والی بکری کا ہدیہ کرنا ہے۔ ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک خصلت پر بھی عامل ہو گا ثواب کی نیت سے اور اللہ کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت

قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهِ، فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً. [ابوداود: ١٦٨٣]

میں داخل کرے گا۔" حسان نے کہا کہ دودھ دینے والی بکری کے ہدیہ کو چھوڑ کر ہم نے سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا اور تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینے وغیرہ کا شمار کیا، تو سب پندرہ خصلتیں بھی ہم شمار نہ کر سکے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے ان خصلتوں کو کسی مصلحت سے مبہم رکھا۔ شاید یہ غرض ہو کہ ان کے سوا اور دوسری نیک خصلتوں میں لوگ سستی نہ کرنے لگیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسی عمدہ خصلتیں جن پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ متفرق احادیث میں چالیس بلکہ زیادہ بھی مذکور اور موجود ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ حضرت حسان بن عطیہ کو ان سب کا مجموعی طور پر علم نہ ہو سکا۔ تفصیل مزید کے لئے شعب الایمان امام بیہقی رحمہ اللہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

٢٦٣٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَتْ لِرِجَالٍ مِنَّا فُضُوْلُ أَرَضِيْنَ فَقَالُوا: نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ)).

(٢٦٣٢) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عطاء نے بیان کیا، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے بہت سے اصحاب کے پاس فالتو زمین بھی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ تہائی یا چوتھائی یا نصف کی بٹائی پر ہم کیوں نہ اسے دے دیا کریں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بونی چاہیے یا پھر کسی اپنے بھائی کو ہدیہ کر دینی چاہیے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر زمین اپنے پاس ہی رکھے رہے۔"

٢٦٣٣ـ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ ابْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيْدٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: ((وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟)) قَالَ: ((فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا)). [راجع:١٤٥٢]

(٢٦٣٣) اور محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یزید نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہجرت کے لیے پوچھا۔ آپ نے فرمایا "خدا تم پر رحم کرے۔ ہجرت کا تو بڑا ہی دشوار معاملہ ہے تمہارے پاس اونٹ بھی ہے؟" انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا "اور اس کا صدقہ (زکوٰۃ) بھی ادا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا "اس میں سے کچھ ہدیہ بھی دیتے ہو؟" انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا "تو تم اسے پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن دوہتے ہو گے؟" انہوں نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا کہ "سمندروں کے پار بھی اگر تم عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرے گا۔"

٢٦٣٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عَمْرٍو،

(٢٦٣٤) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے طاؤس

عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَلِكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا فَقَالَ: ((لِمَنْ هَذِهِ؟)) فَقَالُوا: اكْتَرَاهَا فُلَانٌ. فَقَالَ: ((أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَعْلُومًا)). [راجع: ۲۳۳۰]

نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے ان میں سب سے زیادہ اس (مخابرہ) کے جاننے والے نے بیان کیا، ان کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ایسے کھیت کی طرف تشریف لے گئے جس کی کھیتی لہلہا رہی تھی، آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ کس کا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ فلاں نے اسے کرایہ پر لیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''اگر وہ ہدیتاً دے دیتا تو اس سے بہتر تھا کہ اس پر ایک مقررہ اجرت وصول کرتا۔''

تشریح: مطلب نبی کریم ﷺ کا یہ تھا کہ اگر زمین بیکار پڑی ہو تو اپنے مسلمان بھائی کو مفت زراعت کے لئے دے دے۔ اس کا کرایہ لینے سے یہ امر افضل ہے اور کرایہ لینے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ دوسری روایت میں عمرو نے طاؤس سے کہا، کاش! تم بٹائی کرنا چھوڑ دو، کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ انہوں نے کہا عمرو! میں تو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہوں اور صحابہ میں جو سب سے زیادہ علم رکھتے تھے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے مجھ سے بیان کیا، آخر تک یہ نہ بھولنا چاہیے کہ عہد نبوی نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا میں انسانی، تمدنی، معاشرتی ترقی کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ ان ہی مقاصد کے پیش نظر پیغمبر علیہ السلام نے زمین کو آباد کرنے کے سلسلہ میں ہر ممکن آسانی وسہولت کو مدنظر رکھا اور اس کو زیادہ عوامی بنانے کی رغبت دلائی، مگر بعد کے زمانوں میں جاگیرداری نظام نے زمیندار اور کاشتکار دو طبقے پیدا کر دیئے جن کے نتائج بد کی سنگین سزائیں یہ دونوں گروہ آج تک کی باہمی کش مکش کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ کاش اسلامی نظام دنیا میں برپا ہو، جس کی برکت سے نوع انسانی کو ان مصائب سے نجات مل سکے۔ (آمین)

بَابٌ إِذَا قَالَ: أَخْدَمْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: عام دستور کے مطابق کسی نے کسی شخص سے کہا کہ یہ لڑکی میں نے تمہاری خدمت کے لیے دے دی تو جائز ہے

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هَذِهِ عَارِيَةٌ. وَإِنْ قَالَ: كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوْبَ. فَهَذِهِ هِبَةٌ.

بعض لوگوں نے کہا کہ لڑکی عاریتاً ہوگی اور اگر یہ کہا کہ میں نے تمہیں یہ کپڑا پہننے کے لیے دیا تو کپڑا ہبہ سمجھا جائے گا۔

تشریح: مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا حنفیہ پر رد کرنا ہے کہ لونڈی میں تو وہ کلام خاص عاریت پر محمول ہوگا اور کپڑے میں ہبہ پر۔ یہ ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بلا مخصص ہے۔ بعض نے کہا ''وان قال کسوتك هذا الثوب۔'' یہ الگ کلام ہے۔ بعض الناس کا مقولہ نہیں ہے۔

۲۶۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ، فَأَعْطَوْهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً؟)) وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۲۶۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو انہیں بادشاہ نے آجر کو (یعنی ہاجرہ کو) عطیہ میں دے دیا۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے کہا دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ایک لڑکی خدمت کے لیے بھی دے دی۔'' ابن سیرین

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ)).

[راجع: ٢٢١٧]

نے کہا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے بیان کیا کہ "بادشاہ نے ہاجرہ کو ان کی خدمت کے لیے دے دیا تھا۔"

بَابٌ: إِذَا حَمَلَ رَجُلاً عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ

باب: جب کوئی کسی شخص کو گھوڑا سواری کے لیے ہدیہ کر دے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی طرح ہوتا ہے (کہ اسے واپس نہیں لیا جا سکتا)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا.

لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ واپس لیا جا سکتا ہے۔

٢٦٣٦- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ، قَالَ عُمَرُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ١٤٩٠]

(٢٦٣٦) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، کہا کہ میں نے مالک سے سنا، انہوں نے زید بن اسلم سے پوچھا تھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے ایک شخص کو دے دیا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ اسے بیچ رہا ہے۔ اس لیے میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ اسے واپس میں ہی خرید لوں؟ آپ نے فرمایا "اس گھوڑے کو نہ خرید، اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو۔"

تشریح: وہ جس کو دیا اس کی ملک ہو چکا اس میں رجوع جائز نہیں۔ باب اور حدیث میں یہی مطابقت ہے۔